

ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری

DR. ZAKIR HUSAIN LIBRARY

JAMIA MILLIA ISLAMIA
JAMIA NAGAR

NEW DELHI

CALL NO.

Accession No. 35959

JAMIA MILLIA ISLAMIA
NEW DELHI

DATE DUE

This book is due on the date last stamped An overdue charge of 10 P. will be charged for each day the book is kept over-time

ہم یسوع کو دیکھنا چاہتے ہیں

مسیحی

امرتسر

جلد ٦ نمبر ۱

۱۵ - جنوری ۱۹۰۱ء

فہرست مضامین

مطبوعہ مسیحی پریس لاہور

باہتمام [illegible] ہر مہینے کی پندرہ تاریخ کو امرتسر سے شائع ہوتا ہے اسکا چندہ [illegible] سالانہ

گلدستہ اخبار

35959

لاہور فورمن کرسچن کالج کے پروفیسر ایم ۔ سی مکرجی بی ۔ اے اور امرت سر کے مسٹر ایم ۔ ایل رلیارام بی ۔ اے پہلے دیسی مسیحی ہیں جنہوں نے پنجاب یونیورسٹی کے امتحان ایل ۔ ایل ۔ بی (اعلیٰ قانونی امتحان) میں کامیابی پائی ۔ مسٹر بی ۔ سی گھوش بی ۔ اے پہلے قانونی امتحان میں کامیاب ہوئے ۔ بمبئی یونیورسٹی کے مختلف امتحانات میں مندرجہ ذیل دیسی مسیحی کامیاب ہوئے : ۔ بی ۔ اے پدماکر سنبشر ۔ بی ۔ ایس سی اعلیٰ لیموئیل جوشی ۔ میڈیکل ادنیٰ یسالی ۔ ایف ۔ اے مس لیلاوتی بھوس اور مس میری واکر ۔ انٹرنس مس کرپ ۔ بی جیکب ۔ پرمانک چکرا نرائن ۔ بھسکر چکرا نرائن مس سیٹلا منرنکار ۔ وٹرنی سائنس امتحان ادنیٰ ایم رچرڈز ۔ بیرونجات سے جن اصحاب کو لاہور میں دن بھر کے لئے آنیکا اتفاق ہو اور ان کو آرام کرنے کے لئے کوئی جگہ نہ ملے تو ینگ مینس کرسچن اسوسی ایشن کے مکان واقع انارکلی میں چلے جائیں ۔ چائے بسکٹ وغیرہ بھی وہیں واجبی داموں پر مل سکتے ہیں ۔ انڈین سوشل کانفرنس کے اجلاس میں جو ۲۳ ۔ دسمبر ۱۹۰۰ء کو بمقام لاہور منعقد ہوا ۔ قریب ۲۰ ہندو خاتونیں ڈیلیگیٹ ہو کر آئیں اور ایک خاتون نے بڑی پُر زور و فصیح تقریر بھی کی ۔ نوروز کی تقریب پر مندرجہ ذیل مشنری صاحبان کو قیصر ہند کا تمغہ عنایت ہوا : ۔ **تمغہ طلا** پادری آر ۔ اے ہیوم امریکن مشن احمدنگر ۔ ڈاکٹر آرتھر نیو میڈیکل مشن کشمیر ۔ **تمغہ نقرئی** پادری جے ڈگلس ناگپور ۔ پادری اے مارگوجیس تناولی ۔ پادری جیمس شیپرڈ اودے پور ۔ راجپوتانہ مس ایلیس کار ہتورن پونا ۔ رسالہ الحق کانپور کے سال گذشتہ کے سب پرچے کتاب کی صورت میں دوبارہ چھاپے گئے ہیں ۔ مناروں کو ۸ر اور مسلمانوں کو ۴ر فی جلد کے حساب سے مل سکتے ہیں ۔ الہ آباد میں پرسبیٹرین مشن کے متعلق

۱۵-جنوری-۱۹۰۱ء

نوٹ اور رائیں

نئے سال کا شروع - اس رسالہ کی عمر کا چوتھا سال شروع ہے - جو ناچیز خدمت اس نے سالہائے گذشتہ میں کی اس کے لئے خدا کا شکر ہو - ہم نہیں کہتے کہ یہ خدمت قابل تعریف یا نمایاں ہوئی ہے مگر ایک صفت اس میں ضرور ہے کہ وہ نیک نیتی اور خلوص باطن سے کی گئی ہے - ہم اپنے اُن معاونین کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے بذریعہ تحریر یا کسی اور صُورت سے ہماری مدد کی اور حوصلہ بڑھایا - ہم اپنے مخالفوں کے بھی شکرگذار ہیں جو وقتاً فوقتاً ہم کو یاد دلایا کرتے ہیں کہ ہم میں کوتاہیاں موجود ہیں اور غلطی کا ہوجانا ممکن ہے - سب کو ہم اس موقعہ پر کہتے ہیں کہ آپ کو نیا سال مُبارک ہو - یہہ سال نئی صدی کا شروع بھی ہے - بڑی اُمید کیجاتی ہے کہ بیسویں صدی میں مسیحی کلیسیا اس ملک میں ترقی کریگی - اور بطور ایک یقینی نتیجہ کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس ترقی کے ساتھ مسیحی اخبارات کی بھی تعدادی ترقی ہوگی - پڑھنے والے بڑھ جاینگے اور لکھنے والے بھی اعلیٰ درجہ کے پیدا ہونگے - اور ہاں اب ایک مسیحی رسالہ کے قدرشناس تھوڑے اور نکتہ چین بکثرت ہیں صدی کے آخر پر اس قسم کے رسالوں کو پڑھنے کا شوق اور انکو قائم رکھنے کا جوش بہت بڑھ کر ہوگا +

اِنسانی دستکاری کی ناپائداری - انیسویں صدی دُنیا کی عُمر کا کوئی بھاری حصہ نہیں تھا مگر کیسے کیسے انقلاب ایک سو سال کے عرصہ میں واقع ہوئے ہیں - کہ سلطنت وعروج کسی کو زوال ہوا ہے بڑے بڑے معرکے اور جنگ ہندوستان اور دُنیا کے دیگر ممالک میں

ہوگئے ہیں - زمانہ کے دفتر کا ایک ورق اُلٹ گیا اور دُنیا کے کارنامے گذرے زمانہ کی تواریخ میں شامل ہوگئے - ایک نئی صدی کے آغاز میں انسان کی کوتاہ عمری اور اُس کی تمام دستکاریوں کی ناپائداری بڑے زور سے ظاہر ہو رہی ہے - ایک بزرگ کے مندرجہ ذیل کلمات کیسے حسب موقعہ ہیں " انسان اپنی دستکاریوں کی نسبت کہتا ہے کہ وہ ابدتک قائم رہینگی مگر یہہ کیسا غلط خیال ہے - طوفان کے بعد لوگوں نے اینٹ اور گارا جمع کر کے بابل کا برج بنایا اور کہا کہ یہہ ہمیشہ تک رہیگا - مگر خدا نے اُنکی زبان میں اختلاف ڈالدیا اور وہ اپنے ارادے کو پُورا نہ کرسکے - اُنکی بجلیوں نے اُسے تباہ کر دیا اور اُن لوگوں کی حماقت کا یادگار باقی رہ گیا - قدیم زمانہ میں فرعون اور مصری شاہوں نے بڑے بڑے اہرام بنائے اور کہا کہ یہہ ہمیشہ تک رہینگے - وہ ابتک تو قائم ہیں مگر آخر زمانہ اُنکو بھی فنا کردیگا - انسان کی مضبوط سے مضبوط کاریگریاں سایہ اور پانی کے بُلبُلے کی مانند ہیں جنکو خدا کا حکم ایک پل میں صفحہ ہستی سے مٹا سکتا ہے - نینوہ کہاں اور بابل کہاں ہے - فارس کے مشہور شہر کدھر گئے - آدوم کے بلند مکانوں کو کیا ہوا - یونان کے بہادروں کے مندر کہاں گئے - انسان اپنی دستکاریوں کو ابدی سمجھتا ہے - خدا کہتا ہے کہ وہ ناپائدار ہیں - انسان اُنکو چٹان سے بنے ہوئے تصور کرتا ہے خدا اُنکو ریت بلکہ ہوا ٹھہراتا ہے "

پنجاب کرسچن اسوسی ایشن کی ساتویں سالانہ رپورٹ - اس رپورٹ کے پڑھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ ہماری پنجاب کی اسوسی ایشن نے سال گذشتہ میں ترقی کی ہے چنانچہ آمدنی بمقابلہ گذشتہ چھ سالوں کے زیادہ ہوئی - اور اسی وجہ سے وظائف کی تعداد بھی بڑھائی گئی ہے - اس سے پیشتر سال میں ۷۰ روپئے ماہوار طلبا کو دیئے جاتے تھے مگر سال گذشتہ میں ۸۷ روپئے ماہوار دیئے گئے - ایک تعریف کے قابل بات یہہ بیان کی گئی ہے کہ اسوسی ایشن کے بعض وظیفہ خوار طلبا جو برسر روزگار ہو گئے چندہ دینے والوں میں شامل ہوگئے ہیں - زرِعطیہ دینے والوں میں کنور سر ہرنام سنگھ صاحب بالقابہ نے اسوسی ایشن کی کشادہ دلی

سے مدد کی۔ افسوس ہے کہ سال زیرِ رپورٹ میں اس انجمن کے بڑے بھاری مددگار اور منشیر مسٹر جارج نوّیس ڈوِسٹرکٹ جج نے انتقال کیا۔ آپ کئی سال تک اس کے پریذیڈنٹ رہے۔ چندہ دینے والوں کی فہرست پر نظر دوڑاتے ہوئے ہمیں ایک بات سے تعجب ہوا کہ پنجاب بھر میں فقط ایک پادری صاحب نے ۸ روپیہ ماہوار دینے کا حوصلہ کیا اور وہ بھی اب تک بہت کچھ بقایا واجب الوصول میں چلا آتا ہے۔ شائد مشن کا بھنڈار انکو محتاج یا بخیر نہیں ہونے دیتا اور اسی وجہ سے انکی توجہ اس طرف نہیں۔ رپورٹ سے یہ پتہ نہیں لگتا کہ کوئی اجلاس اس ایسوسی ایشن کا سال بھر میں ہوا یا نہیں اور نہ کسی حساب کتاب کی ٹریل کرنے والے کا نام ونشان ہے۔ اگر قواعد کا وضع کرنا ضرور ہے تو کل کارروائی باقاعدہ ہونی چاہئے

عہد عتیق کا مطالعہ کرنا کیوں ضرور ہے۔ پروفیسر وائٹ صاحب نے امریکہ میں ایک رسالہ اس مضمون کا شائع کیا ہے جسمیں آپنے ستّرہ وجوہات پیش کئے ہیں کہ کیوں پرانے عہد نامہ کو مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اس رسالہ کا خلاصہ یہ ہے کہ (۱) عہد عتیق خود لٹریچر (علم ادب) ہے اور اسکا تعلق باقی لٹریچر کے ساتھ ہے (۲) وہ تواریخ ہے اور اسکا تعلق تواریخ کے ساتھ ہے۔ (۳) اسکا تعلق عہد جدید کے ساتھ ہے (۴) آجکل خصوصاً اسی عہد عتیق کی نسبت چرچا اور بحث مباحثہ ہورہا ہے (۵) اسکا تعلق موجودہ فلسفہ اور سائنس کے ساتھ ہے (۶) اسکا تعلق زمانہ حال کے قانون کے ساتھ ہے (۷) اس میں مستقل ابتدائی اصول اور تعلیم بطور نمونہ کے پائی جاتی ہے (۸) اسکا تعلق موجودہ زمانہ کی عالمگیر مشنری خدمات کے ساتھ ہے (۹) ان نبوتوں کی وجہ سے جو پوری ہو چکی ہیں (۱۰) بلحاظ ان پیشین گوئیوں کے جو اب تک پوری نہیں ہوئیں (۱۱) وہ کتاب مقدس کی صداقت کا ایک ثبوت ہے (۱۲) اس میں گہرے دھیان گیان والی تحریرات پائی جاتی ہیں (۱۳) اس سے مکاشفہ اور نجات کے الٰہی طریق کے سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ (۱۴) اس کی حد بندیوں اور ناکاملیت کے علم سے انجیلی حقوق کی قدر بہت بڑھ جاتی ہے (۱۵) اس کے مضامین اور طریق تعلیم موجودہ پشت کے لئے

خاص طور پر مناسب حال ہیں (۱۶) اس میں ایسی سوانح عمریاں پائی جاتی ہیں جنمیں انسانی سیرت کے مطالعہ کرنے کی بہترین تعلیم موجود ہے (۱۷) اس میں خدا کا مکاشفہ پایا جاتا ہے *

ملک چین میں مسیحی مذہب کی ترقی ۔ ملک چین صدیوں سے غیر ممالک کے باشندوں کے لئے بند اور سر بمہر تھا۔ ۱۸۰۰ء میں رابرٹ مارلیسن صاحب انجیل سنانے کے لئے واں گئے مگر انکو اجازت نہ ملی۔ اب تک ایک صدی اس واقعہ کو گذر نہیں چکی اور موجودہ صدی کے شروع میں کیا حال ہے۔ دو ہزار سے زیادہ مشنری صاحبان اس ملک میں کام کر رہے ہیں۔ ہر ایک صوبہ میں انجیل کی منادی کیجاتی ہے۔ ایک لاکھ دیسی مسیحی ہیں۔ تعدادی ترقی کی نسبت زیادہ قابلِ تعریف یہہ امر ہے کہ جب اُن کے ایمان کا امتحان کیا گیا تو وُہ کامیاب نکلے۔ ہزاروں بیرحمی سے قتل کئے گئے مگر اپنے ایمان کو ہاتھ سے نہ دیا۔ ہر ایک زمانہ میں مسیحی کلیسیا کا یہی تجربہ رہا ہے کہ اُس کا خلوص اسی وقت ظاہر ہوتا ہے جب اُس پر کوئی آفت آتی ہے۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ ہماری آرام طلب ہندوستانی کلیسیا کو بھی موجودہ صدی میں اسی قسم کی آگ میں سے گذرنا پڑے گا تاکہ وُہ خالص نکلے چین میں علاوہ اُن شہیدوں کے جو تہ تیغ کئے گئے ایسے ہزاروں ہیں جو بے وطن ہیں اور جنکی امداد کے لئے ضرور ہے کہ ہندوستانی مسیحی بھی حسب توفیق چندہ دیں۔ یہہ سختی کے ایام ہمیشہ تک نہیں رہ سکتے۔ اور خواہ چین کی نسبت یورپ کی سلطنتوں میں کسی قسم کا جھگڑا رہے اس کا نتیجہ انجیل کے حق میں ضرور مفید نکلیگا۔ شہیدوں کا خون کلیسیا کا بیج ہے۔ ایسا زبردست بیج جو سنگلاخ زمین میں بھی پنپتا اور سرسبز ہوتا ہے *

بیسویں صدی کی آمد

دسمبر کی آخری رات آدھی گذر گئی اور گھڑی نے بارہ بجا کر انیسویں صدی کو الوداع
کہا۔ نئی صدی کا آغاز کیسی خاموشی میں ہوا ہے۔ دنیا خواب میں مبتلا ہے۔ سونے والے
انیسویں صدی میں سو گئے اور بیسویں کے سورج طلوع ہونے پر بیدار ہوئے۔
ستارے اور سیارے اپنی اپنی مقررہ گردشوں میں دوڑتے چلے گئے اور ان میں سے کسی
کو خیال نہ آیا کہ دنیا کے حساب میں ایک صدی بڑھائی گئی ہے انسان کی مصنوعی تقسیم اوقات کی
قدر انسانی خیالات تک محدود ہے وہ جو آسمانوں پر بلند ہے اس کے نزدیک ہزار برس ایک دن کے
برابر ہے اور وہ ہمارے اوقات کا پابند نہیں ہے۔

دنیا میں ایسے انسان شاذ و نادر نظر آئینگے جو انیسویں صدی کے آغاز میں زندہ موجود تھے اور شاید ہم میں
ایک بھی نہ ہوگا جو اس نئی صدی کے اختتام تک زندہ رہے گا۔ ہر ایک شخص اپنے اپنے خیال و مذاق کے مطابق
چند روز بسر کر کے کوچ کر جاتا ہے اور یہی قدرتی نظارے جنکو وہ پرانے اور بے لطف سمجھتا ہے نئی پیڑھی [illegible]
آخری ایام میں ڈھلتے سورج کا تاریک سایہ دیکھتا ہے ایک نونہال کو تازہ اور دلکش نظر آتے ہیں۔ یہ آمد و رفت
کا سلسلہ آخر تک لگا رہیگا۔ یہ چمن یونہی رہیگا اور ہزاروں جانور اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائینگے۔
ہر ایک نئے سال اور نئی صدی کا پیغام ہمارے لئے یہ ہے کہ ہمارے خداوند کی آمد کا دن نزدیک آ رہا ہے
اگر رسولوں کے ایام آخری زمانہ کہلانے کے مستحق تھے تو اس بیسویں صدی میں ہمیں کیسا کمربستہ اور تیار رہنا
چاہئے۔ آثار زمانہ اس روز کے نزدیک ہونے کو نشان دے رہے ہیں [illegible] ہاتھ کے [illegible]
نظر آتے ہیں جن سے ظاہر ہے کہ ہمارے خداوند کی آمد دور نہیں ہو سکتی۔ کیا ساری مخلوقات آسمان کی
طرف آنکھیں اٹھا کر خدا کے فرزندوں کے ظاہر ہونے کی منتظر معلوم نہیں ہوتی۔ مبارک ہیں وہ جنکو خداوند [illegible] پائیگا۔
انیسویں صدی دنیا کی تواریخ میں خصوصاً دو قسم کی ترقیوں کے لئے یادگار رہیگی۔ اول [illegible]

اور انجیل کی اشاعت کے لئے۔ انجیل کے خدمتگذار انجیل کی مشعل ہاتھ میں لیکر دنیا کے تاریک مکانوں کو منور کر رہے ہیں۔ بہت تھوڑے علاقے دنیا میں ہونگے جہاں کلام کی منادی نہیں کی گئی۔ جو جزائر آدم خور وحشیوں کا مسکن تھے گذرے سال کے عرصہ میں انجیل کی برکت سے تہذیب اور تعلیم کے اعلیٰ پایہ پر ممتاز کئے گئے ہیں۔ مشنریوں کی محنت سے کرہ ارض کے بہت سے ممالک اور اُنکے باشندوں کے حالات سے بچہ بچہ واقف ہو گیا ہے۔ افریقہ کا برّاعظم جو صدی کے شروع میں ایک تاریک اور دشوار گذار علاقہ سمجھا جاتا تھا اب خصوصاً مشنریوں کی کوشش سے ایسا سرسبز اور قیمتی خطہ نظر آنے لگا ہے کہ اس بیسویں صدی کے آغاز میں مہذب دنیا کی توجہ بہت کچھ اپنی طرف کھینچے ہوئے ہے۔ انجیل کی خدمت کا نتیجہ جو کچھ ہندوستان میں ہوا ہے اُسکا صحیح اندازہ کوئی شخص نہیں کر سکتا۔ ۲۸۔ دسمبر ۱۸۰۰ء کو ڈاکٹر کیری صاحب نے سیرام پور میں کرسٹو پال نامے ایک بنگالی کو بپتسمہ دیا۔ موجودہ مشنوں میں اسی شخص کو آول نومریدہونیکا اعزاز حاصل ہے۔ بلحاظ تعداد کے ہم نہیں کہہ سکتے کہ گذشتہ صدی میں مسیحی مذہب نے اس ملک میں بڑی نمایاں ترقی کی ہے مگر تعداد ہی تاثیر کا بہترین معیار نہیں ہے۔ انجیل کا خفیہ اثر ہمارے ملک میں یقیناً سرائت کر رہا ہے جسکے نمایاں نتائج اس صدی کی آیندہ نسلیں دیکھ کر اُن بہادروں کو یاد کیا کرینگی جنہوں نے انجیل کا بیج آنسوؤں کے ساتھ بویا۔ جہاں جہاں مسیحی مذہب نے اپنا قدم جمایا ہے۔ وہاں پُرانے مذاہب کو اپنی اپنی پڑ گئی ہے اور سوسائٹی میں جنبش نمودار ہونے لگی ہے۔ یہہ مذہبی اور سوشل کش مکش انجیل کی ترقی کے ابتدائی مدارج ہوا کرتے ہیں۔ آخر انسان کی رُوحانی احتیاج کا دفعیہ انجیل کے مذہب ہی سے ہوگا +

دُوسری بڑی بھاری تبدیلی جسکا نشان گذشتہ صدی کے صفحہ تواریخ پر روشن رہیگا علمی ترقی ہے۔ قریب ستر سال کا عرصہ گذرا کہ ریل گاڑی دنیا میں جاری ہوئی۔ اُسکی تیز رفتاری اور آرام نے آمد و رفت کے سلسلوں میں کیسا بھاری انقلاب پیدا کر دیا۔ مگر حضرت انسان اب بادلوں کے ہم پلہ ہونے کا دم بھرنا چاہتا ہے۔ حال ہی میں ایک تجربہ مُلک سوئٹزرلینڈ میں کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمانہ جلد آرہا ہے جب ہوائی جہاز دُنیا کے اس سرے سے اُس سرے تک مسافت گھنٹوں میں طے کیا کرینگے۔ بحری سفر کی ضرورت مطلق نہ رہیگی۔ شاید ہم ریل اور جہازوں کو بطور جھکڑوں کے

باربرداری کے لئے استعمال کرینگے۔ تار برقی کے ذریعہ ہزاروں میل پرچند ثانیہ کے عرصہ میں پیغام پہنچا۔ یا بھی انیسویں صدی کا ایک کرشمہ ہے مگر اب تاروں کی بھی ضرورت نہ رہیگی جو تجربے اب تک ہوچکے ہیں اُن سے اُمید پائی جاتی ہے کہ چند سال میں بجلی کے ہوائی سلسلے تاروں کا کام دیا کرینگے۔ اور ایک براعظم سے دوسرے براعظم میں لوگ بیٹھے بیٹھے بلا تکلف چند مختصر آلات کی مدد سے ایک دوسرے کے ساتھ بات چیت کیا کرینگے۔ پھر بجلی کے متعلق ایک نئی قسم کی کرنیں دریافت کی گئی ہیں جو لکڑی چمڑے وغیرہ اشیا میں سے اسی آسانی سے گذر جاتی ہیں جیسے معمولی شیشہ میں سے روشنی کی کرنیں اس علم نے ایک بڑا دروازہ صدی کے آخر میں کھولدیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم نادیدنی عالم سے دُور نہیں ہیں۔ اور خداوند کی وہ بات یاد آتی ہے کہ کوئی چیز ڈھکی نہیں جو کھولی نہ جائیگی اور نہ کوئی چیز چھپی ہے جو جانی نہ جائے گی۔ دیگر علوم و فنون کو بھی گذشتہ صدی میں ایسا کمال حاصل ہوا ہے کہ پیشتر کسی زمانہ میں نہ ہوا تھا اور کون کہہ سکتا ہے کہ بیسویں صدی کے اختتام پر ہم ترقی کے کس پایہ پر ہونگے ٭

صدی کا آخری سال بھی بڑے زبردست نشانات دنیا میں چھوڑ چلا ہے۔ اوّل جنوبی افریقہ میں ایک بڑا خونخوار جنگ جو سوا سال سے جاری ہے۔ قدیم یونان کی تواریخ میں سپارٹا کے باشندوں کا نام بہادری کے معرکوں میں ضرب المثل ہے مگر بوئر قوم اُن سے بھی بڑھکر تعریف کی مستحق ہے۔ اس جنگ میں اسقدر زر اور قیمتی جانوں کا نقصان ہوا ہے کہ یقیناً ہر ایک شخص دل سے آہ بھر کر کہے گا کہ کاش یہہ معاملہ مصالحت سے طے ہوتا۔ ادھر چین کے معاملات میں ایسی پیچیدگی ہو رہی ہے کہ صحیح طور پر قیاس کرنا نا ممکن ہے کہ اس منحوس جھگڑے کا خاتمہ کب اور کیونکر ہوگا۔ ہمارے لئے بیچارے بیگناہ مشنریوں اور دیسی مسیحیوں کا کثرت سے مارا جانا غم کا باعث ہے۔ انکی جائداد کی قیمت کا اندازہ تو ہوسکتا ہے اور شاید چین سے اُسکا معاوضہ طلب کیا جائیگا۔ مگر ان بہادر شہیدوں

کی جانوں کی قیمت کون لگائیگا۔ جیسے آرمینیا کے مسیحیوں کے ساتھ سلوک ہوا تھا چین میں بھی ہزاروں غریب مسیحی جنکے مکانات پھونک دیئے گئے ہیں بے خانمان مصیبت کے مارے اِدھر اُدھر بھٹک رہے ہیں۔ ہندوستان میں قحط کی آفت سے وُہ بربادی ہوئی ہے کہ صدی بھر میں نہ ہوئی تھی۔ اس بُرے وقت میں جو عملی ہمدردی غیر ممالک خصوصاً امریکہ نے ظاہر کی ہے وُہ بھی قابلِ یادگار ہے۔

گزشتہ سال ہماری پنجاب کی کلیسیا کے حق میں بھی خوشی کا سال نہ تھا۔ بعض بزرگ جنکا دم ہمارے لئے غنیمت تھا ہمارے درمیان سے کوچ کر گئے ہیں۔ بزرگ پادری کلارک صاحب۔ پادری مولوی عماد الدین صاحب ڈی ڈی۔ پادری پنڈت کھڑک سنگھ صاحب۔ پادری رکنس صاحب۔ پادری لیس صاحب ایسے قیمتی نام ہیں جو ہماری کلیسیا کی یادداشت میں قرنوں تک محفوظ رہینگے۔ علاوہ انکے وہ نام بھی ہیں جنکو دنیا بڑے آدمیوں کی فہرست میں درج نہیں کرتی مگر وہ مسیحی جماعت میں کارآمد ممبر تھے اور اب انکی خالی جگہ کو بھرنا محال ہے۔

ہم نئی صدی کو بڑی اُمیدوں اور نیک ارادوں کے ساتھ شروع کرینگے۔ ابرہام اور اضحاق اور یعقوب کا خدا ہمارا باپ ہے۔ وہ ہماری کوتاہیوں سے واقف ہے۔ اور اگر ہم صدق دل سے آئندہ اُنکی خدمت کے لئے کمربستہ ہوکر چل نکلیں تو وہ ہماری حقیر کوششوں پر برکت کی اوس نازل کریگا۔ بیسویں صدی ہر طرح سے دوڑ دھوپ کی صدی ہوگی ہر ایک صیغہ اور محکمہ سے یہی صدا آئیگی کہ جو بڑھے سو پائے۔ اگر ہم زمانہ کی رفتار کے ساتھ ہمقدم رہنا چاہتے ہیں تو ہم کو بڑی سرگرمی سے دوڑنا پڑیگا۔ ڈھیلے گھٹنوں والا آدمی بہت پیچھے رہ جائیگا۔ یقین ہے کہ اس صدی میں شخصی مذہب ہمارے درمیان زور پکڑیگا اور ہمارا مذہب زیادہ خالص ہوگا۔ ہم میں سے خود بخود شوق سے انجیل کی منادی کرنیوالے نکلینگے اور انجیل سنانا صرف مشن کے ملازموں ہی کا فرض نہ سمجھا جائیگا۔ مشنوں کی پالیسی میں ضرور فرق ہو جائیگا۔ مشنریوں اور دیسیوں کو اپنی اپنی غلطیاں معلوم ہونگی۔ "حضور" اور "خداوند" کہلانے اور کہنے والے دونوں رفتہ رفتہ کم ہوتے جائینگے۔ صنعت اور حرفت کے کارخانے شاید صدی کے آخر تک ہم میں جاری ہو جائینگے۔ غرض اگرچہ ہماری کلیسیا کی موجودہ حالت فرحت افزا نہیں ہے تو بھی ہم میں ترقی کا مادہ موجود ہے اور ہم اُمید رکھتے ہیں کہ خدا کی مدد سے ہم ہر طرح سے دُنیا کے نور ثابت ہونگے۔

پادری ایچ۔ ای پرکنس صاحب مرحوم

مرقومہ مس کے۔ ایم بوس صاحبہ

اگر ہم گھنٹوں یا دنوں۔ ہفتوں یا مہینوں کا خیال کرنے بیٹھیں تو پانچ سال کا زمانہ کوئی بڑا عرصہ معلوم نہیں ہوتا لیکن اگر ہم کسی بڑے کام کو خیال میں لائیں جو اس زمانہ میں واقع ہوا ہو تو ہم اسی عرصہ کو ایک زندگی کا زمانہ کہہ سکتے ہیں کیونکہ اس میں ایسے کام ہوتے جو مشکل سے کوئی شخص اپنی ساری زندگی میں سرانجام کرتا ہے۔

بہڑوال جیسی اُجاڑ جگہ میں ایک مسیحی کلیسیا کا قائم کرنا پادری پرکنس صاحب کی زندگی کا کام کہا جاسکتا ہے۔ گو صاحب مرحوم کی ساری زندگی اوائل ہی سے اپنے خداوند کی خدمت میں صرف ہوئی تاہم اُنکی پہلی عمر گویا زندگی کے اس زمانہ کی تیاری تھی۔ پرکنس صاحب کے احباب کا خیال تھا کہ آپ بلحاظ اپنے اعلیٰ عہدہ اور علمی قابلیت کے تعلیم یافتہ لوگوں میں بہتر کام کرسکینگے لیکن خداوند کی راہیں ہماری راہوں کی سی نہیں اور وُہ ایک حقیر اور پست قوم سے رسُول اور رُوحانی باپ ہونے کو بلائے گئے اور انہوں نے اپنے مالک کی طرح اُس بلاہٹ کو بڑی خوشی سے قبول کیا۔

۱۸۸۶ء میں عہدہ کمشنری سے مستعفی ہو کر مسٹر پرکنس نے سی۔ ایم۔ ایس کے متعلق انجیلی خدمت اختیار کی اور کچھ عرصہ بعد آرڈین کئے گئے۔ پہلے آپ امرتسر مشن کے سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوئے لیکن بوجہ چند وجوہات آپ نے دیہات میں رہنا پسند کیا۔ اُن دنوں نہر کی ایک کوٹھی بمعہ احاطہ اتاری سے کوئی چار میل کے فاصلہ پر بکاؤ تھی۔ جو انہوں نے موقعہ کو غنیمت سمجھ کر خرید لی اور یوں بہڑوال کے گاؤں کے نزدیک مشن کی چھوٹی سی بستی آسراپور نام قائم ہوئی۔ یہہ بستی بڑے موقعہ پر ہے۔ اس کے قریب جوا

میں ۱۲۰ گاؤں ہیں جنکی آبادی ۹۰۰ ، ۱۰۱ ہے۔ بہڑوال مشن کی طرف سے ان میں منادی کی جاتی ہے ۔

جسوقت مسٹر پرکنس نے ۱۸۸۹ء میں یہ کام شروع کیا۔ بہڑوال سے چند میل کے فاصلہ پر کچھ مسیحی رہتے تھے۔ جب آپ ۱۸۹۴ء میں ولائت کو تشریف لیگئے تو اسوقت یاں ۵۶۲ مسیحی تھے۔ اِن میں سے ۱۳ عشاء ربانی میں شریک تھے۔ یاں دو زنانہ یورپین مشنری۔ ایک ہندوستانی خاتون ڈاکٹر تھیں اور ۳ انکی مددگار۔ ایک پاسٹر ایک معلم اور ۳ دیہاتی ریڈر بھی تھے۔

لڑکے اور لڑکیوں کے لئے جُدا جُدا دو چھوٹے سے بورڈنگ سکول بھی تھے۔ ایک ہسپتال اور پاسٹر کا مکان اور نزدیک کے ایک گاؤں کیسل میں ایک مسافرخانہ اور بندگی کا کمرہ تھا۔ انکا آخری کام بہڑوال کے گرجا کا بنوانا تھا۔ اس میں ۱۳۰ آدمیوں کی نشست ہے یہی عمارت پکی ہے باقی سب خام ہیں۔ اردگرد کے ۱۵ گاؤں میں مسیحی رہتے تھے اور یہ مشن کی مدد سے آزاد تھے۔

صاحب ممدوح کے بعض کام کرنے کے طریقوں پر ذرا غور کرنا فائدہ سے خالی نہوگا

(۱) انکی طرز رہائش نہائت سادہ تھی۔ گو وہ مدتوں تک جلیل القدر منصبوں پر ممتاز رہ چکے تھے ان میں حکومت کی بُو بالکل پائی نہیں جاتی تھی اسی سے لوگ ان سے بلاتکلف ملتے اور اُنکی طرف کھینچے آتے تھے۔

مسز پرکنس سب کاموں میں اُنکی رفیق اور صلاح کار تھیں اور ہر صُورت سے انکی مدد کرتی تھیں۔

(۲) سیمیوں اور اوروں پر فرداً فرداً اُن کا اثر بہت تھا۔ اور یہی انکی کامیابی کا بھید ہے۔ سیر و منادی کو جائیں یا باغ میں کام کریں۔ دو ایک مناد یا لڑکے ہمیشہ انکے ساتھ رہتے تھے۔ ان سے وُہ بلاتکلف باتیں کرتے اور یُوں انکا اعتبار اور

محبت حاصل کرتے تھے۔ انکی تعلیم اور نیک نمونہ کا اثر اب تک ان لوگوں میں پایا جاتا ہے۔ محتاجوں اور خصوصاً بیماروں مصیبت زدوں اور چھوٹے بچوں سے جو صاحب ممدوح کو اُلفت تھی وُہ بیان کی محتاج نہیں۔ ہر کوئی جانتا ہے۔

(۳) پرکنس صاحب نے انجیلی بشارت کے کام کو دیگر تمام باتوں سے جُدا رکھا۔ اوّل اوّل اُنکے احباب کو سخت مایوسی ہُوئی کہ آپ نے باوجود اپنے عہدہ اور اثر کے ان غریب لوگوں کی بعض واجبی مشکلات کے رفع کرنے میں اُنگلی تک نہ اُٹھائی۔ لیکن آپ اپنے اس ارادہ پر قائم رہے کہ صرف مسیح مصلوب کو ان لوگوں کے پیش کرونگا۔ ورنہ (آپ کا یہہ قول تھا) کہ بہت لوگ روٹیوں اور مچھلیوں کی خاطر ہمارے پیچھے ہو لینگے لیکن ان اشیا کے رُوحانی معنے سے غافل رہینگے۔

(۴) لوگوں کے مسیحی کرنے میں ناجائز وسائل کے استعمال کو وُہ بہت بُرا جانتے تھے۔ مسیح کا مذہب ایسا مضبوط ہے کہ ناجائز وسائل سے کام لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ یُوحنا ۷: ۱۷ کا وہ اکثر حوالہ دیا کرتے تھے جس سے کم ازکم ایک کارندے کو تو تسلی ملتی تھی کہ اگر کسی کی مرضی ہو کہ اس کی مرضی پر چلے تو وُہ اس تعلیم کی بابت جان جائیگا کہ خُدا کی طرف سے ہے کہ نہیں۔

(۵) وُہ صاحب دُعا تھے اور سب لوگوں خصوصاً ان کے لئے جو اہل ایمان سے ہیں دُعا و سفارش کرتے تھے۔ انکی کاپی میں کتنوں کے نام لکھے ہیں جنکو وُہ برابر اپنی دُعاؤں میں یاد کرتے تھے۔ ولایت جانے کے بعد وُہ اپنے ہم خدمتوں کو جو چٹھیاں بھیجتے رہے وُہ پدرانہ صلاح و دُعا سے بھری ہیں۔ آسرا پنوہر کی کتنی جانوں کے لئے یہہ مردِ خدا دُعا میں کُشتی کیا کرتا تھا۔

(۶) مشنوں کے بارے میں انکی رائے۔ پرکنس صاحب کے بعض احباب خصوصاً ہندوستانیوں کا خیال ہے کہ آپ ہندوستانی مسیحیوں کے اعلیٰ تعلیم پانے

کے مخالف تھے۔ شاید اس غلط فہمی کی وجہ یہہ ہو کہ بعض موقعوں پر آپ نے ہر کس و ناکس کو اعلیٰ تعلیم دینے کی ذرا پُرزور الفاظ میں مخالفت کی۔ یا اس امر پہ زور دیا کہ جو روپیہ انجیل کی بشارت دینے کے لئے ہے وُہ دیگر کاموں میں وُہ کیسے ہی مستحسن کیوں نہ ہوں خرچ نہ کیا جائے۔ انکی دانست میں یہہ واجب اور قرین مصلحت نہ تھا کہ کسی قوم کو اس کی اصلی حالت سے سرافراز کیا جائے اور جب وُہ اپنے پُرانے طریق زندگی کو پسند نہ کرے تو اسکی نئی ضروریات کے بہم پہنچانیکا سامان مہیا نہ کیا جائے۔ اِس امر سے تو ان کو اتفاق تھا کہ خاص خاص لوگوں کو اعلیٰ تعلیم دی جائے اور وُہ اس بات کا اعتراف بھی کرتے تھے کہ اس ملک میں انجیل پھیلانے کے متعلق تمام کوششوں میں پہل ہندوستانیوں کو لینی چاہئے۔ ان کی بڑی آرزو تھی کہ رُوحانی اور دیگر دُنیا کے کاموں میں ہندوستانی مسیحیوں کو ذمہ واری اور اعتبار کی جگہوں میں ممتاز دیکھیں۔ اُنہوں نے ایک دفعہ یُوں لکھا "یہہ کوئی عجیب بات نہیں کہ جن مشنوں کے قائم کرنے کا مجھے شرف ملا وہ بالکل ہندوستانیوں کی زیر نگرانی ہُوں۔ ہوشیارپور تو شروع ہی سے لیکن بٹالہ اب۔ میرے ایمان کو کبھی یہہ اُمید نہ ہوئی کہ ہندوستانی خاتونیں بھی اس لیاقت اور پایہ کی ہونگی کہ وُہ انگریزوں کی مدد بغیر کُل اہتمام اپنے ذمہ لے سکینگی۔ لیکن خداوند نے یہہ دیکھنا بھی میرے نصیب کیا"۔

دُوسرے بعض کا خیال ہے کہ مشنوں اور انکے نتیجوں کے بارے میں بیکنس صاحب بڑے پُراُمید نہ تھے۔ اِس خیال کی کئی وجہیں ہیں۔ اُن کی کامیابی کا بدف سطح بڑا اُونچا تھا اور ناکامی کو وہ بہت جلد دیکھ لیتے تھے۔ ان کو اس امر کا بڑا خیال رہتا تھا کہ کامیابی کی نسبت لوگوں کو غلط خیال نہ دیا جائے۔ انکو یہہ بھی ڈر تھا کہ ظاہری کامیابی ہی اصل ترقی کی معیار نہ سمجھی جائے یا کہ واقعات کے ظاہر کر دینے سے شیطان کو موقعہ نہ ملے کہ کسی کارندے یا نومرید کے سر میں رعونت کا خیال ڈال دے

ہم نے انکو یہہ کہتے سُنا کہ دل پھرنے کی کیفیت کا مسیحیوں کی موت کے پیچھے بیان لکھنا بہتر ہے۔ یہہ امر بھی اُن کے پیش نظر رہتا تھا کہ رپورٹوں اور مشنری مجلسوں میں مشن کے کام کا صرف ایک پہلو دکھایا جاتا ہے اور اصل واقعات اور واقعی حالت کو ظاہر کرنے کی غرض سے وُہ روشن پہلو کے مقابل میں مشنوں کا تاریک پہلو بھی دکھایا کرتے تھے۔

جن لوگوں کو ان سے اکثر ملنے یا انکے ساتھ کام کرنے کا اتّفاق ہُوا اُنہوں نے اس بزرگ کے نیک نمونہ سے بڑی ہمت و ترقّی پائی۔

۱۸۹۴ء میں صاحب مرحوم انگلستان تشریف لیگئے اور وہاں تصنیف، ترجمہ اور ملک ہندوستان میں خدا کی بادشاہت پھیلانے کے متعلق دیگر کئی کاموں میں مشغول رہے۔ اپنی چٹھیوں میں آپ اپنی ہر دم بڑھتی جسمانی کمزوری اور ضعیفی کا اسقدر کم ذکر کیا کرتے تھے کہ ہمیں سُنکر کچھ حیرت سی ہوئی کہ ۱۲ اگست ۱۹۰۰ء کے دن دِل کی کمزوری نے ایسا زور کیا کہ آپ کی حیات کی اور اُمید نہ رہی۔ اتنے کچھ افاقہ ہُوا۔ اور عزیزوں کو کچھ کچھ اُمید بندھ گئی۔

آپ کے روزنامچہ اور خطوط سے ظاہر ہوتا ہے کہ عرصہ سے آپ اپنے مالک کی طلبی کے ہردم منتظر رہتے تھے۔ اِنکے روزنامچہ سے مندرجہ ذیل اقتباس دلچسپی سے خالی نہ ہونگے۔

”کئی برس تک خدا دیتا رہا۔ اب اسکے لے لینے کا وقت معلوم ہوتا ہے۔“

۵۔ اگست ”صبح کو وعظ کیا۔ بڑی کمزوری معلوم ہوتی ہے“۔ انکی سند کی آیت ایوب ۱۹: ۲۶ تھی اور بالخصوص اس تنہائی کے خیال کا ذکر کیا جو موت سے آخری جدائی کے وقت ہر ایک کو پیدا ہوگا۔

۱۴۔ اگست ”ساری رات بڑی تکلیف رہی لیکن سارے وقت بے انتہا صبر سے

کانوں میں گونجتے رہے۔ یسوع میں قائم رہ۔ جنگ دیر تک نہ رہیگی"۔

۱۶۔ اگست کی تکلیف اور بےقراری کا ذکر کرتے وقت اپنے ایک رشتہ دار سے کہا۔ میں نہایت شکرگذار ہوں کہ میں اپنے مکان کے تمام انتظام اُن مصلوب ہاتھوں میں سونپ دینے کے قابل ہوں۔ میں کبھی بھول نہیں سکتا کہ جمعرات کی رات کو مسیح کی سلامتی اور اطمینان مجھے کیسے حاصل ہوا۔ گو جسمانی تکلیف بہت تھی۔ اسکی رفاقت مجھے ایسے حاصل ہوئی جیسے کوئی اپنی بیوی سے باتیں کرتا ہے"۔

۲۔ ستمبر کو مرض نے پھر دورہ کیا۔ روزنامچہ کی آخری تحریر جو اس دن لکھی گئی یہہ ہے :-

"میں بڑی بےچینی اور تکلیف میں ہوں اے خداوند میرا ذمہ لے اور جس امر کے لئے تو مجھے تیار کر رہا ہے اُسکے لئے مجھے تیار کر۔ یسوع کی خاطر"۔

اس دن دعا میں کئی دوستوں کو نام بنام یاد کیا اور گیت گانے اور کلام اللہ کی آیتیں سنانیکو کہا۔ دم نکلنے سے پیشتر ان کے منہہ سے یہہ لفظ سنے گئے۔ "مجھے کوئی فکر و اندیشہ نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ میرے لئے دعا کر رہے ہیں"۔ وہ بڑی تکلیف میں تھے اور اس سے رہائی پانے کی بار بار دعا کرتے رہے۔ اُن کی دعا سنی گئی جنگ ختم ہوا۔ فتح حاصل ہوئی اور پانچویں ستمبر ۱۹۰۰ء کے دن یہہ نیک اور وفادار بندہ اپنے خداوند کی خوشی میں داخل ہوا۔

یاد رکھو کہ ایک بات میں گڈریے مجوسیوں سے بڑھ گئے۔ مجوسیوں کو ایک ستارہ کی رہنمائی کی ضرورت تھی مگر گڈریوں کو کوئی اس قسم کی ضرورت نہ پڑی۔ مجوسی رہنما ہوتے ہوئے بھٹک گئے اور یروشلم میں کوچہ گردی کرتے پھرے۔ گڈریے سیدھے بیت لحم میں پہنچ گئے۔ بعض اوقات سادہ لوگ جلدی مسیح کو آ ملتے ہیں۔ اور عالم و فاضل سر پٹکتے رہ جاتے ہیں۔

(سپرجن)

کیوں اہل وطن جوانانِ ہند مشن کے کام میں داخل نہیں ہوتے؟

از پادری آئی۔ جے برکت صاحب

اگر اس مضمون کو دو اور سوالوں میں تقسیم کردیں تو اُنکے جواب پر غور کرنے سے یہہ سوال حل ہو جائے گا۔

(۱) جوان لوگ کیوں انجیل کی بشارت نہیں دیتے؟ (۲) وہ مشن کی ملازمت کیوں نہیں کرتے؟

سوال اوّل کے جواب میں حقیقت یوں ہے کہ اگر یرمیاہ کی طرح (یرمیاہ ۲۰: ۹) اُنکے دلوں میں رُوح القدس کی آگ بھڑکتی ہوتی۔ تو وہ اُسکی منادی کرنے لگتے۔ خواہ اُنکو مشن کی ملازمت کے شرائط پسند آتے یا نہ آتے۔ خواہ لوگ سُنتے یا نہ سُنتے وہ موقع یا بے موقع ضرور کسی نہ کسی طرح خداوند کے لئے گواہی دیتے۔ پر اصلیت یہہ ہے کہ بہت مسیحیوں کو خالص دینی زندگی کے مقابلے میں دُنیاوی زندگی زیادہ بھاتی ہے جسکی خاص وجہ یہہ ہے:—

الف۔ بعض مسیحی "مشن کی ملازمت" کو زیادہ تر روٹی کمانے کا ذریعہ یا پیشہ سمجھتے ہیں نہ کہ خداوند کی طرف سے بلاہٹ یہہ حال اسوقت کُھل جاتا ہے۔ جبکہ کوئی کیٹی کسٹ برخاست کیا جاتا ہے۔ اسی بات پر زور دیا جاتا ہے کہ اُس کی روزی لے لی گئی۔

اِس غلط فہمی کا زیادہ بار پادری صاحبان ہی کی جانب ہے۔ روپیہ ہاتھ میں ہونے سے اور کام کو دیکھ کے وہ یتیم خانوں کے لڑکوں یا نومریدوں یا دیگر جوان عیسائیوں کو کام کرنے کے لئے مقرر کر دیتے ہیں۔ اور اکثر انہیں سے ایسے نکلتے ہیں۔ جو خدا اور رُوح القدس کے بُلائے ہُوئے نہیں ہوتے۔ اور اِسی لئے اُنکے کام میں کچھ زور نہیں ہوتا ✦

پھر کلیسیاؤں کے زیادہ حصہ کی تنخواہ مشن ہی دیتی ہے۔ جس سے رُوحوں کے

انے کا شوق جاتا رہتا ہے۔ پر ریاکاری بڑھ جاتی ہے ۔

(ب) ر خاص وجہ شاید یہہ ہے کہ جیسا چاہیئے جوانوں کے درمیان حقیقی
روحانی کام نہیں ہوتا۔ مدرسوں کی معمولی تعلیم کافی نہیں ہے۔ اوّل تو روحانی
بیعت کے اُستاد کم ہوتے۔ دوم۔ عیسائی اور غیر عیسائی ایک ساتھ تعلیم پاتے ہیں۔
ہیئے کہ ہر ایک مشن سکول میں عیسائی لڑکوں کے لئے ایک خاص کلاس بیبل کا ہو جس میں
نکو خاص تعلیم دیجائے ۔

(۲) ہندوستانی جوان کیوں مشن کی نوکری نہیں کرتے ؟

اس کا جواب پہلے سوال کے جواب میں آگیا۔ مشن کی ملازمت میں چند قباحتیں
ہیں جو سرکاری میں نہیں ہیں جو مناویش کرتے ہیں یہہ ہیں کہ مشنری سوسائٹی کی طرف سے پنشن مقرر
نہیں اور کہ ملازم عموماً قطعی ایک خاص پادری کے اختیار میں رہتا ہے۔ ایک تیسری قباحت
یہہ پیش کیجاتی ہے کہ بعض پادری دیسی عیسائیوں سے کچھ علیحدگی رکھتے ہیں اگر ان کل وجوہات
پر بخوبی لحاظ کیا جائے تو بھی روحانی طبیعت والا نوجوان کوشش کرکے ایسی خدمت
یا کام اختیار کریگا جس میں بہت روحوں کو کماوے اور یہہ قباحتیں اُس کے مشن کی
ملازمت اختیار کرنے میں مانع نہیں ہوسکتیں ۔

اُمید ہے کہ مسیحی جوان ان قباحتوں کا کم خیال کریں۔ اور مسیح کی خدمت کو
سب سے عمدہ سمجھیں۔

کاش ہر ایک سچا مسیحی جوان اپنے تئیں خدا کے تابع کردے۔ کہ وہ خود تجربہ کار
ہو کے اوروں پر مسیح کی گواہی دے۔ تب مشن میں کام کرنے والوں کی کمی نہ ہوگی
بلکہ ایک بڑی فوج والنٹیریوں کی انجیل کی خوشخبری اس مُلک میں پہنچانے
لگیگی۔ اے ہند کے جوانو! تم کو زیادہ موقع ہے اور تمہارے اُوپر ہند کی بہتری
منحصر ہے +

ہم جلال میں اُٹھینگے

از پادری کیدار ناتھ صاحب منّت

گلشن دہر میں دم گلگشت کیا ہی دیکھی عجیب سیر و بہار تھا کسی باغ میں درخت کلاں خشک پژمردہ شکل صورت خار

نہ پتا تھا نہ پھل سا کمبخت آنکھ کو جسکے دیکھنے سے عار تھا وہ بھدا سا نفرتی کیڑا جسم پر اُسکے تھے گلن کے آثار

صورتِ غنچہ دل اُداس ہوا صبحِ نازک پہ چھپ پڑا گہنا یاس کی یوں چلی ہوا جو خراب تھے پریشان حواس عقل و قرار

پھر وہاں سے پھرا کیا مغموم بادلِ داغدار و سینہ فگار سر میں ایسی سما گئی وحشت اپنی صورت سے آ چکا بیزار

آپ مجھ کو ہوا نفیس کریں ہوں نہایت خراب خستہ جگر ایک دن پھر جو سیر کو نکلا مار ہمراہ غم گسل غمخوار

ہمنے دیکھا کہ ایک کنول کا پھول کھل کے اپنی دکھا رہا ہے بہار اسپہ اک خوشنما عجب تتلی جسکے مارے عجیب نقش و نگار

اُڑ رہی ہے ادھر اُدھر کیا خوب تیز و طیار و طائر طرار پاس ہی تھا وہی درخت کلاں جسپہ دیکھا تھا کیڑا پہلی بار

جڑ پہ اسکا پڑا ہوا ہے خول اسمیں کیڑے کے کچھ نہیں آثار دونوں چیزوں کے فاصلہ کا مداد تھے یہ الفاظ خوب تر تکرار

وہ نہیں مر گیا ہے زندہ ہے دیکھ لو چشم غور سے اے یار ہم نفس نے مجھے بتایا راز محرمِ راز سے کھلا اسرار

دیکھتے ہو جو حسین تتلی ہے وہی کیڑا ذلیل و خوار یوں ہی کر کے بسر جہاں میں ہم زندگانی کی رات تیرہ و تار

صبحِ محشر میں پہنینگے وہ جلال جسکی تعریف میں زباں لاچار خود جناب مسیح نے جبتک سہی تھی صلیب کی ذلتکا

قبر میں رہ گیا نہ تھا جب تک موت کا ہو چکا نہ اُس پہ وار وہ نہ پہنچا تھا اُس عروج کو ہاں جسکا انجیل کرتی ہے اظہار

یوں ہی ہم ہوتے جاتے ہیں کمزور زور میں پھر اُٹھینگے آخرکار دفن بے عزتی میں ہوتے ہیں پھر اُٹھینگے جلال میں اے یار

نفسانی جو ہے ہمارا جسم ہوگا روحانی جسم بے تکرار آہ منّت کی یہ تمنا ہے اس قیامت کا ہوں میں حصہ دار

ہمارا خداوند تین معنوں میں مسیح کیا گیا ہے۔ یعنی بطور نبی اور کاہن اور بادشاہ کے۔ کسی نے درست کہا ہے کہ یہ مسیح جو مجموعہ ہر سہ صفات ہے کسی اور شخص میں پایا نہیں گیا۔ داؤد بادشاہ اور نبی تھا۔ ملک صدق بادشاہ اور کاہن تھا۔ سموئیل نبی اور کاہن تھا۔ دو عہدے تو ایک انسان میں جمع ہوئے ہیں۔ لیکن تینوں عہدے صرف مسیح میں پائے جاتے ہیں۔

شک کا علاج

پروفیسر ڈرمنڈ صاحب کی تصنیفات میں سے

دُنیا میں ہمیں بہت سے لوگ ایسے ملتے ہیں جو دین کے بارے میں شکوک رکھتے ہیں نہایت ضرور ہے کہ ہم اُنکی مشکلات میں دانائی کے ساتھ برتاؤ کرنا سیکھیں۔ مَیں ایسے اشخاص کو نہایت پسند کرتا ہُوں جو فی الواقع اپنی مشکلات کی وجہ سے مضطرب اور پریشان حال ہو رہے ہُوں۔ اُنکا باطن صاف ہے۔ وُہ الفاظ اور روایات اور علمِ الٰہیات سے سیر ہونے کے بجائے معاملات کی تہ تک جانا پسند کرتے ہیں اور جہانتک میرا علم ہے مسیح ایسے اشخاص کو نہایت عزیز رکھتا تھا۔ وُہ راسخ الاعتقاد فریسیوں کی نسبت باہر والوں کو زیادہ چاہتا تھا۔ اور بے حیثیت اور بدنام محصول لینے والوں اور گنہگاروں کے ساتھ آمد و رفت رکھتا تھا۔ جن لوگوں کو وُہ پیار کرتا تھا چاہیے کہ ہم بھی اُنکو ہمدردی کی نگاہ سے دیکھیں

اوّل ہم شک کے آغاز پر غور کریں۔ سب سے پہلے یہہ یاد رکھنا ضرور ہے کہ ہم سوالات کرنے والے پیدا ہوتے ہیں۔ معصُوم بچّے کی آنکھوں میں استفسار کا مادہ موجُود ہے۔ جب وُہ بولنے لگتا ہے تو ہر ایک بات میں کیوں کیوں کہا کرتا ہے۔ ہر ایک شَے کی نسبت جسکو وُہ متحرک یا چمکدار یا تبدیل ہوتے دیکھتا ہے سینکڑوں سوالات کیا کرتا ہے۔ یہہ ہے شک کا بالقوہ مادہ جو انسان کی ذات میں گڑا ہُوا ہے۔ ہمیں اِسکو عزّت کی نظر سے دیکھنا چاہیے۔ ہم اِسکو معدُوم نہیں کر سکتے۔ یہہ اِنسان کی ہستی کا جزو ہے۔ بدعت راستی کو ظاہر کرتی ہے اور شک علم کا پیشرو ہے۔

پھر ایک اَور بات غور کے لائق ہے کہ یہہ جہان ایک معمّا ہے۔ ہم اِسکو ایک بڑا بھاری سربستہ راز کہہ سکتے ہیں۔ اِسکے ہر پہلو میں دریافت طلب اُمور ہیں۔ ہر ایک پتّے اور پتّے کے اجزا میں سینکڑوں حل طلب اسرار موجُود ہیں۔ خدا نے دُنیا کو خلق کرنے میں ایسی حکمت رکھی ہے کہ انسان تحقیقات میں ترقی کرتا جا سکتا ہے۔ تیسری بات یہہ ہے کہ ہمارا راستی کو دریافت کرنیکا آلہ بگڑا ہُوا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہہ شیشہ گر کر بالکل چکنا چور ہو گیا۔ پھر بعض کے خیال میں

تعصب اور موروثی وجوہات اور گناہ نے اس کی نگاہ میں فتور پیدا کر دیا ہے اور ہماری آنکھیں اندھی اور ہمارے کان بہرے ہو گئے ہیں۔ بہر صورت ہمارا راستی کی پہچان حاصل کرنے کا آلہ ایسا کمزور اور بیکار ہو گیا ہے کہ ہم کما حقہٗ اسکو حاصل کرنے کے لائق ہی نہیں ہے۔ آخری بات یہ ہے کہ تمام مذہبی صداقتوں پر شبہہ ہو سکتا ہے۔ کوئی صداقت بذاتِ خود قطعی نہیں ہے مثلاً باری تعالیٰ کی ہستی کو کوئی انسان عقل سے ثابت نہیں کر سکتا۔ جو اثبات عموماً پیش کیے جاتے ہیں وہ یا تو محض ایک دعویٰ یا دورِ تسلسل یا اجتماع نقیضین ہوا کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا کی ہستی کا یقین نہ منطق پر بلکہ انسانی تجربہ پر مبنی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس انسان یا ملت یا قوم میں تجربہ کی شہادت جاتی رہتی ہے وہاں خدا کی نسبت خیال بھی زائل ہو جاتا ہے اور دہریت کا دور پھیل جاتا ہے۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہر ایک مذہبی صداقت خواہ کیسی ہی بدیہی کیوں نہ ہو شک کے احاطے کے باہر نہیں ہے۔

اس بیان سے ہمیں یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ ہم کو حد درجہ کی فروتنی درکار ہے ہمیں چاہیے کہ ان لوگوں کے ساتھ ہمدردی ظاہر کریں جنہوں نے راستی کی تلاش میں ناؤ خدا پر چھوڑ دی ہے۔ اگر میرے بھائی کی نظر کمزور ہے تو مجھے اسکو برا بھلا ہرگز کہنا نہیں چاہیے بلکہ از روئے تلطف اسکی بصارت کو تیز کرنے کی کوشش کرنا چاہیے یا جن اشیاء کو وہ دیکھنا چاہتا ہے انکو منور کر دینا چاہیے۔ جو لوگ ہماری طرح نظر نہیں رکھتے ہمیں انکی بدگوئی کرنا مناسب نہیں بلکہ ضرور ہے کہ ان پر رحم کر کے انکا ہاتھ پکڑے چلیں اور حقیقی نور کی طرف انکی ہدایت کریں۔ گزرے ہوئے زمانہ میں کلیسیا نے شک لانے والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ بدعتی پر فتویٰ دیا جاتا تھا کہ اسکو جلا دو۔ اس سے سادہ علاج اور کیا ہو سکتا ہے اگر کوئی شخص رستہ سے بھٹک گیا ہے تو اسے واپس لاکر جور و جفا کا نشانہ بناؤ۔ جسمانی طور پر تو ہم اس زمانہ کو پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔ مگر کیا ہمارے اندر سے اس پرانے خیال کی جڑ جاتی رہی ہے۔ اگر کوئی شخص آج اپنے شبہات کا اظہار کرے تو کلیسیا یہ فتویٰ تو نہیں دیگی

کہ اُسکو جلادو مگر یہہ کہ اُسکو داغ دو اور بدنام کرو۔ آجکل بہت سے ملکوں میں بدعتی کو حقیر سمجھ کر دینی برادری سے خارج کیا جاتا ہے۔ مگر اگر اُس کے اخلاق بگڑے ہُوئے ہوں تو چنداں مضائقہ نہیں۔ مَیں واقعات کا ذکر کر رہا ہُوں کہ اگر کسی شخص کے جسم میں نقص یا روگ ہو تو اسکو بہ نسبت ایک شرابی کے زیادہ خوفناک سمجھا جاتا ہے۔ غرض کلیسیا نے شک کا یہی علاج کیا ہے کہ اُسے جلادو۔ داغ دو۔ خارج کرو۔ اور جب کوئی شخص مسیحی صداقتوں میں ہمارے ساتھ متفق نہیں تو ہم بھی کچھ اسی قسم کا سلوک اُسکے ساتھ کرتے ہیں۔ ذرا اس کے ساتھ مسیح کے برتاؤ کا مقابلہ کرو۔ مَیں اُوپر بیان کر چکا ہُوں کہ وُہ چاروں اطراف کے بدعتیوں کی کیسی خاطر کرتا تھا۔ اور اُن کی عقلی مشکلات کی کیسی قدر کیا کرتا تھا۔ مسیح ہمیشہ شک اور بے ایمانی میں فرق کرتا تھا۔ شک سے مُراد ہے ایمان نہیں لاسکتا۔ بے ایمانی سے کہ ایمان نہیں لاونگا۔ شک میں خلوص نیت پائی جاتی ہے مگر بے ایمانی میں ہٹ دھرمی۔ شک روشنی کی تلاش میں ہے۔ بے ایمانی تاریکی سے خوش ہے۔ مسیح روشنی کی نسبت تاریکی کو پیار کرنے والوں پہ سخت حملہ کیا کرتا تھا۔ مگر تھوما اور فیلبوس اور نیقودیموس ایسے حق کے متلاشیوں کو وُہ عزت کی نگاہ سے دیکھتا اور لطف وکرم سے اُنکی برداشت کرتا تھا +

اب غور کرو کہ مسیح اُنکے شبہات کو کیونکر رفع کرتا تھا۔ کلیسیا کا فتویٰ ہے کہ داغ دو۔ مسیح کہتا ہے کہ سکھاؤ۔ وُہ پُورا کر کے منسُوخ کرتا ہے۔ جب تھوما نے اُس کا مُردوں میں سے جی اُٹھنے کا انکار کیا اور منتظر کھڑا تھا کہ مسیح میری بے ایمانی پر لعن طعن کریگا تو مسیح نے بجائے سخت الفاظ کے واقعات اس کے پیش کئے۔ کوئی شخص واقعات کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مسیح نے فرمایا کہ میرے ہاتھ اور میرے پانْو کو دیکھ۔ زمانہ حال کے سائنس کا معبُود کوئی امر فی الواقع ہے اُسکا دارومدار واقعات پر ہے۔ مسیح کی رُوح بھی سائنس کی رُوح ہے اُس نے اپنا مذہب واقعات پر قائم کیا اور ہر ایک شخص کو وُہ یہی

نصیحت کرتا تھا کہ اپنے مذہب کی بنیاد واقعات پر رکھو۔ مسیحی مذہب کے واقعات پر خود غور کرو اور اوروں کو سکھاؤ۔ علم الہیات بذات خود بڑی چیز نہیں ہے مگر آخر وہ الٰہی صداقتوں پر انسانی خیالات کا مجموعہ ہی ہے۔ اور ان خیالات میں فرق اور اختلاف ہونا ممکن ہے۔ میری صلاح ہر ایک کو یہی ہے کہ اوّل واقعات کو پکڑو اور مسیحی زندگی کی بنیاد اُن پر رکھو پھر جس تفسیر کو چاہو اپنے لئے چن لو +

نئے عہد نامہ سے ہم شک کا علاج یہی سیکھتے ہیں کہ مسیح کیونکر محبت اور دانائی اور ملائمت سے شک رکھنے والوں کے ساتھ سلوک کیا کرتا تھا۔ انجیل کے اس اصول پر غور کرنا مفید ہوگا کہ ایمان عقل کے خلاف نہیں ہے بلکہ دیکھ بھال کر چلنے کے خلاف ہے۔ اب شک کے آغاز اور اس کے مذکورہ علاج کو مدنظر رکھکر دیکھیں کہ عقلی مشکلات رکھنے والوں کے ساتھ ہم کو کیونکر برتاؤ رکھنا چاہئے +

اوّل میرے خیال میں جہانتک ممکن ہو اُنکے ساتھ اتفاق ظاہر کرنا چاہئے + جب کبھی اس قسم کے آدمی سے تمہاری ملاقات ہوتی ہے تو وہ چرچوں اور پادریوں اور عقیدوں اور عیسائیوں کو بُرا بھلا کہنا شروع کرتا ہے۔ شاید اس کی دس باتوں میں سے نو درست بھی ہوتی ہیں۔ اِن کی نسبت اس کے ساتھ اتفاق ظاہر کرو۔ اس سے اس کا دل ہلکا ہو جائیگا۔ وہ مدتوں سے ان خیالات کو دل میں جگہ دیئے ہوئے ہے۔ اب وہ حیران ہوگا کہ پہلے پہل جس مسیحی کے ساتھ میں نے مسیحیوں اور چرچ اور رواجی مسیحی مذہب کے خلاف باتیں کی ہیں وہ میرے ساتھ قریباً متفق ہے۔ بلاریب ہم ہر ایک بات کے لئے جو مسیحی مذہب کے نام پر کہی جاتی ہے ذمہ وار نہیں ہیں۔ مگر کوئی شخص دوائی کا استعمال ترک نہیں کریگا محض اس وجہ سے کہ بعض لوگ نیم حکیم ہیں اور نہ کوئی مسیحی مذہب کو چھوڑ دینے کا حق رکھتا ہے فقط اسلئے کہ جھوٹے اور نام کے مسیحی بھی ہوا کرتے ہیں۔ اور جیسا کہ بیان ہو چکا ہے عقائد الٰہی صداقتوں کی انسانی تفسیریں ہیں۔ ہم کسی کو سب مسیحیوں پر اعتبار کرنے کی صلاح نہیں دیسکتے

ویسے ہی سب عقائد کو ماننے کی ترغیب نہ دینگے ہیں کہنا چاہئے کہ مسیح کی نسبت واقعات
اور مسیح کے کلام کو مانو۔ اگر تم نے اس مذبذب آدمی کے اعتراضوں کے ساتھ اتفاق کیا
اور کچھ الزام اپنے خلاف بڑھا کر سنا دیے تو تم نے نصف فتح حاصل کر لی۔ اس قسم کے
شک کرنے والے لوگ حقیقتاً اس مصنوعی مذہب کے خلاف ہیں جو ہم مسیحی مذہب کا نام
رکھ کر دنیا کو دکھلا رہے ہیں - اگر ان پر حقیقی مذہب ظاہر ہو جائے تو وہ بھی تمہاری طرح
شوق سے اسکو قبول کرینگے سو وہ فقط مسیحیوں کی خرابیوں اور نالائقیوں سے متنفر اور منحرف
ہو رہے ہیں +

دوم۔ تم ان سے درخواست کرو کہ جو اسرار حل نہیں ہو سکتے انکو مضبوط ارادہ کے
ساتھ دل سے ہٹا رکھیں۔ مثلاً گناہ کی ابتدا یا تثلیث کا مسئلہ یا انسان کی فعل مختاری اور
قسمت کا تعلق وغیرہم مشکلات جنکا جھگڑا ہزاروں سال سے چلا آتا ہے اور ابتک خاطر خواہ
نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ جیسا علم ریاضی کے شائق کو سکھایا جاتا ہے کہ دائرہ کے مربع کا ارادہ کرے
ویسے ہی اسکو سمجھانا چاہئے کہ جو ممکن ہے اور جو انسان کر سکتا ہے اسی کو حاصل کرے اور
ناممکنات میں دخل نہ دے۔ اس سے اس وسواسی آدمی کے دل پر سے ایک بڑا بھاری
بوجھ اتر جائیگا +

سوم۔ قاعدہ ہے کہ مشکلات چرچا کرنے سے سنگین ہو جاتی ہیں +
بڑے بڑے اسرار کی نسبت کما حقہ ذہنی تشفی ہو جانا ناممکن ہے۔ اگر تم بذریعہ دلیل انکی تہ
تک پہنچنے کی کوشش کرو تو کبھی پہنچ نہ سکو گے بلکہ معاملہ اور بھی پیچیدہ ہو جائیگا۔ مگر بعض شکوک کے
جواب میں اگر تم خلوص دل اور دلائل اور علمی معلومات کے ذریعہ سے جو کچھ کہہ سکتے ہو بیان کرو
تو اس شکی پر ظاہر ہو جائیگا کہ تم احمق نہیں اور نہ اندھیر گردی کر رہے ہو بلکہ جس حد تک پہنچنا
ممکن ہے تم پہنچ چکے ہو۔ تمام مسائل حل کرنے کی کوشش کرنا ضرور نہیں۔ فقط دو ایک
کا حل کافی ہے۔ کیونکہ جس دم تم ایک مشکل کو کاٹ ڈالتے ہو سو شاخیں اسکے بجائے اور پیدا

ہوجاتی ہیں۔ اگر تمام مشکلات حل ہو جاتیں تو کیسے افسوس کا مقام ہوتا۔ ذہنی زندگی کی خوشی جاتی رہتی۔ نہ مَیں کسی کے سامنے سے معمّے ہٹا لینا مناسب سمجھتا ہوں اور نہ اپنے سمتوں سے محروم ہونا پسند کرتا ہوں۔ اُن سے زندگی کی خوشی قائم رہتی ہے اور اگر ہمیں ہر ایک شئے کا علم حاصل ہو جائے تو تمام ذہنی عالم بیکار اور بدبُو دار ہو جائے گا +

چہارم۔ عقل کی طرف سے مُنہہ موڑ کر اُس آدمی کی اخلاقی زندگی کی طرف رُخ کرو۔ اس سے یہہ مُراد نہیں کہ تم اُس کی اخلاقی زندگی کی جانچ پڑتال کرو کہ وہ یہہ دو دانستہ کسی گناہ میں گرفتار رہے یا نہیں (مَیں اسوقت ایسے شک کا ذکر کر رہا ہوں جو خلوص دِلی سے پیدا ہوتا ہے) مگر یہہ کہ اس کی ذات کے عملی پہلو کو روشن کرو۔ اُس کی منت کرو کہ زندگی اور زندگی کی خدمات کو ایسے وقت پر ملتوی نہ کرے جب ہر قسم کی مشکلات حل ہو جائینگی۔ اُسکو بتاؤ کہ وہ تمام اسرار نے کھل جانے کی اُمید کبھی نہ رکھے۔ زندگی کوتاہ اور وقت گذرتا جا رہا ہے اُس کی قدر کرنی چاہئے۔ اُس کو سمجھاؤ کہ تم اپنی زندگی کی نعمت کو برباد کر رہے ہو اور نہ عقلی مشکلات کو برطرف رکھکر دُنیا کی اخلاقی اور عملی مشکلات کا تدارک کرو۔ زیادہ ضروری کے مقابلہ میں کم ضروری پر وقت ضائع نہ کرو۔ غوض و فکر کرنا اچھا ہے مگر عملی طور پر کوئی نیکی کرنا احسن ہے۔ اس تقریر کا جواب وہ نہیں دے سکیگا۔ اِس سے آگے اس کو کلام کی گنجائش نہیں رہے گی۔ فی الحقیقت تم نے اس کو سکھایا ہے کہ علم حاصل کرنے کے دو وسائل ہیں۔ ایک عقل اور دُوسرا فرمانبرداری۔ اب اُس کو یہہ کہنا باقی ہے کہ تم نے پہلی ترکیب کو تو آزما دیکھا اب میرے ساتھ دُوسری ترکیب کا امتحان بھی کرنا چاہئے۔ پھر وہ سوال کریگا کہ مَیں کس کی فرمانبرداری کروں۔ تو تم جواب دو کہ ایک ہی شخص فرمانبرداری کا مستحق ہے اور پھر تواریخی طور پر اُس کی طرف

ہدایت کرو جو آدمیوں کو اپنے پاس بلاتا ہے۔ اُس کامل زندگی کی طرف اِس نجات دہندہ کی طرف جو جہان کا نور ہے۔ اُس حق کے متلاشی کو کہو کہ مسیح کی متابعت کرے اور اُس کی مرضی کے مطابق عمل کرنے سے پتہ لگ جائیگا کہ اُس کی تعلیم خُدا کی طرف سے ہے یا نہیں +

میرے خیال میں کسی شخص کے ساتھ برتاؤ کرنے کا یہی بہترین طریق ہے کہ اُس کے دِل میں دُنیا کی ضروریات کی عملی مشکلات میں دلچسپی پیدا کرو۔ اور کچھ عرصہ کے لئے عقلی مشکلات کو بالائے طاق رکھنے کی صلاح دو۔ انکو بالکل ترک کرنا ضرور نہیں مگر رفتہ رفتہ جہاں تک ممکن ہو حل کرتے جانا چاہئے۔ اور اُس کو کہو کہ اپنی زندگی مسیح کو اور اپنا وقت خُدا کی بادشاہت کو دیدو۔ اس طور پر تم اُس کو قابو میں لے آؤ گے۔ تم اس کو ایک مصنوعی پہلو سے ہٹا کر عملی اور اخلاقی پہلو کے رُخ لے آتے ہو۔ اور اپنی زندگی میں شاید اوّل مرتبہ وہ معاملات کی حقیقت کو سمجھنے لگتا ہے۔ گویا اب اُس کی زندگی کا شروع ہوا ہے۔ فرمانبرداری کرنے سے وُہ مُبتدی اور شاگرد بن جائیگا اور مسیح اس کو تعلیم دیگا اور جو مشکلات حل ہونے کے قابل ہیں وُہ دورانِ زندگی میں رفع ہوتی جائینگی +

ختم کرنے سے پیشتر مَیں ایک خاص قسم کے شک کی مثال دیتا ہُوں۔ اکثر اوقات معجزات کی نسبت اعتراض کیا جاتا ہے۔ بھلا اگر کوئی سوال کرے کہ تم معجزات کو کیوں مانتے ہو تو کیا جواب دوگے میرا جواب ہے کہ مَیں نے معجزات دیکھے ہیں۔ معترض کہیگا کہ کب۔ مَیں کہتا ہُوں کہ کل۔ وُہ دریافت کریگا کہ کہاں۔ مَیں اسکو جواب دیتا ہوں کہ فلاں موقعہ پر مَیں نے ایک شخص کو دیکھا جو شرابی ہوا کرتا تھا اور مسیح کی طاقت نے اسکی بُری عادت کو مِٹا کر اُسکو گناہ سے بچا لیا ہے۔ یہی معجزہ ہے۔

مسیحی مذہب کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل خود مسیحی ہے کوئی شخص اس دلیل کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ معجزات کے ثبوت میں اور بہت سی دلائل ہیں مگر کوئی اس سے بڑھ کر نہیں کہ تم نے اُنکا مشاہدہ کیا ہے۔ اگر تم معترض کو اس قسم کا معجزہ دکھا سکو تو وُہ بھی مان جائیگا +

کچھ علاقہ ہی ہے اطلاع نہیں — اسکا اب جب سے اندفاع نہیں
کھونا ہاتھوں سے اِن اشاروں کو — جا بجا چلا اپنے پیاروں کو

تام کا ... امتیاز نہیں — کیونکہ اس کا مجھے مجاز نہیں
نہ ہوا جب وہ نام سے باہر — تیغ کھینچی نیام سے باہر

جیکہ ... ہو کے تیغ بکف — اجنبی ہو گیا تب ایک طرف
ہوئے اس کی گرفت سے باہر — پُل کی جانب گیا کہا یوں پھر

دیکھو دیکھو یقین لاؤ تم — کارتھیج جلد لوٹ جاؤ تم
اب وہ صورت نظر پڑی تھی جو — پُل کے اُوپر وہاں کھڑی تھی جو

ہو گئی گم میانِ تاریکی — جا کے ساحل پہ پھر نظر آئی
اب رخ اپنا کیا نہ اس نے ادھر — سمجھا کی ہی ... کسی نے مگر

پھر بھی اس کا گیا خیال بدل — تھا تخیل دماغ میں ہر پل
کیونکہ اُس اجنبی کی صورت میں — طرز و انداز و خو و خصلت میں

ایسی کچھ بات تھی جو یاد میں تھی — دل محزون نامراد میں تھی
مارکس کر رہا تھا سوچ بچار — ہوگا یہ ودویہ سے واقف کار

یا مرے خاندان سے ہوگا — کچھ تعلق مکان سے ہوگا
کیا خطر کوئی ودویہ کو ہے — جانیں کس قسم کی وہ ہوگی شے

کون یہ غائبانہ آتا ہے — چپکے چپکے خطر سناتا ہے
ودویہ کی جو تھی وفاداری — شک تھا اُس پر کبھی ہوا طاری

تاہم اُن چٹھیوں سے جو آئیں — اُس نے اسکندریہ میں پائیں
جا بجا خوش بیان نہیں رہتی — ہاں بہت شادمان نہیں رہتی

اور وہ شادمانی باہم — درد ہجران کا جو مٹائے غم
وصل ہی جیج کہ منہ دکھاتی ہے — شک کی صورت میں وہ بھی آتی ہے

پہلے ان پر نہ اس نے دھیان دیا — لیکن اب اُن سبھوں کو یاد کیا
صبر کا اختیار دل سے گیا — چین جی سے قرار دل سے گیا

اس خیالِ خراب میں وہ تھا — حالتِ اضطراب میں وہ تھا
ناگہاں ہو گیا وہیں اکبار — تیرہ و تار آتشی مینار

شہ جلو ریشان و شوکت و اوج — آیا ہمراہ لیکے نور کی فوج
مارکس دل میں کر چکا فیصل — آج یا گھر کو جاؤں گا میں کل

سیدھا پبلک ... کے مکاں پہ گیا — شوق سے مرکب وہاں پہ گیا
جمع تھا اُس جگہ بلا دگر ... — سارا مجمع مسیحیوں کے خلاف

اب تعصب سے مارکس تھا دور — تھے خیالاتِ ظلم سب کافور
وہ حماقت کا دل میں جوش نہ تھا — اب تو اپنا ہی اسکو ہوش نہ تھا

اُس نے اُس مجمع حماقت پر — سرسری طور پر بھی کی نہ نظر
دور اُن سب کا دل سے ہی بن کیا — یوں اکولا سے التماس کیا

اب اجازت جناب کی پاؤں — کارتھیج شہر کو چلا جاؤں
بولا حاکم ابھی ذرا ٹھہرو — دیکھ لو ایک ماجرا ٹھہرو

شام کو آج کچھ مسیحی مرد — جو کہ براشت و صبر میں ہیں فرد
وہ درندوں کے آگے آئیں گے — چیرے جائینگے پھاڑے جائینگے

یہ بھی نظارہ تم یہاں دیکھو — مارکس جاؤ گے کہاں دیکھو
دمارکس نے مگر نہ مانی ایک — تھا اُسے فکرِ ناگہانی ایک

حکم آخر ہوا کہ جائے وطن — اپنے نائب کو اپنی دے پلٹن

سَہیلیاں

سُوحِ قدس اور کلامِ منیر جو آئیں　نیکیاں سب سہیلیاں ہو جائیں　جن کو نہ اشتہائے خونخواری　سو برس سے کیا گیا جاری

جس میں آفت مسیحوں کو تھی　سخت آفت مسیحوں کو تھی　کارتھج کی کلیسیا کا جلال　اَوج پر تھا مثالِ بدرِ کمال

انکی ہی انتخاب سے اُن پر　انسپکٹر تھا ایک بشپ افسر　اُنکے دینی و دنیوی کل کام　ذات سے اُسکے پاتے تھے انجام

دل سے تھی اُنکی فکرِ روحانی　تھے وہ سب اُس کے زیرِ نگرانی　یہ نہ صرف ایک کی دلیری تھی　انکی حامی پیغمبری تھی

روم کے ملک میں کہ قبل ازیں　سو برس بادشاہ ہو تخت نشیں　ایسے لوگوں کا تھا شمار بڑا　خود کو کہتے جو دیندار بڑا

لیکن اب آ گیا تھا وقت قریب　جھوٹے سچے کھلیں خدائے صلیب　وُہ جو اپنا ہوئی تھی اب آغاز　الگزنڈریہ میں سوز و گداز

بڑھتے بڑھتے مثالِ آتشِ گل　پھیلی افریقہ شمال میں کل　گو وُہ چاروں طرف تھی زیرِ نظر　کارتھج تھا مگر بڑا منظر

جو سپٹیمیس حاکمِ اظلم　تھا پروکانسل بنائے ستم　اُس نے اِس اشتہار کی بابت　مشتہر کی یہ رائے پُر فطرت

سو برس کی فقط نہیں یہ مراد　کم ہی عیسائیوں کی ہو تعداد　بلکہ زیرِ فلک میانِ جہاں　نام کو بھی رہے نہ انکا نشاں

چاہتا تھا اُنہیں یہ تند مزاج　تخت پر بیٹھ کر کرے تاراج　اپنا اعمال نامہ کر کے سیاہ　بد عمل نے نہ کی عمل پہ نگاہ

لات پینے کی کیل پر ماری　کی سرِ دست یہ سزا جاری　کل مسیحی کلیسیا کے لئے　بندگی کے لئے دعا کے لئے

مبلغانِ خطیر روزانہ　جزیہ میں دیں بطورِ جرمانہ　تو بھی حالت یہ دیرپا نہ رہی　جلد جاتی رہی بجا نہ رہی

کیونکہ زر دوست لالچی دشمن　کرتے رہتے تھے انکا مال غبن　تا کہ یوں پڑ کے تنگدستی میں　پاؤں رکھیں نہ اپنا بستی میں

پلّے درویش ریش لنگ نہیں　اور خلقتِ خدا کی تنگ نہیں　یار ہیں تو سہیں یہ بربادی　قید بھگتیں نہ پائیں آزادی

بہرِ ایماں ہیں تا بگورِ کفن　سہیں تعب جان بلب جگر بدہن　کارتھج میں میانِ عرصۂ چند　پلکے اکثر مسیحیوں نے گزند

کر دیا مشتہر زمانے میں　اپنے ایمان کے بچانے میں　الگزنڈریہ کے شہیدوں سے　کم نہیں اُن ستم رسیدوں سے

ایک اُن میں پرسبٹر سامی　تھا گرامی نموڈیکس نامی　اُس کی بی بی جو تھی سبینا نام　بہرِ ایمان موردِ الزام

ہو گئی یوں اسیرِ زنداں میں　جیسے یوسف ہو چاہِ کنعاں میں　سخت کوشش نموڈیکس کی　ہمدمی کی سو ہم نفس نے کی

چاہتا تھا سلامتی جان کی　جان جاتے نہ پائے جاناں کی　زندگی ہے تو باغ بن ہو جائے　تن رہے گو جلا وطن ہو جائے

لاکھ تدبیریں کیں مگر نہ گئی ۔ اُس کے سر سے قضا ہی سر گئی ۔ کر رہا تھا اِدھر تو یہ تدبیر ۔ بھیجتا تھا اُدھر کو یہ تحریر

پیاری بی بی بچا ہو ایماں ۔ جان جاتی رہے تو کیا نقصاں ۔ یوں مع ثابت قدم رہی خاتون ۔ موت تک نہ دم رہی خاتون

اسکا شوہر جو تھا بڑا دیندار ۔ دل سے گرم جان سے تیار ۔ بُت پرستوں میں تھے رفیق اسکے ۔ چاہتے تھے اُسے شفیق اسکے

دیکھتے تھے نگاہِ عزت سے ۔ نظرِ لطف اور چشمِ اُلفت سے ۔ لیکن اب ہو گیا جو عیسائی ۔ درِ عیسیٰ پہ کی جبیں سائی

صبح کا مذہب تھی ہے قیام تھا جو ۔ دوستی انکی ہو گئی کافور ۔ یار اغیار ہو گئے کیسے ۔ خوش تھے بیزار ہو گئے کیسے

اُس نے توڑا جو بُت قسم کی طرح ۔ یہ ہے سنگدل صنم کی طرح ۔ تو بھی انہیں سرد و شریف یہ ۔ پہلے ہی اُسکو دیتے تھے توقیر

ایک تھا فیبس مارکس کا پدر ۔ دوم ہو شبیہ خجستہ سیر ۔ دوستی کا دکھا کے چال چلن ۔ دونوں تھے اسکے دینی دشمن

وہم سے تھی جنہیں یہ حیرانی ۔ کیسی نادانی کی ہے نادانی ۔ گو تھیوں تنکا فیوس عشق ۔ دوستی میں نہ تھا سرِ مو فرق

فیبس تھا جو مارکس کا پدر ۔ کانچ میں عقیل و دانشور ۔ حاکم نکتہ سنج و عدل پسند ۔ تھا عدالت میں جس کا نام بلند

نرم دل تو بھی ایک بات میں سخت ۔ ترکِ دین کے معاملات میں سخت ۔ تھی سلطنت کی جفا کاری ۔ کانچ میں جو اذنوں جاری

اسمیں سکو یہ ہاتھ دیتا تھا ۔ راہِ دین میں وہ ساتھ دیتا تھا ۔ سختی یوں اُس نے پہ کوائی ۔ پہلے وہ ہو چکا تھا عیسائی

[illegible] جو شخص کریک ۔ ہو گیا تھا کلیسیا میں نیک ۔ مذہبِ عیسوی کی تعلیمات ۔ اُس نے دلکش سمجھ کے کی [illegible]

تو بھی اس میں بھری مثلِ خمیر ۔ زندگی بخش روح کی تاثیر ۔ روح کی ہمدمی نصیب تھی ۔ جو تسلی تھی وہ قریب تھی

جب مصیبت کی آ پڑی افتاد ۔ نہ اٹھی اُس سے ہو گیا برباد ۔ بد تھا بد روح کی نظر پہ چڑھا ۔ پھر وہی بُت کا بھوت سر پہ چڑھا

فیبس جلتا تھا جب یہی پل ۔ اور ہی تھا موڈکیس کا خیال ۔ فیبس کو تو بھی چاہتا تھا وہ ۔ چاہ دل کی نباہتا تھا وہ

جبکہ بدلا نہ موڈیس نے حال ۔ دل میں آیا یہ سختی کا خیال ۔ کب اُٹھا فیبس ضبط چھوڑ دیا ۔ [illegible] چھوڑ دیا

پھر بھی خواہش ہو تو [illegible] ۔ ہو اُسے چاہ عیسویت کی ۔ دوستی نے تو پھر جگہ پائی ۔ پر تمنا دل نہ بر آئی

فیبس آشتہ بخت کی صورت ۔ نہ پھر اگو ہزار کی حکمت ۔ وہ ستاتا ہی اہلِ حق کو رہا ۔ شیخ سعدی نے کیا ہی خوب کہا

خوے بد در طبیعتے کہ نشست ۔ نرود جز بوقتِ مرگ از دست ۔ تو بھی تھا اک مقدمہ درپیش ۔ سخت [illegible] دل ریش

کی سفارش بہت سبیا کی ۔ اور کوشش بہت سبیا کی ۔ دست تدبیر جو کہ تھا کوتاہ ۔ [illegible] موت [illegible] آہ

پیر و بیوہ کا بھی تھا سوخ ۔ نہ ہوا حکم موت کا منسوخ ۔ ایک لڑکی تھی اسکی ماسلا ۔ طیش غم سے اس کا دل جلا

اس مبارک شہیدہ کے نام میں　　باپ بیٹی تھے دونوں نام میں　　گو کہ تھا رنج موت پر اسکی　　فخر تھا انکو موت پر اسکی

جس عورت سے تھی حیات میں وہ　　مرد ثابت ہوئی ممات میں وہ　　لڑکے ایمان کی لڑائی میں　　فتح پائی ہے ونائی میں

روح پہنچی حضور عیسیٰ میں　　پارہی ہے سرور عیسیٰ میں　　اسکا شوہر ہمو تکیس تا حال　　تھا جلائے وطن بشاد کمال

لیکن اب چونکہ مرگئی بی بی　　نام زندوں میں کرگئی بی بی　　چھوڑنا چاہتا نہ تھا وہ مقام　　اُس لئے جس جا لیا مسیح کا نام

تھا اُسی خاک کا وہ اب مفتون　　راکھ بی بی کی تھی جہاں مدفون　　پر بچاری یتیم مارسلا　　رنج سے تھا دل دونیم مارسلا

صدمۂ مرگِ مادری کے سبب　　مضطرب دل میں اسقدر تھی کہ اب　　باپ سے کی صلاح بھاگ چلیں　　ہے اسی میں فلاح بھاگ چلیں

باپ نے تب دیا جواب یہہ صاف　　بھاگ جانا ہے مردمی کے خلاف　　جان جائے یہیں ہو بیٹا　　موت ہوگی کہیں رہو بیٹا

باپ کی جب یہہ دیکھ لی ہمت　　چھوٹی لڑکی کی بھی بڑھی ہمت　　عزم بالجزم جبکہ جان لیا　　تب ارادہ یہہ دل میں ٹھان لیا

میں نہ دونگی مسیح کی خاطر　　جان دونگی مسیح کی خاطر　　بت پرستی کی رسم باطل ہے　　کتنی جانوں کو سخت مشکل ہے

مرد حق سے کرکے اب آزاد　　رکھونگی میں مسیحیت میں شاد　　اب یہہ موقعہ بھی تھا جو ہاتھ آئے　　وہ ارادہ ظہور دکھلائے

ویویہ سے پھر التجا جا ہوا　　پھر سے وقتوں کا انقضا ہوا　　باپ پہلے تو اس سے ڈرتا تھا　　وہ بہت احتراز کرتا تھا

ہو نہ ایسا کہ میری بیٹی پر　　کچھ پڑے ان سہیلیوں کا اثر　　لیکن اب تو اسے یقین ہوا　　نقش یہہ دل میں جاگزین ہوا

کل زمین کے پہاڑ جائیں ہل　　وہ نہ دیگی کبھی بتوں کو دل　　دیکھ کر اپنی ماں کی قید بچشم　　اور ہوتے اجل کا صید بچشم

وہ یہہ سمجھی کہ ہے اسیر ہا　　موت ہے زندگی فنا ہے بقا　　اسکی رفتار سے ہوا معلوم　　وہ پھرے گی کبھی نہ سوئے عدم

بعد مرگِ مبینا آخر کار　　فیبس ھو ویشس سے عموماً　　باہمی اتحاد اور بڑھا　　ذوق و شوق و وداد اور بڑھا

بیٹی سے تب پرسٹر نے کہا　　موقع اچھا ہے یہہ پدر نے کہا　　ویویہ نام جو سہیلی ہے　　ساتھ میں وہ تمہارے کھیلی ہے

تا بہ امکان کیجیو کوشش　　کھینچئے اسکو مسیحیت کی کشش　　ویویہ اب بھی اپنے باپ کے گھر　　کیونکہ گھر نہ اُسکا تھا شوہر

صورت زاہدان گوشہ گزیں　　تھی وہ خلوت پسند خانہ نشیں　　دل نے خواہش کی اور جو چلا　　اُس سے ملنے کو آئی مارسلا

ویویہ نے بڑے تپاک کے ساتھ　　قدم اُسکے لئے ملایا ہاتھ　　ویویہ کو نہیں غفلت ہوش　　ایک دختر تھی زینت آغوش

ایلوا نام چار سال کی عمر　　تھی یہہ اس نونہال حال کی عمر　　اُسکی خدمت سے کام تھا اسکو　　کام یہہ صبح و شام تھا اسکو

گو کہ اس شغل میں تھا دل بہلا　　یاد آتی تھی تو بھی مارسلا　　اُسکی صحبت پسند تھی اس کو　　اسکی صورت پسند تھی اسکو

اِدھر اُدھر کی خبریں

بتاریخ ۲۹-دسمبر ۱۹۰۰ء بمقام سیرام پور- بنگالہ و برھا کے طالب علموں کی ایک کانفرنس منعقد ہُوئی- سو برس کا عرصہ گذرتا ہے کہ ڈاکٹر کیری نے بنگال مشن کی بُنیاد یاں قائم کی اور پہلے بنگالی مسیحی کو تسنا پال کو اسی جگہ بپتسمہ ملا- کلکتہ کے بشپ صاحب نے ایک دلچسپ تقریر اس مضمون پر کی کہ ڈاکٹر کیری کی حیات سے ہم کیا کچھ سیکھتے ہیں- پھر ان مضامین پر فکر کیا گیا (۱) مسیح ہمارا نمونہ- کام کرنے میں- دُعا مانگنے میں- بیبل کے مطالعہ کرنے میں- رُوح القدس —
(۲)(۱) تعلیم یافتہ اصحاب کے فرائض کلیسیا کیطرف (۲) دُنیا کی طرف (۳) نئی پیدائش کی ضرورت پر ایک تقریر کی گئی (۴) طالب علموں کی مسیحی زندگی کے خطرات اور مشکلات یہ ایک عُمدہ مضمون تھا- طالب علم کی مسیحی زندگی میں اکثر یہہ آزمائشیں آتی ہیں (۱) مذہب سے بے پروائی (۲) دُعا اور مطالعہ بیبل کی نسبت دیگر مضامین کو زیادہ ضروری ٹھہرانا (۳) سبت کے دن کو نہ ماننا (۴) فحش کتابیں پڑھنا اور گندے گیت گانا (۵) بدصحبت (۶) بانکپن اور حُقہ نوشی (۷) تفنگر جانا اور شراب نوشی (۸) گھر کا بُرا اثر + ان خطرات پر غالب آنے کے علاج یہہ بتائے گئے (۱) گناہ کا ملزم ٹھہرنا (۲) ہماری اپنی کمزوری (۳) مسیح کا ہمیں قُوت دینا- (۴) یسُوع بھی ہماری طرح آزمایا گیا (۵) وُہ بلا ضرورت کسی آزمائش میں نہ پڑا- (۶) سادی احتیاط و دُعا (۷) رُوح سے بھرپور ہو جاؤ (۵) طالب علموں کو انجیلی پیغام سُنانا- اوّل فرداً فرداً پہلے (۱) یہہ سب سے مشکل اور ضروری کام ہے (۲) خدا انسانی وسیلے سے اپنا کام سرانجام کرتا ہے (۳) اور رُوحیں بچانے کا کام خدا کو سب سے پسند ہے دوسرے (۱) بعض طالب علم زیادہ کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سے ہیں- وُہ جانتے ہیں کہ ہم گنہگار ہیں لیکن نجات کی انہیں فکر نہیں (۲) بعض کھوئے ہُوئے روپیہ کی مثل ہیں- جانتے ہی نہیں کہ ہم گنہگار ہیں اور اس لئے نجات کی ضرورت

معلوم نہیں کرتے (۳) مسرف بیٹے کے سے ۔ جانتے ہیں کہ ہم گنہگار ہیں اور نجات کی فکر میں ہیں۔ **تیسرے** (۱) کارندے کو یقین ہونا چاہیئے کہ میں نے نیا دل پایا ہے (۲) مُردوں میں بچانے کا اسے کمال شوق ہونا چاہیئے (۳) بیبل سے اچھی واقفیت ہو (۴) فروتن مزاج اور (۵) صاحب دُعا ہو **دوم** متحدہ کام کی فضیلت ۔ مجمع نوجوانان اس کا شاہد ہے ۔ (۶) "رُوح سے بھرپور ہو جاؤ" کے مضمون پر ایک زبردست تقریر کے بعد ۹ نوجوانوں نے اُٹھ کر کہا کہ ہم اپنی زندگیاں خُدا کی خدمت میں تصدق کرتے ہیں۔

جناب نواب لفٹنٹ گورنر صاحب نے کلارک آباد کے مسیحیوں کے ایڈریس کے جواب میں فرمایا :- پچھلے دنوں سے اس گاؤں میں گویا ایک نئی جان ڈالی گئی ہے ۔ پہلی سب بے قاعدگیاں جاتی رہی ہیں اور لوگوں کی واقعی ضروریات کے مطابق تعلیم و تربیت کا سامان بہم پہنچایا گیا ہے اور پہلے جو مسیحیوں سے کم معاملہ زمین کا لیا جاتا تھا اب معمولی معاملہ لینے سے زراعت میں ترقی ہوئی ہے اور یہہ گاؤں اب اُن پرانے گاؤں سے جہاں خاندانی زراعت پیشہ لوگ آباد ہیں ہر طرح سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہے ۔ یہہ ترقی مشنری صاحبان اور ان انگریز افسران کی محنتوں کا نتیجہ ہے جو مشن کے دوست ہیں اور ایسے معاملات میں بڑی گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ گاؤں کا بیس ہزار کا سرمایہ بھی جمع ہے ۔ زمیندار بھی قریباً تمام مسیحی ہیں ۔ اور کلارک آباد کی حالت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی مسیحی گاؤں کے پاس اخراجات کے لئے کافی روپیہ ہو اور اُس کے تمام کارخانہ ۔ گرجا ۔ سکول اور شفاخانہ اپنا خرچ آپ ادا کرتے ہوں تو اُس کی حالت کیسی ہو سکتی ہے ۔ اس پہلو سے یہہ گاؤں جملہ دیسی مسیحی جماعت کے آگے ایک عمدہ نمونہ پیش کرتا ہے ۔ کیونکہ دیسی مسیحیوں کو اگر کسی امر کی ضرورت ہے تو آپ اپنی مدد کرنے اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی۔

اور اس پہلو سے کلارک آباد کی تواریخ گورنمنٹ اور مشن کے دوستوں و خیرخواہوں
کے لئے بڑی دلچسپی رکھتی ہے۔ دیسی مسیحیوں کا شمار بڑھ رہا ہے اور ہم سبھوں
کو یقین ہے کہ مسیحی بڑھیں گے اور غالب آئیں گے۔ اس لئے مسیحی ترقی کی اگلی
پہلی منزل پر اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی ایک کامیاب نظیر از حد قیمتی اور
قابل قدر ہے۔ قوم کے ایک حصہ کا ایسا ترقی کر جانا گورنمنٹ کے لئے جسکو سب
کی فلاح و بہبودی کا ہمیشہ فکر رہتا ہے اوروں کی نسبت مسیحیوں کا اُسے
کم فکر نہیں بڑی قدر و منزلت رکھتا ہے۔ بحیثیت لفٹنٹ گورنر میں دُعا کرتا ہوں
کہ کلارک آباد کا گاؤں ایک پیشرو کا کام دے اور دیسی مسیحیوں کو اپنے آپ
پر بھروسہ کرنے اور کفایت شعاری و کامیابی کا سبق سکھائے۔ پر بحیثیت مسیحی
ہونے کے میں یہہ کہنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ تمہیں کیسے عمدہ موقع حاصل ہیں
کہ اپنی چال سے اپنے مذہب کی خوبی کا اظہار کرو۔ کلارک آباد کو ہمیشہ
یہہ شرف حاصل رہے گا کہ سارے پنجاب پر ظاہر کرتا رہے کہ دیسی مسیحی کیسی کامیابی
پا سکتے ہیں"۔ ہمارے جو احباب کلارک آباد کے اصلی حالات سے واقف
ہیں وہ اس کا جواب دیں۔

ٹانک کے پادری جان ولیم مرحوم کا نام ہمارے اکثر ناظرین نے سُنا ہوگا۔
اُن کی نسبت ولائت کے اخبار چرچ مشنری گلینر میں یہہ دلچسپ بیان
چھپا ہے۔ جب ۱۸۶۰ء کے قریب بشپ فرنچ نے ڈیرہ جات کا دَورہ کیا
تو گورکھپور مشن کے ایک ہندوؤں میں سے مسیحی شخص کے بیٹے جان
ولیم سے ملاقات ہوئی۔ یہہ جوان محکمہ ڈاکٹری کے متعلق سرکاری ملازمت
میں تھا اور انگریز سپاہیوں کے لئے مجلس دُعائیہ کرانا اور مطالعہ بیبل کی اُنہیں
تحریک دلاتا تھا۔ سرکاری ملازمت چھوڑ کر اُس نے کلیسیا کی خدمت اختیار کی

اور اوّل اوّل ڈیرہ اسمٰعیل خان کے سکول میں مدرسی کرتا رہا۔ ۱۸۶۸ء
میں ڈپٹی کمشنر نے اپنے خرچ سے ٹانک میں ایک شفاخانہ تعمیر کرایا اور جان ولیم
واں تعین ہوا اور ۲۵ سال تک خوب کام کیا۔ ۱۸۷۲ء میں اس کا آرڈی نیشن
ہوا۔ شہر اور اردگرد کے گاؤں کے لوگ اس کو دل سے عزیز رکھتے اور اسکی
بڑی عزت کرتے تھے۔ چند سال ہوئے جب وزیریوں نے شہر کو جلا کر لوٹ
لیا تو مشن کا بنگلہ اور ہسپتال جو عین شہر کے وسط میں تھے بالکل محفوظ رہے۔
وزیریوں نے اپنے اس شفیق کا بال تک بیکا ہونے نہ دیا۔ اب یہہ نادان لیکن
اسیر محبت لوگ اس بزرگ کی قبر پر پھول چڑھانے آتے ہیں +

بیت لحم۔ یوسف اور مریم اسم نویسی کے لئے سوائے بیت لحم کے جو داؤد کا شہر ہے کہاں جاسکتے
اسی مقام سے اُنکا حسب نسب ثابت ہوگا۔ وہ جو داؤد کے تخت پر حکمرانی کریگا ضرور ہے کہ جائے ولادت
میں بھی اُسکا جانشین ہو۔ نبیوں نے ایسی صفائی سے اسکا بیان کیا تھا کہ جب ہیرودیس نے فقیہوں اور
فریسیوں سے اس کی نسبت استفسار کیا تو انہوں نے اُسکو یقین دلایا کہ یہودیوں کا بادشاہ سوائے بیت لحم
کے اور کسی شہر میں پیدا نہ ہوگا۔ بیت لحم حقیقت میں روٹی کا گھر ہے۔ وہ روٹی جو آسمان سے اُتری
اسی مقام سے دُنیا کو دیگئی۔ زندگی کی روٹی انسان کو روٹی کے گھر ہی سے میسر ہوسکتی ہے۔ اے مُقدس داؤد
کیا وہ یہی بیت لحم کا کنواں تھا جسکا ذکر سخت پیاس کے وقت کرتے ہوئے تو نے فرمایا کہ "اے کاش کہ کوئی
شخص اس کنوئیں کا ایک گھونٹ پانی جو بیت لحم کے آستانہ پر ہے مجھے پلاتا" (۲ سموئیل ۲۳: ۱۵) ہاں تو
وہ پانی جو تیرے سرداروں نے تجھے لاکر دیا گرادیا اور نہ پیا۔ یہی وہ زندہ پانی تھا جسکی نسبت تو نے
دوسرے مقام میں کہا کہ "جس طرح سے کہ ہرنی پانی کے سوتوں کی نہایت پیاسی ہوتی ہے ویسے ہی میری
روح اے خدا تیری نہایت پیاسی ہے۔ میری روح خدا کے لئے زندہ خدا کے لئے ترستی ہے"

(زبور ۴۲: ۱، ۲) +

(از مراقبات بشب ہال)

... کی تنخواہ ہے۔ علالت کے لئے ۲۵۰۰۰ ہزار اور ڈیڑھ لاکھ کا دیگر
سامان ملا ہے ۔۔۔ چرچ مشنری سوسائٹی نے ڈاکٹر کیری کے نیچے مرید
کرشنا پال کے بپتسمہ کی سالگرہ منائی ۔۔۔ ۲۸ دسمبر ۱۸۰۰ء کے دن کرشنا پال نے
دریائے ہگلی میں بپتسمہ پایا تھا ۔۔۔ ممالک امریکہ سے قحط زدگان ہند کی امداد کے لئے
۵۹۲۷۲۵ روپیہ نقد موصول ہوا جس میں سے ۵۵۶۶۰۲ خرچ کیا گیا اور ۱۔ دسمبر ۱۹۰۰ء
کے دن ۳۶۱۲۳ روپیہ ہاتھ میں تھا ۔۔۔ پنجاب بائبل و ریلیجس بک سوسائیٹوں کا سالانہ
اجلاس بتاریخ ۲۹ جنوری ۱۹۰۱ بوقت ۴ بجے شام ہوگا۔ انگریز و دیسی تمام پادری صاحبان
اس جلسے میں شریک ہو سکتے ہیں ۔۔۔ غالباً ڈاکٹر ویری مسلمانوں میں کام کرنے کے
لئے الگ کئے جائینگے ۔۔۔ بیٹمین صاحب کی مدد کے لئے پادری آئی ہولڈن علاقہ بنّوں
پر متعین ہوئے ہیں ۔۔۔ کوئٹہ کی ایک دیسی پلٹن نے زنانہ ہسپتال کی امداد میں ایک سو روپیہ
دیا ۔۔۔ ہمارے بزرگ کلارک صاحب مرحوم کے چھوٹے صاحبزادہ پادری سٹوارٹ کلارک تین
سال کے لئے کلکتہ میں متعین ہوئے۔ پھر غالباً پنجاب میں تبدیل کئے جائینگے ۔۔۔ برٹش اور فارن
بائبل سوسائٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ اسکے ایجنٹوں کا جو بھاری نقصان ہوا اسکے لئے سرکار چین سے
کسی قسم کا ہرجانہ طلب کرے ۔۔۔ انیسویں صدی کے خاتمہ پر دنیا میں ۳۵۵ مشن کے ہسپتال اور
۷۵۳ شفاخانہ تھے۔ پچھلے سال ۹۳۰۰۰ بیماروں کا ہسپتالوں میں رکھ کر علاج کیا
گیا اور ۲۵۷۹۶۵۱ دیگر کا ۔۔۔ چرچ مشنری گلینر رقمطراز ہے کہ بمبئی کے سرِ ایچ بھونا گری
ممبر پارلیمنٹ مسیحی ہیں اور کلیسیائے انگلستان سے تعلق رکھتے ہیں ۔۔۔ امریکن یونائیٹڈ
پریسبٹیرین مشن کی طرف سے پنجاب کے گیارہ ضلعوں میں کام ہو رہا ہے۔ اسکے متعلق ۱۱ کلیسیا میں
اور ۶۹۴ گاؤں ہیں۔ ۵۱ یوروپین (مردانہ اور زنانہ) اور ۲۶۹ دیسی کارندے ہیں۔ ۱۱۴
سکول ہیں جنمیں ۶۶۶۴ طالبعلم پڑھتے ہیں۔ کلیسیا کے ممبر ۶۱۳۶ ہیں ۔۔۔ کراچی میں جو لوگ گرجا آتے
ہیں انکی حاضری لیجاتی ہے تاکہ معلوم رہے کہ کون گرجا نہیں آتا۔ خوب! تھوڑے دنوں میں یہ قاعدہ سننے
میں آئیگا کہ سب مسیحی ہفتہ میں ایک بار اپنے پاسٹر صاحب کے بنگلہ پر سلام کے لئے جایا کریں۔

مہربانی سے مسیحی کا حساب بیباق فرمائیے۔ مینیجر مشکور ہوگا۔

THE MASIHI,

AMRITSAR.

Vol. VI. *January, 1901.* **No. 1.**

CONTENTS.

Literary Communications *alone* should be addressed to the Editor. Business Letters and Remittances to the Manager, "*Masihi*," Amritsar.

Annual Subscription *strictly in advance*—

India and Ceylon, Re. 1-8-0.
England and America, 2s. } Post free.

ہم یسوع کو دیکھنا چاہتے ہیں

مسیحی

جلد ۶ امرتسر نمبر ۲

۱۵ - فروری - ۱۹۰۱ء

فہرست مضامین

مطبع مسیحی پریس لاہور

کی ۱۵ تاریخ کو امرتسر سے شائع ہوتا ہے

گلدستہ اخبار

گو آپ کو قانونی واقفیت نہ ہو "دیسی مسیحیوں کا ایکٹ وادرسی" پر صفحہ ۴۷ ایک نظر دیکھ لیجئے۔ اگر اسی قسم کا ایکٹ ہندو مسلمانوں سے متعلق ہوتا تو نہ معلوم کتنے لاکھ میموریل گورنمنٹ کی خدمت میں پہنچ چکے ہوتے اور اخباروں کے کتنے تختے سیاہ ہوتے۔

لاہور کے مشن کالج سے ۸ مسیحیوں نے ایچ۔ ایم۔ بی۔ اے کی ڈگری لی ہے۔ ایک مسیحی نے جو ڈویژنل جج تھے انتقال کیا ہے۔ باقیوں میں سے ۷ محکمہ تعلیم میں ہیں (۵ مشن اور ۲ سرکاری) ایک تیاری کر رہا ہے۔ ۸ سرکاری دفتروں میں ہیں ان میں سے ۱۲ وکالت کی تیاری کر رہے ہیں۔ ایک خادم الدین۔ ایک وکیل۔ ایک زمیندار ہے۔ ایک ڈاکٹری کی تیاری کر رہا ہے۔ مہارانی وکٹوریہ کے انتقال پر ہندوستان کے تمام دیسی مسیحیوں کی طرف سے جناب نواب گورنر جنرل ہند کی خدمت میں ہمدردی کا خط بھیجا گیا جس کے لئے صاحب ممدوح نے شکر گذاری کی ہے۔ مختلف مسیحی انجمنوں اور مشنوں کی طرف سے بھی اس مضمون کے خط بھیجے گئے۔ جالندھر کے پادری ای۔ پی۔ نیوٹن کے صاحبزادہ مارٹن نیوٹن میڈیکل مشنری ہو کر پنجاب میں آئے ہیں۔ فیروز پور کے ڈاکٹر ایف نیوٹن معہ خاندان اپریل میں امریکہ کو فرلو رخصت پر جاتے ہیں۔ آگرہ سی۔ ایم۔ ایس کے پادری ولیم سیسل انتقال کر گئے سی۔ ایم۔ ایس کے صد سالہ جلسے کی تقریب پر انگلنڈ گئے تھے۔ پنجاب سی۔ ایم۔ ایس کے ڈاکٹر اور مسز سمر ہیز اور ترن تارن کی مس مارش ۹ مارچ کو ولایت روانہ ہونگے۔ کلارک آباد کے مدرسہ صنعت و حرفت کاری کے مہتمم کلاکسٹن صاحب بھی ولائت جاتے ہیں۔ ڈاکٹر ویری لودیانہ کرسچن بوائز بورڈنگ سکول کے اہتمام سے سبکدوش ہو گئے۔ پادری گولڈ صاحب پرنسپل مقرر ہوئے۔ پادری وگرم صاحب کے بٹالہ بیرنگ ہائی سکول کے پرنسپل مقرر ہونے کی افواہ ہے۔ بٹالہ کے بھلے دن آئے۔ کلارک آباد کی مس اجلی اور مسز الگزنڈر اسکول کی لیڈی سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوئیں۔ آپ پہلے بھی اس عہدہ پر رہ چکی ہیں۔ ڈاکٹر جیکس ولائت سے واپس آئے۔ مرحوم کلارک صاحب کی بیٹی مس کلارک ولائت سے واپس آئیں اور امرتسر گئی ہیں

۱۵- فروری - ۱۹۰۱ء

نوٹ اور رائیں

جنت آشیاں ملکہ وکٹوریہ قیصر ہند - ہر چند ہم مسیحی باقی رعایا کے ساتھ اپنی عزیز اور مہربان ملکہ معظمہ کے گزر جانے پر غم کر رہے ہیں - مگر ہمارا ایک خاص تعلق سلطان الوقت کے ساتھ ہے - جس کو دیگر مذاہب کے لوگ کما حقہٗ سمجھ نہیں سکتے - کسی اخبار کو اٹھا کر دیکھو - اُس میں قیصر ہند مرحوم کی عدل گستری اور رعایا پروری اور دیگر اوصاف کا کچھ نہ کچھ ذکر ہوگا - مگر مسیحی جانتے ہیں - کہ ایسی پاکیزہ زندگی اور اپنے فرائض کے احساس اور رعایا کے ساتھ دلی ہمدردی کا راز کیا تھا - جس وقت اٹھارہ سال کی عُمر میں آرچ بشپ آف کنٹربری نے حضور ممدوحہ کو انگلستان کے تخت پر متمکن ہونے کی خبر پہنچائی - تو آپ کے اوّل کلمات یہ تھے - کہ میں آپ کی منّت کرتی ہوں - میرے حق میں دُعا کیجیئے - دعا اور خدا پر توکل ملکہ وکٹوریہ کی زندگی کا دستور العمل تھا - بڑے سے بڑے جشن کے موقعہ پر جب گویا ایک عظیم سلطنت مارے خوشی کے اچھل رہی تھی - تاریک ایّام میں جب غم کی گھٹا ملک اور رعایا پر چھا رہی تھی - ملکہ وکٹوریہ اوّل اُس سلطان السلاطین کے سامنے سرنگون ہوتی تھی - جو سب برکتوں اور اطمینان کا منبع اور مرکز ہے - جب افریقہ کے ایک سردار نے اُس کی سلطنت کی عظمت کا باعث دریافت کیا - تو اُس نے بجائے اپنے برّی اور بحری افواج یا اپنے مدبّروں اور مشیروں کی طرف اشارہ کرنے کے کتابِ مقدّس کی ایک جلد جو ا

اُس کی طرف ارسال کی۔ ملکہ وکٹوریہ قیصر ہند کا نام صفحہ تواریخ پر اپنے دوران سلطنت۔ پُرامن عہد علمی ترقیات کی کثرت اور سلطنت کی وسعت کے لیئے ابد تک یادگار رہیگا۔ اور اس کی نیکی اور خدا ترسی اور مسیحی روش انگریزی سلطنت بلکہ انگلستان کے مخالفوں کے درمیان بھی ضرب المثل اور قابل تقلید مانی جائیگی +

شاہ ایڈورڈ ہفتم۔ شاہزادہ البرٹ ایڈورڈ پرنس آف ویلز اپنی والدہ ماجدہ کے انتقال پر انگریزی سلطنت پر حکمران مقرر کیا گیا ہے۔ اور بجائے البرٹ کے (جو آپ کے والد کا نام تھا) آپ نے ایڈ ورڈ ہفتم کہلانے کا اعلان مُلک میں کر دیا ہے۔ اگرچہ اس وقت شاہ ایڈورڈ قریب اُنسٹھ سال کا عمر رسیدہ آدمی ہے۔ مگر ایسی بڑی عمر میں تخت نشین ہونا بھی فائدہ سے خالی نہیں۔ اب جوانی کے جوش اور غلطیوں کی اصلاح ہو چکی ہے۔ اور جو تجربہ آپ نے دنیا کی سیر و سیاحت اور اپنی والدہ کے عہد حکومت میں حاصل کیا۔ آپ کے ایام سلطنت میں کام آئیگا۔ شاہ ایڈورڈ نے اپنی اوّل تقریر میں وعدہ فرمایا ہے۔ کہ میں حتے الامکان اپنے شاہی فرائض کو ادا کرونگا۔ خدا اس کو اس وعدہ کے پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور وہ اپنی والدہ کے نقش قدم پر چلکر مدت تک ہمارے سر پر حکمران رہے +

بشپ ولڈن صاحب جنوبی ہند میں۔ ماہ گزشتہ میں کلکتہ کے لارڈ بشپ ولڈن صاحب علاقہ مدراس میں تشریف لے گئے۔ دو روز شہر مدراس میں قیام فرما کر ترچناپلی کو روانہ ہوئے۔ وہاں پر کلیسیا نے آپ کے سامنے ایک ایڈریس پڑھا جس میں مندرج تھا۔ کہ اگرچہ اُس علاقہ میں ۷۰ سال سے ایس۔ پی۔ جی مشن جاری ہے مگر درحقیقت مشن کی ابتدا ۱۷۶۲ء میں ہوئی۔ پادری سوارٹز صاحب اوّل مستقل مشنری تھے۔ جنہوں نے ۱۷ سال ہاں رہ کر خدمت کی۔ اور اسی جگہ پر بشپ ہیبر صاحب کی قبر موجود ہے۔ بعد ازاں کلیسیا کے شرکا کی تعداد اور کالج اور سکولوں میں لڑکے

اور لڑکیوں کی تعداد کا ذکر کیا گیا۔ آخر میں مشن کا تاریک پہلو بھی دکھایا گیا۔ مثلاً جہاں پیشتر دو سے چار تک سپرنٹنڈنگ مشنری ہُوا کرتے تھے۔ اب فقط ایک رہ گیا ہے۔ مشن کے چھ علاقوں کے لئے فقط چار پاسٹر ہیں۔ مجمع مبشران جو سال بسال ہزاروں ہندو مسلمانوں کو انجیل سنایا کرتا تھا۔ قریباً ٹوٹ گیا ہے۔ پُرانے مسیحیوں میں ترقی نظر نہیں آتی۔ وغیرہ۔ تعجب ہے۔ کہ یہی آواز کم و بیش ہر علاقہ سے آ رہی ہے۔ ہمارے پنجاب میں اس سے بہتر حالت نظر نہیں آتی۔ کیا یہ افسوسناک اور واقعی کوئی راز کی بات ہے۔ کہ کلیسیا میں انجیل کی خدمت کا وہی شوق موجود نہیں جو کسی زمانہ میں ہُوا کرتا تھا۔ ہمارے ڈونٹی سکولوں کی حالت اس دعوے کا کافی ثبوت ہے۔ شاید ایک سبب یہ ہے کہ نومرید جن کو عموماً اس خدمت کی طرف توجہ ہُوا کرتی تھی۔ اب روز بروز کم ہوتے جا رہے ہیں۔ اس ایڈریس کے جواب میں جناب بشپ صاحب نے ہمت دلانے والے الفاظ فرمائے۔ کہ جو مشکلات اوّل مشنریوں کو ہُوا کرتی تھیں۔ وہ اب ایسی سخت نہیں رہیں اور عوام کی توجہ اب مسیحی مذہب کے فواید کی طرف مائل ہو رہی ہے۔ آپ نے مشن کے مدارس میں خاص طور پر دینی تعلیم پر زور دیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میرے خیال میں ہندوستان کی مذہبی حالت تعلیم پر منحصر ہے۔ کلیسیا کا مسیحی اور غیر مسیحی نوجوانوں کی تعلیم اپنے ہاتھ میں رکھنا ایک بڑا اہم معاملہ ہے۔ اور ہندوستان کے مختلف علاقوں کے مشنری کالجوں کی تعلیم ایسی ہونی چاہئے۔ کہ جس میں مسیحی مذہب کی تعلیم نہ فقط واضح ہو بلکہ زبردست طور پر نمایاں ہو۔ اگر مسیحی کالج اور مدارس اپنی تعلیم کی بنیاد مسیحی مذہب کی اصولی صداقتوں پر نہیں رکھتے۔ تو وہ اپنی ہستی کے مدعا کو ہرگز پورا نہیں کرتے خواہ اُن سے کوئی اَور فائدہ ہو یا نہ ہو۔ الخ یہ الفاظ نہایت صاف ہیں اور ہر ایک عام عقل کا آدمی ان پر صاد کریگا۔ مگر اس پر حیرت ہے کہ پایونیر جیسا اخبار بھی

جناب بشپ صاحب کے ان کلمات پر اُن سے بگڑ بیٹھا ہے۔ کیا انگلو انڈین اخبارات مشن سکولوں سے بھی انجیل کو خارج کرنا چاہتے ہیں +

ہندوستان کے لئے کرسچن لٹریچر سوسائٹی۔ ولایت کا مشہور اخبار لائف آف فیتھ اس سوسائٹی کے لئے چندہ کی درخواست کرتے ہوئے رقمطراز ہے کہ اس گزشتہ اکتالیس[۴۱] سال میں نہایت ادنےٰ ذریعوں سے بہت سا کام کر کے دکھایا ہے۔ اس کے نارمل سکولوں میں بارہ سو سے زیادہ مسیحی استادوں نے تعلیم پائی ہے۔ اس نے ایک لاکھ سے زیادہ ہندو و مسلمان لڑکوں کو مسیحی صداقت سکھائی ہے۔ اٹھارہ زبانوں میں ۲۳۰۸ مسیحی کتابیں شائع کی ہیں۔ جن کی اڑھائی کروڑ جلدیں مشتہر ہو چکی ہیں۔ گزشتہ چالیس سال کے عرصے میں تعلیم نے ملک میں بڑی ترقی کی ہے۔ اور چند سال سے پڑھنے والوں کی تعداد بحساب دس لاکھ فی سال بڑھ رہی ہے۔ اس لئے اس سوسائٹی کو بھی اپنا کام کچھ تبدیل کرنا پڑا۔ زیادہ ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ جس طور سے ممکن ہو تعلیم میں مسیحیت داخل کی جائے۔ اور مفید کتابیں مہیا کی جائیں۔ اس وقت خصوصاً کام کے مندرجہ ذیل حصّوں پر توجہ ہو رہی ہے۔ (۱) مسیحی درسی کتابیں۔ (۲) ہندوستان کی مستورات کے لئے مسیحی کتب۔ (۳) تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لئے انگریزی کتابیں۔ (۴) شہروں اور دیہات میں تقسیم کرنے کی غرض سے مختلف زبانوں میں رسالے وغیرہ۔ ہم نے بارہا ایسے اشخاص کو دیکھا ہے جو اس سوسائٹی کی مطبوعات کو بغور پڑھتے اور ان کو دل سے پسند کرتے ہیں۔ اور کون کہ سکتا ہے کہ کس قدر تخم یہ تاثیر مسیحی مذہب کی صداقت کی کس کے دل میں ہوئی ہے۔ اگر ممکن ہو۔ تو ریل کے تمام بڑے بڑے اسٹیشنوں پر اس سوسائٹی کی کتابیں فروخت کرنے کا انتظام ہونا چاہیئے +

مسیح کو کیونکر پیش کرنا چاہیئے

ماہ گزشتہ کے ہارویسٹ فیلڈ میں ایک مشنری صاحب کا مضمون طبع کیا گیا ہے جس میں زیر عنوان "ہم مشنریوں کو مسیح کو کیونکر پیش کرنا چاہیئے" چند عملی ہدایات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ مگر چونکہ اِس ملک میں ہر قسم کے مبشروں کو کم وبیش ایک ہی قسم کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اِس لئے عام طور پر ہر ایک مناد کو اِس مضمون میں دلچسپی ہوگی۔ راقم نے سب سے اوّل ہندوستان میں اِس خدمت کی بھاری ذمہ واری کا ذکر کیا ہے۔ اِس خدمت پر ہزاروں کی ابدی حالت کا فیصلہ ہوگا۔ کام کے نتائج ہمارے ہاتھ میں نہیں مگر ہم وسائل پر غور کرسکتے ہیں۔ جن لوگوں کو نجات دہندہ کی خبر سُننا نصیب نہیں ہوا اُن کا انصاف خدا کی عدالت پر چھوڑ سکتے ہیں مگر جنہوں نے انجیلی صداقت کو سُنا ہے اُن کی ذمہ واری کسی قدر بڑھ جاتی ہے۔ راستی کو قبول کرنا ذمہ واری کو اختیار کرنا ہے۔ ہر ایک نئی راستی کی بابت سُننا یا پڑھنا ذمہ واری کے بوجھ کو زیادہ کرتا ہے۔ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کس قدر علم کسی شخص کو حاصل ہوتا کہ اُسپر مسیح کو رد کرنے کا فتویٰ دیا جائے مگر یہ تو ظاہر ہے کہ اگر ہم نے کسی شخص پر مسیح کی نجات کے علم کو حتی الامکان واضح کر دیا تو اُس علم کا اُس شخص کو حساب دینا پڑیگا۔ یہ ایک نہایت غور طلب خیال ہے جس کو ہر ایک مناد کو مسیح کی منادی کرتے وقت مدِ نظر رکھنا ضرور ہے۔ اِس تمہید کے بعد راقم نے مختصر طور پر دکھایا ہے کہ مسیح کو کیونکر پیش کیا جائے۔ اِس ضمن میں اوّل یہ دریافت کرنا چاہئے کہ پہلے منادوں نے مسیح کو کیونکر پیش کیا۔ ہم سب اپنے اقوال وافعال کو کتابِ مقدس کے مطابق کرنا پسند کرتے ہیں۔ یوحنا بپتسمہ دینے والے کے منادی

کی کہ " دیکھو برہ!" اِس کا اصلی مطلب اُس کے شاگرد یوحنا نے بخوبی سمجھا۔ پطرس نے پنتکوست کے دن اِسی مضمون پہ وعظ کی۔ اور غیر قوم کے کرنیلیس کے سامنے بھی اُس نے کسی دوسری انجیل کو پیش نہ کیا۔ بلکہ اُس مسیح کا ذکر کیا جس کو لوگوں نے لکڑی پہ لٹکا کر مار ڈالا۔ اُس کو خدا نے تیسرے دن جلایا اور دکھا بھی دیا الخ" فلپس نے حبشی خوجہ کو ویسی ہی تعلیم دی۔ اُس کی منادی مسیح کے دُکھ سہنے کی بابت یسعیاہ نبی کے ترپنویں باب کی تفسیر تھی۔ علیٰ ہذا القیاس پولُس بھی جا بجا اُسی مسیح کو پیش کرتا تھا جو مارا گیا اور مُردوں میں سے جی اُٹھا تھا۔ اور اگرچہ وہ منطق اور علم فصاحت اور حوالجات کا استعمال کرتا تھا مگر ہر موقعہ پر اُس کا خاص مضمون مسیح مصلوب اور جی اُٹھا ہوا مسیح تھا۔ ڈاکٹر ہورٹن صاحب فرماتے ہیں کہ "یہ ایک عجیب بات ہے کہ علم الٰہیات کے عارف مسیح کی تعلیم کا بہت تھوڑا ذکر کرتے ہیں۔ اِس سے بھی بڑھ کر حیرت انگیز یہ امر ہے کہ مقدس پولُس جو عہد جدید میں سب سے زیادہ صاحب تصنیف ہے وہ بھی مسیح کی تعلیم کا محض اتفاقی طور پر ذکر کرتا ہے اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ مسیح کی صلیب اور اُس کے جی اُٹھنے اور صعود کی تجلی نے باقی سب خیالات کو ماند کر دیا تھا۔ پولس کی منادی باقی تمام رسولوں کی منادی تھی

اب دوسرا سوال یہ ہے کہ ہمیں مسیح کو کیونکر پیش کرنا چاہئے۔ اِس کا جواب عموماً یہی ہے کہ جیسا رسولوں نے کیا تھا۔ موجودہ زمانہ میں ہم کو بعض خاص امور کا لحاظ رکھنا ضرور ہے۔ مثلاً ہم کو زندہ روحانی مسیح کی منادی کرنا چاہئے۔ تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات کلیسیا نے مسیح کی الوہیت پر زور دیا اور بعض اوقات اُس کی انسانیت پر۔ مگر ہندوستان میں جہاں لوگ مسیح کو نیک اور اعلیٰ درجہ کا آدمی سمجھتے ہیں ضرور ہے کہ ہم اُس کے

زندہ روحانی مسیح ہونے پر زور دیں۔ تواریخی مسیح کو سب مانتے ہیں۔ اور جب ہم ابنِ آدم کی سوانح عمری کا بیان کیا کرتے ہیں تو اندیشہ ہے کہ ہم اُس روحانی مسیح کو پیش نہ کریں جو اِس وقت حاضر ہے اور جو انسان کو خوف اور نااُمیدی اور شبہات سے بچانے پر قادر ہے۔ ممکن ہے کہ ہم اِس طور پر مسیح کی منادی کریں کہ سامعین سنکر بول اُٹھیں کہ "اے مسیح ہم جانتے ہیں کہ تُو خدا کی طرف سے اُستاد ہو کر آیا ہے۔ مگر یہ نہ کہیں کہ "تُو مسیح زندہ خدا کا بیٹا ہے"۔

بعض مشکلات اِس قسم کی منادی میں سدِراہ ہونگی۔ سب سے بڑی رکاوٹ یہ ہے کہ لوگوں کی اخلاقی بصارت میں فتور آیا ہوا ہے۔ کئی صدیوں سے اُن کے مذہبی عقاید اور سوشل رسوم اور تعلیم نے نیک و بد کے اعلےٰ معیار کو اُن کی نظروں سے اوجھل کر رکھا ہے۔ ذات باری تعالیٰ اور اُس کی صفات کا خیال اُن میں نہایت پست ہو گیا ہے۔ اِس کا ایک ماحصل یہ ہے کہ گناہ کا احساس کُند ہو گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کے لئے یوحنا ۳: ۱۶ یا رومیوں ۵: ۸ کی صداقت کا ادراک قریب قریب ناممکن کے درجہ تک پہنچ گیا ہے۔ اِس لئے اکثر اوقات ضرور ہے کہ یوحنا بپتسمہ دینے والے کی طرح ہم لوگوں کو شریعت اور گناہوں سے توبہ کی تعلیم دیں۔ ہمارے سب ناظرین جنہوں نے کلام کے ذریعہ انجیل کی منادی کرنے کا تجربہ کیا ہے اِس کو بآسانی سمجھ سکتے ہیں کہ جب تک مریض کو اپنے مرض کا علم نہیں وہ کسی حاذق حکیم کے پاس کیوں آئے گا۔ خواہ کوئی ہر روز گھنٹوں سر بازار کھڑا ہو کر گلا پھاڑا کرے۔ کہ اِس معالج کے پاس آؤ وہ تمہیں شفا دیگا کوئی اُس کی نہ سُنے گا۔ ایسے لوگوں کو ملکِ موعود میں داخل ہونے سے پیشتر کوہِ سینا کے نیچے سے گذرنا پڑیگا +

اِس طور پر مسیح کو پیش کرنے کے لئے ہم کو بعض قسم کی امداد کی ضرورت ہے۔ اِن میں اوّل درجہ پر بائبل ہے۔ دلائل اپنی اپنی جگہ پر مفید ہیں مگر زندگی اِس سچائی کے کلام میں ہے۔ بعض مُناد اپنے تجربہ سے بیان کرسکتے ہیں کہ فلاں شخص کے دل پر کلام کی کسی خاص آیت نے تاثیر کی جس سے اُس کا دل تبدیل ہوگیا۔ پھر ہم اپنے تجربہ سے مسیح کو پیش کرسکتے ہیں۔ اِس سے بڑھ کر مسیح کے حق میں اَور کوئی دلیل ہو نہیں سکتی۔ معمولی دلایل سے کسی کا مُنہ بند کرسکتے ہیں مگر جب بیان کیا جاتا ہے کہ میرے ایمان نے میرے لئے کیا کچھ کیا ہے تو سامعین کے دل میں قدرتی طور پر اِس ایمان کی نسبت علم حاصل کرنے کی تمنا ہوگی۔ پولُس اِس قسم کی شخصی گواہی کی قدر جانتا تھا اور بار بار اپنے تجربہ کا ذکر کیا کرتا تھا۔ پھر ہم سامعین کے موجودہ خیالات کو کام میں لاسکتے ہیں۔ پروفیسر ڈینیڈ صاحب نے اپنے ایک مضمون میں فرمایا ہے کہ جب مشنری اپنے کھیت میں جاتا ہے تو چاہئے کہ معلوم کرے کہ خدا نے وہاں کیا بویا ہُوا ہے۔ کیونکہ دُنیا میں کوئی ایسا کھیت نہیں جس میں زمین کے مالک نے کچھ نہ کچھ بو نہیں رکھا۔ بجائے اِس کے کہ مشنری مالک کے لگائے ہوئے بیج پودھوں کو اُکھاڑ کر زمین صاف کرے جو اُس کے اپنے ملک کی کیاری میں موجود نہ تھے اُس کو چاہئے کہ اُگے ہوئے پودوں کو پانی سے سیراب کرے اور جہاں تک خدا کی رُوح نے ترقی دی ہے اُس کے آگے سلسلے کو قائم رکھے۔ موجودہ خیالات کو منادی کے کام میں لانے سے بڑی مدد ملتی ہے ہمیں حتےّ الامکان اُن کو استعمال کرنا چاہئے۔ ہمارا خداوند یوں ہی کیا کرتا تھا۔ پولُس غیر قوموں میں منادی کرتے وقت اُن کے شاعروں کے کلام میں سے حوالے دیا کرتا تھا۔ لکھا ہے کہ پادری سوارٹز صاحب کے دل پر اِس طریق کا ایسا گہرا

اثر تھا کہ اس نے رامائین اور ہندوؤں کی دیگر کتب کے بغور مطالعہ میں پانچ سال خرچ کئے۔ اور بعدازاں اس علم سے اپنی منادی کو دلچسپ اور قابلِ توجہ بنا سکا۔ راقم نے اس موقعہ پر اہلِ ہنود کے عقاید میں سے نیہہ کلنک اوتار اور پرجاپتی کے قصہ میں سے کفارے کی تعلیم اور بھگتی کا خصوصاً ذکر کیا ہے۔ اگر ناظرین غور سے دیکھیں تو ہمہ اوست اور اواگون اور بعض دیگر ہندو مسائل کو اعلےٰ مسیحی صداقتوں تک پہنچنے کے لئے زینہ کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں ان کے بنیادی اصول صحیح ہیں مگر ان پر خیالی اور موہوم عمارات تعمیر کی گئی ہیں۔ ان کے بجائے پختہ مسیحی مذہب کی ہیکل اٹھائی جا سکتی ہے۔ اسی طور پر محمدی تعلیم میں سے مسیح کی عصمت اور اس کا نجات دہندہ ہونا نکال سکتے ہیں۔ اگر سامعین ہر قسم کے ملے جلے لوگ ہوں تو ان کو خدا کی حضوری اور گناہ کی نجاست کا قائل کر کے یہ سوال ان کے دل میں پیدا کرنے کی کوشش کرنا چاہئے کہ "میں کیا کروں کہ نجات پاؤں"؟

آخر میں اس بات کا خیال رکھنا بھی ضرور ہے کہ مختلف قسم کے اشخاص کے لئے مختلف طریق مسیح کو پیش کرنے کے استعمال کرنے چاہئے۔ سب کے لئے ایک ہی جواب کافی نہیں۔ مسیحی مسافر میں مبشر اس مسافر کی ہدایت کرتا ہے کہ آنے والے غضب سے بھاگو۔ اس دولتمند کو حکم ہوا کہ "جا بیچ" مگر شاگردوں کو خداوند نے فرمایا کہ "اگر تم نہ پھروگے اور بچوں کی مانند نہ بنوگے تو آسمان کی بادشاہت میں ہرگز داخل نہ ہوگے"

الغرض جب منادی کرنے جاؤ تو یہ مدنظر نہیں ہونا چاہئے کہ عوام کے توہمات یا بت پرستی کے خلاف سخت سست کہنا ہے یا ان کو دلائل سے قائل کرنا ہے بلکہ مسیح کی صلیب کو پیش کرنا ہے۔ دنیا کو مسیح درکار ہے بحث مباحثہ اور بحث چیتی کی ضرورت نہیں۔ سب سے پیشتر ضرور ہے کہ مناد خدا کی روح حاصل کرے اور اپنے کلام اور اپنی روش سے مسیح کی منادی کرے اتنے کے ساتھ خدمت کرو۔ آخر مسیح سب پر غالب ہوگا۔

اسی پُشت میں دُنیا کو انجیل کی بشارت دینا

از تقدس ماٰب جناب بشپ صاحب لاہور

جناب من - جو سوال آپ اپنی چٹھی مرقومہ ۲۴ - ماہ حال میں میرے سامنے پیش کرتے ہیں - وہ بہت عظیم واہم ہے - اور میرے پاس اس قدر وقت نہیں - کہ اُس کا کافی طور پر جواب تحریر کروں +

مگر چونکہ مَیں نے اس مضمون پر بُہت کُچھ غور و فکر کی ہے - مَیں مختصر طور پر اُس کا جواب تحریر کرتا ہوں - میرے نزدیک کلیسیا سے باہر جو بڑی مشکلات اس اَمر کی مانع ہیں کہ اسی پشت میں ہندوستان میں انجیل پھیلائی جائے - وہ دو قسم کی ہیں +

اوّل مشکل یہ ہے کہ انسان کا دل گناہ کے سبب سے خراب اور سخت ہو رہا ہے - اس مضمون کو بُہت کچھ طوالت دی جا سکتی ہے - لیکن اس پر بحث کرتے ہوئے

نوٹ - میں جانتا ہوں - کہ اس امر پر بحث کرتے ہوئے لفظ انجیل سنانے اور دل کی تبدیلی میں اکثر امتیاز کیا جاتا ہے - اس طور کی امتیاز میں جیسا کہ مَیں نے اکثر سنا ہے - بہت سی باتیں نا اطمینان بخش اور غلط ہیں - مگر خواہ کچھ ہی ہو - اس سوال میں جو آپ نے ہندوستان میں انجیل پھیلانے کی بات میرے سامنے پیش کیا ہے - اس امتیاز کو بالکل مدنظر نہیں رکھا گیا - اگر اس کا فقط یہ مطلب ہے - کہ لوگوں تک انجیل کا پیغام پہنچایا جائے - اور کہ ہم کو اُن کے دل پھیرنے کے لئے کوشش کرنی چاہئے - تو اس صورت میں یہ امر بالکل خود کلیسیا کی سرگرمی اور زندہ قدرت پر موقوف ہے - اور اس لئے کلیسیا کی بیرونی مشکلات کا اس امر کے ساتھ کچھ تعلق نہیں - ہر صورت میں آپ یہ دیکھ سکتے ہیں - کہ میری مذکورہ بالا تحریر میں یہ الفاظ مختلف نہیں - بلکہ ہم معنی سمجھے گئے ہیں +

جس نکتہ پر میں شاید بہت زیادہ زور دونگا۔ وہ یہ ہے۔ کہ اہل ہنود کے درمیان ہمہ اوستی خیال نے اور مسلمانوں میں تقدیر کے مسئلے نے بتدریج گناہ کی پہچان کو زائل کر دیا ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے۔ کہ وہ نہ تو خدا کی قدوسیت کو جاننے کے قابل رہے ہیں۔ نہ اس بات کو پہچاننے کے۔ کہ گناہگار خدا سے کس قدر جدا ہیں۔ اور اس سبب سے ایک نجات دہندہ کے حاجتمند ہیں +

دوسری شکل۔ خود انسان کی فطرت کی بناوٹ میں ہے۔ جیسے کہ خدا نے اسے خلق کیا۔ اور وہ قوانین جن کے مطابق وہ چاہتا ہے۔ کہ جہان کا انتظام کرے +

اس انتظام پر غور کرتے ہوئے سب سے بڑا امر جس کی طرف ہر ایک دور بین اہل فکر کے خیال ہمیشہ متوجہ ہوتے رہے ہیں۔ یہ ہے۔ کہ خدا بڑے بڑے تغیرات نہایت آہستہ آہستہ اور بتدریج پیدا کرنا پسند کرتا ہے۔ انگریزی میں مثل مشہور ہے۔ کہ خدا کی چکی بہت آہستہ آہستہ تو پیستی ہے۔ مگر بہت باریک پیستی ہے۔ یا جیسے کہ فارسی ضرب المثل ہے۔ کہ دیر آید درست آید۔ یہ مثل خدا کے اس طریق کا نہایت عمدہ بیان کرتی ہے۔ اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ کس طرح یہ امر تمام غور و مشاہدہ کرنے والوں کے ذہن و خیال پر حاوی ہے زمانۂ حال کے علم جیالوجی کی تحقیقاتیں بھی نہایت عجیب و غریب اور دل نشین طور پر اس امر کی تائید کرتی ہیں۔ اور شہادت دیتی ہیں۔ کہ کیسے رفتہ رفتہ اور طول طویل زمانوں میں یہ زمین انسان کی رہائش کے واسطے تیار کی گئی +

اور شاید اس بارہ میں سب سے زیادہ مضبوط شہادت خود عہد عتیق سے ملتی ہے۔ کہ کس طرح لامحدود صبر کے ساتھ (اگر نہایت ادب سے ہم اس قسم کے الفاظ خدا کی نسبت استعمال کر سکیں) خدا نے بے شمار پشتوں کے درمیان نیا

کے گناہ اور بغاوت کی برداشت کی دراں حالیکہ وہ اُسے رفتہ رفتہ مختلف قسم کی تربیت وتادیب کے ساتھ نجات دہندہ کی آمد کے لئے تیار کر رہا تھا۔ جب ہم اس سچائی کے معنوں کو پورے طور پر معلوم کرتے ہیں۔ جو گلیتوں کے نام کے خط (۴ : ۴) میں عجیب احتیاط کے ساتھ بیان کی گئی ہے یعنی "جب وقت پورا ہوا تو خدا نے اپنے بیٹے کو بھیجا"۔ تو ہم سمجھ سکتے ہیں۔ کہ کیسے آہستہ آہستہ اور درجہ بدرجہ اور صبر و برداشت کے ساتھ خدا صدہا سال تک گناہگار اور باغی انسان کے ساتھ برتاؤ کرتا رہا۔

میری رائے میں بلاشبہ اس امر کی بڑی وجہ خود انسان کی فطرت میں پائی جاتی ہے۔ جیسی کہ وہ خدا نے خلق کی اور جس کا خود خدا بھی کامل طور پر لحاظ رکھنا چاہتا ہے۔ چونکہ انسانی خصلت ایک ایسی گہری اور مضبوط اور بیش قیمت چیز ہے۔ اس لئے اُس کا ایسی آسانی سے یا ایسی جلدی ایک حالت سے دوسری بالکل مختلف حالت میں تبدیل کر دینا مشکل ہے۔ ایسی تبدیلی ضرور ہے۔ کہ بہت آہستہ آہستہ پیدا کی جائے۔ ورنہ اُس کی صحت میں فرق آنے کا اندیشہ ہے۔ اور نہ اس کے سوا یہ تبدیلی گہری اور مستقل ہو سکتی ہے۔ کدو جو ایک رات میں پیدا ہوتا ہے ایک ہی رات میں سوکھ بھی جاتا ہے۔ شاہ بلوط آہستہ آہستہ بڑھتا ہے۔ مگر صدہا سال تک طوفان کی برداشت کرتا ہے۔ ان تمام تمثیلات و تشبیہات سے جن سے خدا کے طریق عمل کا جو فطرت انسانی کے ساتھ کرتا ہے نشان ملتا ہے۔ مَیں یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ چونکہ ہندوستان میں انسانی فطرت خدا سے بہت دور بھٹک گئی ہے۔ اور مختلف قسم کی غلط اور برگشتہ خیال اور اخلاق و عقاید اُس میں جڑ پکڑ گئے ہیں۔ اس حالت سے اُس کو صحت و سلامتی کی حالت میں واپس لانا اور یسوع مسیح میں اسے از سر نو زندہ کرنا بلاشبہ بتدریج ہوگا۔ بلکہ کئی پشتوں کا کام سمجھنا چاہئے۔ باقی رہی یہ بات کہ اس طول طویل زمانہ میں جس میں چپ چاپ اور صبر و برداشت سے کام کرنا ہوگا۔ خدا

اپنے خادموں کا جو اُس کی خدمت میں مشغول ہیں۔ اپنی قدرت کے اظہار سے (جو فی الحقیقت ہر وقت گو عموماً خفیہ طور پر کام کرتی ہے) کس قدر حوصلہ بڑھاویگا۔ اس طور پر کہ بعض اشخاص کو ایسی ہی جلدی اپنے معرفت کا نور عطا کرے۔ جیسکہ اس نے مقدس پولوس کو دمشق کی سڑک پر نجات دہندہ کا ایک ہی جلوہ دکھا کر آناً فاناً میں اپنا بنا لیا۔ سو یہ ایک جدا امر ہے اور میں اس وقت اُس کا ذکر کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ وہ فی الحال امر زیر بحث سے خارج ہے +

مگر بحیثیت مجموعی ہندوستان کی نسبت میری یہ رائے ہے۔ کہ جہاں تک ہم خدا کے قانون اور اُس کے طریق عمل کو دیکھتے اور جانتے ہیں۔ اُس سے ہم یہ ہرگز امید نہیں کر سکتے۔ کہ ہندوستان میں اسی پشت میں انجیل پھیلائی جا سکتی ہے۔ مگر قول جو اس امر میں اور اس کے علاوہ بہت سے دوسرے امور میں ہم کو اپنے دل پر نقش کر لینا چاہئے۔ وہ یہ ہے کہ تم صبر سے اپنی جان بچائے رکھو (لوقا ۲۱: ۱۹) +

امریکہ کے ایک باشندہ کا ذکر ہے۔ کہ اُس نے دعوٰے کیا۔ کہ میں تمام انگریزی فوج کے مقابل اکیلا لڑائی کر سکتا ہوں۔ کسی نے دریافت کیا۔ کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ سن لیجئے۔ مجھے یقین ہے۔ کہ میرے برابر دنیا بھر میں کوئی شخص تلوار نہیں چلا سکتا۔ میں ایک انگریز کو اپنے مقابل میدان جنگ میں بلاؤنگا۔ اور اس کو قتل کرونگا۔ اور پھر دوسرے کو اور پھر تیسرے کو علیٰ ہذا القیاس اگر مجھے کافی وقت دیا جائے۔ تو میں ساری انگریزی فوج کا خاتمہ کر کے دکھاؤنگا۔ اُس شخص نے یہ ایک بیہودہ بڑھانکی تھی۔ مگر اس میں ایک بات ہمارے لئے غور طلب ہے۔ کہ اگر ہم دنیا کو خداوند یسوع مسیح کے لئے فتح کرنا چاہیں تو یقیناً اسی طریق پر کر سکتے ہیں کہ ہم ایک ایک آدمی کو پکڑ کر مسیح کے پاس لائیں یہ ہرگز مت سمجھو کہ ساری قوم کو یکبارگی مسیحی بنا سکو گے۔ روح القدس کی طاقت سے تمہیں قوم کے ایک ایک فرد کو مسیح کی طرف لانا ہے۔ بڑی بڑی ترکیبوں یا تجاویز سے بہت لوگوں کو کھینچ لانا تمہارا کام نہیں ہے۔ تمہیں چاہئے کہ فرداً فرداً آدمیوں کی نجات مدنظر رکھو جن

تاریخ وفات حسرت آیات حضور قیصر ہند مہارانی وکٹوریہ

از پادری کیدار ناتھ صاحب منت

ہند کی روحِ رواں جانِ جہاں وکٹوریہ
موت سے تیری ہوئے ہم نیم جاں وکٹوریہ

پاؤں کے نیچے سے نکلی دفعتہً کیسی زمیں
اُٹھ گئی سر سے ہمارے ناگہاں وکٹوریہ

آہ زن ہیں عورتیں بچے بلکتے پھرتے ہیں
یاد کرتے ہیں تجھے پیر و جواں وکٹوریہ

اوج میں اقبال کے رشکِ سکندر تھی کوئین
عدل میں تھی غیرتِ نوشیرواں وکٹوریہ

تھا ہمارے واسطے مہد اُس کا عہدِ سلطنت
صورتِ مادر تھی ہم پر مہرباں وکٹوریہ

کی ترسٹھ سال تک کو سلطنت اُسنے تو کیا
کچھ دنوں تو اور رہتی حکمراں وکٹوریہ

پھولتا پھلتا نہ کیوں اسکے نسیمِ لطف سے
باغ تھا ہندوستاں تھی باغباں وکٹوریہ

شہبِ اقبال تیرا جسطرف جولاں ہوا
اُس طرف تھی فتح تیری ہم عناں وکٹوریہ

کون بھولیگا صدوسی سال بھی گذریں اگر
پشت در پشت آئیگا تیرا بیاں وکٹوریہ

تیز تھے جنکے قدم ظلم و ستم پر ہند میں
تو نے اُنکے ہاتھ سے دی تھی اماں وکٹوریہ

ہوویں پر ذروں کی مانند تیری ذریت
صورتِ انجم ہو تیرا خانداں وکٹوریہ

راستی سے عدل سے پاکیزگی سے رحم سے
ہو ترا فرزند ہم پر حکمراں وکٹوریہ

مصرعِ تاریخ ہے منت سرِ افسوس سے
وائے مرگِ قیصرِ ہندوستاں وکٹوریہ
۱۹۰۱ء

دیگر

کوئین قیصر ہند کرد انتقال
دلم منت آمد برنج و تعب

سن رحلت از ابر و ہم بینات
بگوئی سر آہ ہے ہے غضب ۱۹۰۱ء

دیسی مسیحیوں کی دادرسی کا مسودہ ایکٹ

از چارلس گولک ناتھ صاحب بی اے ایل ایل بی بیرسٹرایٹ لا

جناب نواب گورنر جنرل بہادر ہند کی کونسل واضع آئین وقوانین میں مورخہ [illegible] ۱۹۱۱ کو یہ مسودہ ایکٹ پیش ہوگیا۔

مسودہ ایکٹ برائے ترمیم کرنے ایکٹ اڈمنسٹریٹر جنرل ۱۸۷۴

چونکہ ہندو۔ محمدی۔ پارسی اور بدھ مذہب کے پیرو اڈمنسٹریٹر جنرل ایکٹ ۱۸۷۴ کی بعض دفعات سے مستثنیٰ کئے گئے ہیں اور چونکہ یہ قرین مصلحت ہے کہ دیسی مسیحی بھی اسی حد تک ان دفعات کے عمل درآمد سے مستثنیٰ کئے جائیں ۔ لہذا قرار دیا جاتا ہے کہ

دفعہ ۱ (۱) یہ ایکٹ بلقب اڈمنسٹریٹر جنرل ایکٹ کا ترمیم کرنیوالا ایکٹ ۱۹۱۱ ملقب کیا جائے

کب جاری ہوگا | (۲) یہ ایکٹ منظور ہوتے ہی نافذ ہوگا۔

دفعہ ۲۔ اس ایکٹ میں لفظ "دیسی مسیحی" سے ہر وہ شخص مراد ہے جو خالص ایشیائی

تعریف | نسل سے ہو یا نیک نیتی سے آپ کو ایسا باور کرتا ہو اور مسیحی مذہب کے کسی فرقہ کا [illegible] ہو۔

دفعہ ۳۔ اڈمنسٹریٹر جنرل ایکٹ ۱۸۷۴ کی دفعات [illegible]

[illegible] کی بعض دفعات کی ترمیمات | [illegible] "دیسی مسیحی" [illegible] کیا جاتا ہے۔

دفعہ ۴۔ ایکٹ مذکور [illegible] مستثنیٰ [illegible]

مستثنیٰ | جو ان پر کسی قسم کا اثر نہیں پڑے گا۔

اس مسودہ ایکٹ کے ذریعہ گورنمنٹ جو دادرسی دیسی مسیحیوں کی کیا چاہتی ہے وہ بالکل جزوی اور ناکافی ہے۔ صرف ان ہی صورتوں میں [illegible]

جہاں کوئی شخص ایک ہزار روپیہ سے اوپر کی جائداد چھوڑ مرے اور تقسیم جائداد ورثاء کی رضامندی سے ہو جائے - یا دوسرے لفظوں میں ایسے یہ مراد ہے کہ جن حالتوں میں مرحوم کے ورثاء پروبیٹ یا چٹھیات مہتمی کے لینے کی ضرورت نہیں دیکھتے - اڈمنسٹریٹر جنرل کسی قسم کا دخل نہیں دے سکے گا جس کا موجودہ صورت میں اس کو اختیار ہے - ہماری دانست میں جب تک ایکٹ وراثت (نمبر ۱۰ ۱۸۶۵ء) کی دفعات ۱۸۰ و ۱۹۰ ترمیم نہ کی جائیں دیسی مسیحیوں پر ان کے اکثر اہل وطن کی نسبت جو ان سے صرف مذہبی اختلاف رکھتے ہیں زیادہ سختی لاحق رہے گی - دفعات مذکورہ بالا کے رو سے دیسی مسیحی وصی یا مہتمم کے لئے لازمی ہے کہ اگر وہ اپنا استحقاق متضمن ہونے وصی یا موہوب لہ کے کسی عدالت انصاف میں ثابت کرنا چاہئے - تو کل جائداد پر رسوم عدالت ادا کر کے پروبیٹ یا چٹھیات مہتمی حاصل کرے - اس حالت میں اگر وصی یا کوئی اور وارث جائداد مرحوم کا تھوڑا سا قرضہ بھی وصول کرنا چاہے تو ایکٹ ۱۸۸۹ء کی کسی دفعہ سے فائدہ اٹھانے کی بجائے اُسے لازم ہے کہ کل جائداد پر رسوم عدالت ادا کر کے پروبیٹ یا چٹھیات مہتمی حاصل کرے - اگر کسی شخص کو ایکٹ ۷ - ۱۸۸۹ کے بموجب سرٹیفکٹ وراثت عطا ہو تو ایکٹ مذکور کی دفعہ ۸ کے رو سے عدالت کو لازم ہوگا کہ اس سرٹیفکٹ میں اُن قرضوں اور کفالتوں کا ذکر کرے جو سرٹیفکٹ کی درخواست میں قلمبند کی ہوئی ہوں اور بذریعہ اس کے اُس شخص کو جس کو سرٹیفکیٹ دی جائے -

(الف) کفالت ہائے مذکور یا ان میں سے کسی کے سود یا منافع کے حصہ رسدی کے لینے کا - یا

(ب) کفالت ہائے مذکور یا اُن میں سے کسی کے خرید و فروخت یا منتقل کرنے کا یا

(ج) کفالت ہائے مذکور یا ان میں سے کسی کے سود یا منافع کے حصہ رسدی

کے لینے کا اور کفالت نامے مذکورہ یا اُن میں سے کسی کے خرید و فروخت یا منتقل کرنے
کا یعنے دونوں باتوں کا اختیار بخشے ۔

اس سرٹیفکیٹ کے حاصل کر لینے کے لئے قرضہ یا کفالت پر ۲ فی صدی رسوم عدالت دینا
پڑتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ جس حال میں ہندو یا محمدی صرف قرضہ یا کفالت
کی مالیت پر ۲ روپے فی صدی دیتا ہے دیسی مسیحی کو کل جائداد پر ۲ روپے فیصدی
دینا پڑتا ہے۔ بیشک دیسی مسیحیوں پر بیجا سختی کی جاتی ہے۔ ایکٹ وراثت کی دفعات
۱۸۹ و ۱۹۰ کے ترمیم نہ کرنے کی وجہ آنریبل مسٹر ریلے یوں بیان کرتے ہیں۔ "ہم
مانتے ہیں کہ اگر قانون دیسی مسیحیوں کو یوں کہے۔ جیسے موجودہ صورت میں وہ کہتا
ہے۔ خواہ تم اپنی جائداد مصالحتاً اور بموجب اپنے دستوروں کے تقسیم کر والو ایڈمنسٹریٹر
جنرل ضرور دخل دے گا اور تم کو رسوم عدالت دینا ہوگا تو ضرور یہ اُن پر بیجا سختی
کی۔ لیکن ان کو یوں کہنے میں تو کوئی بے انصافی نہیں کہ اگر ہماری عدالتوں
کی امداد لئے تم اپنی جائداد کو وصول اور اسکا انتظام نہیں کر سکتے تو تم کو ہمارے
قانون اہتمام ترکہ کو ماننا ہوگا" لیکن صاحب موصوف قبول کرتے ہیں کہ سختی
اور بے انصافی اس امر میں نہیں کہ جائداد کے وصول کرنے میں جو عدالت کی مدد
لی جاتی ہے اس پر رسوم عدالت لی جائے پر بے انصافی اس میں ہے کہ جس حصہ
جائداد کے لئے عدالت کی مدد بالکل مطلوب نہیں اس پر بھی رسوم دیجاتی ہے۔ علاوہ ازیں
ہندوؤں اور محمدیوں سے یہ رعایت کی گئی ہے اور کوئی وجہ بتائی نہیں گئی کہ دیسی
مسیحیوں سے بھی یہ رعایت کیوں کی نہ جائے۔ دوسری وجہ صاحب موصوف یہ
بتاتے ہیں کہ وہ ایک خاص وجہ ہے کہ کیوں دیسی مسیحیوں کو دفعہ ۱۹۰ سے مستثنے
کرنا مشکل ہے۔ دفعہ مذکور ایکٹ وصیت اہل ہنود میں شمول کی گئی ہے اور یہ ایکٹ
جنوبی بنگال اور پریزیڈنسی شہروں میں نافذ ہے یعنی ہندوستان کے اُن حصوں

یعنی جہاں دیسی علم اتنے کہ ہندو ہوں یا مسیحی عموماً وصیت کرتے اور جائداد چھوڑ کر تے ہیں۔
جن حالتوں میں ہندوؤں کو رسوم دینی پڑتی ہے ہم مسیحیوں کو بری نہیں کر سکتے"۔
یہ اعتراض بھی ہمیں معقول معلوم نہیں ہوتا۔ یہ کوئی بیجابات نہیں اگر ایک فرقہ
بباعث افلاس و دیگر وجوہات رسوم کی ادائگی سے بری کیا جائے۔ اور محمدیوں
کے لئے ایسا کیا گیا ہے جن پر ایکٹ وصیت اہل ہنود اطلاق نہیں رکھتا۔ ایکٹ
وراثت کی دفعات ۱۸۷ اور ۱۹۰ ایکٹ پروبیٹ اہتمام ترکہ (ایکٹ ۵-۱۸۸۱ع)
میں شمول نہیں کی گئیں گو وہ ایکٹ وصیت اہلِ ہنود میں رکھی گئی ہیں۔ جو اہل
ہنود۔ جین۔ سکھ اور بدھ لوگوں پر حاوی ہے جو ہند کے ان حصوں میں
سکونت رکھتے ہوں جہاں یہ ایکٹ نافذ ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ کسی محمدی کی وصیت
کا وصی بلا لینے پروبیٹ کے اپنا استحقاق متضمن ہونے وصی کے ثابت کر سکتا ہے
اگر گورنمنٹ مناسب سمجھتی ہے کہ جن حالتوں میں اہلِ ہنود کو رسوم دینی پڑتی ہے۔
محمدی اس سے مستثنیٰ کئے جائیں تو دیسی مسیحیوں کے مستثنیٰ کرنے میں کون سی بے
قاعدگی ہے۔ جنوبی بنگال اور پریذیڈنسی شہروں کے دیسی مسیحیوں کی مقابلۃً مفلسی
کے لحاظ سے ہمیں یقین ہے کہ خود اہل ہنود کسی قسم کی بے انصافی نہ سمجھینگے اگر
ان کے غریب بھائیوں پر کم ٹیکس لگایا جائے۔ اگر گورنمنٹ کو یہ رعایت کرنا منظور
نہیں تو کم از کم اتنا تو کر سکتی ہے کہ جو مسیحی جنوبی بنگال اور پریذیڈنسی شہروں
میں رہتے ہیں ان سے تو وہی سلوک کیا جائے جو اور باشندگان سے کیا جاتا ہے
پر جو مسیحی ان علاقوں میں نہیں رہتے ان پر تو خواہ مخواہ سختی نہ کی جائے اور وہ
اِس رسوم کی ادائگی سے مستثنیٰ کئے جائیں۔ ایکٹ وراثت کی دفعات ۱۸۷ و ۱۹۰
ہندوستان بھر کے مسیحیوں پر اثر رکھتی ہیں۔ حالانکہ ایکٹ وصیت اہلِ ہنود کا نفاذ
صرف جنوبی بنگال اور پریذیڈنسی شہروں میں ہے۔ المختصر ہماری رائے میں وراثت

اور اہتمام ترکہ کے مقدمات نزاعی میں حفاظت اور وراثت جائداد کے لیے پروبیٹ یا چِٹھیات اہتمام ترکہ کا لینا بہتر ہوگا۔ لیکن جن حالات میں کسی قسم کا نزاع نہ ہو اور بعض دیگر حالات میں جن کا ذکر دفعات ۱۸۷ و ۱۹۰ ایکٹ میں ہے پروبیٹ اور چِٹھیات اہتمام ترکہ کا لینا ضرور نہیں۔ تیبلے صاحب کے دوسرے اعتراض کو پیشِ نظر رکھ کے ہم یہ تجویز پیش کرنے کی جرأت کرتے ہیں کہ ایکٹ وراثت کی دفعات ۱۸۷ اور ۱۹۰ کچھ اس طور پر ترمیم کی جائیں۔ دفعہ ۱۸۷ کے آخر میں اس مضمون کے لفظ بڑھا دیے جائیں "لیکن پریزیڈنسی شہروں اور جنوبی بنگال میں یہ دفعہ دیسی مسیحیوں پر انہی صورتوں میں عائد ہوگی۔ جب وصی اور موہوب لہم خود موہوب لہم کے مابین تنازعہ ہو۔ اور دفعہ ۱۹۰ کے آخر میں اس مضمون کے الفاظ ایزاد کئے جائیں "لیکن دیسی مسیحیوں کی حالت میں یہ دفعہ اسی صورت میں عائد ہوگی۔ جب کسی شخص بلا وصیت فوت شدہ کے ورثاء میں جائداد کی تقسیم انتظام اور حفاظت کے بارے میں تنازع ہو"۔

اس امر کے لکھنے کی چنداں ضرورت معلوم نہیں ہوتی کہ اگر ایکٹ وراثت کی دفعات ۱۸۷ اور ۱۹۰ کی ترمیم کی جائے تو ایکٹ مذکور کی دفعہ ۲۳۹ کو بھی بدلنا پڑے گا۔ پروبیٹ یا چِٹھیات اہتمام ترکہ کا لینا لازمی ٹھہرانا نہیں چاہیے۔ جیسا اس دفعہ کے رو سے ہے۔ لیکن صاحب ڈسٹرکٹ جج کو اختیار ہو کہ جب تک جائداد کی حفاظت و انتظام کا خاطر خواہ بندوبست نہ ہولے۔ دست اندازی کریں۔

پنڈتا رما بائی نے ایک موقع پر کہا کہ مسیح مختلف لوگوں کو مختلف نعمتیں عطا کرنے آیا۔ بعض کو اس نے نبی اور بعض کو معلم مقرر کیا۔ جب سے میں مسیحی ہوئی ہوں میرے خیال میں اس نے خاکروب بننے کی خدمت میرے سپرد کی ہے۔ میں چند قدیم مشکلات کو جو مشنری صاحبان کو اس ملک کو ہندو بیواؤں تک پہنچنے میں سدِ راہ ہوتی ہیں ہٹانا چاہتی ہوں۔

مسیح کا خط

جسے سکاٹ لینڈ کی ایک خاتون نے مسیحی کے لئے لکھا۔

جب شاہ ایڈورڈ ہفتم نے پچھلے مہینے تخت پر بیٹھتے ہی اپنی وفادار رعایا کے نام خط بھیجا تو اس کے سکرٹری نے کیسی احتیاط سے اس کی نقل کی اور تار والوں کو بھی خاص تاکید ہوئی کہ دیکھنا کوئی غلطی نہ ہو جائے اور عام ماتم کی حالت میں بھی اس خط کو پڑھ کر لوگوں نے کیسی خوشی کا اظہار کیا اور اخبارات نے اس کو مشتہر کر کے اپنے اپنے حاشیہ چڑھائے۔ کیونکہ یہ خط محبت و الفت سے بھرا تھا اور اس امر کا ثبوت بھی تھا۔ کہ شاہ ایڈورڈ اب ہمارے قیصر اور صاحب اختیار ہیں۔ لیکن اس امر کے محسوس کرنے پر ہم کچھ چونک سے اٹھتے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک مسیحی ایک خط ہے جس کو جلال کے بادشاہ نے اس دُنیا میں بھیجا ہے۔ وہ چاہتا تو کسی اور سے کام لیتا اور اور طریق اختیار کرتا ہے ہاں وہ جس کے فرشتے روحیں ہیں اور جس کے پیغامبر آگ کے شعلے کسی اور کو مقرر نہیں کرتا بلکہ ہم کو اپنے خط کی صورت میں بھیجتا ہے کہ ساری دنیا ہم کو دیکھے اور پڑھے۔ اوراسمیں ہماری کیسی عزت افزائی ہے اور یہ ہے بھی کیسی حیرت کا مقام۔ چاہئے کہ اس کے متعلق ہماری ذاتی ذمہ واری کا خیال ہمارے دلوں میں گڑ جائے۔ ہم ذرا فکر کریں کہ خط سے کیا مراد ہے۔ مکتوب الیہ پر اس کا اثر کیا ہوتا ہے اور اس کے لئے کن شرائط کا ہونا لازمی ہے۔ جب دو دوست جُدا ہوں تو خط کے ذریعے وہ ایک دوسرے کو اپنے حالات سے اطلاع دیتے رہتے ہیں۔ اس سے بہتر کوئی اور طریق نہیں۔ ۲ خط یا تو ہمیں خوشی کی خبر لاتا ہے یا رنج کی ۳ ضرور ہے کہ خط صاف صاف لکھا ہو اور ایسی زبان میں ہو جسے مکتوب الیہ واقف ہو۔

خط بھیجنے کے وسائل بھی ایک کیسی بڑی نعمت ہیں۔ سمندر کے پار بھی جو ہمارے عزیز ہیں ان کی جدائی کا درد کم و بیش کم ہو جاتا ہے اور ہم ان سے یوں ہی باتیں کر سکتے ہیں کہ گویا وہ ہمارے سامنے بیٹھے ہوں۔ لیکن ہمیشہ ایسی صورت نہیں ہوتی۔ کبھی کبھی تو ہم خط کی صورت دیکھنا بھی نہیں چاہتے۔ لفافہ دیکھتے ہی ہمارے دل میں درد پیدا ہوتا اور آنسو بمشکل ضبط ہوتے ہیں۔ کسی غلط فہمی سے ہم خط کے مطلب کو ٹھیک نہیں سمجھتے اور دو دوستوں میں جو ایک دوسرے پر جان تک فدا کرنے کو تیار رہتے دوری اور سرد مہری پیدا ہوتی جاتی ہے۔

ہمارا خداوند دُنیا کو محبت کا پیغام بھیجتا ہے۔ اس میں ناخوش کن یا دل توڑنے والا ایک بھی فقرہ نہیں۔ تمام بنی آدم کے لئے یہ خوشی کی خبر ہے۔ اگر تم اس کو خط سے خوشی نہیں ہوتی تو اس کے نقل کرنے میں شاید کوئی غلطی ہوئی ہو۔ شائد نم کے باعث کاغذ خراب ہو گیا ہو اور لفظ پھیل کر مشتبہ ہو جاتے ہوں۔ شاید یہ خوش خط نہیں اور اس لئے صاف پڑھا بھی نہیں جاتا اور ممکن ہے کہ مترجم نے ٹھیک ٹھیک مطلب ادا نہیں کیا۔ مسیحی بھائیو اور بہنو وہ خط ہم ہی ہیں۔ کیا ہم میں کوئی غلطی ہے۔ کیا ہم ایسے صاف ظرف ہیں کہ خدا کے نام سے کہلانے کے لائق ہیں۔ کیا مسیح کا پیغام ہم میں ایسے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر کوئی اسے پڑھ سکے۔ سال کے شروع میں ایسے کچھ نا طلب سوال ہمارے درپیش ہیں۔ کیا ہماری بول چال یا ہمارے کام و مسیحی خدمت میں کوئی ایسا نقص ہے کہ لوگ محبت کے بجائے نفرت۔ فروتنی کی جگہ غرور۔ اور صلح کی جا جنگ پڑھتے ہیں۔ یا کیا ہمارے مبارک خداوند کے اس جلالی پیغام کے دینے میں اپنی عزت و جلال کا ہم کو ایسا خیال ہے کہ جو لوگ پڑھنا چاہتے ہیں وہ بھی پڑھ نہیں سکتے۔ عزیز دوستو ہم اپنی گذشتہ زندگی خصوصاً سن ۱۹۰۰ء کے خط کو اپنے بادشاہ کے حضور جس نے اسے بھیجا رکھ دیں اور التجا کریں

کہ جہاں کہیں ہم نے غلطی کی ہے وہ ہم پر ظاہر کر دے۔ اس پر دھبے اور داغ کیسے جا بجا پڑے ہیں۔ کاغذ جگہ جگہ سے خراب ہو گیا ہے۔ اور لکھا بھی کیسا برا ہے۔ سوائے اس کی رحمت کی آنکھ کے کوئی اور اُسے پڑھ نہیں سکتا۔ وہ ہی اپنے خون سے اُسے دھوئے اور اپنے معافی بخش فضل کے شاہی کاغذات میں اسے بھی منسلک کرے۔ اور آئندہ کی بابت ۱۹۰۱ء میں اگر اس کی مرضی ہو کہ ہم اس کے پیغام دینے والے ہوں تو وہ ہمیں توفیق دے کہ جو اُسکو ابھی تک نہیں جانتے اُن پر اس کی مرضی ظاہر کریں۔

خداوند یسوع۔ اپنے بیش بہا خون سے میرے دل کو صاف کر دے۔ اپنے رُوح القدس سے اس پر اپنی محبت کا پیغام لکھ دے کہ رہ چلتے لوگ بھی اِسے پڑھ سکیں اور مجھ کو جو تیرا خط ہوں جہاں چاہے اور جس کسی کے پاس مرضی ہو بھیج۔ لیکن یہ بخش کہ میں اپنے مقصد کو ہمیشہ سرانجام دیتا رہوں +

انیسویں صدی میں پروٹسٹنٹ مشنوں کی ترقی۔ اسوقت ۳۷ پروٹسٹنٹ مشنری سوسائیٹیاں ہیں جنکی سالانہ آمدنی ۵۷۵۰۰۰۰ روپیہ + ۴۶۰۰ ۱۵ پردیسی اور ۳۳۸۰۰ ہندوستانی کارندے ہیں + ۴۷۳ ۲۵ تعلیمی محکمہ اور ۳۰۹ ۴۶ ۰۴۶ ۱ طالب علم + ۳۵۴ مشن ہسپتال + ۳۰۵ ۷ شفاخانہ اور ۷۱۶ ۵۷۹ ۲ مریض + ہر سال ۴۶۶ ۵۳۵ ۲ بائبل اور نئے عہدنامہ کی جلدیں فروخت ہوتی ہیں۔ صرف جنوبی ہند میں ۴۵۶ مرد + ۴۷۴ عورتیں یعنی کل ۹۳۰ کارندے ہیں۔ ان میں سے ۲۶۹ امریکہ سے ۲۳۰ یورپ سے اور ۴۳۴ جزائر برٹش سے ہیں۔

اگر تم ایک تاریک کمرے میں کتاب پڑھ رہے ہو اور کوئی دقت طلب مقام پیش آئے تم اُسے کھڑکی کے پاس لے جا کر زیادہ روشنی میں پڑھتے ہو۔ بعینہ اسی طرح اپنی بائبل کو بھی مسیح کے پاس لیجایا کرو +

۱۹۰۱ء کے لئے ایک خیال

جب کو پنجاب کی ایک خاتون نے مسیحی کے لئے لکھا

پھل لاؤ اور تمہارا پھل قائم رہے یوحنا ۱۵: ۱۶- ہم اس مقولہ کو نئے
سال کے لئے اختیار کریں۔ انگور کے درخت کی تمثیل بیل میں اثر آتی ہے۔
یہ پودھا بڑا نازک سا ہوتا ہے۔ اس کی لکڑی کسی کام نہیں آتی۔ اس سے نہ
مکانوں کی چھتیں بن سکتیں۔ نہ جہاز تعمیر ہوتے ہیں۔ یہ صرف جلانے کے
کام آتی ہے۔ تو پھر خدا اپنے لوگوں کو اکثر انگور کی ڈالیوں سے تشبیہ کیوں
دیتا ہے؟ اس لئے کہ ان سے وہ میوے لگتے ہیں جو ہر ایک کو عزیز ہیں۔
ہم بھی سوکھی ڈالیوں سے ہیں اور راست آگ میں جھونک دئے جانے
کے سوا اور کام کے نہیں لیکن مسیح اٹھا کر ہم کو اپنے آپ میں قائم کر لیتا ہے کہ ہم
پھل لائیں۔ پانی اس درخت کی زندگی ہے۔ اسی سے یہ بڑھتا ہے۔ اسی سے
پھل پیدا ہوتے ہیں۔ ہمیں بھی یہی ضرور ہے۔ کہ زندگی کے چشمہ پاس جاکر خوب
پئیں۔ روح القدس ہماری زندگی میں اپنا کام کرے اور خدا کی محبت ہم
میں ایسی جگہ پائے کہ خدا اور انسان سے محبت ہماری زندگی سے بہ نکلے اور
بہت پھل پیدا ہوگا۔ یوحنا ۷: ۳۸
اس سے ظاہر ہے کہ پینے سے پانی کی ندیاں جاری ہونگی۔ نئی زندگی پائے گا
اثر ہوگا اور وہ مسیح کی طرف کھنچے آئینگے۔ ہمت نہ ہارو۔ خدا کبھی
نہیں چاہتا کہ کسی مسیحی کی زندگی ناکامی کی زندگی ہو۔ وہ تو چاہتا ہے کہ ہم میں
سے ہر ایک فاتح ہو۔ اگر تم یعقوب کی طرح پتھریلی جگھوں میں ہو پیدائش ۲۸: ۱۸
تو یہ تمہاری اپنی خطاکاری کا نتیجہ اور خدا سے بھٹک جانے کے سبب سے ہے۔

جو مصیبتیں اور تکلیفیں ہم پر آتی ہیں اور عزیز و احباب جو نہ صرف غلط فہمی کرتے بلکہ بدگمانی یا سوچے سمجھے ہمارے پاکیزہ سے پاکیزہ مُدعاؤں کو اُلٹے معنوں میں ظاہر کرتے ہیں اُن سے خدا کی یہ مُراد ہے کہ ہم فتح کے لئے اور بھی مضبوط بنیں۔ بارآوری کے لئے درخت انگور کی بھی کانٹ چھانٹ کرنی پڑتی ہے۔

خدا ہمیں یہ اجازت بھی نہیں دیتا کہ فتح کی شاہراہ پر پہنچنے کے لئے پگڈنڈیوں سے ہو کر جائیں۔ یہ تو شیطان کی راہ ہے۔ دُنیا کی نجات کے لئے خدا نے غم و رنج تحقیر و بے عزتی۔ ذلت و خواری۔ جاں کنی و موت کی راہ مقرر کی۔ جو زمین مسیح میراث میں پانے کو تھا اس کی دید تمام انبیا کو مل چکی تھی۔ شیطان نے مسیح کے سامنے یہ آزمائش پیش کی کہ نزدیک کی پگڈنڈی کی راہ سے اسے لے۔ اور صرف اس کے آگے سر جھکا دے۔

بعض اوقات خدا کے مکتب میں ہمیں خاص تعلیم پانی ضرور ہوتی ہے۔ بعض اوقات ہماری زندگی میں ایک بیابان ظاہر ہوتا ہے لیکن یہ وقت بڑی برکت کا ہوتا ہے کیونکہ ہم اس کے خاص مہمان ہوتے ہیں۔ وہ ہمیں آرام اور برکت دیتا ہے جیسے یعقوب کو دی۔ وہ ہمیں آسمانی روٹی اور پانی دیتا ہے۔ جیسے بنی اسرائیل کو دیا۔ اور جو جو سبق خدا ہم کو سکھانا چاہتا ہے جب ہم ان کو سیکھ لیں۔ ہاں جب ڈالی کی کانٹ چھانٹ ہوئے۔ تو اُس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم زیادہ پھل لاتے ہیں۔ تیاری کے لئے اُس کے رُوح کا پانا ضرور ہے اور کامیابی کے لئے اُسکا ہم میں قائم رہنا۔ تیرے ایمان نے تجھے اچھا کر دیا ہے (لوقا ۷: ۵۰) یہ بارآوری کی زندگی مانگنے سے ملتی ہے اور فرماں برداری سے قائم رہتی ہے اور اس کا بھید دُعا ہے۔ حنوک خدا کے ساتھ چلتا تھا۔ چلنے کے معنی یاں ترقی کرنے کے ہیں۔

مسیحی کے سب ناظرین دُعا کریں کہ پچھلی تمام صدیوں سے بڑھکر اس بیسویں صدی میں خصوصاً ہمارے اس ہند میں حنوک پیدا ہوں۔

اِدھر اُدھر کی خبریں

مسیحی دین کی ترقّی

ہندوستان میں ۱۸۵۱ سے ۱۹۰۰ تک پروٹسٹنٹ مشنوں میں ذیل کی ترقّی ہوئی۔ ۱۹۰۰ میں مسیحیوں کی تعداد حسب ذیل تھی :—

آسام ۲۰۶۶۱۔ برما اور انڈمان ۱۲۱۳۷۷ بنگال اور دیسی ریاستیں ۱۷۴۱۹۱ شمالی مغربی علاقے اور دیسی ریاستیں ۱۰۵۰۸۵ پنجاب اور دیسی ریاستیں ۲۱۷۵۲ راجپوتانہ ۸۳۵۴ بمبئی اور دیسی ریاستیں ۱۵۰۶۰ وسطی ہند اور دیسی ریاستیں ۵۳۹۱ حیدرآباد اور برار ۱۸۸۰۲۱ میسور ۴۳۱۸۳ مدراس اور دیسی ریاستیں ۱۵۰۳۴۶۶ کُل میزان ۲۷۱۴۸۱۲۲

۱۸۷۱+۴۱۷ ۳۷۲-۱۸۷۱-۱۸۸۱+۵۵۹۶۶۱-۱۸۸۱-۱۸۹۰

-۹۱۰۹۲ ۱۸۵۱ +۱۳۸۷۳۱-۱۸۵۱-۱۸۶۱+۲۲۲۴ ۲۵۰+۱۸۶۱ -

ان میں سے ۸۵۴۹۴ انگریزی علاقوں میں اور ۱۴۷۲۹۷ دیسی ریاستوں میں۔+ ان میں اگر پرتگالی اور فرانسیسی علاقہ ہندوستان کے مسیحی شامل کئے جائیں۔ جن کی تعداد ۱۸۳۱۷ ہے۔ تو کُل میزان ۱۲۵۵۲۶۰ ہوتی ہے۔ ۱۸۹۱ میں مسیحی مذہب کے پیروؤں کی تعداد پانچویں درجہ پر تھی۔ یعنی ہندو ۲۰۷۷۳۱۷۲ مسلمان ۵۷۳۲۱۱۶۴ ابوگینل ۹۲۸۰۰۶۷۷ بدھ ۷۱۳۱۳۶۱۵ مسیحی ۲۲۸۴۱۷۲۔ سکھ ۱۹۰۷۸۳۳۔ جین ۴۱۶۶۳۸۔ پارسی ۸۹۹۰۴

۱۸۹۱ میں مسیحی سکھوں سے تعداد میں ۹۳۳۳۲۷۶۳ زیادہ تھے اور ۱۸۸۱ میں مسیحیوں کی تعداد ۱۸۶۲۴۳۴ تھی اور سکھوں کی ۱۸۵۳۴۲۶ مسیحی صرف

۹۲۴۹ زیادہ تھے + سنہ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری بڑی دلچسپ ثابت ہوگی +

۱۸۹۵ اور ۱۹۰۰ء کا باہمی مقابلہ بلحاظ طالبعلموں کے

۱۸۹۵ء میں ساری دنیا میں مسیحی جوانوں کے مجمع کالجوں اور یونیورسٹیوں سے متعلق ۹۰۰ تھے اور ۱۹۰۰ء میں ۱۴۰۰ + ۱۸۹۵ء ۴۵۰۰۰ ہزار طالب علم اور پروفیسران کے ممبر تھے ۔ ۱۹۰۰ء میں ۶۵۰۰۰ ہزار ۔ ۹۵ء میں ۸۰ سکرٹری اپنا سارا وقت دیتے تھے ۔ ۱۹۰۰ء میں ۱۰۱ + ۹۵ء میں ۲۱ عمارتیں ۱۲ لاکھ روپیہ کی مالیت کی تھیں ۔ ۱۹۰۰ء میں ۳۹ بمالیت ۳۰ لاکھ + ۹۵ء میں دس کانفرنس ہوئے۔ جن میں ۲۶۰۰ طالب علم شریک تھے ۔ ۱۹۰۰ء میں ۲۰ کانفرنس اور ۵۲۰۰ طالب شریک ۔ ۹۵ء میں بیبل کلاسوں کے ممبر ۱۱۰۰۰ ہزار طالب علم تھے ۔ ۱۹۰۰ء میں ۲۵۰۰۰ ہزار + ۹۵ء میں ۲۰۰۰ ہزار طالبعلم مشنوں کا مطالعہ کرتے تھے ۔ ۱۹۰۰ء میں ۵۰۰۰ ہزار +

امریکہ میں مسیحی مذہب کی ترقی

سال	گرجا	خادم الدین	عشاء ربانی لینے والے
۱۸۰۰ء	۳۰ ۳۰	۲ ۶۵۱	۳۶۴ ۸۷۲
۱۸۵۰ء	۴۳ ۰۷۲	۲۵ ۵۵۵	۳،۵۲۹ ۹۸۸
۱۸۷۰ء	۷۰ ۱۴۸	۲۷ ۶۰۹	۶ ۶۷۳ ۳۹۶
۱۸۸۰ء	۹۷ ۰۹۰	۶۹ ۸۷۰	۱۰ ۶۵۹۶۳
۱۸۹۰ء	۱۵۱ ۱۷۲	۹۸ ۱۸۵	۱۳ ۸۲۳ ۶۱۸
۱۹۰۰ء	۱۷۲ ۴۰۶	۱۲۶ ۰۴۶	۱۷ ۸۸۴ ۴۷۵

پادری اوکلی صاحب کا ذکر ہے کہ شمالی افریقہ کے صوبہ الجیریا میں گشت کر رہے تھے کہ انکو چند عربی باشندے موضع بنی نزال علاقہ صحرا کے ملے۔ اگرچہ وہ بڑے متعصب محمدی تھے تو بھی وہ مسیح کی

بابت دریافت کرنے آئے۔ ان میں سے ایک سردار نے صاحب موصوف سے استدعا کی کہ میرے فرقہ بنی سلم کی ایک مجلس میں صحرا کے اُس پار میرے ہمراہ تشریف لائیے۔ اس مقام پر ان لوگوں نے اوکلی صاحب کی بڑی خاطر تواضع کی جس کی وجہ بعد میں واضح ہوئی۔ ایک بڑے صندوق کی تہ میں سے جو عربی کتب سے بھرا تھا۔ ریشمی جزدان میں لپیٹی ہوئی فارسی زبان کی انجیل کی ایک جلد نکالی گئی۔ اس کتاب کا اصلی قصہ یوں بیان کیا گیا کہ اس سردار کا باپ مکہ کے حج کے بعد اِدھر اُدھر سفر کر رہا تھا کہ ملک فارس میں پادری ہنری مارٹن صاحب کی ملاقات اس سے ہو گئی۔ وہ صاحب موصوف کے ساتھ بہت گفتگو کرتا رہا اور اسی سے "سیدنا عیسیٰ" کے حالات اس پر منکشف ہوئے جس کتاب میں سے ہنری مارٹن صاحب اُس کو پڑھ کر سنایا کرتے تھے وہ اُسی کو دے دی۔ جب اس شخص کے مرنے کا وقت قریب آیا اُس نے اپنے بیٹے کو تاکید کی کہ اگر کوئی انگریز صحرا کے علاقہ میں آئے اور اپنے آپ کو یسوع مسیح کا خادم ظاہر کرے اور ہفتہ میں ایک روز سفر یا کاروبار کرنے سے انکار کرے تو شیراز کے اس انگریز (یعنے پادری ہنری مارٹن صاحب) کی خاطر اُس کے ساتھ تلطف اور مہربانی سے پیش آئیو۔ اِس طور پر ہنری مارٹن صاحب کی یادگار اس کی موت کے کئی سال بعد صحرا کے ایک سردار کے دل میں باقی رہی۔ اوکلی صاحب نے جو اتوار کے روز سفر کرنے سے پرہیز کیا وہی اس سردار کو اس کی طرف کھینچ لانے کا باعث ہوا۔

ہر **ایک** لڑکی کو جو بادشاہوں کے محلوں میں رہتی ہے کوئی خدمت سپرد ہے۔ وہ حقیر پودے جو باغ کے کونے میں اُگے ہیں اپنی ہستی کا کچھ نہ کچھ مدعا رکھتے ہیں۔ ہر ایک کیڑا نے کسی خاص مقصد کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور میں یہ نہیں مان سکتا کہ کوئی انسان خصوصاً کوئی مسیحی بے فائدہ یا بیکار دنیا میں آیا ہے۔ خدا نے تمکو کسی خاص خدمت کے لئے مقرر کیا ہے۔ اس خدمت کو دریافت کرو۔ اپنی جگہ معلوم کر کے اس میں قائم ہو۔ خواہ تمہیں لکڑیاں کاٹنے یا پانی بھرنے کی حقیر خدمت سپرد ہو خدا اور راستی کی خاطر کچھ نہ کچھ کام کرو (سپرجن)

بیبل میں پھولوں کے بارے میں کیا مرقوم ہے

بیبل کے اکثر مقاموں میں پھولوں کا ذکر پایا جاتا ہے۔ اس میں مرقوم ہے کہ انسان پھول
کی مانند ہے کیونکہ وہ مر جاتا اور نظروں سے غائب ہو جاتا ہے۔ بیبل میں بہت سی آئتیں ہیں
جو انسان کو کملائے ہوئے پھول سے مشابہت دیتی ہیں۔ کہ ہر ایک بشر گھاس کی مانند
ہے اور انسان کی ساری رونق گھاس کے پھول کی مانند ہے۔ گھاس تو سوکھ گئی
اور پھول جھڑ گئے۔ ایک اور بھی خیال سے انسان پھول سے مشابہ کیا گیا ہے مثلاً
پھول تھوڑے ہی عرصے کے لئے ہوتے ہیں۔ یہی حال انسان کا ہے۔ پھر لکھا ہے
کہ انسان جو ہے اس کے دن گھاس کی مانند ہیں وہ جنگلی گل کی مانند پھولتا ہے
کیونکہ اُس پر سے گذری اور وہ نہیں اور اُس کا مقام پھر اُسے نہ پہچانیگا اور یہ
سب انسانوں پر صادق ٹھیرتا ہے۔ پھول صرف تھوڑی ہی مدت تک
رہتا ہے۔ اور اگرچہ انسان بہت برسوں تک زندہ رہے۔ تو بھی اس کی
زندگی بہت کوتاہ ہے۔ بعض پھول صرف چند گھنٹے تک ٹھیرتے ہیں۔
یہی حال اُن چھوٹے بچوں کا ہے۔ جو چند مہینے خواہ برس زندہ رہتے
ہیں۔ وہ نہایت ہی خوبصورت اور پیارے معلوم ہوتے لیکن ان پھولوں
کی طرح اُن کی زندگی جلد ختم ہو جاتی ہے۔ تم شاید یہ کہو گے بڈھے اور ضعیف
لوگ پھولوں کی مانند نہیں ہوتے۔ لیکن اگر تم اُنہیں لوگوں سے پوچھو۔ تو
وہ خود بیان کرینگے۔ کہ زندگی بہت تھوڑی ہوتی ہے۔ اور یہ اُن پھولوں
کی مانند ہیں۔ جن کا قیام چند عرصے تک رہتا ہے۔ پھول اور انسان دونوں فنا
ہو جاتے ہیں اور یہی پیدا بھی ہوتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ ان دونو
میں ایک قسم کی مشابہت ہے +

ملکے باہم سہیلیاں دونوں بانٹتی غم سہیلیاں دونوں مارکس صوبہ دار کے غم میں شوہر غم گسار کے غم میں
ہوا جاتا تھا ویوید کا جگر عدم واپسی کی سنکے خبر سینہ شق تھی غم فراق سے غم زدہ شائق تھی [illegible]
ویوید جب پہ تھی تو بھی غنچۂ دل نہ بت کی صورت تھی اب سبینا کی دیکھ کے حالات اسکے حق میں ہوئے [illegible]
اب تکلف تھا ویوید سے بھلا جب کرنے گرماں کا مارسلا ہونہ ہمدرد ہمنشین تھا داغ دے آرزوؤں کا [illegible]
چپ سی کہہ دو عیسائی ویوید رکھتی تھی شناسائی تھی سبینا کے تعلق حیران کیا تمھی تھی بات پڑی [illegible]
بدلحد وہ تھا جو اجاڑ دیا کھیلتے کھیلتے بگاڑ دیا خود جہاں سے گئی بچا تھم کردیا اپنی بیٹی کو بھی یتیم
[illegible] بے نصیب ہے ایسی ثابت قدم سہیلی سے ویوید اس لئے بشوق تمام [illegible] تھی اسکا دل [illegible]
ویوید تو پائی تھی یہ بھی نیز ندی عیسائی ہوئے تھی اکثر تھا عجب یہ ویوید کو عجب دیوتے جو آسمانی سب
[illegible] ترک اختیار کرتے ہیں ایک جی نثار کرتے ہیں لیکن اسکا بدل کیا یہ خیال خود سبینا کا [illegible] حال
بت پرستی کو اسکا رد کرنا جیسے آخر مسیح میں مرنا اسکے ایمان میں وفاداری ویوید نے سنی تھی اب ساری
[illegible] جو مانوس دل محبت سے ہو چلا اس مسیحیت سے کر رہی تھی اشارہ چشم ضمیر اس میں کوئی شریف تر تدبیر
جسکے سب طفل خوردسال دلیر اور ہیں عورتیں کمال دلیر انکے ایمان کی ماہیت کیا ہے رکھتی امید خاصیت کیا ہے
[illegible] لطف زندگی کیوں ہے جانکنی میں انہیں خوشی کیوں ہے کون تھا اب سوائے مارسلا سچ کرے ان صداقتوں کو بھلا
[illegible] مگر ویوید کو یہ بھی خیال بھائی بند اسکے [illegible] تب ہوا خوری کے بہانے سے ایلوا کو بھی ساتھ میں لیکے
[illegible] کے غربی کنارہ پر کارتھیج کے قدیم تھے جو کھنڈر بیٹھی تھیں [illegible] شوق دل جا ویوید ایلوا و مارسلا
[illegible] زندگی کی حیات کی باتیں اسکے ماں باپ [illegible] بیٹی پر [illegible] مسیحیت کا اثر
[illegible] کیا ہے کیا گزرتا ہے ماجرا کیا ہے سمجھے کچھ سوچنے کا نام نہیں کوئی اندیشہ کا مقام نہیں
ویوید لوٹی اپنے مذہب سے وہ تعلق کہ اب کسی سے ہے کوئی مداہ کر نہیں سکتا اب اس اسکا اجڑ نہیں سکتا
[illegible] ماسلا [illegible] مرگ مادری سے بھلا اس میں اب کہاں سکت باقی زور ڈالے جو ویوید پہ کبھی
[illegible] اسکو مسیحیت میں لائے بت پرستی کا نقش دل سے مٹائے وہ جو اکٹیویس دلاور تھا ویوید کا بڑا برادر تھا
ایک اسکا برادر اصغر نام تھا جس کا جولیس سیٹر جو کہ اکٹیویس دلاور تھا روم کی فوج میں وہ نوکر تھا

[illegible] بہر [illegible] — [illegible] شفیق
دونوں ورزش پسند نہ تھے — دم [illegible] کا دل سے [illegible]

[illegible] تھا [illegible] — [illegible] تھا بچپن میں
ہو نہ سکتا تھا وہ دھر [illegible] — تھا وہ تحصیل علم پر راغب

[illegible] ایک کو پسند وہ تھے — تھا وہ [illegible] دل [illegible]
اسکی تھی دیو یہ بڑی تدبیر — تھا وہ اُسکا صلاح کار و مشیر

[illegible] کو وہ [illegible] — دل سے اکٹیویس کو پیارا تھا
چھوڑ کر اپنی ورزش کو مدام — چھوٹے بھائی کو [illegible]

[illegible] کا [illegible] — ہو گئی دل سے سو مارسلا
اور اس مہ جبین کا مثل قمر — تھا نہ [illegible] اکٹیویس کے دل پہ اثر

باپ اُسکا [illegible] مال — دولت دین تھا نہ مالا مال
خبر اکٹیویس نے اب پائی — دیو یہ ہے کہ بنتے عیسائی

اسکے حق میں بھی کچھ ملال ہوا — بڑھ کے مطلب کا خیال ہوا
[illegible] کا بھی خیال تھا — [illegible] مارسلا

[illegible] اصری کو ماتی ہے — اپنا معبود اسکو جانتی ہے
اس لیے اُس کا چھوڑنا بہتر — رشتہ الفت کا توڑنا بہتر

دیو یہ لکھ گئی یہ حال مگر — بعد چندے پڑا خود اُسپہ اثر
ہوگئی امتحان میں [illegible] — [illegible]

[illegible] غم آنکھ سے لگی بہنے — کر کے افسوس یوں لگے کہنے
ہائے بھائی کو [illegible] — [illegible] وہ خیال مارسلا

[illegible] ہاتھ سے کھو دیا — خط نے بھائی سے یوں ہوئی گویا
بھائی میری خطا معاف کرو — دل کدورت سے پاک صاف کرو

[illegible] پھر ملی جو مارسلا — میرے دل کو کمال شاد کیا
آپ جب گھر کو [illegible] — [illegible] میں اُسکو پائینگے

دیو یہ نے یہاں چھپائی بات — دل کی لب تک نہ آئی ذرا بات
اپنی امید کا نہ بھید دیا — [illegible]

کی نہ اس امر کی بھی کچھ تشریح — آگے اُس سے سنیگا حال صحیح
کس طرح [illegible] — جب نہ خود اعتراف کر سکتی

جب اکٹیویس نے حال پڑھا — نشہ حیرت اسکے سر کو چڑھا
ہو نہ اس حال سے تحیر کیوں — ہے خیالات میں تغیر کیوں

طے نہ شبہات کی ہوئی منزل — خط کتابت تھی اندنوں مشکل
اب مہینوں شمار کرتا ہے — دیر تک انتظار کرتا ہے

گو ہوا اکٹیویس کو حیرانی — گیسوؤں کی طرح پریشانی
کیونکر ایسی ہوئی خدا جانے — مانے عیسائیوں کے افسانے

ہم اُسے چھوڑ کر ہی غم میں — یاد محبوب رشک عالم میں
کچھ کرینگے بیان مارسلا — اسکے دل کا یہ رنگ کیوں بدلا

کون سا آفتاب تھا نزدیک — کیوں منور ہوا دلِ تاریک
دیو یہ پہ اثر پڑا کیونکر — ہو گیا موم دل کڑا کیونکر

بت پرستی کا جو حجاب اُٹھا — کسنے رخ سے دیا نقاب اُٹھا
تو بھی جو بات تھی ادھوری تھی — زندگی تھی مگر نہ پوری تھی

صبح صادق

تیرگی دل کی جو کھوتی ہے — صبح صادق طلوع ہوتی ہے | ایکدن ودویہ کا دل جو چلا — ہاتھ میں ہاتھ [illegible] ملا

[illegible] پہنچی مقام سابق پر — کارتیج کے جہاں گئے تھے [illegible] | پھرتی تھی [illegible] — [illegible] عجب بہار درخت

[illegible] خموشی سے — ودویہ نے کہا سہیلی سے | شک کبھی دل میں لا سکتی تھی — بات وہ [illegible] نہیں سکتی

جسکی جو بات نہیں کرو تشریح — تھا فریبی اگر یسوع مسیح | وہ دنیا کی [illegible] — جو کہ ملتی تھی اُنکو امت

کیے [illegible] صاف انکاری — [illegible] ذلت و خواری | اُسنے جو دعوے جلیل کئے — سب [illegible] دلیل

[illegible] حواریوں کو اگر — [illegible] | ہم اپنے اگر [illegible] داری — [illegible] انکار

[illegible] دیکھا — مرنے [illegible] دیکھا | تو کبھی یوں جان دیتے وہ — [illegible] وہ

[illegible] عوض وہ اگر — جب [illegible] عوض تو | [illegible] بزدل [illegible] — حرف کا اعتراف کرتے ہو

[illegible] — جو تمہارے مسیح کی بابت | اس سے بڑھکر نہیں [illegible] دلیل — ہو گی کوئی الوہیت کی دلیل

بنتے تجھ [illegible] کیا ابتک — بات پر اپنی جان دی بے شک | اور وہ سنتے [illegible] جانتے ہیں — ایزد ذوالجلال جانتے ہیں

[illegible] عقائد پر [illegible] — جان دیتے [illegible] | [illegible] کلام [illegible] — اس سے بولی کہ تم نے سچ کہا

ودویہ [illegible] — وہ تو سب کے خدا [illegible] | پر میں اُسوقت خوش ہونگی — جب تمہاری زباں سے سن لونگی

ابتدا و انتہا ہے مسیح — الفا اور اومیگا ہے مسیح | ہے مجسم الوہیت اُس میں — کل ہیں اسرار معرفت اس میں

لیکن ایسی دلیل نے مجھ — ودویہ پیاری کچھ کیا نہ اثر | صرف عیسےٰ کی پاک سیرت نے — خوبی و پاکی طبیعت نے

بے محل کر لیا گھر دل میں — ڈالتی ہے بڑا اثر دل میں | اُسکی انسانی ذات کی تاثیر — لیگئی کر کے دل مرا تسخیر

[illegible] تعصبات کو دور — اسکی روزانہ زندگی نے ضرور | اسکا شیریں کلام میٹھی بات — گھولتی ہے دہن میں قند و نبات

دردمندوں سے اُسکی ہمدردی — بخشتی ہے عجیب پامردی | وہ حلیمی اور اسکی شوکت و شان — آدمی کو بناتی ہے انسان

اس سے پاتا ہے تقویت ایمان — دل ہے ممنون ایزد منان | مجھکو اثبات کا تو ہے اقرار — ہو فریبی اگر کوئی مکار

پھر اثبات دعوے باطل — جان بھی دی تو کچھ نہیں مشکل | بعض نے بلکہ آج تک اکثر — جان دیدی ہے وہمی باتوں پر

شہیدانِ کارتھیج

ہاں مگر یہ محال مطلق ہے اسکا دعوے کریں تو ناحق ہے جی سکونگا مسیح کی مانند میں بھی ہونگا مسیح کی مانند

کس میں قدرت ہے جو ایسے کلام کرے کس کا منہ ہے جو یہ کلام کرے دشمنوں نے جو بھیجے تھے نذر کہتے اپنا سا ہونٹ منہ لیکر

اُسکی مانند کر سکیگا کلام کوئی واعظ نہ پیشوا امام ویویہ بولی تب تبسم سے اے سہیلی میں کہتی ہوں تم سے

تم بڑے جوش میں ہو ماسیلا جوش کیا ہوش میں ہو ماسیلا کیونکہ تم نے جس قدر تقریر ہے وہ کالنقش فی الحجر تحریر

کاش میں بھول جاؤں سب باتیں مجھسے کی ہیں جو تم نے سب باتیں میں تمہاری طرح نہ ہوں مائل لاکھ معقول ہو نہ ہوں قائل

دیوتاؤں کا تھا خیال مجھے حال سے بڑھکے تھا وہ حال مجھے میں تو انکے حضور میں خوش تھی اپنی [illegible] میں خوش تھی

تھا حفاظت پر انکی ناز مجھے سب سمجھتے تھے پاکباز مجھے اس جہاں میں خیال تھا اپنا ساتھ عصمت کے زندگی ہو اگر

اُس جہاں میں نجات پاؤنگی مرتے دم میں نجات پاؤنگی لیکن اب تو نہیں وہ اطمینان کچھ ہے ڈھلمل یقین ایمان

میں تو سمجھی تھی ایسی سنگت میں دل لگیگا تمہاری صحبت میں اپنے خاوند کی جدائی کا بھولتی رنج بیوفائی کا

بلکہ اب ہے تمہارے ساتھ یہ حال بھول جاتی ہوں مار کر خیال لیکن آخرش میں رہ نہیں سکتی فکر کا بوجھ سہہ نہیں سکتی

دست میں دیکے اپنا دست کرم اور مجھکو بڑھاؤ ایک قدم تاکہ جو جانتی ہو جانوں میں تم جو کچھ جانتی ہو مانوں میں

ورنہ میں پاؤنگی نہ اب آرام دل ہے بے چین بیقرار مدام سنکے کل واقعات ماسیلا اُس سے بولی یہ بات برملا

صبر کے ساتھ ویویہ پیاری میں حقیقت بتاؤنگی ساری ہے جو عیسے مسیح انکا خدا اُس میں امید نئی ہے کیا کیا

ہے یہ مجھکو اسی سے اطمینان دیگا میرا ہی سا تمہیں ایمان بلکہ میں تمکو بڑھکے پاؤنگی باپ کو اپنے جب بلاؤنگی

مجھسے بہتر بتائیگا تمکو جو نہ آتا ہو آئیگا تم کو آپکے یہ سوال جتنے ہیں سبکے دیگا جواب کتنے ہیں

ویویہ تم تو لاتی ہو ایمان ایک ہی ہے خدا یہ ایمان ہما دیوی اور دیوتا یہ پتھر ہیں پوجنے والے انسے بدتر ہیں

اور تم یہ بھی جانتی ہو کیا ہے یہوواہ ہی ازل سے خدا جسکے ہم ہوں کہ تم کہ کل عالم چلتے پھرتے ہیں جسکے دم بدم

اس سے بڑھکر ہے اور مجھکو خیال جانو تم اس مکاشفہ کا حال جس کا حق کے کلام میں ہے ظہور دے جو دل کو سرور آنکھ کو نور

جسکے باعث شکستہ حال بشر ہو نئے سال پر بحال بشر دل انسان ہو شکر سے معمور تم بھی مشکور ایسی ہوگی ضرور

ہوگی معلوم تب یہ بات تمہیں آپ دیتا ہے وہ نجات ہمیں ابدی موت سے بچاتا ہے کام اسی زندگی میں آتا ہے

ویویہ نے کہا میں کیا جانوں ابدی موت کس طرح مانوں کیوں سزاوار میں سزا کی ہوں رکھتی امید جب جزا کی ہوں

بہبودی کے ساتھ پہنچیگی۔ ڈیرہ غازی خاں میڈیکل مشن کے لئے ایک نئے مشنری ڈاکٹر گاسٹر
آئے ہیں۔ ملتان کے ڈاکٹر مارٹم ۲۲ مارچ کو روانہ ولایت ہونگے۔ علاقہ بھیل کے بعض حصوں
میں قحط کے آثار پھر ظاہر ہو رہے ہیں۔ ہندوستان میں مردوں کی نسبت دگنی عورتیں خودکشی کرتی
ہیں اور برطانیہ اعظم میں عورتوں کی نسبت تین گنا مرد اپنے ہاتھوں آپ کو ہلاک کرتے ہیں۔
۱۸۹۹ء میں میسوروں میں ۲۳ و ۱۸ فی میل اموات ہوئیں۔ محمدیوں میں ۵۵ و ۸ ! اور ہندوؤں میں ۲۰٫۱۴۲۔
اخبار ایپیفنی ۱۹۔ جنوری کے پرچہ میں لکھتا ہے کہ مشنری اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں سے میل جول
نہیں رکھتے اور یوں ایک بڑا بھاری موقعہ کھو رہے ہیں۔ ان کا سارا وقت چوہڑوں چماروں
کے مسیحی کرنے اور لڑکوں کو امتحان پاس کرانے میں صرف ہوتا ہے۔ ۱۸۰۰ء میں مختلف
مشنوں کا سالانہ خرچ ۱۸۰۰۰ روپیہ تھا۔ ۱۹۰۰ء میں ۲۵۰۰۰۰۰ روپیہ۔ ۱۸۰۰ء میں
تمام دنیا میں دو سو پروٹسٹنٹ مشنری تھے۔ ۱۹۰۰ء میں دس ہزار۔ افواہ ہے کہ کلکتہ کے
بشپ ڈاکٹر ویلڈن کو لندن کی بشپی پیش ہوگی۔ مہارانی وکٹوریہ کی وفات کے وقت انکی
رعایا کا ساتواں حصہ مسیحی تھا۔ انکی کل مقبوضات کی آبادی ۳۵۰۰۰۰۰۰۰ ہے + آج
کے دن کل دنیا کے بت پرست ملکوں کے عشاء ربانی لینے والے دیسی مسیحیوں کی تعداد
۱۲۸۵۲۹۸ ہے۔ اسوقت انگلستان میں ۵۰ لاکھ رومن کاتھولک مسیحی ہیں اور کل مقبوضات
برطانیہ میں پچیس لاکھ۔ جنوبی ہندوستان میں ۱۷ پروٹسٹنٹ مشن کالج ہیں۔ ۴ میں بی۔ اے
تک تعلیم ہوتی ہے اور ۱۳ میں ایف اے تک۔ ان میں ۲۹۳۲ طالب علم تعلیم پاتے ہیں۔
ان میں سے ۷۵۶ مسیحی ہیں۔ جنوبی ہند کے کل کالجوں کے طلبا کی تعداد چار ہزار ہے۔ ۱۸۹۷ء
سے مدراس کرسچن کالج کے ۱۹۵۰ طالب علموں نے ڈگری پائی ہے۔ ان میں سے ۲۲۰ مسیحی ہیں
اپنی ضلاع میں مشن کے ۲۶ ہائی سکول ہیں۔ ان میں باسٹھ ہزار مسیحی تعلیم پا رہے ہیں۔ ان میں سے
قریب اکتالیس ہزار لڑکے اور اکیس ہزار لڑکیاں ہیں۔ آپ نے مسیحی کا چندہ ابھی تک ادا کیا ہے
یا نہیں۔ ایسے رسالہ کے لئے ڈیڑھ روپیہ سالانہ بھی کوئی بڑی بات ہے؟ ترسیل زر و دیگر خط و
کتابت متعلق اخبار بنام منیجر مسیحی مسیحی پریس لاہور ہونی چاہئے۔ مضامین بغرض اشاعت بنام ایڈیٹر۔

[illegible]

THE MASIHI,

AMRITSAR.

Vol. VI. *February, 1901.* *No. 2.*

CONTENTS.

Literary Communications *alone* should be addressed to the Editor *Masihi*, Amritsar. Business Letters and Remittances to the Manager, *Masihi Press*, Lahore.

Annual [illegible] [illegible]or *[illegible]trictly in advance*—

[illegible] Ceylon, Re. 1-8-0. }
England and America, 2*s.* } Post free.

ہم یسوع کو دیکھنا چاہتے ہیں

مسیحی

جلد [illegible] امرتسر نمبر ۳

۱۵ - مارچ - ۱۹۵۱ء

فہرست مضامین

مطبوعہ مسیحی پریس لاہور

یہ اخبار ہر مہینے کی پندرہ تاریخ کو امرتسر سے شائع ہوتا ہے [illegible]

گلدستہ اخبار

مدراس پریزیڈنسی کالج کے پروفیسر سموئیل ستیا نادہن کی بیوی نے ایم۔ اے (مضمون انگریزی) کے امتحان میں کامیابی پائی۔ بی۔ اے کی سند شادی سے پہلے حاصل کی تھی۔ مسٹر پال دانیل نے فلاسفی میں ایم۔ اے کیا۔ مدراس میں ہر پچاس بی اے کی سند یافتہ میں سے ایک ایم۔ اے ہے پردیسی مسیحیوں میں ہر ۲۰ میں ایک ایم۔ اے ہے مدراس میں اسوقت ۴۶۰ بی۔ اے اور ۵۱ ایم۔ اے دیسی مسیحی ہیں۔ بنگال میں مس چندرمکھی بوس (مسیحی) پرنسپل بیتھون کالج پہلی لڑکی تھی جس نے بی۔ اے اور بعد میں ایم۔ اے کے امتحان میں کامیابی پائی۔ مس میری ستر (مسیحی) (جواب مسز نندی ہیں) پہلی لڑکی تھی جسنے طبابت کی اعلیٰ سند حاصل کی۔ مس کارنیلیا سہراب جی (مسیحی) نے نہ صرف بمبئی بلکہ اوکسفورڈ اور الہ آباد کے اعلیٰ قانونی امتحانوں میں نام پیدا کیا ہے۔ الہ آباد یونیورسٹی میں مس۔ ایس چکربتی (مسیحی) پہلی لڑکی تھی جس نے ایم۔ اے کی سند پائی۔ مس لیلاوتی سنگھ ایم۔ اے نے امریکہ میں بڑا نام پایا ہے۔ اس سال مدراس یونیورسٹی کے امتحان بی۔ اے میں دو مسیحی لڑکیاں کامیاب ہوئیں۔ ممالک مغربی و شمالی سے ذیل کے مسیحی طالب علم پچھلے امتحان بی۔ اے میں کامیاب ہوئے۔ درجہ دوم۔ ایڈورن سموئیل جونس۔ تھامس جارج ولسن۔ ٹوبٹ کرسٹوفر۔ ٹرائم دینی سہائے۔ جوزف بنین فرمینک۔ گیان پرکاش پیٹرس۔ مس سیرا داس۔ درجہ سوم۔ ایورٹ شیلی۔ آگرہ مشن سٹیشن کے پاسٹر صاحب اپنے علاقہ کے دلچسپ واقعات سے ہمیں اطلاع دیتے رہیں تو مسیحی کے ناظرین مشکور ہونگے۔ مدراس کے ایک نامی مسیحی وکیل مسٹر سوبرامانیم نے میڈیکل کالج میں تعلیم پانے کے لئے دو وظیفہ مقرر کئے ہیں او تین اور مقرر

۱۵- مارچ - ۱۹۰۱ء

نوٹ اور رائیں

بیسویں صدی کے مشن - گذشتہ صدی نے مشن کے متعلق بہت سے قیمتی سبق سکھائے ہیں جو موجودہ صدی میں کارآمد ہونگے - امریکہ کے اخبار ریویو آف ریویو میں ایک اقم خصوصًا دو کا ذکر کرتا ہے - اوّل ہر ایک قوم میں انجیل کی منادی خصوصًا اُس قوم کے اپنے ہی کارندوں کے ذریعہ سے ہو گی - مشنریوں نے علاوہ منادی کی خدمت کے مختلف ممالک میں مشنوں کی بنیاد قائم کی اور کام کے مختلف طریق جاری کئے ہیں مگر جو نومرید اُنہوں نے حاصل کئے اور جنکو انہوں نے تعلیم دیکر تیار کیا وہی اپنے علاقہ میں مسیحی مذہب کے پھیلانے کا باعث ہوئے ہیں - دوم - اُنیسویں صدی کے اختتام پر دیسی کلیسیاؤں میں سیلف سپورٹ اور خود اعتمادی کی ضرورت تسلیم کی گئی ہے جب تک ان اصولوں کو مدنظر نہ رکھا جائے کوئی کلیسیا آزاد بنیاد پر قایم نہیں ہو سکتی - اس تجربہ کا نتیجہ ہوگا کہ آئندہ مشن کے طریقوں میں تغیرات واقع ہونگے - مثلاً (۱) مشنری علاقوں میں دیسی مسیحیوں اور دیسی کلیسیاؤں پر زیادہ ذمہ واری کا بوجھ ڈالا جائے گا دیسی مسیحیوں میں بعض اوقات ایسے لائق اشخاص ہوئے ہیں کہ مشن کا کام چلانے میں اپنے اُستادوں سے بھی بڑھ گئے ہیں اور اس صورت میں تنازعے اور پھوٹ پیدا ہوتی ہے - مگر بجائے مخالفت کے اِس قسم کی آزادانہ خدمت کا حوصلہ بڑھانا چاہیئے اگر دیسی کلیسیاؤں کو چھوڑ دیا جائے تو وہ ضرور غلطیوں میں مُبتلا ہو جائینگی - مگر

انکو مشنری کی ہدایت اور نذر کا محتاج رکھنا بڑی بھاری غلطی ہے۔ (۲) مختلف مشن دیسی
کلیسیاؤں میں ہمدردی اور مدد کی خدمت زیادہ زیادہ اختیار کرینگے۔ انجیل کی منادی
اور پاسٹر کا کام دیسیوں پر چھوڑ دیا جائیگا اور بعض خدمات مثلاً میڈیکل مشن یا مسیحی علم ادب
بذریعہ تصانیف یا ترجموں کے رواج دینا یا دیسی مسیحیوں کو خدمت کے کام کے لئے تعلیم
دینا وغیرہ مشنری صاحبان کرتے جائینگے۔ (۳) مشنریوں کے انتخاب میں منادی کی لیاقت
کا چنداں لحاظ نہ ہوگا جسقدر کہ انکے تعلیم دینے اور انتظام کرنے کی قابلیت کا ہوگا۔
(۴) جوں جوں کام ترقی کریگا اسی تناسب سے مشنریوں کی تعداد کم ہوتی جائیگی۔ شاید چند
سال تک اس تعداد میں تخفیف نہ ہوگی مگر آخر کام کے مختلف طریق اختیار کرنے سے
غیر ممالک کے مشنریوں کی تعداد گھٹتی جائیگی۔ اس میں کفایت شعاری کا لحاظ بھی ہوگا
کیونکہ ایک مشنری کی تنخواہ میں ایک درجن کارندے پرورش پاسکینگے (۵) مسیحی ممالک
سے واعظ اور لکچرار انجیل کی منادی کے دورے کرنے کے لئے اکثر آیا کرینگے۔ (۶) جب
غیر مسیحی ممالک میں مسیحی خدمت نئے طریقوں پر جو ماضی کے تجربہ پر مبنی ہیں جاری ہوجائیگی
تو پردیسی مشنریوں کے مستقل قیام کی ضرورت نہ رہیگی۔ مسافت طے کرنے کے آسان
سلسلے قائم ہونے پر آمد و رفت بڑھ جائیگی۔ اور پھر ضرور نہ ہوگا کہ کوئی شخص انجیل کی خاطر اپنے
وطن کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہے۔ جو شخص غیر ملک میں مستقل طور پر رہنا پسند کرے وہی
مشنری ہوکر جائیگا اور وہ اس ملک کی کلیسیا میں شامل ہوکر رہیگا۔ ان خیالات سے تین
نتائج نکلتے ہیں یعنے اول غیر ممالک کے لئے مشنری سوسائٹیاں مسیحی کلیسیا کی خدمت کا پائدار
انتظام نہیں ہے۔ گذشتہ صدی میں خیرات اور چندوں سے کام چلتا رہا ہے اور اب بھی انکی
ضرورت ہے۔ مگر آخر ایک وقت آئیگا جب چندے کام کی ترقی کے ساتھ ہمقدم نہیں رہ سکینگے
پھر خرچ میں تخفیف کرنی پڑیگی۔ اگر اس صدی کے شروع میں کلیسیا دل کھولکر خیرات دے تو وہ
وقت جلد آئیگا جب پرانے طور و طریق میں انقلاب پیدا ہوجائیگا۔ دوم مشنریوں کے خاندان کی نسبت

مشکلات کا حل ہو جائیگا۔ اب جو جدائی بیوی یا بال بچوں کی گوارا کرنی پڑتی ہے وہ جاتی رہے گی۔ دوسری یہ کہ غیر ملک میں ڈیرہ بنانے کی ضرورت ہی نہ رہیگی۔ سوم مختلف مشنوں کو لازم ہے کہ ان تبدیلات کو مدنظر رکھکر فوراً انتظام شروع کریں۔ ہر قسم کی خدمت کا انجام یہ ہونا چاہیے کہ ہر قوم میں کیونکر ایک ہی کلیسیا قائم ہو جائے جو آزاد اپنے پاؤں پر کھڑی پاکیزہ اور ترقی کرنیوالی ہو۔

ہندوستانی مسیحیوں میں قانون نکاح۔ ہمارے ناظرین جو کلیسیائے انگلستان سے تعلق رکھتے ہیں۔ جانتے ہونگے کہ نماز کی کتاب کے رو سے کسی آدمی کا اپنی سالی کے ساتھ شادی کرنا ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ یہ رسم انگلستان میں مروج ہے اور نماز کی کتاب کے ساتھ ساتھ ہمارے ملک میں بھی آگئی ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو اس رسم کا مسیحی مذہب کے ساتھ کچھ تعلق نہیں اور اس قسم کی شادی کی ممانعت ہمارے ملکی مسیحیوں پر ایک بیجا سختی ہے لطف یہ ہے کہ ہندوستان کے مختلف بشپ صاحبان بھی اسکی نسبت متفق الرائے نہیں۔ ہمیں یاد ہے کہ چند سال گذرے کہ ہمارے لاہور کے بشپ میتھو صاحب مرحوم نے ایک مسیحی کو کچھ عرصہ کے لیے عشائے ربانی سے خارج کر دیا محض اس لئے کہ وہ شخص سالی کے ساتھ شادی کرنے کے جرم کا مرتکب ہوا تھا۔ آپکا فتویٰ یہ تھا کہ یہ کوئی خدا کے خلاف گناہ نہیں ہے مگر کلیسیا کے انتظام کے خلاف ہے۔ اسی موقعہ پر بشپ صاحب موصوف نے ایک رسالہ بھی اس مضمون کا تصنیف کر کے شائع کیا جسمیں آپ نے اس رسم کے خلاف دلائل پیش کئے۔ اس رسالہ کی نسبت اسقدر کہنا کافی ہوگا کہ بہتر ہوتا اگر جناب بشپ صاحب اسکی تصنیف میں وقت ضائع ہی نہ کرتے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ بعد اس کے کسی چرچ مین کو اس قسم کا رشتہ کرنے کا حوصلہ پڑا یا نہیں مگر جہانتک ہم کلیسیا کے خیالات سے آگاہ ہیں۔ اندر ہی اندر اس ممانعت کی مخالفت ہو رہی ہے۔ مشن کے ملازم بے دست و پا ہونے کے باعث عموماً اخلاقی دلیری نہیں رکھتے کہ جس بات کو وہ بیجا سختی سمجھتے ہیں اس کو کھلم کھلا پیش کر کے چارہ جوئی کریں حالانکہ چرچ مشن کے باہر ایسی کلیسیائیں موجود ہیں جن میں سالی کے ساتھ شادی کرنا کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا بلکہ چرچ مشن والے پریسبٹیرین گرجوں میں اس قسم کی رسم ادا کر سکتے ہیں۔ مگر جو لوگ

مدتوں سے سُلگ رہی تھی اب مدراس کے علاقہ میں شعلہ زن ہونے لگی ہے۔ جسٹولی پاٹام کے مسیحی بیرسٹر مسٹر سموئیل نے اس معاملہ کا بیڑا اُٹھایا ہے اور کُل علاقہ کے مسیحیوں نے انکا ہاتھ بٹایا ہے۔ ماہ نومبر کے آخر میں ایک مسودہ اُن وجُوہات کا جنکے رُو سے سالی کے ساتھ شادی کرنا روا ہے چھپواکر معہ ایک میموریل کے مشتہر کیا گیا ہے اور دیسی مسیحیوں کے دستخط کرائے جارہے ہیں۔ اِس پر ساڑھے چار ہزار سے زیادہ دستخط ہو چکے ہیں۔ ایک خط مدراس کے بشپ صاحب کی طرف اور دوسرا جناب لارڈ بشپ لنڈن صاحب کی خدمت میں ارسال کیا گیا ہے۔ مؤخر الذکر صاحب کی رائے ہے کہ یہ سوال ہر ایک علاقہ کے بشپ صاحب اپنی سنوڈ میں پیش کر کے اسکی نسبت اپنا خیال ظاہر کریں۔ اس عرصہ میں علاقہ مدراس کے مسیحی کوشش کر رہے ہیں کہ جہانتک ممکن ہو ہندوستان اور لنکا کے مسیحیوں کو اپنے ساتھ شریک کریں تاکہ یہ معاملہ ایک قومی معاملہ ہو۔ جناب بشپ صاحب مدراس نے خط کا جواب بعد ایسٹر کے دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور کلکتہ کے بشپ لنڈن صاحب بعد موصول ہونے مختلف جوابات کے اسکا فیصلہ کرینگے۔ ہماری درخواست ہے کہ جناب بشپ لفرائے صاحب پنجاب کے کُل معزز دیسی مسیحیوں اور خادمان دین سے اس کی نسبت استفسار فرما کر سنڈ میں اسکو پیش کریں تاکہ کُل پنجابی کلیسیا کی رائے معلوم ہوسکے۔ ہمارے بھائیوں کو بھی لازم ہے کہ اس موقعہ کو ہاتھ سے جانے نہ دیں اور جس صورت سے ہوسکے مدراس کے مسیحیوں کی مدد کریں۔ بشرط ضرورت ہم اس قانون نکاح کے خلاف دلائل آئندہ درج کرینگے۔ یہ یاد رکھنا ضرور ہے کہ یہ محض ایک رشتہ داری کا خفیف معاملہ نہیں ہے۔ بلکہ اگر اس قانون نکاح کے منسوخ کرانے میں کامیابی ہوئی تو گویا ہندوستان کی کلیسیا نے آزادی میں اوّل قدم بڑھالیا۔ اور اس سے ثابت ہوگا کہ ہم سب مختلف علاقوں کے مسیحی ملکر ایک قوم ہیں۔ اور اگر کوئی اور معاملہ پیش آجائے تو سب ملکر چارہ جوئی کرسکتے ہیں۔ اتفاق میں زور ہے +

مشنری کام میں رکاوٹیں

ہر ایک مسیحی جو ذرا غور سے مشن کے موجودہ حالات پر نظر ڈالیگا۔ بآسانی دیکھیگا کہ مشن کی ترقی کا میدان بہت چھوٹا ہوا ہے۔ اس امر کی نسبت چشم پوشی کرنا یا اس مضمون کو غیر مرغوب سمجھ کر اس کا چرچا کرنے سے گریز کرنا اور بات ہے۔ مگر اسکی حقیقت کا انکار کرنا ناممکن ہے۔ مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ سال بسال روحانی مجالس پر زور دیا جاتا اور کونسلیں اور کانفرنسیں بڑے زور و شور سے کیجاتی ہیں۔ مگر انجیل کو ملک میں پھیلانے کا وہی جوش موجود نہیں ہے جو پیشتر ہوا کرتا تھا۔ مشن اسکولوں میں انجیل کی تعلیم ایک غیر ضروری مضمون ہے دیہاتی منادی کا سلسلہ متروک ہوتا جا رہا ہے۔ شہروں کی منادی برائے نام باقی رہگئی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس ہر طرف ترقی معکوس کے آثار دکھائی دیتے ہیں۔ اسکے وجوہات شاید ایسے صاف نہیں ہیں کہ ہر ایک شخص انپر اتفاق کرسکے۔ تو بھی جو وجوہات پیش کئے جائیں غور کے لائق ہیں۔ ایک دیسی مسیحی صاحب جنکی تحریر ذیل میں درج کرتے ہیں اپنے خیال کے مطابق بعض رکاوٹوں کا ذکر کرتے ہیں جو مشن کے کام میں اسوقت لاحق ہو رہی ہیں۔ اس مضمون کا چرچا عام مسیحیوں کی زبان پر ہے۔ شاید بقیہ تحریر آنے سے اس کی طرف خاص توجہ کیجائیگی

ہم اس تحریر کی نسبت فقط اس قدر کہینگے کہ وہ خصوصاً پنجاب مشن کو مد نظر رکھکر لکھی گئی ہے ہم یہ توقع نہیں رکھتے کہ ہمارے سب ناظرین ان سطور کے ساتھ اتفاق کلی

کھینگے یا اُنکا چرچا پسند کرینگے مگر اس میں کچھ راستی ہے تو وُہ اپنا اثر کئے بغیر نہ رہیگی خواہ اُسکے ساتھ نور زمنہ دار نہ ہوں - اگر کوئی اور صاحب بھی سنجیدگی اور نیک نیتی سے اس مضمون کی نسبت کچھ تحریر فرمائیں تو ہم بخوشی اُس کو درج کرینگے -

"دیسی مسیحی" صاحب فرماتے ہیں کہ :-

یہ خیال کرنا - کہ مشنری صاحبان - یا انجیل کے خادم اپنے کام میں ناکامیاب ہیں غلط ہے کیونکہ مسیحی مذہب کی ترقی نہ کسی انسان اور نہ کسی انسانی وسائل پر مبنی ہے - بلکہ اسکا اصل زور خُدا ہے - اور چونکہ خدا زندہ ہے - اس لئے مسیحی مذہب ہمیشہ زندہ رہیگا اور ضرور مؤثر ہوگا - وہ ضرور قوموں کو تسخیر کرکے اُنپر مسلط رہیگا +

تو بھی یہ مناسب ہے کہ ہم اُن رکاوٹوں کو معلوم کریں جو اسکے پھیلنے میں پیش آتی ہیں اور حتی الوسع انکو دُور کرنے کی کوشش کریں - اس لئے چند کا ذکر ان سطور میں محض نیک نیتی سے پیش کیا جاتا ہے +

اوّل بیرونی رکاوٹیں -

الف - مسیحی کارندوں اور خداوند کے خادموں نے اوائل میں غیر مذاہب پر ایسے زور سے حملے کئے کہ انکو ہلا دیا اور وہ اپنی اپنی جگہ پر قائم نہ رہکر برہمو اور آریہ اور نیچری وغیرہ وغیرہ حصوں میں منقسم ہو گئے اور صرف یہی نہیں بلکہ ان میں خانہ جنگی شروع ہوگئی ایسے حال میں مسیحی مشنریوں کو چاہیئے تھا - کہ جس زور و شور سے انہوں نے غیر مذاہب کے پاؤں اُکھاڑ دیئے تھے - وُہ مسیح کو انکے سامنے پیش کرتے - مگر کسی نہ کسی باعث سے اُنہوں نے ایسا نہ کیا - اور اسی پر اکتفا کرلیا - کہ غیر مذاہب اُنکے سامنے گر گئے ہیں +

ب - مسیحی کارندوں نے اپنا سارا زور صرف مہتر لوگوں کو عیسائی کرنے کی طرف لگانا شروع کر دیا اور ہندو اور محمدیوں کو ادھیڑ میں چھوڑ دیا - ان دونوں رکاوٹوں سے

ثبوت میں ہمارے سامنے کئی ایک واقعات موجود ہیں۔ مثلاً ہمارا پچھلا تجربہ [illegible] کی فوج جب جتاتے [illegible] کو یاد کرتے ہیں کہ وہ لاہور میں ہندوؤں اور سکھوں کے سامنے کس طرح سے لگائے [illegible] ہے۔ کوئی نہیں سمجھ سکتا جب تک آنکھوں سے جا کر انجیل [illegible] کو نہ مانتے [illegible]۔ جہاں انہوں نے خدا کے حقیقی [illegible] کوشش نہ کیا ✦

اس کے بعد [illegible] اور بڑے بڑے شہروں اور علاقوں کا ذکر کرتا [illegible] انجیل [illegible] اور اب [illegible]

[illegible] اور خیال کیا جاتا [illegible]

مشنری صاحبان [illegible] کہ انہوں نے [illegible] کر لیا مگر یہ [illegible] کہ ہم ہی مشنری صاحب [illegible] خدمت کو [illegible] ہیں بلکہ [illegible] نام بنام تعریف سے اوروں کے ساتھ مقابلہ [illegible] جاتا ہے جس کا حاصل بجز دل شکنی کے اور کچھ نہیں ہو سکتا ✦

ج۔ [illegible] کیٹی کسٹ اور ریڈر ایسے مقرر کئے جاتے ہیں جو غیر مذہب والوں کے سامنے اپنا منہ نہیں کھول سکتے۔ بلکہ وہ اپنے مذہبی اصولوں سے بھی ناواقف ہیں۔ اس بات کا کچھ لحاظ نہیں کیا جاتا [illegible] علم الٰہی کے [illegible] تعلیم حاصل کی ہے یا نہیں محض مشنری کی سفارش سے یا تو امتحان پاس [illegible] یا بغیر امتحان کے کیٹی کسٹ یا ریڈر کا سارٹیفکیٹ دیا جاتا ہے بلکہ بعض تو ایسے ہیں کہ جو [illegible] یا ریڈر کا کام بھی نہیں کرتے مگر تو بھی انکا نام کارندوں کی فہرست میں مندرج ہے الغرض [illegible] مشنری صاحبان نے ڈیوٹی سکول کو فضول سمجھ لیا۔ اب بھلا ایسے کارندوں کے [illegible] مذہب (انسانی خیال کے موافق) کس طرح ترقی کرے ✦

د۔ بعض سی۔ ایم۔ ایس مشنری اس خیال میں ہیں کہ ہمارا حق ہے۔ کہ لوگ ہماری [illegible] کریں۔ جیسے کہ [illegible] انگریزی حکام کی۔ اور اس خیال نے انکے دلوں میں یہاں تک جڑ

پڑی ہے ۔ کہ وہ دیسیوں کے گھروں میں جانا یا انکو اپنے گھروں میں بلانا پرلے درجہ کی بےعزتی سمجھتے ہیں
اس موقع پر ٹامس صاحب نے سی ۔ ایم ۔ ایس کے بعض مشنری صاحبان کا ذکر بطور نظیر پیش کیا ہے ۔ جو
دیسیوں سے ملنا اپنی عین عزت سمجھتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں ایس ۔ پی ۔ جی اور پریسبیٹرین مشنری
صاحبان کی تعریف کی ہے جو عموماً سمجھتے ہیں کہ اپنے تئیں خالی کرنا ہمارا فرض ہے ۔ دماغ میں
حکومت کی بو مشنری کام کی ترقی کے لئے زہر قاتل ہے +

دوم ۔ اندرونی رکاوٹیں ۔

(الف) ۔ انتظام میں یہ نقص ہے کہ انگریز مشنری انچارج خواہ کام کرے یا نہ کرے اس سے
کوئی پوچھنے والا نہیں ہے ۔ اعتبار کرنا برا نہیں مگر اندھا دھند تو نگرانی بھی ضرور ہے ۔ سکرٹری صاحب ہواری
بل بھیجنا ہی اپنا فرض اعظم سمجھتے ہیں اور کام کی بابت سروکار نہیں رکھتے ۔ جب مشنری سست ہو
تو ضرور اس کے متعلق کارندے سست ہونگے +

(ب) ہر ایک مشنری ہر قسم کے کام کیواسطے لائق سمجھا گیا ہے حالانکہ خدا نے مختلف شخصوں کو
مختلف طاقتیں بخشی ہیں بعض دیہات میں اچھا کام کر سکتے ہیں بعض شہروں میں ۔ بعض سکولوں میں بعض محتاج
مسیحیوں میں بعض غیر مسیحیوں میں ۔ مگر سی ۔ ایم ۔ ایس کا یہ ایک اصول ہے کہ ہر ایک مشنری کو سب لیاقتیں
بخشی گئی ہیں ۔ اسلئے تعلیمی مشنری دیہاتی کام پر اور دیہاتی تعلیم پر مقرر کیا جاتا ہے ۔ علیٰ ہذا القیاس ۔
دیسی مسیحی صاحب بعد اسکے شکایت کرتے ہیں کہ مشنری کے مقابلہ میں دیسی کا اعتبار نہیں کیا جاتا
مگر یہ امر نفس مضمون سے تعلق نہیں رکھتا ۔ بجائے اسکے ایک اور بات کا بیان بخوبی ہو سکتا تھا کہ مشنری
صاحبان کو مختلف قسم کی خدمات سپرد کیگئی ہیں جو انجیل کی خدمت کیلئے وقت باقی نہیں رہنے دیتیں
مثلاً حساب و کتاب پورٹیں اور ماہواری یا سالانہ چٹھیاں لکھنا عمارات اور زمین کے جھگڑے کلیسیا کے
مقدمات کا فیصلہ کرنا تنخواہ اور عہدوں کے بکھیڑے اور مشکل یہ ہے کہ دن بدن اس قسم کے فضول
کام بڑھ رہے ہیں ۔ بیچارہ مشنری بھی معذور ہے +

اخیر میں اس امر کا اظہار کرنا ضرور ہے کہ جن خدا کے بندوں نے اس ملک میں اپنے آپ کو خدا کے خادم

موسمِ بہار

ایک دن بادِ بہاری کا باغ پر سے گذر ہوا۔ اور زندگی جو عرصہ تک درختوں کی
ٹہنیوں اور پژمردہ لکڑی کے کندوں میں چھپی پڑی ہوئی تھی اُنکے رگ و ریشہ میں سے
پھوٹ پھوٹ کر نکلنے لگی۔ انسان کا دل بھی اُمید سے لبریز ہونے لگا۔ خداوند اپنے
باغ کی سیر کو نکلا۔ اور نرم نرم کونپلوں کو دیکھ کے خوش و خرم ہونے لگا۔ وُہ اُن کی
خوشبو سے محظوظ ہوا۔ کیونکہ اُس کو بھی اُن سے بڑی بڑی اُمیدیں تھیں۔ اس لئے کہ
سردی ہو چکی اور پرندوں کی راگنیوں کا وقت آپہنچا۔ مگر اُس کے بچوں میں سے ایک
بول اُٹھا۔ "لیکن ابا جان یہ شگوفے تو بہت ہی کڑوے سے ہیں۔" مگر خداوند نے
جواب دیا۔ ہاں۔ یہ تو سچ ہے لیکن پھول اور پھل کیا میٹھا ہوگا۔"

کئی دن اور کئی ہفتے تک دن کو سورج اور رات کو اوس اپنے اپنے کام میں
لگے رہے جس سے خداوند کے باغ میں کچھ اور ہی حُسن اور رونق نظر آنے لگی صبح کو
گلابی شفق موتیوں سے لدے ہوئے درختوں پر چمکتی تھی۔ جہاں بیر کی ٹہنیاں خوشبودار
سفید برفانی چادر اوڑھے ہوئے معلوم ہوتی تھیں۔ وہاں بادام اُجلے کپڑے پہنے کھڑا
تھا۔ اور اس کی بھینی بھینی چٹپٹی مہک سے ہوا معطر ہو رہی تھی۔ یہ سماں دیکھ کر بچوں
کا دل باغ باغ ہوگیا۔ اور وُہ بول اُٹھے۔ ہاں ابا جان۔ یہ فی الحقیقت بہار کا وقت
ہے۔ اب ہم سمجھے کہ آپکی نظر میں وُہ شگوفے کیوں ایسے قیمتی تھے۔ ان دل کش اور
خوبصورت پھولوں کے لئے اگر اس سے بھی زیادہ انتظار کرنا پڑے تو بھی نفع ہے
خداوند مسکرایا اور ایک چھوٹے سے بچے کے سر پر جو اس کے پاس کھڑا تھا ہاتھ رکھ
کے بولا۔ ہاں میرے بیٹے۔ یہ سچ ہے۔ لیکن ابھی اور انتظار کرو۔ کیونکہ ابھی وقت
نہیں آیا کہ میرا دل بالکل شادماں ہو۔ یہ خوبصورتی جو آنکھوں کو بھلی معلوم ہوتی ہے

اس کامل حسن کی جو ابھی آنیوالا ہے - اُمید دلاتی ہے +

دن لمبے ہوتے گئے - سورج کی کرنیں اپنی پوری آب و تاب سے زمین پر پڑنے لگیں - یہانتک کہ تمام ہریالی چیزیں جل گئیں - پھول ایک ایک کرکے ٹوٹ کر گر پڑے اور پتے مُرجھا گئے - درخت ماتم زدہ کی مانند خاک آلودہ لباس پہنے کھڑے رہگئے گویا کہ وُہ مزار رفتگاں پر یادگار کے طور پر کھڑے ہیں - بچوں کے دل بھی اُداس ہوگئے - کیونکہ اب حُسن و خوبی کے وہ دل کش سماں اُنکی نظر سے اوجھل ہوگئے - اور اُنکے ساتھ ہی اُمید و خوشی کا بھی خاتمہ ہوگیا - خداوند اُنکی صورت دیکھ کر بڑی نرمی اور ملائمت سے ہمکلام ہوا - اور اُن سے کہنے لگا کہ "ہاں - ذرا اُوپر کو نظر اُٹھاؤ" - اور یہ کہہ کر اُس نے جھکی ہوئی ڈالی سے ایک نرم نرم پھل توڑا اور اُنہیں کھانے کو دیا - اور یُوں گویا ہوا - اب امن و سلامتی کا زمانہ آپہنچا - کیونکہ درختوں نے اپنا پھل لانے کا کام جو اُنکے سپرد تھا - پورا کردیا - اُنکے لئے تو موت کا وقت ہے - کیونکہ ضرور ہے کہ سب کچھ حوالے کر دیا جائے اور سوختہ ہو جائے تھوڑے ہیں جو اُسے دیکھتے ہیں اور سراہتے ہیں کیونکہ اب اُس کی لذت فقط کھانے ہی سے معلوم ہوتی ہے - لیکن اب میرا دل مسرور ہے" +

کیا اِس تمثیل سے ہمارے لئے بھی ایک اچھا سبق نہیں نکلتا ؟ ہمیں بھی خدا نے اپنے باغ میں لگایا ہے - ایک وُہ وقت ہوتا ہے جبکہ فقط خداوند ہی کو ہم میں کوئی خُوبی نظر آتی ہے - کیونکہ وُہ جانتا ہے کہ ہم کیا کچھ بننے والے ہیں - ایک نوجوان شاگرد کے اقوال و افعال اَوروں کو تُرش اور کریہہ معلوم ہوں تو ہوں مگر خداوند کا صبر اور برداشت دُور تک نظر کرتا ہے - اور وُہ نوجوان کی سرگرمی اور اسکی دلی آرزوؤں کی خوشبودار نذروں سے محظوظ ہوتا ہے گو کہ وُہ ابھی اس لائق نہ ہوں - کہ انکو شیریں یا مزہ دار کہہ سکیں - (غزل الغزلات ۲ : ۱۳) اس نے

اے نوجوان ۔ خداوند کی قربت میں رہ۔ وُہ کبھی تیری ہمت کو نہیں ڈھائیگا۔
مانند اس کے بعد حسن و جوانی کا زمانہ آئے جسے خداوند دیکھ کر مسکراتا ہے ۔ کیونکہ
وہ اس میں اُس کی پختگی کے زمانے کا وعدہ دیکھتا ہے ۔ اور لوگ بھی اُسے
دیکھتے اور اُس کی تعریف کرتے ہیں ۔ شاید خدا نے اُسے اچھّی اچھّی قابلیتیں اور
باتیں بخشی ہیں جو سب کی نظروں میں بھلی معلوم ہوتی ہیں اور انپر قبولیت عام کی مُہر لگی
ہے ۔ شاید اُس کے ارادوں اور کاموں پر برکت اور کامیابی کا نُور چمکتا ہے ۔
دُنیا تو آپ جانتے ہیں ایسی ہی باتوں کی دلدادہ ہے ۔ خُداوند سب کچھ دیکھتا ہے
اور ان تمام فضائل کو جو آنے والی بہتر چیزوں کا فقط پیش خیمہ ہیں ۔ اپنی مہر سے
قبول کرتا ہے ۔ مگر اُن سب پر اپنی صلیب کی مُہر لگا دیتا ہے ۔ تاکہ آدمیوں کی تعریفوں
سے اُن پر داغ نہ لگنے پائے ۔ اَے خُدا کے مقبول فرزند ۔ اپنے مالک کے پاس
پاس رہ ۔ اور اُن تمام باتوں کا جن سے تو اپنے بھائیوں اور دُنیا کی نظر میں
مقبول ہے شیدا نہ ہو ۔ اِسوقت تو خوف و خطر سے گھرا ہے ۔ مگر وُہ تیری جان
کو ضرر پہنچنے نہ دیگا ۔ اور یہ دُنیا کی تحسین و آفرین بھی تیرے دل کو برگشتہ ہونے
نہ دے گی ✦

مگر دُکھ کی گھڑی ۔ ہاں وُہ بھی سر پر کھڑی ہے ۔ تکلیف کی دُھوپ اور
آزمائش کی آندھیاں اور ماتم کی راکھ کم و بیش ہم سب پر آنے والی ہیں تاکہ ہم اُنکے
ذریعے سے کامل بنتے جائیں ۔ اِنکا کوئی ذکر کرنا پسند نہیں کرتا ۔ کیونکہ یہی وقت
ہے جب ہم خُدا کے پوشیدہ فرزند بن جاتے ہیں ۔ ہماری زندگی کا ہر ایک وقت
اُسی کے ہاتھوں میں ہے ۔ مگر یہی وقت ہے جس کو وُہ فقط اپنے لئے مخصوص
کرتا ہے ۔ اِسی وقت اُس کا بیش قیمت پھل پختگی کو پہنچتا ہے ۔ اور وُہ اپنی جان
ہی کا دُکھ اُٹھا کے اُسے دیکھتا ہے اور سیر ہوتا ہے ۔ کیونکہ تھوڑی ہی دیر کے

بعد خداوند اپنے فرزندوں کو اپنے وطن میں بُلالیگا - اور اپنے دہنے ہاتھ والوں سے کہے گا کہ اَور بھی میرے قریب آؤ اور اُس خوشی کو جو دُنیا کے شروع سے تمہارے لئے تیار کی گئی ہے حاصل کرو -

جھڑ گئے سب پھول پتّے جنسے تھا میرا سنگار
پھل لگا گر - تو بھی کتنا کرنا ہوگا انتظار!
بخشندے گر پھل کے لانے میں میرا دل سرد ہو
پھول پتّوں سے بھی خالی - اور سر پر گرد ہو
کر قبول - اے میرے مولا - میرے دل کی نذر تو
نیک پھل لاؤں - یہی تھی میرے دل کی آرزو

ڈیوک آف ولنگٹن کا ذکر ہے کہ ایک بڑی بھاری فتح کے بعد گرجے میں عشائے ربّانی میں شریک ہونے کے لئے گھٹنے ٹیکے ہوئے تھا کہ ایک غریب آدمی بھی اُس کے نزدیک گھٹنے ٹیک کر جا بیٹھا - گرجے کے خادم نے پاس آکر اُس شخص کو کہا کہ اُٹھ یہاں سے چلا جا - دیکھتا نہیں کہ ڈیوک آف ولنگٹن بیٹھا ہے - ڈیوک نے اِس پر کہا کہ اُس کو رہنے دو - یاں ہم سب برابر ہیں ✦

قبرستان ایک بڑا بھاری شہر ہے - اَور شہروں کی نسبت اس کے باشندے زیادہ - اُسکے گوچے لمبے اُنکی تاریکی سخت ہے - قیصر اور اُسکی رعایا واں ہیں - نیرو اور اُس کے تمام ستم رسیدہ لوگ واں ہیں - وُہ شاہوں اور مفلسوں کا شہر ہے - وُہ شہرِ خموشاں ہے - کوئی کسی قسم کی آواز واں سُنائی نہیں دیتی - کروڑوں ہاتھ تو ہیں مگر ایک بھی اُٹھ نہیں سکتا - کروڑوں آنکھیں تو ہیں مگر اُن میں چمک باقی نہیں - کروڑوں دِل موجود ہیں مگر سب کے سب غیر متحرک اور ٹھنڈے پڑے ہیں - (ٹالمیج)

۷۷

حدِ اعتدال

(پادری جان ٹویر صاحب کے ایک لکچر کا خلاصہ ۔ مرقومہ پروفیسر سراج الدین)

انسانی طبیعت کا خاصہ ہے کہ جب ہم اپنی کسی غلطی سے واقف ہو جائیں تو اس سے بچنے کے لئے دُوسری حد کی طرف چلے جاتے ہیں اور اس کے مُقابل کی غلطی میں پڑجاتے ہیں اور وُہ سچائی جو ان دونوں حدوں کے بیچ میں ہے ہمارے ہاتھ سے نکل جاتی ہے

مثال کے طور پر مُلکی معاملات پر نگاہ کر کے دیکھو جب کسی مُلک کے لوگ دیکھتے ہیں کہ اُنکا بادشاہ مطلق العنان اور ظالم ہے تو اُس کے ظلم سے بچنے کے لئے ایک اور اس سے بڑی بُرائی میں جاپڑتے ہیں اور بادشاہ گردی اور غدر کی حالت میں مُبتلا ہوجاتے ہیں حالانکہ راستی اس بات میں تھی کہ نہ تو مطلق العنان بادشاہ کے تحت میں ہوں اور نہ غدر کی حالت میں بلکہ ان دونوں حالتوں کے بیچ بیچ رہیں ۔

ایک اور مثال لو ۔ کسی علم کی تحقیقات میں ثابت ہوجاتا ہے کہ کوئی مسئلہ غلط ہے تو لوگ اُس کے بالکل برعکس کے مسئلہ کو ٹھیک جاننے لگ جاتے ہیں ۔ آخرکار یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں مسئلوں میں تھوڑی تھوڑی سچائی ہے ۔

یہ قانون قدرت ہے کہ اگر کسی ربڑ کے گیند کو دیوار پر زور سے ماریں تو اُتنے ہی زور سے وُہ پیچھے کو اُچھلیگا ۔

مذہبی باتوں میں بھی یہی حال ہے ۔ بعض لوگ خدا کی نسبت سچائی کے ماننے میں زور دیتے دیتے حدِ اعتدال سے بڑھ جاتے ہیں ۔ تو پھر اور لوگ اس کے برخلاف کی سچائی پر ویسا ہی زور دینے لگ جاتے ہیں ۔ اور اصلی سچائی اُنکے بین بین میں رہ جاتی ہے ۔ ہم اپنے ناظرین کی توجہ اس گہری سچائی کی طرف دلانا چاہتے ہیں ۔ کہ مذہب اسلام اور ہندو مذہب اور عیسائی مذہب میں اسی قسم کا رشتہ پایا جاتا ہے ۔ ہم اُمید

کرتے ہیں کہ ناظرین اسکو غور اور فکر کی نگاہ سے دیکھینگے +

اوّل ۔ خدا کی ذات کے مسئلے پر غور کریں ۔ شروع میں غالباً ہندو مذہب ایک ہی خدا کو ماننا سکھاتا تھا ۔ پر چونکہ اسکا میلان ہمیشہ کثرت کی طرف رہا ۔ اس لئے آخر کار یہ نتیجہ ہوا کہ بعض ہر ایک چیز کو خدا کہنے لگے اور بعض ہزاروں بتوں کی پرستش کرنے لگے ۔ بعضے تینتیس کروڑ دیوتاؤں کو ماننے لگے ۔ برخلاف اس کے مسلمان حد سے زیادہ خدا کی وحدانیت پر زور دیتے ہیں ۔ یہانتک کہ اس کے وجود کو انہوں نے ایک طرح سے محدود کر دیا ہے ۔ اور یہ اس بات کا قدرتی نتیجہ تھا ۔ کہ عرب کے ملک کی خوفناک بُت پرستی کو روکنے میں اسلام دوسری حد تک چلا جائے ۔ اب مسیحی مذہب ان دونو مذہب کے بین بین چلتا ہے ۔ یعنے خدا کو اُس کی ہستی میں محدود بھی نہیں کرتا اور بُت پرستی کو بھی بُرا جانتا ہے ۔ خدا کو پورے طور پر ایک مانتا ہے اور اس وحدت میں باپ اور بیٹا اور روح القدس کی تثلیث کو قائم کرتا ہے +

دوسرا ۔ الہام کی بابت جو تعلیمیں دیجاتی ہیں اُنپر ذرا سوچیں ۔ ہندو اپنے ہمہ اوست کے مسئلہ سے یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ خدا اپنے آپ کو ہر ایک چیز میں ظاہر کرتا ہے ۔ تمام انسان اور تمام مخلوقات خدا کا الہام ہیں ۔ اس لیے کسی خاص الہام کی ضرورت نہیں ۔ اسی لئے ویدوں کے شروع ہونے اور انکے الہام کے بارے میں کوئی مقرر رائے نہیں بلکہ اس کی بابت مختلف خیال پائے جاتے ہیں جو ایک دوسرے کے مخالف بھی ہیں ۔ جیسا ایک طرف ہندو حد سے زیادہ وسیع اور آزاد خیال رکھتا ہے ویسا ہی مسلمانوں کے خیال الہام کی بابت حد سے زیادہ تنگ ہیں ۔ مسلمان الہام کے ملنے میں انسان کی آزادگی اور فعل مختاری کو بالکل نظر انداز کر دیتا ہے اور انسان کو بمنزلہ ایک کل کے بنا دیتا ہے ۔ وہ کہتا ہے کہ انسان صرف ایک قلم ہے اور خدا اُسکے ذریعے سے اپنا الہام لکھتا ہے ۔ قرآن کو لفظاً بلفظ خدا نے لکھوایا ہے اور

لکھنے والے کا اُس میں اِس سے بڑھ کر دخل نہیں جتنا قلم کو نویسندہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے ۔
جہاں پر مسیحی مذہب درمیانی رستہ اختیار کرتا ہے وُہ کہتا ہے کہ "تم دونو راستی پر بھی ہو اور غلطی بھی کرتے ہو۔ خدا ضرور اپنے آپ کو ساری مخلوقات کے ذریعہ ظاہر کرتا ہے پر وُہ اپنا پُورا ظہور الہام اور مکاشفے کے ذریعے دکھاتا ہے۔ الہام کی باتیں خُدا کی پاک روح کسی آدمی کے دل میں ڈالتی ہے پر اُس الہام کے پہنچانے میں وُہ آدمی محض کَل نہیں بنجاتا اور اُس کی شخصیت ضائع نہیں ہو جاتی بلکہ اس کی شخصیت اور خصائل کی مُہر اس الہام میں پائی جاتی ہے مثلاً داؤد کے ذریعے سے جو الہام ہم تک پہنچا ہے اس میں داؤدی خصائل پائے جاتے ہیں ۔ پولُس کے ذریعہ سے جو الہام ہوا اُس میں پولوسیّت پائی جاتی ہے ٭

تیسرے خدا کے مظہر کی بابت جو تعلیم دی جاتی ہے اس پر غور کریں ۔ ہندو مذہب اس تعلیم کو مانتا ہے کہ خُدا اپنا ظہور انسانی صُورت میں کرتا ہے ۔ بعض تو ایک اوتار کو مانتے ہیں بعض دو بعض تین یا نو یا بارہ بلکہ اس سے بھی زیادہ تعداد ۔ بعض یہ مانتے ہیں کہ ہر ایک انسان خُدا کا اوتار ہے ۔ برخلاف اس کے اسلام اس بات کو ناممکن بلکہ کُفر سمجھتا ہے کہ خدا اپنے تئیں انسان کے جامے میں ظاہر کرے ۔ جہاں پر مسیحی مذہب درمیانی راہ اختیار کرتا ہے یعنے یہ کہ خُدا ہر ایک انسان کے اندر نہیں آتا بلکہ اگر کوئی کامل انسان ہو جو گناہ سے بالکل بری ہو تو اس کے اندر اپنے تئیں ظاہر کریگا چنانچہ وُہ کامل بے گناہ انسان یسُوع مسیح ہے جو خدا کا کامل مظہر ہے ٭

چوتھے گناہ کی معافی کی تعلیم پر غور کریں ۔ ہندوؤں کی تعلیم کے مطابق گناہ کی معافی کا امکان نہیں ہے ۔ کرما کی جو تعلیم ہے وُہ گناہ کی معافی کے لئے کوئی جگہ نہیں چھوڑتی ۔ اُس کے مطابق کوئی شخص اپنے کئے کی سزا سے نہیں بچ سکتا اور خُدا معاف نہیں کر سکتا ٭

برخلاف اس کے مُسلمان دوسری طرف پر حد سے زیادہ زور دیتا ہے۔ اس کا یہ اعتقاد ہے کہ خُدا جسے چاہے جب چاہے معاف کر سکتا ہے بغیر کفارہ یا بدلہ طلب کرنے کے۔ مسیحی پھر ایک بار ان دونو انتہاؤں سے انکار کرتا ہے۔ وُہ اس بات کو مانتا ہے کہ بے شک خدا کا انصاف اور قانون بغیر سزا دیئے گنہگار کو نہیں چھوڑ سکتا۔ پر ساتھ ہی اس کے اس سزا کو مسیح یسُوع کے کفارے میں پُورا ہُوا دیکھتا ہے۔ اور اس طرح سے خدا کے عدل اور خدا کے رحم کو منطبق کر کے گنہگار کے لئے معافی کی راہ کھول دیتا ہے ۔

پانچویں اور آخری بار ہم موت کے بعد کی حالت پر غور کریں۔ ہندو مذہب کی تعلیم کے مطابق آئندہ زندگی کی اُمید بالکل بے ٹھکانا ہے۔ زندگی کے کئی حصّے آگے پڑے ہیں جنکا کوئی آخر نہیں۔ آٹھ لاکھ چالیس ہزار تناسخوں میں سے گذرنے کے بعد بھی شاید وُہ حالت آئے جسکو نروانہ اواست کہتے ہیں اور اس حالت میں پہنچکر انسانی ہستی خُدا کی ہستی میں غائب ہوجاتی ہے۔ برخلاف اِس کے مُسلمان دُوسری طرف مبالغہ کرتا ہے وُہ اگلی زندگی کو ایسا معین طور پر مخصوص کرتا ہے کہ اِسی دُنیا کی خوشیوں کو بڑھا کر اگلی دنیا میں ساتھ لے جاتا ہے یہانتک کہ جسمانی لذتوں اور نفسانی احتیاجوں کو بھی بہشت کی زندگی میں داخل کردیتا ہے۔ پھر ایک دفعہ ہم غور کریں تو معلوم ہوگا کہ مسیحی مذہب یہاں بھی درمیانی رستہ اختیار کرتا ہے مسیحی اعتقاد کے مطابق ہماری خودی اور خود پرستی تو بے شک نیست ہوجائیگی لیکن ہماری ہستی نیست نہیں ہوگی ایک اعلیٰ قسم کی انانیت (مَیں) قائم رہیگی اور اس حالت میں پہنچکر ہمیں بڑی ہی خوشی حاصل ہوگی پر وُہ خوشی جسمانی نہیں ہوگی بلکہ رُوحانی۔ خدا ہمارا سب کچھ ہوگا ہم اُس میں ایک ہوجائینگے۔ ہر ایک خودی کی بات دُور کیجائیگی اور ہر ایک روک نکالدی جائیگی ہم بغیر پردے کے ہمیشہ اُس کے بے انتہا جلال کو دیکھینگے اور کامل طور پر اُس کی

بلکہ مسیح کو بجالائینگے ۔

آخر میں ہم اس بات کو یاد دلانا چاہتے ہیں کہ ان انتہا درجہ کی غلطیوں سے جن میں مبتلا ہونا انسانی طبیعت کا خاصہ ہے ۔ مسیحی مذہب متبرا تو ہے پر وہ ان انتہاؤں کے درمیان فقط صلح کروانے والے کے طور پر ہمارے پاس نہیں آتا بلکہ وہ اس سے زیادہ دعویٰ کرتا ہے اور مسیح کے الفاظ میں ہم سے کہتا ہے ۔ کہ راہ اور حق اور زندگی میں ہوں ۔ فقط میں ہوں ۔ کوئی اور نہیں ۔

مرنے تک ایماندار ۔ انجیل کے نئے ترجمہ نے بعض مقامات کو ایسا صاف کر دکھایا ہے کہ گویا بالکل نئی آیات ہی ڈالی گئی ہیں ۔ مثال کے طور پر مکاشفہ ۲: ۱۰ دیکھنے کے قابل ہے ۔ پرانے ترجمہ میں لکھا ہے کہ " تو مرنے تک ایماندار رہ " ۔ اکثر اسکا یہی مطلب سمجھا جاتا ہے کہ مرتے دم تک یعنے جب تک تو نہ مرے ایماندار رہ مگر نئے ترجمہ نے ٹھیک محاورہ عبارت میں لاکر نہایت صاف کر دیا ہے وہ یوں ہے کہ یاں تک وفادار رہ کہ موت بھی گوارا ہو ۔ یہ کسی تشریح کا محتاج نہیں ۔

یاد رکھو کہ دوزخ میں جانے کا ایک مخفیہ پھاٹک بھی ہے ۔ ایک معمولی دروازہ ہے جو عام برملا گنہگاروں کے لئے ہے مگر پچھلی طرف بھی ایک رستہ ہے جو ظاہری دینداروں کے لئے ہے ۔ اس مخفی رستے کا علم الٰہیات کا وہ بزرگ استاد جاریا ہے جو بظاہر بہت مدت سے رستباز چال چلن رکھتا ہے مگر خدا کے سامنے ایک جھوٹا آدمی ہے ۔ اس دروازہ میں سے وہ واعظ گذر رہا ہے جو بڑی تیزی اور جوش سے کلام کیا کرتا ہے مگر جس کے دل میں اب تک اسکی کا علم نہیں ہے ۔ وہ پچھلا دروازہ کلیسیا کے ان سب ممبروں کے لئے ہے جو اپنے اوضاع اور اطوار کے باعث پسندیدہ اور قابل تعریف ہیں مگر جنہوں نے خداوند یسوع مسیح سے لو نہیں لگائی اور نہ حقیقی نجات حاصل کی ہے ۔ خدا اپنا فضل کرے کہ بعض لوگ جو ہلاکت کے رستہ پر جا رہے ہیں ان باتوں پر غور کر کے ہوش میں آئیں ۔ (اسپرجن)

ایک رُوسی شہزادہ

۱۸۲۶ء کا ذکر ہے کہ ایک نوجوان شہزادہ قیصر نکولس کو قتل کرنے کی سازش کے شُبہ پر گرفتار ہو کر سینٹ پیٹرسبرگ کے زندان میں ڈالا گیا۔ چونکہ مزاج کا تیز تھا اِس بے انصافی سے اُسکے دِل میں غُصّہ کی آگ ایسی شُعلہ زن ہُوئی کہ دسمبر مہینے کی سردی میں تمام رات زمین پر پاؤں مارتا اور کلمات سخت مُنہہ سے نکالتا رہا۔ کبھی اپنے مُلک کے بادشاہ کو سو سو گالیاں دیتا۔ کبھی آسمان کے بادشاہ پر لعنت بھیجتا کہ جس نے ایسی بے انصافی ہونے دی۔ آخر کو جب بکتے بکتے تھک گیا تو زمین پر لیٹ گیا اور مارے حسرت کے دیوانہ وار در و دیوار کو دیکھتا رہا۔ آٹھ دِن اِسکے اِسی مصیبت میں کٹے +

نویں دن کی صبح کو ایک بزرگ پادری صاحب اُسکے ساتھ دُعا کرنے کو آئے اور بہت تسلّی و دلاسا دیکر اُسے مسیح کی خوشخبری دی۔ اور بتایا کہ مسیح فرماتا ہے کہ ”اے تم لوگو جو تھکے اور بڑے بوجھ سے دبے ہو سب میرے پاس آؤ کہ مَیں تمہیں آرام دُونگا“۔ اِس کے جواب میں شہزادہ نے نہایت حقارت آمیز تبسّم کا اظہار کیا۔ چلتے وقت اُس بزرگ نے اُسے ایک بائبل دی اور اُس کے پڑھنے کی تاکید کی۔ دروازہ بند ہوتے ہی جوان نے پاؤں سے بائبل کو ایک کونے میں پھینک دیا اور زور زور سے کہنے لگا مَیں ایسے خُدا کا کلام دیکھنا نہیں چاہتا جو ظلم و بے انصافی ہونے دیتا ہے۔ کئی دن تک وُہ پاک کلام وہاں پڑا رہا اور شہزادہ نے اُس کا ذرا بھی خیال نہ کیا۔ لیکن اس کمرے میں تن تنہا وقت کاٹنا مشکل تھا۔ ایک ایک گھنٹہ دِن اور ایک ایک دِن مہینہ معلوم ہوتا تھا۔ ایک دن محض طبیعت کو بہلانے اور وقت کاٹنے کی غرض سے اُسنے کتاب کو اُٹھا کر دیکھنا شروع کیا۔ پہلی ہی سطر نے جن پر اُس کی نظر پڑی اس پر عجیب تاثیر کی کہ ”مُصیبت کے دِن مجھ سے فریاد کر مَیں تجھے مخلصی دُونگا اور تو میرا اجلال ظاہر کریگا“۔ مگر اِس شرم سے کہ بائبل کی کوئی بات اُس پر اثر نہ

ہوئی اس نے فوراً اُسکو بند کر دیا۔ دُوسرے دن پھر اُکتا کر اُسے کھولا اور پھر چند باتوں سے
متیجہ ہوا۔ یہاں تک کہ باب کے باب پڑھ گیا اور اکثر مقام اپنے پسند آئے کہ انہیں ازبر
کر لیا۔ آخر کو بیبل سے اُسے کچھ ایسا اُنس ہو گیا کہ اُسے یہی فکر لگا رہتا تھا کہ کب روشنی
ہو اور میں بیبل پڑھوں ۔

تھوڑے دنوں میں اُس کے دل کی حالت اسپر کچھ کچھ ظاہر ہو گئی اور جیسا کہ دنیا
میں ہر ایک آدمی کے دل کا حال ہے اُس نے اُسے نہایت فاسد و بدکار پایا (یرمیاہ ۱۷:۹)
اب اسپر آشکارا ہوا کہ خُدا کی نظر میں میں گنہگار اور ابدی سزا کا سزاوار ہوں۔ چنانچہ اس غم کی
میں وُہ گھٹنوں کے بل گر کے رو رو کہنے لگا۔ اَے خُداوند مجھے بچا نہیں تو میں ہلاک
ہوا۔ اَے خُداوند میرے گناہ دھو ڈال۔ مسیح کے بیش قیمت لہو سے اُنہیں مٹا ڈال۔
مسیح کی خاطر سے مجھ پر ہاں مجھ کمبخت گنہگار پر رحم کر۔" اُس نے اپنی دُعا کا جواب پایا۔ اُس کو
معلوم ہو گیا کہ اُس کے گناہ بخشے گئے اور اب بالعوض اُس دل کی بے انصافی کی شکایت
کرنے کے وُہ اپنی ہی گنہگاری پر روتا اور مسیح کی محبت پر سوچا کرتا تھا۔ اُس نے اُس
بزرگ پادری سے مُلاقات کرنے کی درخواست کی۔ اور اُس خوشی کا بیان کون کر سکتا ہے
جو اس بزرگ کو ہوئی جب اُس نے زندان میں آکر دیکھا کہ وُہ جوان جو پہلے ایسا غضبناک
اور تند مزاج تھا اب بشاش اور با اطمینان بیٹھا ہے اور اِس اُمید میں مگن ہے کہ مسیح
اُسکا منجی اور دوست ہے۔ اُس جوان نے کہا پہلے میں اپنی قید کو بلائے عظیم سمجھتا تھا پر اب
مجھے معلوم ہو گیا کہ کس غرض سے میں یہاں رکھا گیا ہوں اور اِس کے لئے میں خُدا کا شکر
بجا لاتا ہوں اگر میں سرفراز رہتا شاید میں اِس مقدس کتاب کو جس نے مجھے مسیح تک
پہنچایا ہے کبھی نہ پڑھتا۔

اُس وقت سے اُسے اپنے مقدمے کی بابت کچھ بے چینی نہ رہی بلکہ وُہ اطمینان سے
اسکا انتظار کرتا رہا۔ آخر کو اُسے پھانسی کا حکم سنایا گیا۔ اِس فتوے کے سننے پر اُس نے

کسی قسم کے خوف کا اظہار نہ کیا فقط اپنی چچی اور بہن کو ایک خط لکھنے کی اجازت چاہی۔ اُس کی درخواست منظور ہوئی اور اُس نے ذیل کا خط تحریر کیا۔

آپ کو اخباروں کے ذریعے معلوم ہو گیا ہوگا کہ آنے والی فبروری کی پندرہ تاریخ کو مجھے پھانسی ملیگی۔ میرے عزیزو غم نہ کرو بلکہ خوشی مناؤ کیونکہ خدا کے فضل سے میں مرنے سے ڈرتا نہیں ہوں میں جانتا ہوں کہ کس پر میں نے بھروسہ کیا ہے ... میری آرزو ہے کہ مرنے کے قبل ایک مرتبہ اور آپ سے ملاقات کرسکتا لیکن چونکہ یہ غیر ممکن ہے میں بخوشی اس سے بھی دست بردار ہوتا ہوں ... کاش کہ وہ قادر خدا جس کی مدد سے میں اپنی کوٹھری میں محفوظ ہوں اور جس نے میری بیڑیوں اور زنجیروں کے درمیان مجھے آزاد کیا ہے آپ کو تسلی دے اور آپ دونوں کے ساتھ آخر تک رہے"۔

وقائع نگار اسوقت روس میں اس شہزادہ کی چچی اور بہن کے مکان پر تھا اور اسکا یہ چشم دید بیان ہے کہ اُن دن اسکی چچی کے عالیشان محل کے کل بڑے کمروں میں ماتمی پردے پڑے تھے اور سارا خاندان غم میں ڈوبا تھا۔ ہم دعا کرتے اور روتے بھی: خدا کی حمد کرتے تھے۔ اور اُس نے ہمیں تسلی دی۔

مقررہ تاریخ کے ایک شب پیشتر جبکہ وہ بزرگ خادم اُس جوان سے ملاقات کر کے چلا گیا اُس نے گھٹنوں پر گر کے بڑی سرگرمی سے دعا کی اور اپنی روح کو خدا کے ہاتھوں سونپ کے کئی گھنٹے تک آرام سے سوتا رہا۔ علی الصباح پاؤں کی آہٹ سے اُس کی آنکھ کھل گئی اور اُسنے سمجھا کہ شاید جلاد آتے ہیں اور مجھ کو معمول سے پہلے پھانسی پر چڑھایا چاہتے ہیں۔ گو وہ مرنے پر تیار و مستعد تھا۔ پھر بھی اُس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اتنے میں کوٹھری کا دروازہ کھل گیا۔ اور ایک سرد قدقامت شخص اُس کے روبرو آکھڑا ہوا۔ اُسے دیکھتے ہی وہ پہچان گیا کہ شہنشاہ ہے۔ شہنشاہ نے کہا "ابھی ایک شخص گرفتار ہوا ہے جو اس مجمع میں شریک تھا جو میرے مار ڈالنے کے درپے ہے اُس کے پاس ایک خط اس مضمون کا نکلا کہ ہم نے

والد نے کوشش کی کہ شہزادہ کو اپنا سرکاری نائب پیدا حاصل کیونکہ وہ کہتا ہے کہ تا دم مرگ میں
ایسے ملک اور بادشاہ کا وفادار رہونگا وہ خط میرے ہاتھ لگا اور میں بذات خود آیا ہوں کہ
تم کو بتاؤں۔ شہنشاہ کہتے اور کہتے ہیں اور ہم جو میرے ملک کے سب سے معزز افسران میں سے
تجھ پر ہاتھ سے ملاتے ہیں۔ تیری غلطی کو معاف کرتا ہوں اس دن کی یادگار میں جنرل کا عہدہ
اور اس کے ساتھ فلاں تمغہ قبول کرو جہاں خدا کرے کہ تم سالہا سال خوشی سے زندگی بسر
یہ بات سنکے وہ حیران ہوگیا بھاگا بھاگا اپنی بچی کے ہاں آیا اور سب کو ایک کمرے میں جمع
کیا … جب اس نے خدا کی مہربانی کا بیان سنایا تو سبھوں کی آنکھوں سے خوشی
… کے آنسو بہنے لگے۔ اور بیان کے ختم ہونے پر اس نے کہا ہم لوگ آج
مصیبت میں خدا سے دعا کی ہے کہ ہم اس کی مہربانی کے لئے اس کو مبارکباد … خاص کر
… آج کے دن شکر کریں کہ اس نے ہمارا اکلوتا بیٹا ہم کو بخش دیا … ہمارا شفیع
ہمارا دوست اور مصیبت میں ہمارا تسلی دینے والا ہو +

اس وقت سے وہ حقیقی و سچی زندگی بسر کرنے لگا غریبوں اور مصیبت زدوں کے
ساتھ ملنے سے اسکو بڑی خوشی ہوتی تھی اسلئے کہ وہ انکو اس تسلی کی خبر دیتا تھا جو خود اسے
آسمان سے ملی تھی۔ اس نے اپنے محل کے پاس ایک بڑا اسپتال اور بیماروں اور بیکسوں کے لئے
ایک گھر بنوایا اور بستر بستر اور کمرے کمرے وہ اس کتاب کا ذکر کرتا پھرتا تھا جو اسے مسیح میں ملی
تھی۔ اس کی بائبل جو اس نے جیلخانہ کی کوٹھڑی میں پڑھی تھی ویسے ہی ایک قیمتی غلاف
میں رکھی ہوئی تھی … وقت اسے یاد دلاتی کہ کیونکر خدا نے اسکو نہ صرف قید خانے بلکہ ابدی
… سے بچایا تھا +

… ہم بھی جو اکثر تکلیفوں اور مصیبتوں میں گرفتار رہتے ہیں اس حقیقت کو سیکھیں کہ
یہ حال ہماری خوشی … اور اس میں خدا کی خاص مہربانی ہے۔ اگر ہم اس صورت
کو سمجھیں … کا شکر ادا کرنے لگینگے۔ خدا کرے کہ ایسا ہو۔ آمین +

لوگوں کو مسیح کی طرف کھینچ لانے میں خود مسیح ہمارا نمونہ

(۲)

اُس کا رُوح القدس میں بپتسمہ پانا

"خدا نے یسوع ناصری کو رُوح القدس اور قدرت سے مسُوح کیا"۔ (اعمال ۱۰: ۳۸)
ابن آدم یعنے یسوع کے عجیب کلام اور بڑے بڑے کاموں کا بھید اس نادر بات سے ضرور کچھ تعلق رکھتا ہے۔ گو ہمارا مبارک خُداوند اپنی پیدائش سے رُوح القدس سے بھرا تھا۔ ہم نہایت ادب کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وُہ حیرت افزا قدرت جو اُس کی خدمت میں ظاہر ہُوئی۔ اُس کو اِسی موقعہ پر ملی۔ کہ جب وُہ بپتسمہ کے وقت از سر نو رُوح سے مسح کیا گیا +

پس اگر ہم یسُوع کی مانند ایک ایک کو اُس کی طرف رجُوع کرنے میں کامیاب اور لائق خدمتگذار ہونا چاہیں۔ تو نہایت ضروری ہے کہ اسی کی مانند:-

(۱) ہمارے اور خدا کے درمیان ایک مخصوص ذاتی تعلق پیدا ہوجائے۔ اور اِس طرح پر باہمی معاملہ تصفیہ پاجائے کہ جس سے "دُعا مانگتے ہُوئے"۔ لوقا ۳: ۲۱) ہم رُوح القدس کو ایسے پائیں کہ وُہ ہم پر ٹھہرے۔

(۲) ہم اپنے تئیں بلاکسی عُذر کے اِس طرح اُس کی رہنمائی پر چھوڑ دیں۔ کہ جیسا یسُوع کو ویسا ہمیں بھی جہاں چاہے لیجائے +

الف - خواہ بیابان میں تا آزمائے جائیں (مرقس ۱: ۱۲) +

ب - خواہ جلیل میں تا جلال پائیں (مرقس ۱: ۱۵) +

ج - خواہ سامریہ میں نا خدا کی خدمت کریں - (یوحنا ۴: ۴) +

(۳) ہم اپنے بدنوں کو خدا کی ہیکل سمجھیں (یوحنا ۲: ۱۹-۲۲ + ۱-کرنتھیوں ۶: ۱۹)

(۴) ہم یہاں تک اپنی مرضی کو کامل طور سے اُس کے تابع کر دیں - کہ الفاظ بھی ہمارے منہ سے نکلتے ہیں ہمارے نہ ہوں (یوحنا ۱۴: ۱۰، ۲۴ + ۶: ۶۳) +

(۵) ہم اپنے تئیں خدا کی خدمت کے مخصوص ٹھہراتے ہوئے ہتھیار کی طرح اس کے ہاتھ سونپ دیں کہ وہ اپنے عجیب اور بڑے کاموں کو ہمارے ذریعے کر سکے - لوقا ۱۰: ۲۰ + متی ۱۴: ۲۸) +

(۶) ہم مسیح کے اُن کاموں کی نسبت جو وہ ہمارے اندر اور ہمارے وسیلے کرتا ہے نادری کے ساتھ شہادت دینے میں ہرگز کوتاہی یا غفلت نہ کریں - (لوقا ۴: ۱۹ و ۲۱) +

(۷) ہم کمال کوشش کریں کہ اور لوگ بھی اس مبارک نعمت کا پورا حظ اٹھائیں +

الف - باپ کے وعدے کو یاد دلا کر (لوقا ۲۴: کو حزقی ایل ۳۶ اور یوایل ۲: ۲۸ سے یاد کرو) +

ب - اس وعدے کی تشریح و تفسیر کر کے (یوحنا ۱۴: ۱۲ و ۱۷ و ۲۶ اور ۱۶ باب)

ج - خود اُسے پا کے اور قبول کر کے نہ ایسے کہ گویا کہ وہ کوئی قوت ہے بلکہ اُسے ایک شخصیت سمجھ کر جو کہ مرضی اور دل رکھتا ہے اور ایک جسمانی بدن کا خواہشمند ہے کہ جس میں اپنے تئیں ملبس کرے - (یوحنا ۱: ۳۲) +

(۸) ہم اوروں کو یقین دلائیں کہ روح القدس کا انعام دینے کو باپ تیار ہے :-

الف - انکو جو مانگتے ہیں (لوقا ۱۱: ۱۳) +

ب - انکو جو فرمانبردار ہیں (یوحنا ۱۴: ۱۵ و ۱۶ + اعمال ۵: ۳۲) +

(۹) ہم اس بات کو ہمیشہ ذہن پر نقش کر رکھیں - کہ سوائے یسوع کے جو اوپر گیا ہے کہ پاکر کے اسے اپنوں کو دے - کوئی اور اس بخشش عظمی کو نہیں بانٹ سکتا (زبور ۶۸: ۱۸ + افسیوں ۴: ۸) +

ایک خواب

از صدائے لکھنوی

عزیزو! بزرگو! اور اے دوستو! کرم کر کے جو اس جلسے میں آئے ہو ۲ سناتا ہوں میں کچھ تمہارے حضور

سنو مجھ سے اس میں اگر ہو قصور ۳ زمانے میں جتنے ہیں فہیم و عقیل جو بے مثل ہیں اور ہیں بے عدیل

۴ وہ ہر بات سے ہوتے ہیں بہرہ ور قصوروں پہ پڑتی نہیں جنکی نظر ۵ وہ خوبیوں کی دل سے دیتے ہیں داد

سخنور کی بر لاتے ہیں وہ مراد ۶ سخن میرا ہو سامعیں کو قبول مراد دلی میری ہوگی حصول

۷ میں ایک خواب کا کرتا ہوں بیاں وہ ہے خواب یا ایک ہے داستان ۸ ہوئی ایک مدت کہ برسات تھی

اندھیری سی بادل بھری رات تھی ۹ آرام انگنائی میں سو گیا خیالات کے بیچ میں کھو گیا

۱۰ یہ دیکھا کہ میں اکبر آباد میں میں اس شہر پر زین و آباد میں ۱۱ مکاں پر ہوں بھائی کے بیٹھا ہوا

وہاں میرے بھائی اور تھے چچا ۱۲ وہ ایڈیٹر ایک آئے جو دوست تھے لئے چند پرچے تھے اخبار کے

۱۳ پڑھے چند اشعار اخبار سے نہ تعریف ہو جنکی مے خوار سے ۱۴ مگر آپ انکو کرینگے پسند

یہ ہیں ہدیۂ ناظریں بیت چند ۱۵ ہے اک زہر قاتل شراب ہے آب شرر بار ہر حج کی شراب

۱۶ یہی دور کرتی ہے شرم و حجاب یہی کرتی ہے جان و دل کو کباب ۱۷ یہی باعث لعنت و قہر ہے

کہ جسکا اثر شہر در شہر ہے ۱۸ ہے اسکا اثر پشت در پشت تک رہیگا یہ دور قیامت تلک

۱۹ ہوئے اہل اسلام بھی اسکا شکار حقیقت میں ہے یہ بڑی نابکار ۲۰ ہے بہتر اسے منہ لگاتے نہیں

کبھی بھول کر پاس جاتے نہیں ۲۱ معمر ہے جو پیے ہے ابتک جواں نہیں اس پہ غالب ہے جب تک بلا

۲۲ کیا ہر زمانے میں اس نے زیاں ہیں یہ داستانیں اسکی اب بھی عیاں ۲۳ اسی طرح اور چند اشعار تھے

میرے حافظے سے وہ جاتے رہے ۲۴ وہ جب پڑھ چکے ہم نے کی آہ! واہ! یہ ہے بہت اچھی حق تعالیٰ گواہ

۲۵ یہ اشعار یا دُرِ نایاب ہیں یہی آبرو ریز مے ناب ہیں ۲۶ ازاں بعد میرے چچا نے کہا

بجا ہے کہیں جتنا اس کو برا ۲۷ یہیں پر ہمارے مکاں کے قریب ہیں گزشتہ ایام میرے حبیب

باقی آئندہ

اِدھر اُدھر کی خبریں

ایک شخص نے حساب کیا ہے کہ عہدِ عتیق میں ۷۷۴۴ وعدے ہیں جن میں خدا اور انسانوں کے وعدے شامل ہیں۔ ان وعدوں کو صحیح طور پر گننا نہایت دشوار بلکہ قریب ناممکن ہے کیونکہ بعض اوقات وعدہ اور پیشین گوئی میں امتیاز کرنا محال ہے علیٰ ہذا القیاس وعدوں کی تعریف میں وزن کرنا آسان نہیں۔ کیونکہ جہاں اسرائیل کے دشمنوں کے حق میں بربادی کی پیشین گوئی ہے اس میں خدا کے بندوں کے لئے نجات اور رہائی کا وعدہ شامل ہے۔ عہدِ عتیق میں سب سے زیادہ وعدے یسعیاہ نبی کی کتاب میں پائے جاتے ہیں یعنے ۸۲۰۔ نبی زکریاہ کے صحیفہ میں بھی کچھ کم نہیں ہیں +

عبادت کے وقت بعض اشخاص اونگھتے رہتے ہیں اور بعض میٹھی نیند کے مزے لوٹا کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو اپنی عادت سے باز رکھنا بہت مشکل ہے۔ پیر حسن صاحب اس پر ایک قصہ سنایا کرتے تھے کہ کسی خادم الدین کا ذکر ہے کہ ایک دہقان مسیحی کو ہمیشہ گرجے میں دیکھ کر حیران ہوا کرتا تھا۔ مگر اس دہقان کا شیوہ تھا کہ بیٹھتے ہی خوابِ استراحت میں غرق ہو جایا کرتا اور خراٹے مارنے لگتا۔ گیت گانے کے موقع پر بھی اس کے خراٹوں کی آواز سنائی دیتی تھی۔ ایک لڑکا اس دہقان کے قریب بیٹھا کرتا تھا۔ خادم الدین نے اس کو تاکید کی کہ آئندہ اس دہقان کے پیچھے بیٹھا کرو اور وقتاً فوقتاً اسکو بیدار کرتے رہو۔ اوّل اوّل تو اس نے انکار کیا مگر جب خادم الدین نے ایک آنہ کے پیسے دینے کا وعدہ کیا تو وہ مان گیا۔ عبادت کے وقت اس لڑکے اور دہقان میں چھیڑ چھاڑ لگی رہتی۔ خادم الدین یہ دیکھ کر خوش ہوتا اور کبھی کبھی آنکھ کے اشارہ سے لڑکے کو شاباش دیا کرتا تھا۔ دوسرے اتوار دہقان اور لڑکا حسبِ معمول گرجے کو آئے۔ خادم الدین نے لڑکے سے پھر درخواست

کہ اُس سونے والے کو جگاتے رہنا۔ اِس پر اُس نے انکار کیا اور کہا کہ آپ ایک آنہ دیتے
ہیں دہقان نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ اگر مجھے دِق نہ کرو تو مَیں دو آنے دُوں گا۔

ایک دِن کلاس میں بحث اُٹھی کہ تبدیل شدہ رُوح میں کونسی مسیحی صفت
سب سے پہلے ضروری ہے۔ ایک شخص نے توبہ پر زور دیا۔ دُوسرے نے خوف پر
تیسرے نے محبت پر۔ چوتھے نے اُمید پر۔ پانچویں نے ایمان پر۔ ایک بزرگ نے
جو بیٹھے بیٹھے اس مُباحثہ کو سُن رہے تھے یہ کہہ کر ان کی تسلّی کی کہ کیا تم بتلا سکتے ہو کہ پہیہ کا
کونسا آرا پہلے حرکت کرتا ہے؟ تم ایک آرے پر نظر کرکے خیال کرتے ہو کہ یہی سب
سے پہلے چلنے لگا ہے مگر وہ سب کے سب ایک ہی وقت میں متحرک ہوتے ہیں۔
ویسے ہی جب خدا کی رُوح انسان کے دِل کو جنبش دیتی ہے تو تائب رُوح میں سب
صفات نظر آنے لگتی ہیں۔ خواہ وہ شخص خود ایک ہی خاص صفت کو محسوس کرے

ایک قدیم روایت ۔ کہتے ہیں کہ جہاں موقعہ پر سلیمان کی ہیکل تعمیر کی گئی دو
بھائی بود و باش کیا کرتے تھے۔ ایک صاحبِ اولاد تھا اور دُوسرا لا ولد۔ اِس مقام پر
گیہوں کا کھیت بویا ہوا تھا۔ جب فصل کی دروائی ہو چکی اور دونوں بھائیوں نے پولیوں کے
گٹھے تقسیم کر لیے تو بڑے نے اپنی گھروالی کو کہا کہ میرا چھوٹا بھائی محنت اور دھوپ
کی برداشت نہیں کر سکتا میں رات کے وقت چُپ چاپ چند گٹھے گیہوں کے اُس کے
گٹھوں کے ساتھ رکھ دُوں گا اُدھر چھوٹے بھائی نے دِل میں خیال کیا کہ میرا بڑا بھائی
صاحبِ خاندان ہے میں اپنے گٹھوں میں سے لیکر اُس کے گٹھوں میں ملا دُوں گا ۔
دُوسرے روز جب اپنے اپنے گٹھوں کا حساب کرنے لگے تو وہ ٹھیک پُورے نکلے
چند روز تک یہی اتفاق ہوتا رہا ۔ آخر دونوں نے ارادہ کیا کہ اس راز کا پتہ لگانا چاہیئے
اگلی رات جب وہ اپنے اپنے حصہ میں سے گٹھے لے جاتے تھے تو راہ میں ایک دوسرے
سے مُلاقات ہو گئی۔ اِسی مقام پر وہ عالیشان ہیکل تعمیر کی گئی جو دُنیا کی حیرت اور تعریف

کا باعث تھی +

کچھ عرصہ کا ذکر ہے کہ چند آدمی ایک ضعیف العمر ویندا شخص کی لاش کو دفن کر رہے تھے۔ وہ بڈھا ایک غریب شخص تھا مگر روحانی طور پر غنی تھا اور اُس کو دفن کرنیوالے آنکھیں بند جلدی جلدی لیجا رہے تھے تاکہ کسی صورت سے اُس سے چھٹکارا پائیں۔ مگر بدھا مردہ ان کے نزدیک تھا اُس نے [illegible] انکی تیزی کو دیکھا کہ آہستہ چلو کیونکہ مرنے والے القدس کی تجلی کو آپ سے جدا ہونے ہے۔ یقیناً ہر ایک [illegible] روح القدس کی ہیکل ہے +

پچھلی صدی کی ترقی ۔ پچھلے سو سال کے عرصہ میں جرمنی کی آبادی دگنی سے کچھ زیادہ ہوئی۔ [illegible] انگلستان اور ویلز کی تہائی سے کچھ زیادہ۔ آئرلینڈ کی آبادی [illegible] لاکھ کے کم ہوگئی ہے۔ برطانیہ اعظم میں ۱۸۰۱ء میں عورتیں [illegible] مرد [illegible] کے [illegible] مردوں سے قریب دس لاکھ عورتیں زیادہ تھیں۔ امریکہ کی آبادی چودہ گنا زیادہ ہوگئی ہے۔ انکی ترقی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس عرصہ میں ۲۹ نئے صوبے ملحق ہوئے ہیں۔ روس کی آبادی تین گنا۔ جرمنی اور اٹلی کی دوگنی۔ فرانس اور ہسپانیہ میں بہت ترقی نہیں ہوئی اور آسٹریا میں ان سے بھی کم۔ برطانیہ اعظم کی کالونیاں وسعت میں دگنی ہوگئی ہیں اور ساری دنیا کی دیگر کالونی ہائے سے زیادہ ہیں۔ ۱۸۰۰ء ہسپانیہ کی کالونی ہائے دیگر تمام سلطنتوں سے زیادہ تھیں۔ اُسوقت ۵۰ لاکھ میل اس کی مقبوضات میں تھا اور انکی آبادی ۱۸۰۰۰۰۰۰ تھی۔ اب انکا رقبہ ڈھائی لاکھ میل رہگیا ہے اور آبادی ۳۵۰۰۰۰۰۔ سلطنت برطانیہ کی کالونی ہائے ساٹھ ہزار میل سے ایک کروڑ پندرہ لاکھ بڑھ گئی ہیں اور ان کی آبادی پچیس لاکھ سے ۳۵۰۰۰۰۰۰ تک پہنچ گئی ہے۔ ۱۷۹۳ء سے ۱۹۰۰ء تک جو ۷ برس انگلستان اور فرانس کے مابین جنگ ہوتا رہا اس میں اتنے سپاہی شریک نہ ہوئے تھے جتنے جنگ

ٹرنسوال میں۔ جنگ فرانس میں انگریزوں کے ۲۴۰۰۰ سپاہی ۹ سال میں قتل ہوئے
تھے لیکن بوئروں کے جنگ میں ایک ہی سال میں بہتیرا زیادہ مقتول ہوئے۔ صدی
کے شروع میں انگلستان کا قرضہ سب قوموں سے زیادہ تھا لیکن اب فرانس سب سے
بڑھا ہوا ہے۔ صدی کے شروع میں جزائر برٹش کی پیداوار ضروریات باشندگان کے
لئے کافی تھی لیکن اب قریب نصف کے دیگر ممالک سے آتی ہے۔ اگلی صدی
میں تجارتی مقابلہ برطانیہ۔ امریکہ اور جرمنی کے مابین رہیگا۔ ۱۸۰۰ء کی نسبت اب
فرانس کے مقابلہ کا کچھ بھی ڈر نہیں۔ روس اور اٹلی فرانس سے بھی کمزور ہیں اور
ہسپانیہ تو اب کسی شمار میں نہیں رہا۔

چین میں بکسر لوگوں کی مفسدہ پردازی کے شروع میں ساڑھے سات لاکھ
چینی مسیحی تھے۔ موسلی میتھرسی۔ ایم۔ ایس مشنوں میں مسیحی کاشتکار فصل کے پہلے پھل
خدا کی نذر کرتے ہیں۔ اس سال ان کی فروخت سے ۳۱۵ روپیہ ۶ آنہ وصول ہوئے۔
پچھلے تین سالوں میں ۶-۶-۲۳۶ + ۹-۱-۲-۲۶۳ + ۲-۰-۰-۲۲۶ آمدن ہوئی
تھی۔ پادری این سی مارش ایم اے دہلی کیمبرج مشن کے لئے ولایت سے آرہے
ہیں۔ ۱۸۷۳ء میں منچوریا کے دو کروڑ باشندوں میں سے صرف ۲ شخص مسیحی تھے
۱۸۹۹ء کے آخر میں بپتسمہ یافتہ مسیحی ۱۹۰۰۰ اور کیٹیکیومن ۹۰۰۰ تھے۔ یہاں
۶۰ مشنری کام کر رہے ہیں۔ ۱۹۰۰ء کے آخر میں ساٹھ پروٹسٹنٹ سوسائٹیاں
چین میں کام کر رہی تھیں۔ ان کے ۱۲۸۷ کارندے اور ایک لاکھ مسیحی تھے۔ ان میں
مقتول شدہ کا شمار شامل نہیں۔ پچھلی خونریزی میں ۸۸ مشنری اور ۲۹ بچے قتل
ہوئے۔ اور ۷۰ یا ۸۰ کا کچھ پتہ نہیں ملتا۔ کلکتہ کے ایک دولتمند ہندو نے مشہور مسیحی
وکیل مسٹر کالی چرن بنرجی کو اپنا وصی مقرر کیا اور ان کو اپنی جائداد میں سے حصہ بھی
دیا ہے +

کیونکہ ہے عیب زندگی میری | بحث رہتی ہے مجھ سے سیری | اور جھوٹا بھی ہو اگر ایماں | سچ ہے یہ بات بہر طفلاں

میرے آبا تمام اور اجداد | باپ ماں رشتہ دار اور نعمدا | سب کا ایمان تھا یہی ہے | دل سے پیمان تھا یہی ہے

کیا یہ مطلب تمہاری بات کا ہے | وہ جو سب ساری کائنات کا ہے | ڈالدیئے جائینگے جہنم میں | خوبیوں کے سبب جو مردم ہیں

مردم زادہ کی طرح ہیں عزیز | وہ سزا پائیں یہ کیونکر تمیز | رحم و انصاف کے خلاف ہے یہ | کوئی تجھ کو نہیں ہے معاف یہ

بولی تب نیک بی بی سے مارسلا | یہ حقیقت غلط ہے وہ ویلا | یہ صداقت جو ایک دنیا کی | جڑ سے کرتی ہو اسکی بربادی

اب حقیقت لوگوں کے نام نظر | دیوبیہ جا بجا ہی ہو گو سودا دور | دیوبیہ نے سنا تحمل سے | پھر یہ کہنے لگی تامل سے

میری پیاری عزیزہ مارسلا | کیسے ممکن ہو اب بیان تجھ سے | سیکھو تم جلد جلد تر مجھ سے | اور کہتی نہیں ہوں میں اچھا

صرف اتنا ہی حال ہے موجود | نہیں کرتا ہے دل کو خوشنود | آپکا فہم پا نہیں سکتی | اس نتیجہ تک آ نہیں سکتی

اس سے پہلے کہ اسقدر جانبر | ہم سے ورثہ نجات کی مانو دل | مجھ کو قائل کرو کہ ہوں گمراہ | کیونکہ ابن خدا کے غضب سے کھینچوں آہ

اور اسکے مسیح کے بیچ | خون اپنا بہا کے ہو گئے بیچ | تاکہ وہ آتش غضب کو بجھائے | اس حضور کی بہا ناقص ہیں آئے

سن کے یہ سب جناب مارسلا | بولی دیکر جواب مارسلا | دیوبیہ کیا کروں میں ہوں مجبور | ورنہ کرتی شکوک سارے دور

کاش ہوتی کلام سے ماہر | نطق ہوتا بیان سے باہر | تو بھی تائید ایزدی سے نہیں | کچھ کہونگی کلام ہی سے تمہیں

کیسی حالت بری ہے انساں کی | دل بہ خود بدی ہے انساں کی | لیکن اے دیوبیہ جانتی ہو | بخط ہے کتاب مانتی ہو

اور اسی میں خدا کی مرضی ہے | دل تمہارا عمل پہ راضی ہے | دیوبیہ نے کہا میں قائل ہوں | جان و دل سے اسی پہ مائل ہوں

سب صحائف زبور اور انجیل | اپنے الہام پر ہیں آپ دلیل | ان سے تعلیم چاہتی ہوں میں | اور تفہیم چاہتی ہوں میں

کیا میں سمجھتی ہوں اسم لوگ | ہیں جو بے عیب و بے خطا ہم لوگ | بولی خوش ہو کے تب تو مارسلا | کیونکہ تھی شاد اب تو مارسلا

اپنے ایمان کو پاک تم سمجھو | دیوبیہ میں کہونگی تم کو بہن | جانتی ہو کہ گر گیا کیونکر | اپنی قدوسیت سے فرد بشر

پہلے ماں باپ آدم و حوا | ہو گئے موجب عتاب خدا | اور انکی سرشت میں یہ گناہ | کیسے پیوست ہو گیا ہے آہ

چونکہ تھا یہ گناہ متوارث | اسکی اولاد بھی ہوئی وارث | کس کے سر پر بلا سوار نہیں | ایک کیا کوئی نیکوکار نہیں

سچ ہے بیشک خدا کا فرمودہ | سب کے سب ہیں گناہ آلودہ | ہو گیا دور قرب یزدانی | شاہد اس پر ہے رسم قربانی

شر بشر سے جو جا نہیں سکتا | آپ کو وہ بچا نہیں سکتا | یوں نہیں جاں نجات پائیگی | ہے ضرورت لہو بہانے کی

اُس کی باتوں سے وہ بہ تھا اسکو　خوف یا کچھ خطر نہ تھا اُس کو　وہ یہ سمجھی کہ دیوبہ کا وسواس　دُور کر دیگا یہ جدید خیال

یا اکیشوں میں کر گئی نہ دیر　اُس کو لینگی نئے طریق سے بھی　پر نہ سمجھی کہ عقل تھی ایسی　دُنیوی عورتوں کی ہو جیسی

رُوح قُدس نے کلام کی تاثیر　شیشۂ دل میں تھی نہ عکس پذیر　شام کا وقت تھا کہ مارسلا　باغچہ میں ہی تھی دل بہلا

وہ مقدس کلام میں دن بھر　غور کرتی تھی اُن دلائل پر　جن سے پورا تھا اسکے دل کو یقین　دیوبہ اُن سے پا گئی تسکین

اُسکے دل کو تبہ واثق تھی　دیوبہ سے ملونگی پھر بھی کبھی　اُسنے پیغام تھا جو بھجوایا　دیوبہ کو نہ کچھ خیال آیا

چونکہ اب ہو چلا اندھیرا اب　اور وہ پڑھنے سے ہو گئی چپ　گر کے گھٹنوں پہ سر کو جھکا　اُسکے حق میں خدا سے کی یہ دعا

نرم دل کر تو میری دیوبہ کا　اور توفیق مجھ کو کر یہ عطا　ہے جو تیری سلامتی کی راہ　لاؤں اُسکو اُس پہ یا اللہ

پاؤں کی اب کسی کے آہٹ پا　چونک اٹھی دعا میں مارسلا　غور کرتے ہوئے نظر جو پڑی　روبرو اُسکے دیوبہ تھی کھڑی

ساتھ اُس کے غلام روشن ہے　فاصلہ پہ کھڑا ہوا بس ہے　کچھ اشارہ پہ اُس کے کر کے عمل　لوٹا گھر کو لئے ہوئے مشعل

جب غلاموں کی آہٹیں دور چلا　کہتیں ہیں دیوبہ و مارسلا　بولی اب وہ مجھے دوائی دو　دو تسلی کرو مٹھائی دو

چشم الطاف سے مجھے تو بتا　پونچھنا غمزدوں کے آنسو کا　دل شکستہ رواں ہے میری روح　میرے اطمینان سے میری روح

شکر کر کے خدا کا مارسلا　بولی اُس سے کہ مرض ہے بھلا　بیچلا جو تمہیں طبیب کے پاس　سلب ہوگا الم صلیب کے پاس

حمد حق اس دلی الم کے لئے　ماتم و درد و رنج و غم کے لئے　جس سے اُسکی تمہیں لگا پر ہے　پونچھتا آنکھ سے جو آنسو ہے

جسنے فرمایا ہے میرے پاس آؤ　اے تھکے ماندو میرے پاس آؤ　تم بڑے بوجھ سے دبے ہو جو　میں ہی آرام دونگا مجھ سے لو

دیوبہ تم بھی اپنے غم کا بوجھ　ڈالدو اس پہ کُل الم کا بوجھ　دیگا آرام وہ تمہیں بھی ضرور　کیا کمی ہے خوشی کی اُسکے حضور

دیوبہ نے کہا کہ مارسلا　میرا بھاری ہے ہائے بوجھ بڑا　کیا کروں اُس ملال کا اظہار　جبکہ دیکھا تھا تم کو آخر بار

ہوکے ناراض تم کو چھوڑا تھا　کیا ہی غم نے مجھے جھنجھوڑا تھا　چین دم بھر مجھے نصیب نہ تھا　کوئی مونس نہ تھا حبیب نہ تھا

گو کہ کاٹا اکیلے سارا وقت　تھا نہ بیفائدہ ہمارا وقت　کہکے بیمار گھر کے لوگوں سے　ہو کے بیزار گھر کے لوگوں سے

اپنے دکھ کو تمام تر جا چھپا　خاص حالت میں عام تر جا بجا　اُس ہمہ دان خدا کے پاک حضور　کر گئی ساری زندگی پہ غور

میں نے اُس سے دعا یہ کی ہمہ تن　دور کر میرے دل کا دھندلا پن　کل بطالت کی کرکے بربادی　ہو صداقت کی راہ میں ہادی

آہ شرماتی ہوں ملجاتی ہوں دل　میں گنہگار دل کو پاتی ہوں　آہ خدمت نہ کچھ خدا کی ہوئی　ہوئی تو اپنی مدعا کی

نے کا ارادہ ہے ۔ یوں ہر سال ایک دیسی مسیحی ایم ۔ بی کی سند حاصل کرتا رہیگا
مدراس کے مسیحیوں نے دیسی مسیحیوں کے ایکٹ دادرسی سے متعلق جناب گورنر
جنرل کی خدمت میں ایک میموریل بھیجا ہے ۔ لاہور مشن کالج کے پرنسپل
ڈاکٹر ... تک چھ ماہ کے لئے جزائر فلپائن تبدیل ہوئے ۔ لودیانہ بوائز بورڈنگ
سکول کے سابق پرنسپل ڈاکٹر آرتھر ایوینگ رخصت سے واپس آنے پر الہ آباد
جمنا ہائی سکول کے پرنسپل مقرر ہوئے ۔ اس سکول سے متعلق عنقریب ایک
کالج کھلنے والا ہے اس کے پرنسپل بھی صاحب موصوف ہونگے ۔ آنکو
پادری ... صاحب سیالکوٹ پرنسپل بٹالہ بیرنگ ہائی سکول کے نصیب میں نہیں
الہ آباد کے پادری ... پرنسپل ہوئے ۔ اکتوبر ۱۹۰۰ء کے آخر تک پادری
بیٹمین صاحب نے علاقہ جھنگ بار میں ۱۴۴۶ مسیحی دریافت کئے ۔ مسیحی خاندانوں
میں نابالغ ... بیویوں اور بچوں کا شمار ۳۴۲ اور متلاشی ۱۰۴ تھے ۔ اس تعداد
میں منٹگمری و لا کے مسیحی شامل نہیں ہیں ۔ مدراس کے لڑکیوں کے سکولوں میں
اوپر کے درجوں میں ۲۲۵ یورپین ۔ ۱۸۵ دیسی عیسائی اور چھ وہ لڑکیاں تعلیم پاتی ہیں
جو برہمن نہیں ہیں ۔ نچلے درجوں میں ۹۹ یورپین ۔ ۲۰۴۲ دیسی عیسائی ۔ ۹ محمدی ۔
۱۵۱ ۔ برہمن ۔ ۵۵۲ ۔ جو برہمن نہیں ہیں ۔ پنچم اور ... ذاتوں کی لڑکیاں پڑھتی ہیں ۔ امریکہ میں خیراتی اور
مدرسی کاموں کے لئے ہر سال بہت سا روپیہ جمع ہوتا ہے جسکا چندہ ۲۰۰۰ روپیہ سے کم تھا اسکو چھوڑ کے گذشتہ سال
۱۹۶۰۰۰۰۰ روپیہ جمع کیا گیا ۔ یہ صرف امیروں ہی کا چندہ ہے جن کا چندہ تین ہزار روپیہ
سے کم ہو اُس کا حساب لگا کے اس میں بڑھایا جائے ۔ تو بڑی کثیر رقم ہوگی ۔ تاہم
یہ اوسط سے کم ہے ۔ امریکہ میں بہت کم کالج سرکاری مدد پاتے ہیں ۔ زیادہ اسی روپیہ
سے چلتے ہیں جو کہ لوگ اپنی رضامندی سے دیتے ہیں ۔ تو بھی کام مزے میں چلتا ہے
بریلی کے مدرسہ علم الٰہی میں امسال ۲۹ نئے طالب علم بھرتی ہوئے ہیں کل ۲۷ طلبا اور ۴۲ عورتیں ہیں
مسیحی اُستادوں کا درجہ کھونے کے لئے بھی زور دیا جاتا ہے ۔

THE MASIHI,

AMRITSAR.

Vol. VI. March, 1901 No. 3.

CONTENTS.

Literary Communications [illegible] should be addressed to the Editor, *Masihi*, Amritsar. Business Letters and Remittances to the Manager, *Masihi Press*, Lahore.

Annual subscription *strictly in advance*—

India and Ceylon, Re. 1-8-0 } Post free.
England and America, 2*s.* }

ہم یسوع کو دیکھنا چاہتے ہیں

مسیحی

جلد ۶ امرتسر عدد ۴

۱۵ - اپریل ۱۹۰۱ء

فہرست مضامین

گلدستہ اخبار سر ورق کی پشت پر

مطبع مسیحی پریس لاہور

ماہوار اخبار ہر مہینہ کی پندرہ تاریخ کو امرتسر سے شائع ہوتا ہے اسکا چندہ ... سالانہ

گلدستۂ اخبار

۲۴ - مارچ کو دیسی عیسائیوں کا ایکٹ وادرسی جناب گورنر جنرل کی کونسل برائے وضع آئین
وقوانین میں پیش ہو کر منظور ہوا - اسکا ترجمہ اس پرچہ میں شائع کیا جاتا ہے ــــ ماہ فروری
کے مسیحی میں اصل مسودہ پر جو اعتراض کیے گئے تھے اور جن کی نسبت مدراس کے مسیحیوں کیطرف
سے ایک میموریل بھیجا گیا وُہ منظور ہوا - اور اصل مسودہ پر بہت کچھ ایزاد کیا گیا ہے ــــ آنریبل
مسٹر انندا چرلو کا بھلا ہو کہ اُن کی ہی تحریک سے یہ مسودہ کونسل میں پیش ہوا تھا - اسکے
منظور کرانے میں آپ نے بڑا زور دیا ــــ آنریبل سر کنور ہرنام سنگھ صاحب بھی خاص شکریہ
کے مستحق ہیں ــــ امسال مدراس یونیورسٹی کے کانووکیشن میں ۵ لڑکیوں کو ڈپلیوما ملا
۳ ہندوستانی مسیحی اور ۲ یوروپین یا یوروشین ہیں ــــ لاہور ڈایوسیسن کانفرنس ۶ نومبر
۱۹۰۰ء کی تقریب پر جو لیفٹ صاحب نے چوپانی نصیحت (چارج) دی تھی وُہ اس دفعہ اُردو
میں بھی شائع کی گئی ہے ــــ نیز ہندوستانی کلیسیا سے متعلق مضامین اور مباحثہ کی
رپورٹ بھی اُردو میں چھاپی گئی ہے - لیکن انکا ترجمہ کسی نے لفظ بلفظی کیا ہے کہ کئی فقرے
بے معنے سے معلوم ہوتے ہیں ــــ امرتسر مشن کی رپورٹ بابت ۱۹۰۰ء سے معلوم ہوتا ہے
کہ یوروپین اصحاب نے ۸۸ روپیہ چندہ دیا اور ہندوستانی مسیحیوں نے گیارہ روپیہ ۱۲ ار ــــ
اگر گرجا میں انگریز اور دیسی الگ الگ تھیلیوں میں روپیہ ڈالا کریں تو حساب ٹھیک رہیگا ــــ
امرتسر لوکل مشن کا کل خرچ ۱۹۰۰ء میں قریب پانچ ہزار روپیہ کے ہوا - جس میں سے
قریب دو ہزار دو سو روپیہ صرف یوروپین پادری صاحبان کی کوٹھیوں کی مرمت پر لگا ــــ
کلکتہ کے بشپ صاحب بیماری کی رُخصت پر ۶ ماہ کے لئے ۶ اپریل کو روانہ ولائت ہوئے
آپکی غیر حاضری میں آرچ ڈیکن سٹون بطور کمشنری کام کریں گے ــــ پنجاب انڈین کرسچن
اسوسی ایشن پندرہ مئی کے قریب فیصلہ کریگی کہ کون طالب علم وظیفہ پانے کے مستحق ہیں - انٹرنس

۱۵-اپریل-۱۹۰۱ء

نوٹ اور رائیں

کیا مسیحی مذہب ہندوستان میں پھیل جائیگا۔ سال گذشتہ میں جو جارج جناب بشپ ویلڈن نے اسقفی سنڈ کے آگے پیش کیا وہ اب شائع کیا گیا ہے۔ ہم وقتاً فوقتاً صاحب ممدوح کے خیالات ناظرین کی خاطر مختصر طور پر درج کیا کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم کو یقین ہے کہ اُن معاملات کی نسبت جو مسیحی مذہب کو ہندوستان میں پھیلانے کے متعلق ہیں بشپ ویلڈن صاحب سے بڑھ کر کوئی شخص بہتر رائے قائم نہیں کر سکتا اور نہ کوئی ویسے صاف الفاظ میں اپنی رائے کا اظہار کر سکتا ہے۔ صاحب موصوف اوّل اس عظیم انقلاب کا ذکر کرتے ہیں جو گذشتہ صدی میں ہندوستان کے باشندوں کے خیالات میں پیدا ہوا ہے۔ یہ ریل یا تار برقی کا کام نہیں بلکہ مغربی علم ادب اور مغربی تعلیم کا اثر ہے۔ اب صدیوں کی خشک ہڈیوں میں حرکت نمودار ہونے لگی ہے۔ اور آخر اس ملک میں بڑی بھاری تبدیلی واقع ہوگی۔ پھر اس سوال کے جواب میں کہ ہندوستان میں مسیحی مذہب کے لئے کیا اُمید ہے۔ صاحب ممدوح فرماتے ہیں کہ مسیحی مذہب کی خفیہ تاثیر قدیم تعصبات اور رسوم کے بند ڈھیلے کر رہی ہے۔ اس زبردست تاثیر کا انجام یہ ہوگا کہ ہندوستان ظاہرا مسیحیت کو اختیار کرنے سے پیشتر اندر ہی اندر مسیحی ہو جائیگا۔ جو دھرم صدیوں سے چلا آتا ہے اُسکو تبدیل کرنا محال ہے مگر اس تبدیل کا اقرار کرنا اس سے بھی

دشوار ہے۔ پھر آپ بحوالہ چارلس ٹریلون فرماتے ہیں کہ ہندوستان کے باشندے انگریزوں کے آبا و اجداد کی طرح سب ایک دم سے مسیحی ہو جائینگے۔ اول یہ ملک بذریعہ مشنریوں کی منادی اور تعلیم اور انگریزوں کے ساتھ ارتباط اور اختیارات اور دیگر وسائل کے مسیحی دین کے اثر سے معمور ہو جائیگا۔ پھر عوام کا رُخ اس مذہب کی طرف ہوگا اور ہزاروں اسکو قبول کرینگے۔ ۱۸۰۰ء کے آخری اتوار کے روز ولیم کیری صاحب نے کرشنا پال کو سیرام پور کے متصل ہگلی دریا میں بپتسمہ دیکر موجودہ مشنوں کا سلسلہ قائم کیا۔ صدی کے آخر میں دیسی پروٹسٹنٹ مسیحیوں کی تعداد سات لاکھ سے بڑھ گئی ہے۔ اگرچہ یہ تعدادی ترقی بہت افزا ہے مگر آخری فتح مسیحی مذہب کے ہمرکاب ہے اور اس لحاظ سے یقینی امر ہے کہ آخر کار ہندوستان میں اسی مذہب کا پھریرا ہر طرف اُڑیگا +

مسیحیوں کو غیر مسیحی مذاہب کو کس نگاہ سے دیکھنا چاہیئے۔

اُسی مندرجہ بالا اسقفی چارج میں جناب بشپ ولڈن صاحب نے ایک اور ضروری امر کی نسبت فرمایا کہ ہندوستان کے غیر مسیحی مذاہب کو دو طرح سے دیکھ سکتے ہیں یعنے یا تو انکو سراسر بیہودہ اور باطل اور شیطانی مذہب کہہ سکتے ہیں۔ اور یا انکے تاریک سے تاریک پہلو میں بھی اُس نور کی دھیمی روشنی دیکھ سکتے ہیں جسکا کمال مسیحی مذہب میں ہے۔ خود صاحب موصوف اِس دوسرے طریق کو اختیار کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم ہے کہ غیر مذاہب کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرنا کیسا دشوار ہے۔ اُن میں خدا کی آواز کو بطور دُور کی صدا کے سُننا کیسا مشکل ہے۔ ہاں ان میں بہت کچھ ہے جنکو ہم سمجھ نہیں سکتے۔ بعض اوقات انکو ملامت کرنا بھی ضرور ہے۔ لیکن اگر ہم انکو ہروقت بھلا بُرا کہتے رہیں تو ہم اپنے اور اُنکے پیرووں کے درمیان ایک گہری خندق کھودتے ہیں۔ ہم انکو اپنا دشمن بناتے ہیں۔ میں یہ صلاح دونگا کہ ہندوستان کے مذاہب کی بُرائیوں کو نظر انداز نہ کرو مگر ساتھ ہی حتی الامکان انکی خوبیوں کو دیکھنے کی کوشش کرو۔

مثلاً پولس رسول کی منادی شہر اتھینی میں قابلِ غور اور قابلِ تقلید ہے۔ اگرچہ ان لوگوں کے پلید مذہب سے اُسکا جی جلتا رہا تو بھی اُس نے ایک سخت لفظ اُنکے خلاف استعمال نہ کیا بلکہ نامعلوم خدا کی پرستش کے مضمون کو لیکر اُنکے خیالات کو مسیح کی طرف اٹھایا۔ باوجود اسکے صاحب موصوف نے زور سے فرمایا کہ ایک بات میں کبھی نہ کرونگا۔ اور نہ میں کر سکتا ہوں۔ یعنے خداوند یسوع مسیح کو انسانی روح پر جو لاثانی دعویٰ حاصل ہے میں اُسکو پیش کرنے میں سرمو نہ ہٹونگا۔ میں ہندوستان میں نیم صداقتوں کی منادی کرنے نہیں آیا۔ بلکہ بڑی ہمدردی اور محبت کے ساتھ اس ملک کے لوگوں کی طرف یہ پیغام لایا ہوں کہ ایک خدا اور ایک نجات دہندہ یسوع مسیح ہے۔ میں انکو یہ بتانے آیا ہوں کہ ایک ہی نام آسمان کے نیچے دُنیا کو دیا گیا ہے جس سے اُنکی نجات ہو سکتی ہے۔ انجیلی مذہب اپنی سادگی اور پاکیزگی میں ہر فرد بشر کی اُمید اور خوشی اور اطمینان اور نجات کا باعث ہے +

مدراس نیٹو کرسچن ایسوسی ایشن کی تیرھویں سالانہ رپورٹ۔ اِس معزز ایسوسی ایشن کا تیرھواں سالانہ جلسہ بتاریخ ۳۰۔ ماہ گزشتہ منعقد ہوا۔ جس میں سال گزشتہ کی رپورٹ پڑھی گئی۔ اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسوسی ایشن مذکور نے ہر طرح سے ترقی کی ہے چنانچہ ممبروں کی تعداد بڑھ گئی ہے۔ چندہ بہ نسبت پیشتر زیادہ جمع ہوا ہے۔ نئی شاخیں کھولی گئی ہیں۔ سال بھر میں جلسوں کی تعداد بڑھی ہوئی ہے۔ علاوہ اِنکے سالِ گذشتہ میں حضور وائسرائے کی خدمت میں ایک ایڈریس پیش کیا گیا اور دیسی مسیحیوں کی قانونی مشکلات کی نسبت چارہ جوئی کی گئی۔ جس میں بہت کچھ کامیابی ہوگئی ہے۔ بعض کارِ خیر اس انجمن نے شروع کئے ہیں۔ جن سے کلیسیا میں رُوحانی اور تعلیمی ترقی مقصود ہے۔ خدا ان کوششوں میں برکت دے۔ حسبِ دستور سابقہ اخبار کرسچن پیٹریٹ کی سالانہ رپورٹ بھی اسی ایسوسی ایشن کی کارروائی کے ضمن میں پیش ہوئی۔ جس میں منیجر شا

کہ صاحبِ توفیق مسیحی اس کی کما حقہٗ قدرشناسی نہیں کرتے۔ خریداروں کی تعداد بمقابلہ انگریزی خواں دیسی مسیحیوں کی تعداد کے قابلِ اطمینان نہیں۔ ہم اپنے تمام عزیز ناظرین سے جو انگریزی زبان سمجھ سکتے ہیں ہمعصر مذکور کی نسبت سفارش کرتے ہیں کہ وہ اِس نادر اخبار کی خریداری میں تاخیر نہ کریں۔ ایسا سستا اور دیسی مسیحیوں کے حق میں عمدہ پرچہ اُنکو اَور کہاں ملیگا؟ یہ اخبار مدراس سے ہفتہ وار شائع ہوتا ہے ✦

مسیح کے جی اُٹھنے کی شہادت ایسی تو ی ہے کہ جب گلبرٹ ویسٹ ایک مشہور دہریہ نے اس مضمون کے رُخ مسیحی مذہب پر وار کرنا چاہا تو اُس نے کل دلائل کو جمع کر کے انکا موازنہ کیا اور اگرچہ اُس کا دِل تعصب سے بھرا تھا تو بھی اس واقعہ کی شہادت ایسی زبردست معلوم ہُوئی کہ وُہ مسیحی مذہب کا قائل ہو گیا اور اپنی تحقیقات کے نتائج میں سے مسیح کی قیامت پر ایک لاجواب رسالہ باقی چھوڑ گیا جو مسیحی کلیسیا کے لئے ایک قیمتی خزانہ ہے۔۔۔۔۔ حق تو یہ ہے کہ دُنیا کی تواریخ میں کسی واقعہ کی شہادت مسیح کے جی اُٹھنے کی شہادت کے مقابلہ میں عشر عشیر بھی نہیں ہے۔ اور اگر اس کا اِنکار کیا جائے تو دُنیا میں راستی کوئی شے ہی نہیں بلکہ داؤد کی طرح یہ کہنا بجا ہوگا کہ سب انسان جھُوٹے ہیں ✦

کوئی نہیں جانتا کہ مسیح کیونکر جی اُٹھا۔ فقط اس قدر معلوم ہے کہ اس وقت بھونچال آیا تھا۔ ہمارا نجات دہندہ قبر کا پتھر لڑھکنے سے پیشتر ہی نکل آیا تھا۔ فرشتہ مسیح کو قبر کے اندر سے نکالنے کے لئے نہیں آیا تھا۔ اسکے آنے کا مقصد یہ تھا کہ خالی قبر کے مُنہ پر سے پتھر کا نقاب ہٹا کر شاگردوں کو خالی گور کا منظر دکھائے۔ اُس نُورانی صبح کے وقت کنعان کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے چڑھتے ہُوئے سُورج کی شعاعیں اُس گور کو منوّر کر رہی تھیں۔ اب مسیح نے مُردوں میں سے جی اُٹھ کر گور کی تہ سے خدا کے تخت تک رستہ صاف کر دیا ہے ✦

مشنری کام میں رکاوٹیں

(۲)

ماہ گذشتہ میں جو تحریر مندرجہ بالا عنوان پر ہم نے درج کی تھی وُہ کوئی کامل تصویر نہ تھی کہ جس میں کچھ اور ایزاد کرنے کی گنجائش ہی نہ رہی ہو۔ غالباً راقم نے خود بھی رکاوٹوں کی مکمل فہرست پیش کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اسوقت ہم ایک اور قسم کی رکاوٹوں کی نسبت چند الفاظ کہنے کی جرأت کرتے ہیں۔ یہ ضروری بلکہ طبعی بات ہے کہ مشنری کام میں رکاوٹوں پر لکھنے والے کا ۰ ار اوّل خود مشنریوں کے سر پر پڑے۔ کیونکہ اگر کارندوں میں خدمت کے لئے ضروری صفات موجود نہ ہوں تو کام میں خواہ مخواہ ہرج واقع ہوگا۔ مگر کیا وجہ ہے کہ ہم اپنے دیسی خادمانِ دین یا پادریوں کو اسی درجہ پر متہم نہیں ٹھہراتے یا اُنکے ڈھیلے ہاتھوں کو سخت الفاظ سے یاد نہیں کرتے۔ اسکا اصلی باعث یہی ہے کہ ہم نے ابتک اپنے دیسی بھائیوں سے سخت محنت کی توقع رکھی نہیں۔ ہمارے مشنری صاحبان جوشِ محبت سے اپنے وطنِ مالوفہ کو خیرباد کہہکر ہزاروں میل کا سمندر عبور کرکے انجیل کی خدمت کے لئے یہاں آئے ہیں۔ اُنکی خود انکاری اور خدمت کی طاقت اور انتظام کی لیاقت ہمیں اُمید دلاتی ہے کہ وُہ اس خدمت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرینگے۔ اور جب ہم کو اپنی توقع کے خلاف حالات نظر آتے ہیں تو سخت مایوسی ہوتی ہے۔ اور اسکا اظہار ہم مختلف صُورتوں میں کرتے ہیں۔ بعض لیس پردہ

بارون میں بیٹھکر اسکا چرچا کرتے ہیں انکو شن کے خیر خواہ اور صاحب فراست سمجھا
جاتا ہے۔ بعض برملا اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں تو انکو گستاخ اور ناشکر گذار
کہا جاتا ہے۔ غرض سوائے چند مستثنیات کے سب ایک ہی تھیلی کے باٹ ہیں ۔
فرق درجہ کا ہے۔ نوعیت میں سب برابر ہیں ۔ لیکن باوجود اس کے ہم اپنے
دیسی خادمان دین کو جنکے سپرد انجیل کی خدمت کیگئی ہے بری الذمہ نہیں
ٹھہراتے ۔ جب وہ اس خدمت کو دل سے بجا نہیں لانتے تو وہ بھی مشنری
گاڑی کے پہیوں کے آگے روڑے پتھر رکھ کر کام کو روکتے ہیں ۔ کیا اُن کو
اجنبی مشنری کے مقابلہ پر خاص فوائد حاصل نہیں ہیں ۔ کیا اگر وہ کوشش کریں
تو کلام کو بہتر اور موثر طور پر پیش نہیں کر سکتے ۔ اگر وہ دیدہ ودانستہ اس خدمت
میں تساہل کرتے ہیں تو وہ معذور نہیں ہیں بلکہ خدا کے نزدیک اور اپنے
ہموطنوں کے قصور وار ہیں ۔

جب ہم ذرا ایک قدم آگے بڑھ کر دیکھتے ہیں تو اپنے تئیں اسی فرو داری
کے حلقہ میں پاتے ہیں ۔ لفظ مشنری کے عام معنے نے ہم کو مغالطہ میں ڈال
رکھا ہے ۔ عموماً اس سے یہی مراد لیجاتی ہے کہ جو شخص غیر ملک میں انجیل سنانے
جاتا ہے وہی مشنری ہے ۔ مگر ہم بھول جاتے ہیں کہ مسیح کا ہر ایک پیرو مشنری
ہے ۔ ہر ایک کا فرض ہے کہ آندریاس کی طرح اپنے بھائی کو مسیح کے پاس لے
آئے ۔ انجیل کی خدمت بھی ایک تنگ محاورہ بن گیا ہے ۔ یہ گھنٹہ بھر بازار
میں کھڑے ہو کر انجیل سنانا اور پھر دن بھر بنگلہ کی تنہائی میں آرام کرنا نہیں
ہے ۔ بلکہ مسیحی کی زندگی بھی بڑی زبردست منادی ہے ۔ ہاں مسیح کے

مذہب کی صداقت کی ایک ایسی پختہ دلیل جسکا کوئی مخالف مقابلہ نہیں کر سکتا۔
جب ہمارے خداوند نے فرمایا کہ تم دُنیا کے نُور ہو تو کیا اُسکا مدّعا یہی نہ تھا
کہ ہر وقت تاریکی میں چمکتے رہو۔ اِسلئے ہم میں سے جو شخص چمکتا نہیں رہتا
وہ مشنری کام میں رکاوٹ ہے۔ ہمارا ہر روز کا مشاہدہ ہے کہ جو شخص مسیحی کہلا
کر مسیح نہیں وہ نہ فقط اپنی بربادی کا باعث ہے بلکہ وہ ہزار وعظوں اور
منادیوں کی تاثیر کو زائل کر دیتا ہے۔ عوام انجیل کو نہیں پڑھتے وہ ہمارے
نمونہ اور چال چلن کو پڑھتے ہیں +

حاصل کلام اگر انجیل کی خدمت میں کوتاہی ہو رہی ہے تو اس کے
اول ذمہ وار مشنری صاحبان اور بعد انکے کل دیسی کلیسیا ہے۔ مگر ایک اور
قسم کی رکاوٹیں جو خاص ہندوستان سے متعلق ہیں۔ مختلف مذاہب کے
باطل عقائد اور بیہودہ رسومات کی بیخکنی کرنا آسان بات نہیں۔ اوّل اس
سنگلاخ زمین کو توڑنا ہے۔ پھر کلام کا بیج اُگ سکتا ہے۔ اس اہم خدمت
کو انجام دینے کے لیے مشنری یا واعظ محض ہتھیار نہیں بلکہ خدا کے
ہمخدمت ہیں۔ اُس نے ہم کو اعزاز عطا کیا ہے کہ ہم اُس کے ساتھ کام کرنے
والے ہوں۔ طاقت اُسی کی ہے اور خدمت کے وسائل ہم مقرر کئے گئے
ہیں۔ اِس لئے اگر ہم خدا کو اپنے ذریعہ کام کرنے دیں تو آخر ہندوستان
میں اُس کے لئے بڑی فصل تیار ہوگی۔ اور اگر ہم اُس کے ہاتھ کو روکیں تو
ہم اُس جلیل مشنری کام کو روکتے ہیں جسکا بانی خود خدا ہے +

انتھوزا

مرقومہ پادری جوئیل واعظ لال صاحب ایم۔اے

نیک نامی خواہی اے دل با بداں صحبت مدار — خود پسندی جان من برہان نادانی بود
گرچہ بے ساماں نماید کار ما سہلش مبیں — کاندریں کشور گدائی رشک سلطانی بود

مرحبا اے پاک طینت انتھوزا مرحبا! باایں ہمہ تقلب روزگار و گردش لیل ونہار ہوائے مخالف نے اب تک تمہاری پاکدامنی کا چراغ گل نہیں کیا اور نہ باد سموم کے جھونکوں سے تمہارے گلشن شہرت کا جوبن بے رونق ہوا۔ ساڑھے سولہ سو برسوں کے انقلاب کے بعد بھی تمہارا ستارہ اوج فلک پر اُسی شان وجمال کے ساتھ جھوم رہا ہے۔ اے مقدس ماں آسمان کی شبنم اور ابر بہار کے تڑیڑوں سے۔ جب تک قیامت نہ آئے۔ تمہاری تربت تر ہوتی رہے!

انتھوزا جرنیل سیکنڈس کی بیوی اور مقدس کریزسٹم کی ماں ہیں۔ خاندان کے لحاظ سے آپ نجیب الطرفین ہیں۔ ان کا شوہر اعلیٰ افسران جنگی میں سے ایک تھا۔ خداوند کریم نے انہیں فضیلت ولیاقت اور حسن وجمال کے ساتھ نور باطن اور خلوص قلب بھی عنایت فرمایا تھا۔ زبان میٹھی اور سچی۔ مزاج نرم اور مہربان۔ دل میل کدورت سے پاک اور عادت جی کو لبھانے والی۔ جس سے ایک دفعہ محبت کی اُس سے کبھی دل نہ توڑا اور اگر قضارا دشمن بھی اپنی چھت تلے آیا تو پیار واخلاص برتنے سے زنہار منہ نہ موڑا۔ بچپن میں ماں باپ کے آئین وفرمان کے تابع۔ شادی کے بعد اپنے شوہر کی مطیع اور پورے دل سے محبت کرنے والی۔ عمر بھر اپنے بیٹے پر سو جان سے قربان رہیں۔ اقبال مندی اور فراغ حالی میں کبر وپندار کا سایہ تک دل میں نہ آیا۔ زمانہ کے حوادث سے پیشانی پر بل نہ لائیں اور سختی دوران سے چتون پر میل نہ آیا۔ پاک کلام میں جو کچھ پڑھا اُسے روزمرہ کی زندگی میں عمل

کر کے دکھایا۔ انجیل کی جو کچھ تعلیم پائی اُسکی تفسیر اپنی سیرت و اخلاق سے کی۔ اُن کی
دینداری۔ پرہیزگاری اور راست گفتاری کا چرچا گھر گھر تھا۔ عنفوانِ شباب میں۔ جب
آپ کی عمر ۱۸ برس کی تھی۔ نکاح کیا اور دو برس تک اپنے شوہر کے ساتھ بڑے عیش و
راحت سے رہیں۔ تیسرے برس سے مُصیبتوں کا آغاز ہُوا اور وہ سال تمام نہ ہونے پایا
تھا کہ مفارقت کے صدمے اور رنڈاپے کے جلاپے اور گھلاپے شروع ہو گئے۔ شوہر
یک بیک عالمِ بقا کو سُدھارا اور تھوڑے دنوں بعد بیٹی بھی راہی ہوئی۔ ایک بیٹا اُس عالمِ
تنہائی میں اپنا ہمراز و دمساز رہ گیا جس کا نام یُوحنا تھا۔ شوہر گھر سے اچھا بھلا روانہ ہوا
تھا۔ سوار ہونے سے پیشتر اپنے گھوڑے کی باگ تھامے ہُوئے بیوی کے پاس آیا۔
بچہ کو پیار کیا۔ اور بیوی کو بوسہ دے اور خُدا حافظ کہہ چل پڑا۔ چوتھے دن شام کے وقت
نوکر آقا کی جگہ اُسی گھوڑے کی باگ پکڑے ہُوئے روتا سسکتا سامنے آیا۔ پیچھے دو چار
بھائی ایک لاش لیکر اندر گھسے۔ چادر اُٹھائی۔ مُونہہ دیکھا۔ سکندس کی خاک تو وہاں تھی
پر وُہ نہ ملا۔ چیخ کر تڑ سے زمین پر گریں۔ جب افاقہ ہُوا اور آنکھیں کھلیں تو دُنیا اندھیری
اور جہاں سونا نظر آیا۔ ۵

گُلِ ارماں نہ کھلینگے انہیں معلوم نہ تھا ـ جھٹکے دے کے پھر نہ لینگے انہیں معلوم نہ تھا

اِس آخری مُلاقات کی تصویر مرتے دم تک اُن کی آنکھ سے اوجھل نہ ہُوئی۔ خاوند
کی وفات کے بعد اپنا سارا وقت اپنے فرزندِ دلبند کی تعلیم اور اپنے شوہر کی یاد میں کاٹا۔
ایامِ طفولیت میں جتنا اثر ماں کا بچوں پر ہوتا ہے اتنا اور کسی کا نہیں ہوتا۔ سبھوں
کو معلوم ہے کہ تمطاؤس پر اُس کی ماں کا کیسا اثر ہوا۔ مُقدس آگستین نے اپنی ماں مونیکا
سے کیا کچھ نہ پایا۔ گریگری نازی عنزن شاید ایسا با خُدا۔ بلند ہمت اور خوشحال نہ ہوتا
اگر اس کی ماں نونا اس کی کوکبِ ہادی نہ ہوتی۔ مقدس کریزستم شاید اس دُنیا کے
گورکھ دھندوں اور جھمیلوں میں ایسے منقفص اور منہمک ہو جاتے کہ چھٹنا دشوار ہو جاتا

اگر انتھوزا اپنی پاکبازی اور خدا ترسی۔ خوش تدبیری اور روشن ضمیری سے انکی چال
ڈھال۔ اور اوضاع و اطوار کو روحانیت اور حق شناسی کے سانچے میں نہ ڈھالتیں*
جب تک بیٹا کم عمر رہا اپنے آپ اُس کی تعلیم و تربیت کرتی رہیں۔ اور نیک چلنی۔
صداقت و سادہ وضعی کُوٹ کُوٹ کر اِن میں بھری۔ بچپن کے اسی نُورانی و مُبارک
ایام کی جھلک ہم مُقدّس کریزسٹم کی جوانی میں پاتے ہیں۔ کہ جہاں جہاں گئے وہاں
وہاں انکی حضوری اندھیرے میں چاندنا اور ظلمت میں اُجالا پیدا کرتی رہی۔ اِسی
زمانہ میں آئندہ کی عظمت و شہرت کی بُنیاد پڑی۔ جب اپنی شیریں کلامی اور آتش زبانی
سے سامعین کے دِلوں کو ہلایا اور مُسخر کیا اور اپنی بلاغت و شیوہ بیانی سے رشکِ
یُونان و فخرِ رُوم کہلائے۔ فی الواقع اگر اُن کے مسیحی ہمعصر غیر قوموں کے عالموں اور
فاضلوں سے آگے یہ دعویٰ کرتے کہ مقدس کریزسٹم کی مانند "بیا ورید گر اینجا بود زباندانے"
تو اُن کا دعوے صحیح ہوتا۔ متاخرین نے انتھوزا کے لختِ جگر یوحنّا کو کریزسٹم یعنے
سونامکھی کا لقب اس ہی وجہ سے دیا کہ انھوں نے اپنی زبان سے جادو کا کام لیا۔
اور اپنی رنگین۔ پُر تاثیر۔ جگر سوز اور دلدوز عبارتوں سے سحر و افسوں کی حیثیت باقی
نہ رکھی اور طلسم ارژنگِ چین کی قدر خاک میں ملادی۔ انطاکیہ شہر جیسے رنگیلے اور
سجیلے لوگوں کے دلوں پر اپنی جادو کلامی اور شیریں بیانی کا ایسا سکہ بٹھایا کہ وے
سرکس اور ناٹک کو چھوڑ کر انکا وعظ سُننے کے لئے بھاگے آتے تھے۔ اُن کے
استاد لائبینی اُس کی تُند کلامی اور خوش گفتاری بھی انکی نغز گوئی اور زبان کی دُرفشانی
کے آگے مات تھی *

انطاکیہ شہر کے لوگ شب و روز عیاشی اور عشرت پسندی میں ڈوبے رہتے
تھے۔ شراب خوری اور اوباشی کو وے آسائش دل اور مایۂ جان سمجھتے تھے۔ امیر و
غریب۔ کبیر و صغیر۔ عالم و جاہل۔ جوان بھوت اور بڈھے چھوس سب کے سب نفس پرستی

اور شکم پروری میں ہر وقت دیوانے رہتے تھے۔ اپنا دین و ایمان اِس ہی بات میں
سمجھتے تھے کہ ؎

بستم تن و مے خور در گلستاں — کہ گل تا ہفتۂ دیگر نماند
زمانِ خوشدلی دریاب دریاب — کہ دائم در صدف گوہر نباشد

فضائے زمین ان حرص و ہوا کے بندوں کے لئے تختۂ گلزار تھی اور ہوائے
عالم نسیمِ جنت۔ دریا کے اور دشت بز کے کنارے انہوں نے ذرہ ذرہ گھر سے اڑائے
اور رنگ رلیاں منائیں کہ نہرِ رکنی اور گلگشتِ مصلےٰ کا رنگ بھی اُن کے آگے پھیکا
ہے۔ غضب ہے کہ یہ شراب خوری کے متوالے ایسی بلا کی نیند کے ماتے ہوں کہ بیلشاذر
کی طرح دستِ غیب کو دیوار پر فتویٰ لکھتے نہ دیکھیں۔ اور موت کی پکار کو کہ ”اے
نادانو۔ آج رات“ کانوں سے نہ سنیں یا سنکر ٹال جائیں۔ ایسے لوگوں کے بیچ انتھونزا
ایک بیوہ کے دنوں کو کاٹتی تھی۔ اور جس قدر آزمائشوں اور امتحانوں کا زیادہ غلبہ
ہوا اُسی قدر خدا نے اُنکو غالب آنے کی طاقت بھی زیادہ دی۔ جہانِ فانی کے رنگ
کو دیکھ کر ان کا دلِ عیش دنیا سے سرد ہو گیا تھا۔ بیابانِ زیست میں اپنا ایک ہمدم اور
دُکھ کا بانٹنے والا تھا کہ موت نے ایک ہی جھپٹے میں ساتھی بھی چھینا اور اُمید کا دیا بھی
بجھایا۔ بحرِ ہستی میں ایک تختہ تھا جس سے چمٹی پھرتی تھی اجل اُسے بھی لے گئی۔ صحرائے
علم میں ایک ہی درخت تھا جس کے سایہ تلے آبیٹھتی تھی۔ خزانِ ہستی نے اُسکی بھی
پتیاں جھاڑیں اور اُسے ٹنڈا چھوڑا۔ دشتِ غربت میں اپنی ایک ہی گنگا مائی تھی جو
بے آب ہوئی۔ گردوں پر اپنا ایک ہی روشن تارا تھا کہ اندھیرے گھپ نے اُسے نگل لیا۔
ایک چھوٹا بچہ تھا کہ جس کو دیکھ کر اپنا جی بہلا لیتی تھیں۔ چونکہ باپ سے بہت
کچھ ملتا تھا اِس سبب سے اپنی آنکھ کی پتلی اور جان کا لعل بنا کر رکھتی تھیں۔ اُس
چھوٹے یوحنا کے چھٹپن کے میٹھے ادھورے بول اُس بیوہ کے خاطرِ خستہ کو بلبل

خوش الحان کے نغمۂ سحری سے زیادہ بھاتے تھے۔ اُس معصوم۔بے باپ لڑکے کی ہنسی اور مسکراہٹ سے اُس اکیلی مصیبت زدہ غمدیدہ دُکھیاری عورت کے سینۂ غمناک میں خوشی سی پیدا ہو جاتی تھی۔ جاندادکی آمدنی آرائش تن اور زیبائش مکان میں نہیں بلکہ اپنے لڑکے کی تعلیم کے پیچھے خرچ کی اور مرتے وقت تک شادی کا نام تک نہ لیا۔گو کہ بڑے متمول اور دولتمند اشخاص نے شادی کے لئے درخواست کی۔ اُن کی مُلامت اور تنبیہہ کی باتیں بھی بیٹے کو نبات کے ریزوں اور شہد کے ٹپکوں سے شیریں تر معلوم ہوتی تھیں۔چنانچہ جب جوانی میں بیٹا اپنی ماں کو چھوڑ کر راہبوں اور زاہدوں کے ساتھ جاکر رہنا چاہتا تھا تو اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے کمرہ میں لے گئیں اور روکر کہا" اے پُوحنا۔ میں نے اب تک تیرا کچھ نہیں بگاڑا۔ تو کیوں مجھے چھوڑتا ہے۔ مجھے دوبارہ بیوہ نہ بنا"۔بیٹا سُنتے ہی پھوٹ پڑا اور بچوں کی طرح بلک بلک کر رویا۔ اُنہوں نے حضرت مریم کی ایسی پُوری تقلید کی پاکیزگی اور دل کی صفائی میں کہ ہم نہیں جانتے کہ

"شمس الضحےٰ کے بدرالدجےٰ لکھیں"

بقا اور جلالِ جاودانی تو فقط خدا ہی کو ہے اور حیّ ہی حیّ ہے گویا اس آیۂ منورہ کی شان ٹپکتی ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ پر اس میں کچھ شک نہیں کہ جب تک انبر پر سُورج اور چاند روشن ہیں۔ انفوزا کی عصمت وعفّت بھی ایمان کے فلک پر آفتاب وماہتاب ہوکر درخشاں رہیگی +

موت ! بہت جلد اس دُنیا میں تیرا خاتمہ ہونے والا ہے۔اس لئے یہ سوچ کہ آنے والے جہان میں تیرا کیا حال ہے +

کل کا کیا بھروسا ہے۔ اور تجھے کیسے معلوم ہے کہ تو کل تک زندہ بھی رہیگا +

دو آنکھیں

دو شخصوں نے قید خانے کی کوٹھڑی میں سے باھر نظر کی
ایک نے تو کیچڑ دیکھا۔ اور دوسرے نے ستارے

مجھے خبر ملی۔ کہ میرا ایک دوست چھت پر سے گر پڑا اور اُس کا بازو ٹوٹ گیا۔ مَیں اُس کی بیمار پرسی کو گیا۔ میرا مطلب اس کی اس شکستہ حالت میں ہمدردی ظاہر کرنے کا تھا۔ لیکن اُس کی شکر گذار حالت نے مجھے اس قسم کی ہمدردی کے ظاہر کرنے کا کوئی موقعہ نہ دیا۔ جونہی مَیں اُس کے کمرے میں داخل ہوا۔ ایک آواز خوشی کے لہجے میں مجھ سے یوں مخاطب ہوئی۔ آئیے۔ آئیے۔ مَیں آپ کو ایک عجیب و غریب قصہ سناؤں گا۔ کہ خدا نے کس طرح مجھ پر اپنی رحمت ظاہر کی بعد ازاں اُس نے مفصّل بیان کرنا شروع کیا۔ کہ کس طرح دفعتاً میرا سر چکرانے لگا۔ اور مَیں نیچے گر پڑا اور اگر ٹھیک اسی مقام پر نہ گرتا۔ بلکہ ذرا بھی اُس سے فاصلے پر گرتا۔ تو میرا سر پاش پاش ہو جاتا۔ کیونکہ وہاں لوہے کی سیخیں پڑی تھیں۔ خدا کی یہ بڑی رحمت تھی۔ کہ مَیں ایسی جگہ نہ گرا۔ اور اس سے بھی زیادہ خدا کی بڑی رحمت یہ تھی۔ کہ میری لڑکی جو اس وقت پاس کھڑی تھی۔ میری اس حالت کو دیکھ کر بدحواس نہ ہوئی۔ بلکہ جب اُس نے ڈاکٹر کو بلوایا تو ساتھ ہی یہ بھی کہلا بھیجا۔ کہ مجھے کس قسم کی چوٹ آئی ہے جس کی وجہ سے ڈاکٹر مرہم پٹی کا ضروری سامان اپنے ساتھ ہی لیتا آیا۔ اور میرے زخم کا جلدی چارہ ہو گیا۔ خدا کی یہ بھی بڑی رحمت تھی۔ کہ یہ چوٹ میرے بائیں ہاتھ میں آئی ۔ علاوہ ازیں اس میں بھی خدا کی رحمت کچھ کم نہ تھی۔ کہ یہ حادثہ ایسے اچھے موسم میں واقع ہؤا۔ میرا دوست خدا کی رحمتوں کی شکر گذاری میں ایسا مشغول تھا۔ کہ اُس کو اُن دُکھوں اور

تکالیف کا جو اس حادثہ سے اُس پر واقع ہوئیں بیان کرنے کی فرصت تک نہ ہوئی۔ نہ تو اُس نے اس جانکنی کی تکلیف کا ذکر کیا۔ جو بازو باندھتے وقت اُس پر وارد ہوئی۔ نہ دُکھ بھری بے خواب راتوں کا اور نہ اس افلاس و تنگدستی کا جس سے وہ اس غمزدہ حالت میں راحت و آرام کی چیزیں مہیا کرنے سے قاصر رہا +

اس شخص کی رات گویا تاروں سے بھری تھی

اس شخص کی حالت دیکھ کر مجھے ہمدردی کا ایک لفظ تک کہنے کی نوبت بھی نہ آئی۔ اور میں تھوڑی دیر تک اُس کے پاس بیٹھ کر رخصت ہُوا۔ اور ایک دوسرے دوست کی بیمار پرسی کیلئے جسکی بیماری کی میں نے خبر پائی تھی چلا گیا۔ پہلے دوست کے مقابلہ میں اُس کی حالت کچھ اور ہی نظر آئی۔ یہ شخص دولتمند تھا۔ اور کئی ایک خادم اس کی خدمت کے لئے موجود تھے۔ کمرہ جس میں لیٹا ہُوا تھا۔ ہر طرح سے آراستہ تھا۔ پھولدانوں میں تر و تازہ خوشبودار پھول سجے تھے۔ دیواروں پر عمدہ عمدہ تصویریں آویزاں تھیں۔ غرضیکہ کسی چیز کی جس سے ایسی حالت میں آسائش یا تسکین حاصل ہو سکے کمی نہ تھی۔ تاہم اس شخص کی اندرونی حالت بالکل مختلف تھی۔ جونہی میں اُس کے کمرے میں داخل ہُوا۔ تو ایک نہایت غمگین آواز مجھے یہ کہتی سنائی دی۔ واہ صاحب! آپ نے تو مجھے بالکل فراموش کر دیا۔ آپ کی صورت دیکھے صدیوں گذر گئیں۔ مجھے آپ کی ذات سے ہرگز اُمید نہ تھی۔ کہ میری بیماری کا حال سن کر اتنے عرصہ تک غائب رہینگے۔ اور کبھی میری خبر کو نہ آئینگے۔ میں نے جواب دیا۔ کہ میرے نہ آنے کی وجہ یہ تھی۔ کہ میں باہر گیا ہُوا تھا ابھی واپس آیا ہوں۔ اور آپ کی بیماری کا حال سنتے ہی دیکھنے کو چلا آیا ہوں۔ اُس نے نہایت افسردگی سے اپنا حال بیان کرنا شروع کیا۔ آپ سے کیا بیان کروں۔ یہاں پڑے پڑے طبیعت کیسی اُکتا گئی ہے۔ یہ کمرہ بالکل قیدخانہ معلوم ہوتا ہے۔ جب ہ

یہ کر رہا تھا۔ تو اتفاقاً میری نظر پھولوں اور تصویروں اور دیگر پر تکلف سامان آرائش پر جا پڑی۔ وہ بھی تاڑ گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ میں جانتا ہوں آپ کے دل میں اس وقت کیا خیال گذر رہا ہے۔ یہ سب آرام و آسائش کی چیزیں تو موجود ہیں لیکن مجھے ان سے کچھ خوشی نہیں۔ میرے بازو کا درد کسی چیز سے حظ اٹھانے نہیں دیتا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ڈاکٹر صاحب نے اس کو ٹھیک نہیں باندھا میں نے اس بیماری میں ایسا سخت دُکھ اُٹھایا ہے۔ کہ زبان بیان نہیں کر سکتی۔ اور جب یہ خیال آتا ہے۔ کہ ابھی مجھے کتنے دن بلکہ ہفتوں تک اس کمرے میں بند رہنا پڑیگا۔ تو دل اور بھی گھبراتا ہے۔ اور ساتھ ہی اس کے جب اس خوشنا موسم کا خیال آتا ہے۔ کہ کس طرح اور لوگ اس کے مزے اڑا رہے ہیں اور میں یہاں محبوس ہوں۔ تو دل نہایت ہی بے چین ہو جاتا ہے۔ جبتک میں اس شخص کے پاس بیٹھا رہا وہ اپنے دکھ اور تکلیف ہی کے راگ گاتا رہا۔ اور خدا کی رحمت اور فضل کا جو اس وقت بھی اس کو گھیرے ہوئے تھا۔ ایک لفظ تک بھی زبان پر نہ لایا اس کی آنکھیں رات کے پاؤں پر لگی تھیں۔ نہ سر پر۔ اور اس لئے اُس کو مایوسی کے کیچڑ کے سوا اور کچھ نظر ہی نہ آتا تھا ✦

یہ پہیلی ہر کوئی سمجھ سکتا ہے۔ زندگی ہمارے لئے ویسی ہی ہوگی جیسا آپ بنائینگے۔ پھول ہم کو خوشبو بھی دے سکتا ہے۔ اور خلش بھی لیکن یہ ہماری مرضی پر منحصر ہے۔ کہ ہم دونو چیزوں میں سے کسی ایک کو پسند کریں۔ ایک ہی منظر میں سے خوشنما کھیت اور سنسان جنگل نظر آتے ہیں۔ یہ ہماری آنکھ کے اختیار میں ہے کہ ایک سے حظ اٹھائے یا دوسرے سے اپنے دل کو افسردہ کرے رات کی تاریکی یقیناً ہم کو گھیر لیگی۔ اور ممکن ہے۔ کہ اُسکی سیاہ پوشاک کو دیکھ کر ہم خوف زدہ ہو جائیں لیکن اگر ہمارے پاس غور سے دیکھنے والی آنکھیں ہونگی تو ہم ضرور اُس تاریکی میں بھی خوبصورت چمکنے والے ستاروں کو شناخت کر سکینگے ✦

سی-ایم-ایس مشن کا روپیہ کیس طرح جمع ہوتا ہے

مرقومہ پادری ایچ - ایلوائٹ برنخت صاحب پی - ایچ - ڈی

اس صوبے میں جو جماعتیں سی - ایم - ایس سے متعلق ہیں - ان میں گذشتہ سال کے آخر پر اس بات کا کچھ چرچا ہو رہا تھا - کہ سال رواں میں سوسائٹی کی آمدنی میں بڑی کمی کا اندیشہ ہے - اور اس بات کے بارے میں دعا کے جلسے اکثر منعقد ہوئے جن میں خدا سے یہ دعا کی گئی - کہ اپنے لوگوں کے دلوں کو سخاوت اور خود انکساری پر زیادہ مائل کرے - اُس وقت ہمارے مسیحیوں کو یہ سمجھایا گیا - کہ کمی مذکور اس لئے نہیں ہوگی - کہ انگلینڈ کے مسیحی بشارت کے کام کے لئے کچھ کم دینے لگے - بلکہ اسلئے کہ کام کی عالمگیر ترقی کے سبب سے اس کا خرچ سال بسال متواتر بڑھتا جاتا ہے - چنانچہ سال ۱۸۹۹-۱۸۹۸ء کے مقابلے میں سال ۱۹۰۰-۱۸۹۹ء کی ایزادیئے خرچ کی رقم ۳۷۰۰۰ ہزار پونڈ یعنی ۵۵۵۰۰۰ روپیہ تھی - اور گو اس آخری سال میں سنٹنری (یعنی صد سالہ یادگاری) کی تقریب پر معمولی چندے کے علاوہ ۱۲ لاکھ سے زیادہ خاص چندہ ہوا - تاہم ۳۱ - مارچ ۱۹۰۱ء تک ساڑھے دس لاکھ کی کسر کا اندیشہ کیا گیا +

ایسی بڑی بڑی رقموں کے ہندسے دیکھ کر ہندوستانی مسیحیوں کو عموماً یہ خیال آتا ہوگا - کہ ایسی سوسائٹی ایک سرکاری محکمہ جیسا ہوگا - جب اُس کی جمعی آمدنی گذشتہ سال ساٹھ لاکھ سے اوپر ہوئی تو میں ایسے سمندر میں اپنا لوٹا کیوں اُلٹ دوں - اس سوسائٹی کو میری مدد سے کیا اثر پہنچ سکتا ہے؟ بہتر ہے - کہ اپنی جماعت یا اپنے علاقے کے لئے زور سے درخواست دیدیں تاکہ ہمارے معمولی گرانٹ میں خسارہ نہ ہو - اُن کو پتہ نہیں کہ اس آمدنی کے

جمع کرنے میں کتنی محنت و کسر نفسی اور گرمجوشی و محبت کا جوش پایا جاتا ہے۔ اسلئے
میں یہ چند سطور لکھتا ہوں۔ تاکہ یہ بات اس پر واضح ہو۔ کہ سی۔ ایم۔ ایس کی
آمدنی کا چشمہ کہاں سے کیونکر نکلا۔

اس بات میں کچھ شک نہیں کہ سوسائٹی کی آمدنی کا ایک معقول حصہ ایسے لوگوں
کے چندے سے آتا ہے۔ جن کو ہم آسودہ حال کہہ سکتے ہیں مثلاً جو آمدنی کہ سال
۱۸۹۹-۱۹۰۰ء میں قریباً پانچ لاکھ کی تھی۔ اور جو چندے براہ راست
سوسائٹی کے دفتر میں ادا کیے گئے۔ قریباً اس مقدار کے تھے۔ اور یہ دونو اکثر
آسودہ حال لوگوں کے عطیہ سے ہیں۔ مگر بمقابلہ ان کے دو مدیں دیکھئے جن
کا میزان عموماً غریبوں یا چھوٹی حیثیت کے لوگوں سے وصول ہوتا ہے۔
یعنی اشیائے دستکاری کی فروخت منجملہ ۔۔۔ ۴۳۱۷ روپیہ اور صندوقچوں
(مشنری بکس) کے چندے منجملہ ۴۲۸۶۱ روپیہ چنانچہ ان دونو کا میزان مذکورہ
بالا ان دو رقموں کے میزان سے کچھ زیادہ ہے۔ جو اکثر آسودہ حال شخصوں
سے وصول ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ جو بڑی رقم سوسائٹی کی آمدنی خرچ
کے حساب میں آتی ہے۔ وہ شاخوں (ایسوسی ایشنوں) کا چندہ ہے۔ بلغ
۳۳۴۱۵۱ روپیہ اور جو پڑھنے والا صرف سی۔ ایم۔ ایس کا بڑا ماہواری
سالانہ تشابہ جنس غور سے دیکھئے۔ اس پر بخوبی عیاں ہو جائیگا۔ کہ اس
بڑی رقم کا بھی ایک معقول حصہ غریبوں اور بچوں کے ذریعے سے ملتا ہے
چنانچہ اس رسالے میں سے اس بات کی چند نظیریں دیتا ہوں +

شہر لندن کے محلہ ناروڈ میں کسی گرجے کے متعلق بچوں کا اجلاس ہے
گذشتہ سال کے اندر لڑکے لڑکیوں نے چندہ کا حساب حسب ذیل نکلا:-

لڑکوں کے سنڈے سکول میں معمولی چندہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۲۰۰ روپیہ

لڑکیوں کے سنڈے سکول میں معمولی چندہ	۲۵۴ روپیہ
بچّوں کی عبادت کے وقت کے چندے	۲۲۹۰ //
صدسالہ یادگاری کا چندہ	۸۱۹ //
متفرق	۱۴۵ //
کل میزان	۴۱۸۸ روپیہ

اشیائے دستکاری کی فروخت کا انتظام اکثر سلائی کی محفلوں کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ ان میں بہتیرے ایسے لوگ خصوصاً عورتیں غریبوں میں سے شامل ہوتے ہیں جن کو پیسے دینے کی بہت تھوڑی توفیق ہے۔ مگر وقتاً فوقتاً جمع ہو کر اُن کی محنت سے طرح طرح کی چیزیں تیتی ہیں۔ جن کے فروخت کرنے سے معقول پونجی جمع ہو جاتی ہے +

علاوہ اس طریقے کے پیسے دینے کے لئے دیندار اور بہت سے دیگر طریقے اختیار کیا کرتے ہیں۔ ایک عورت کئی برسوں تک ہسپتال میں پیٹھ کے بل پڑی رہی تھی۔ اُس کے پلنگ کے پاس سی۔ ایم۔ ایس کی چندہ والی صندوقچی رکھی تھی۔ اس حالت میں بیچاری مشنری رسالے برابر پڑھ پڑھ کر جن جن مشنریوں اور دیسی مریدوں کا ذکر اُس میں آتا تھا۔ اُن کے لئے نام بنام دعا مانگا کرتی تھی۔ اور سال بسال سوسائٹی کے پاس دس بارہ روپیہ چندہ بھیجا کرتی تھی۔ ایک اور غریب آدمی کے پاس آٹھ مرغیاں تھیں۔ اور یہ اتوار کے دن جو انڈے دیتی تھیں۔ اُن کی قیمت جمع کر کے اُس نے سال کے آخر پر سی ایم۔ ایس کے پاس پندرہ روپیہ بھیجے تھے۔ ایک اور نے اپنے چھوٹے سے باغیچے میں سے ایک سیب کا درخت انجیل کی بشارت کے لئے مخصوص کیا تھا۔ جس سے گیارہ روپیہ آٹھ آنہ وصول ہوئے۔ ایک دیہاتی پادری صاحب لکھتے

ہیں۔ کہ گذشتہ جمعرات ہماری مشنری ایسوسی ایشنوں کا جلسہ ہوا۔ دروازہ پر
ایک چھوٹے سے سوداگر کی بیوہ مجھے ملی۔ انہوں نے پیشتر ۷۵ روپیہ اور ۱۵۰۰
روپیہ کی رقمیں سوسائٹی کے لئے دی تھیں۔ مگر اس وقت میرے ہاتھ میں
تین تین سو روپیہ کے دس نوٹ رکھ دئے۔ اُن کو گن کر میں نے کہا یہ بڑی
رقم ہے۔ آپ اس قدر خرچ کی برداشت کیونکر کر سکینگے۔ انہوں نے جواب
دیا۔ کہ مجھے اپنے لئے خرچ کرنا نہیں پڑا۔ بس دینے کے لئے موجود ہے
انہوں نے صرف ایک شرط ٹھیرائی۔ کہ میرے نام کا ذکر نہ ہو +

سی - ایم - ایس کے بہت سے مددگاروں میں چندے کا یہ طریقہ مروّج
ہے۔ کہ کسی گرجے یا دیگر جماعت کی طرف سے ایک یا کئی مشنریوں کا خاص
دینہ اٹھایا جائے۔ اور سی - ایم - ایس مشنریوں کی تعداد کے نصف حصہ
کا خرچ اس طرح بہم پہنچاتی ہے۔ ابھی انجمن مذکورۂ ذیل لوگوں میں
قائم ہوئے آئرلینڈ کے پولیس کنسٹبلوں میں لنڈن کے بعض بنک والے کلرکوں
بیمہ کمپنیوں میں وغیرہ۔ اُن میں ٹوولنگ ہینڈس سوسائٹی اور ووڈ داوٹ
سوسائٹی کے نام سے نامزد ہیں۔ پہلی کے ممبر اپنی دستکاریوں سے ایک
مشنری کا خرچ ادا کرتے ہیں۔ دوسری کے ممبر طرح طرح کی مفید یا مرغوب
چیزوں سے بہ ہنر کرکے بیچی ہوئی قیمت سے مشنریوں کا خرچ بہم پہنچاتے ہیں
جب جب آخری دفعہ انگلینڈ میں تھا۔ تو اس قسم کی بات میرے تجربے میں
آئی۔ مجھ سے درخواست کی گئی کہ آپ فلاں جگہ جاکر ایک میٹنگ میں ایڈرس
دیجئے۔ کیونکہ اُس علاقے کے لڑکوں کی طرف سے ایک پنجابی پادری صاحب
کا خرچ ادا کیا جاتا ہے۔ وہ آپ سے اُن کا حال سننا چاہتے ہیں۔ وہاں جاکر
ایک میم صاحبہ مجھے ملیں۔ جو اس ایسوسی ایشن کے سکرٹری کا کام انجام دیتی

تھیں۔ میں نے اُن سے پوچھا۔ کہ آپ لوگوں نے خاص اس شخص کا ذمہ
کس طرح اُٹھایا ہے۔ اُنہوں نے کہا۔ میرے گھر میں ایک عورت نوکر ہے
اُس نے اپنے پادری صاحب سے بائبل کلاس میں اس بات کا ذکر سنا تھا۔
کہ اگر تمہاری زندگی پھیکی اور بے مزہ سی معلوم ہوتی ہے۔ تو خدا کے لئے کوئی
خاص کام کرو۔ تم کو روحانی خوشی معلوم ہوگی۔ اس بات پر سوچتے سوچتے اُس
کو انجیل کی بشارت کی [illegible] کی ضرورت کا خیال آیا۔ پس اُس نے اپنی ایک
بہنیلی کے ساتھ [illegible] کا استعمال چھوڑ دیا۔ نیا کپڑا خریدنے سے پرہیز کیا۔
کچھ پیسے اس طرح جمع کر کے ان لڑکیوں نے مجھ سے کہا۔ کہ ہم سی۔ ایم۔ ایس
کے [illegible] کچھ بنانا چاہتے ہیں۔ مجھے بھی اشتعال ہوا۔ اور لوگ مل گئے۔ ایک
ورکنگ پارٹی بن گئی۔ کچھ چندہ بھی ہوا۔ اور ہر سال ہمارے پاس اس قدر
جمع ہو گیا۔ کہ انگلش مشنری تو نہیں۔ مگر ایک انڈین مشنری کے خرچ کا ذمہ
اُٹھا سکتے ہیں۔ سی۔ ایم۔ ایس نے اس صاحب کو ہمارے لئے مخصوص
کیا۔ اب ہم اُن کے لئے کام بھی کرتے اور دعا بھی کیا کرتے ہیں۔ اس ایسوسی ایشن
کے جلسے سے بڑی بڑی میٹنگیں تو میں نے انگلینڈ میں بہتیری دیکھیں
مگر اس سے دل پسند کوئی نہیں +

اس ملک میں بھی کہیں کہیں ایسی نیت نظر آئی۔ سی۔ ایم۔ ایس کی موجودہ ضرورت
کی خبر سُن کے ایک چھوٹے سے مناد نے پچیس روپیہ بھیجے۔ اور کسی پادری صاحب
نے ایک ماہ کی پوری تنخواہ دیدی۔ ایک [illegible] میں پندرہ روپیہ بھیجے
خدا اپنی پاک روح کے اس [illegible] کو دونو طرف بڑھائے۔ سب نعمتوں [illegible]
[illegible]



دیسی عیسائیوں کا ایکٹ وراثت

اس مسودہ کی غرض یہ ہے کہ قانون متعلقہ پروبیٹ و اہتمام ترکہ کا اثر دیسی عیسائیوں اور ہندو و مسلمان اور بدھ پر مساوی ہو۔

چونکہ یہ قرین مصلحت ہے کہ قانون متعلقہ اہتمام ترکہ کا اثر دیسی عیسائیوں پر ہندو و مسلمان اور بدھ کے مساوی ہو۔ اور کہ وہ ایکٹ ایڈمنسٹریٹر جنرل مصدرہ ۱۸۸۱ء کی بعض شرائط کی تاثیر سے مستثنیٰ کئے جائیں جن سے ہندو و مسلمان و پارسی و بدھ مستثنیٰ ہیں۔ اور بعض حالتوں میں انکو ایکٹ سرٹیفکیٹ وراثت کے رو سے سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کی اجازت دیجائے واسطے حسب ذیل حکم ہوتا ہے +

مختصر نام اور آغاز

دفعہ ۱۔ (۱) جائز ہے کہ ایکٹ ہذا ایکٹ متعلقہ دیسی عیسائیوں کے اہتمام جائداد کے نام سے نامزد کیا جائے۔ اور

(۲) یہ فوراً نافذ ہوگا۔

تعریف

دفعہ ۲۔ ایکٹ ہذا میں الفاظ دیسی عیسائی سے مراد وہ باشندہ ہند ہے جو کہ مخلوط ایشیائی نسل کا ہو یا ایک نسل سے ایسا ہونے کا دعویٰ کرے اور جو مذہب عیسوی کے کسی فرقہ کا معتقد ہو۔

دفعہ ۳۔ ایکٹ وراثت ۱۸۶۵ء کی دفعات ۱۹۰ اور ۲۳۹ کسی دیسی عیسائی کے کسی جبرو جائداد پر جاری نہ ہونگی جو بلا وصیت فوت ہو گیا ہو۔

دیسی عیسائیوں کا ایکٹ وراثت نمبر (۱۰) ۱۸۶۵ء کی دفعات ۱۹۰ اور [illegible] سے مستثنیٰ کیا۔

دفعہ ۱۹۰۔ [illegible] کسی شخص کے جو [illegible] فوت ہو گیا ہو کسی عدالت انصاف میں ثابت نہیں ہو سکتا ہے تا وقتیکہ [illegible] عدالت میں [illegible] سے چھپا [illegible] مہر کردہ عدالت [illegible]

سے حاصل ہوگئی ہوں +

دفعہ ۲۳۹ - جب تک کسی شخص متوفی کے وصیت نامہ کا پروبیٹ عطا نہ ہو یا اُسکی جائداد کا کوئی مہتمم مقرر نہ کیا جائے اُس ضلع کے صاحب جج کہ جسکے علاقہ میں متوفی کی جائداد کا کوئی جزو واقع ہو اختیار رہے گا - بلکہ اسکو لازم ہے کہ بطبق درخواست کسی شخص کے جو جائداد متوفی میں حق رکھنے کا دعویدار ہو اور دوسری سب صورتوں میں جب صاحب جج کو گمان ہو کہ جائداد کو نقصان یا ضرر پہنچنیکا اندیشہ ہے جائداد کی حفاظت کیلئے دست اندازی کرے اور اگر مناسب سمجھے تو اسی غرض سے کسی عہدہ دار کو جائداد اپنے ذمہ لینے اور اُسپر قابض رہنے کے لئے مقرر کرے +

کن اوس تج صاحب ڈسٹرکٹ جج کو جائداد کی حفاظت کے لیے دست اندازی کرنے کا اختیار ہے -

دفعہ ۴ - ایکٹ متعلقہ ایڈمنسٹریٹر جنرل مصدرہ ۱۸۷۴ء کی دفعات علی الترتیب ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ و ۳۷ اور ۴۴ میں جہاں جہاں لفظ "ہندو" آیا ہے اُس کے ماقبل الفاظ "یسی عیسائی" ثبت کیا جائیگا -

دیسی عیسائیوں کا ایکٹ ۲ ۱۸۷۴ء کی بعض دفعات سے مستثنیٰ کیا جانا

بشرطیکہ کوئی چیز مندرجہ ایکٹ ہذا کسی پروبیٹ یا چٹھیات اہتمام ترکہ یا سرٹیفکیٹ پر جو ایکٹ مذکورہ کے موجب عطا کیا یا دیا گیا ہو موثر نہ ہوگی +

دفعہ ۵ - ایکٹ سرٹیفکیٹ وراثت ۱۸۸۹ء کی دفعہ (۱) ضمن ۴ اس لئے کسی ایسے شخص کے سرٹیفکیٹ وراثت حاصل کرنے کی مانع نہ ہوگی - جو کسی متوفی دیسی عیسائی کی کل یا کسی جزو جائداد پانے کا مستحق ہو کر بروئے ایکٹ وراثت ۱۸۹۵ء وہ اپنا حق چٹھیات اہتمام ترکہ کے لینے سے ثابت کرسکتا ہے +

بعض حالتوں میں ایکٹ ۷ ۱۸۸۹ء کے رو سے دیسی عیسائیوں کو سرٹیفکیٹ کا عطا ہونا -

ایک خواب

از صبائے لکھنوی

۲۸ اُن کی بدولت ہوئے وہ تباہ کیا کرتے ہیں نالۂ جان کاہ ۲۹ بتاتے نہیں اپنی کل سرگذشت
یہ کہتے ہیں وہ میری کل سرگذشت ۳۰ تاسف کے لائق ہے میں کیا کہوں پشیمان و حیران و شرمندہ ہوں
۳۱ یہ سننے سے ہم کو ہوا اشتیاق کہا ہم سبھوں نے یہ بالاتفاق ۳۲ مناسب ہے یہ عرض اُن سے کریں
بتائیں کہ کل حال اپنا ہمیں ۳۳ جو احوال انکا نصیحت ہیں وہ ہو پُر اثر ایک عبرت ہمیں
۳۴ غرض سب ان پاس حاضر ہوئے وہ اسوقت تنہائی میں بیٹھے تھے ۳۵ مکان انکا ایک قلبہ تنگ تھا
دل اُن پہ قناعت کا ہم سنگ تھا ۳۶ تھا اسباب وہ مفلس کو ہو ننگ اُسے دیکھ کر ہو قناعت پہ تنگ
۳۷ وہ تھے منحنی اور خم کردہ پشت ضعیفی کا سرمایہ تھے ایک مشت ۳۸ گڑھے آنکھوں میں منہ پچکے ہوئے
نہ لحم پہ تھیں یا نہ تھیں انتڑیاں ۳۹ نمایاں تھے انکے فقط استخواں تھے سب انکے اعضا بھی لرزش کناں
۴۰ ادب سے کیا ہم نے انکو سلام ازاں بعد کرنے لگے ہم کلام ۴۱ کیا عرض اُن سے کہ اے مرد پیر
عصا ہو جوانوں کے اور دستگیر ۴۲ اٹھائی زمانے کی تم نے کھکھیڑ یوں ہی زندگی تم نے لی ہے نبیڑ
۴۳ چکھا گرم و سرد زمانہ ہے خوب ہو واقف ہنر کیا ہیں اور کیا عیوب ۴۴ سناؤ اگر اپنا احوال تم
کہو قصّہ اپنا کل حال تم ۴۵ بتاؤ تو ممنون اپنا کرو ہماری ہدایت تم ہی اب بنو
۴۶ کرو درد و غم کا ہمیں بھی شریک نہیں ہوگا ہم سے یگانہ رفیق ۴۷ مصیبت کو سن کر تمسخر کریں
نہ ہمدردی ہم آپ کی کر سکیں ۴۸ کیا عرض اُن سے یوں ہی بار بار بیاں کرنا انکو تھا گو ناگوار
۴۹ مگر آخر کار راضی ہوئے یوں احوال اپنا بتانے لگے ۵۰ میں ہوں ایک بدبخت [illegible]
نہیں جس سے دل کو ہے اصلاً قرار ۵۱ دوست اب نہیں میرے جو غمگسار نہیں کوئی ہمدرد ہے میرے پاس
۵۲ مرے اعضا کرتے نہیں اپنا کام ہے آرام کرتے ہیں اور تلخ اپنا کلام ۵۳ ضعیفی کا اب کیا کروں کیا بیاں
بہت صورت سے کُل حال میرا عیاں ۵۴ میں کرتا ہوں ہر روز آہ و فغاں کہ کیسی ہوئی میری بربادیاں

نہ میرا یہ حال پہلے نہ تھا ہر اک طرح تھا حال بہتر میرا میں خوش زندگی سے تھا اے حضرت
یہ سب اعضا پر زور تھے اور درست میرے صاحب خانہ اور میں آرام تھے خوشحال اور ہر طرح شاد کام
تھا ہر روز حق کی پرستش سے کام ادائے فرائض سے تھا شاد کام اس ایام کا ذکر سنتے ہو دوست تو
ذرا غور سے تم اب مفصل سنو اسی شہر میں شادی تھی واں گئے وہاں ماسٹر بھی کلیسا کے تھے
وہاں پر تھا لوگوں کا جم غفیر تھا واں شاد و خرم صغیر و کبیر تھی دولہا دلہن کی انوکھی پھبن
مہ و مہر تھے گویا جلوہ فگن وہاں بن ٹھن کے بیٹھے تھے سب مستیاں نہیں ہٹتا تھا جس سے پھرتے تھے نوجواں
وہاں کا سماں آنکھوں کا نور تھا دل غم گرفتہ بھی مسرور تھا تھے ہر قسم کے واں پہ اسباب عیش
کھلے تھے ہر اک شخص پر باب عیش تھی ہندی انگریزی شیرینیاں مزہ لیتی ہے جنکا اب تک زباں
سلونی و نمکین بھی جو جو شے نہ دیکھی سنی اور کہیں پر نہ ہے وہاں پر زیب دلہن سا اک کیک تھا
وہ تھا دل بہا اور بڑا خوشنما وہاں موجود تھی ہر طرح کی شراب ارے کیا پہ لذت مزے کے کباب
ہر ایک بے تکلف وہاں مے نوش تھا کوئی ہوش میں اور کوئی بیہوش تھا تھے واں پر فقط ہم ہی پرہیزگار
یہ پرہیزگاری تھی واں ناگوار ہوا صاحب خانہ از حد بضد رہی میری قائم اسی طرح ضد
مجھے مہمانوں نے سمجھایا کبھی کوئی جام منہ پر میرے لایا کبھی مگر میں نے ہرگز نہ اسکو چکھا
میں پرہیزگاری پہ قائم رہا یہ دیکھا تو یوں ماسٹر نے کہا یہ تو اسکے پینے میں ہے حرج کیا
خود ابن خدا کو یہ ہوئی قبول ہوئی اس سے قانا کو ورنوں حصول بڑھاتی ہے چہرے کا یہ رنگ و روپ
پیو اس کو یہ جان کر سرخ و سفید رکھو اس سے اپنے بھلے کی امید یہ ہاضم ہے اور دافع امراض ہے
غرض اس سے بہتر نہیں کوئی شے یہ سنکر کے افسوس کھایا فریب [illegible]
پیا زہر قاتل کو افسوس ہائے [illegible] [illegible]
کہوں آگے یا چپ رہے ماتم کروں [illegible] [illegible]
میری ابل بیتا اس سے خوش [illegible] [illegible]
کوئی بات خاطر میں لایا نہیں نہ سمجھا کہ انجام ہے اسکا کیا نہ سمجھا کہ ہے زہر اس میں بھرا

متفرقات

لارڈ ایوبری صاحب نے چیونٹیوں کی حالت دریافت کرنے میں اپنی زندگی کا بہت سا حصہ صرف کیا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک چیونٹی کو برابر ۶ بجے صبح سے پونے دس بجے رات تک کام کرتے دیکھا ہے۔ سلیمان نے بجا فرمایا کہ اے کاہل چیونٹی کے پاس جا اور اس کی روشوں کو دیکھ اور دانش سیکھ۔

انجیل کی فتحمندی پچھلے مہینہ ایک شخص نانا پادیسانی عہدہ ایلڈری کے لئے چنا گیا۔ بچپن میں اس نے پاٹھ شالہ میں تعلیم پائی۔ بعدہٗ ایک مشن سکول میں۔ وہ پکا ہندو تھا اور مسیحی استادوں کی طرف سے اسکے دل میں سخت نفرت پیدا ہوئی اور وہ انجیل کا بڑا مخالف بن گیا۔ کتب فروشوں سے انجیلیں خرید کر انکے سامنے جلا دیا کرتا تھا۔ طالب علمی کی حالت میں اسے ایک دفعہ لغت کی ضرورت پڑی۔ پادری بابا پدمن جی صاحب کی مؤلفہ لغت کا عام رواج تھا اور سب سے عمدہ لغت یہی تھی لیکن اس جوان نے اس لئے اس لغت کے استعمال سے انکار کیا کہ یہ ایک ہندو سے مسیحی ہوئے ہوئے شخص کی تالیف ہے اور ایک ہندو کی بنائی ہوئی لغت خریدی۔ اس جوان کا بڑا بھائی ان دنوں گھر میں ایک کتاب پڑھا کرتا تھا۔ اس میں لکھا تھا کہ شو کے نام لینے ہی سے بڑے بڑے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ سکول میں اس لڑکے کو یہ آیت سکھائی گئی کہ نہ ہر ایک جو خداوند خداوند کہتا ہے خداوند کی بادشاہت میں داخل ہوگا۔ پر وہی جو میرے باپ کی جو آسمان پر ہے مرضی بجالاتا ہے۔ ان دونو باتوں کا مقابلہ کرتے کرتے ایک دن اسکی آنکھیں کھل گئیں اور اپنے گرو پاس جاکر اس نے اس امر کا بیان کیا۔ گرو نے بہت کچھ سمجھایا پر کلام اللہ کا بیج اس کے دل میں بڑھتا گیا اور اب بابا پدمن جی کی کتابیں خرید کر پڑھنے لگا۔ پھر ایک دفعہ پونا کی گھوڑدوڑ میں ایک پادری صاحب کا

دعا سُننے کا اتفاق ہُوا۔ جتنے اُسکے رہے سہے شک دُور ہوگئے اور بمبئی میں جاکر اُسنے بپتسمہ لیا۔ پہلے تو اُس نے مشن کی ملازمت سے اِس لئے انکار کیا کہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ روٹی کے لئے عیسائی ہُوا ہے۔ بعد میں اس پر ظاہر ہُوا کہ مَیں اِسی خدمت کے لئے بلایا گیا ہُوں اور ایک گاؤں میں بھیجا گیا جہاں صرف دس مسیحی تھے اب اسی جگہ خدا کے فضل سے ۱۲۰ مسیحی ہیں +

ملکہ مرحومہ اتوار کا دن کیسے صرف کرتی تھیں ملکہ وکٹوریہ جبلی کو بہت عزیز رکھتی اور اتوار کے آرام و تنہائی کو بہت چاہتی تھیں۔ انکے نزدیک یہ روز مبارک کمال خوشی اور آرام و اطمینان کا دن ہوتا تھا اور خود اپنے نوکروں سے حتی الوسع بہت کم کام لیتی تھیں۔ انکا معمول تھا کہ صبح کے کھانے کے بعد محل کے باغیچہ میں کچھ دیر گشت کرتی اور پھر عبادت میں شریک ہوتی تھیں۔ عبادت کے وقت اُنکی ایک سہیلی باجا بجاتی اور محل کے تمام نوکر چاکر گیت گاتے تھے۔ انکے سامنے ایک چھوٹی سی میز رکھی رہتی تھی اُس پر آفتاب درخشاں کا نقشہ کھنچا تھا اور اُسکے نیچے یہ الفاظ کندہ تھے "آسمانی نُور ہمارا نگہبان" اچھے اچھے پادری آکر وعظ کیا کرتے تھے اور کسی کو اجازت نہ تھی کہ وعظ میں ملکہ کی طرف کسی قسم کا اشارہ کرے۔ خاص انجیل کا بیان سُننا انکو بہت پسند تھا۔ ملکہ کو جب کبھی سکاٹ لینڈ میں جانیکا اتفاق ہوتا تو پریسبیٹیرین گرجا میں عبادت کے لئے جایا کرتی تھیں۔ جب یہ پہلے پہل اس گرجا میں گئیں تو کیا دیکھا کہ پادری صاحب کا کُتا انکے پیچھے پیچھے گرجا میں چلا آیا اور تمام وقت چپ چاپ دروازہ کے پاس بیٹھا رہا۔ اگلے اتوار کو کسی امیر کے کہنے پر پادری صاحب کُتے کو گھر ہی میں چھوڑ آئے۔ دو دن بعد پادری صاحب شاہی محل میں مدعو ہوئے۔ ملکہ کا پہلا سوال کُتے کی نسبت تھا اور اُسکے گرجا نہ آنے کا سبب سُنکر فرمایا کہ اُسکو معمول کے موافق گرجا آنے دو۔ کاش سب مسیحی اس کُتے کی طرح گرجا میں با ادب بیٹھنا سیکھیں +

عبادت کے بعد ملکہ دینی کتب کا مطالعہ کرتی اور اپنے بچوں کو خود بیبل پڑھایا کرتی تھیں۔ بیان کرتے ہیں کہ لنڈن کے آرچ ڈیکن نے ایک دن شہزادے شہزادیوں کا امتحان لیا۔ کہا کہ تمہاری استانی بیشک قابل تعریف ہے کہ اس نے ایسی خوبی سے تم کو بیبل کی تعلیم دی ہے۔ اس پر ایک بچہ بول اٹھا کہ نہیں ہم کو تو اماں جان بیبل سکھاتی ہیں۔

گذرے مہینے ضلع نیرو پور کے ایک غریب اور گمنام مسیحی سرکھہ نامی نے انتقال کیا۔ گاؤں کے تمام غیر مسیحی لوگوں کا بیان ہے کہ وہ نہایت ہی نیک شخص تھا۔ مسیحی ہونے سے پیشتر وہ خوش چلن نہ تھا لیکن انجیل کی تاثیر اور روح القدس کی قدرت سے وہ بالکل نیا آدمی بنگیا۔

ارل کیرنس مرحوم کا ذکر ہے کہ دس برس کی عمر میں اُسنے ایک پادری صاحب کو وعظ میں کہتے سُنا کہ خدا تم پر دعویٰ کرتا ہے۔ یہ الفاظ اسکے ایسے دل نشین ہوئے کہ سوتے جاگتے اُسے یہی آواز آتی سُنائی دیتی تھی۔ کہ خدا تم پر دعویٰ کرتا ہے۔ ہوتے ہوتے اسے خیال ہُوا کہ سچ تو ہے کہ خُدا مجھ پر دعویٰ کرتا ہے۔ اُسنے مجھے پیدا کیا۔ اور ہر ضرورت سے مجھے سنبھالے رکھا اور اُس نے اپنا بیٹا بھیجا کہ جس نے میرے لئے اپنی جان دی۔ اس دن سے یہ شخص ایک سچا مسیحی بن گیا اور مرتے دم تک اسکا یہی مقولہ رہا کہ خُدا مجھ پر دعویٰ کرتا ہے۔

بمبئی ہائی کورٹ کے مرحوم ججان تلنگ اور راناڈے کی نسبت اخبار انڈین وٹنس رقم طراز ہے کہ مسیحی مذہب کی بابت انکے ایسے خیال تھے کہ اگر انکو اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کی تکلیف و مصیبت کا خیال نہ ہوتا تو وہ کب کے مسیحی جماعت میں شامل ہوگئے ہوتے۔ اور کون جانتا ہے کہ ہند کے فرزندوں میں کتنے اب ہیں یا مرگئے جنکی نسبت یہی کہا جاسکتا ہے۔ اس پر مدراس کا ایک غیر مسیحی اخبار انڈین سوشیل ریفارمر لکھتا ہے کہ وہ دن گئے کہ جب مسیحی ہونا کوئی سخت

آزمائش ہوا کرتی تھی علاوہ ازیں بہتیروں کی زبانی سنتے ہیں آیا ہے کہ مسیحی جماعت میں لوگ خوشی سے آتے بشرطیکہ راستہ ایسا تنگ نہ ہوتا اور کلیسیا کے افسران جو اس پر نگہبان مقرر ہیں ایسے تنگ خیال نہ ہوتے" ❖

ملکہ مرحومہ کے محل ونڈسر کے سامنے ایک چھوٹی سی جھونپڑی تھی۔ اُس کے مقابل میں خوشنما پھول لگے تھے۔ شہزادی ایک دن پھول دیکھنے آئیں۔ تو مالک مکان کی بیٹی نے باہر نکل کر اپنی ماں کی بیماری کا حال بیان کیا۔ یہ سُنکر شہزادی بیمار کو دیکھنے گئیں۔ دُوسرے روز شاہی گاڑی اس جھونپڑی کے سامنے آکھڑی ہوئی اور ملکہ اُتر کر جھونپڑی میں آئیں۔ اہلِ خانہ گھبرا سے گئے کہ اپنے والی ملک کو کہاں بٹھلائیں اور ان کی کیا خاطر تواضع کریں۔ اس پر ملکہ نے بڑی شفقت سے تسلی دی کہ گھبراؤ نہیں۔ میں بطور ملکہ کے نہیں بلکہ بحیثیت ایک مسیحی عورت کے آئی ہوں۔ تمہارے پاس بیبل ہے۔ بیبل کو ہاتھ میں لیکر مریضہ کے پاس ایک کُرسی پر بیٹھ گئیں اور یوں کہنے لگیں "کہ میں نے اپنی بیٹی سے تمہارا حال سُنا ہے۔ تم عرصہ سے بیمار ہو اور میں تمہیں تسلی دینے آئی ہوں" اور پھر اس بیمار کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر کہا۔ اُپنا بھروسہ یسوع پر رکھو اور تم جلد ایسی جگہ پہنچو گی جہاں دُکھ اور درد نہ ہوگا۔ تم بیوہ ہو۔ میں بھی تمہاری مانند بیوہ ہوں۔ ہم جلد اپنے عزیزوں سے ملینگے"۔ پھر یُوحنا کا چودھواں باب پڑھ کر سنایا اور فرش پر گھٹنے ٹیک کر دُعا کی۔ ہفتے میں دو تین مرتبہ وُہ اس مریضہ کو دیکھنے جایا کرتی تھیں ❖

گناہوں سے پرہیز کرنا۔ موت سے بھاگنے سے بہتر ہے۔ اگر آج تو تیار نہیں تو کل کیسے ہوگا ❖

جو گنہگار کا مقام نہیں   جس جگہ ہے گنہ کا نام نہیں   اور مرے یار کی خواہاں تھی   تو بھی اس حال پہ میرے نازاں تھی

کیونکہ ہوتا ہے دل کا حال یہی   ویوبہ راست ہے خیال یہی   بولی یہ بات سن کے یار رسا   ان خیالات سن کے [illegible]

کر دیا جس نے مجھ کو پاس سے دور   ہے ہماری سرشت میں جو غرور   اصل حالت کو جانتا ہے شیخ   فضل حق جب نہ [illegible] پاکر

ہم کو اس زعم میں پھنساتا ہے   یہ گمان کر یقین دلاتا ہے   آپ اپنی مدد سے تا امکان   کوئی ہمت [illegible] نقصان

بعض کے واسطے ہے سخت نہیب   اسلئے شافع جہاں کی صلیب   نہ سکو گے دائم آپ سبب   ہیں جو شرعی [illegible] طلب

اپنی خوبی کو جانتی ہی تھی   اس میں تیجی ذرا نہیں منی   کرتی ہے بین نجات کا والی   [illegible] کی خیالی

سچ ہے رکھتا نہیں صداقت کچھ   مجھ میں اپنی نہیں لیاقت کچھ   کر سکے تو خدا معاف کرے   [illegible]

جب فروتنی سے بنتا ہے   تب یہ جھوٹا غرور جاتا ہے   آگ دوزخ میں خوش خاشاک   [illegible] ناپاک

خون کر سکے ہے مذبح   ہو دل کو پسند آئے یہ بات   آہ کوئی بجز مسیح نہیں   [illegible]

کہ نہیں سکتی کچھ بھی ہو   ویوبہ نے کہا میں جانتی ہوں   لاؤ اسکی صلیب پر ایمان   اسلئے [illegible]

جاؤں میں کس طرف کو بابے غضب   اور اسلئے غضب سے بھاگ کر اب   خوف ناخوشی کا کرتی ہوں   [illegible] ڈرتی ہوں

سن کے اس کو یہ بولی رسلا   ویوبہ کا بیان تھا جو بھلا   پیشکش کیا کروں غور ضلالت   [illegible]

دل تمہارا کریگا صاف کلام   وہ کریگا خطا معاف تمام   فی امان ہو مگر مسیح میں تو   ویوبہ تم اگر [illegible]

باپ اس کو بنا [illegible] فرزند   [illegible] مومن [illegible] پیوند   اسکی خدمت کی [illegible] توفیق   وہ ہی [illegible]

ہے کلام آپکا بہت مرغوب   ویوبہ بولی اے سہیلی خوب   چشم پوشی ہو کل گناہوں سے   دیکھتا رحم کی نگاہوں سے

مجھ کو امید نے سنبھالا ہے   خوف کا دغدغہ نکالا ہے   راست ہیں سب سخن تیرے یہ   [illegible]

اسکی پہچان سے نفور رہی   میں جو عرفان حق سے دور رہی   جس سے ہوتے تباہ ہے   [illegible] غافل سے

خون بیٹے ہے خون سا کے لئے   ہے امید ہے عطا کے لئے   اسکو توڑا [illegible] کر کے خون   [illegible] ضمیر کا قانون

کیا کرونگی نہ جو کرنا بھی   مجھ سے گم ہو گی بیان اکبھی   جس سے سویا [illegible] بھٹکا   [illegible] بات کا کھٹکا

ہو تنزل کمال سے [illegible]   خوف ہے اس خیال سے مجھ کو   دل ہے جاتا رہیگا اطمینان   [illegible]

اس کو تو تم نے دیا راحت   خوف ہے سو وہ تمہارا ہے   تب سہیلی نے یوں جواب دیا   ویوبہ [illegible]

جب نے تم میں کیا یہ کام شروع — تا بہ انجام وہ پہنچا جیو ے — وہ کریگا تحقیق نہ ترک کبھی — کر چکا جو کہ اختیار ابھی

تم میں طاقت نہیں غور نہیں — اپنی طاقت سے کچھ نہ نہیں — وہ نہیں اپنی دور جاؤ حاکم — اُسکی قوت میں زور پاؤ حاکم

اور گر بھی پڑو تو کیا ڈر ہے — ہاتھ بلٹے ہوئے توی تر ہے — چاہئے استقبال پھر کھڑی ہو — گو کہ وہ دن میں سات بار گرے

یہ خداوند کی ہدایت ہے — فضل ہی ہر [illegible] — [illegible] — تو کمزوریوں میں ہے میرا

پال یوں اسکو صاف کرتا ہے — جبکہ وہ اعتراف کرتا ہے — فضل حق اور مسیح میں قائم — ہو کے ملتی ہیں خوبیاں دائم

میں تو کھینچا گیا مسیح کے ساتھ — خود خداوند کی صلیب کے ساتھ — زندہ ہوں بھی میں نہیں زندہ — مجھ میں جیتا ہے [illegible] زندہ

اور جو اب زندہ بدن میں ہوں — ابن حق کے کرم سے [illegible] — جس نے اس درجہ مجھکو پیار کیا — خود کو میرے عوض نثار کیا

دیویہ دیکھتی ہو پال کا حال — [illegible] مسیح بن [illegible] — اپنی طاقت سے کچھ کیا اس نے — کچھ نہیں صاف کہہ دیا اس نے

[illegible] یسوع کی [illegible] — [illegible] — دیویہ نے کہا [illegible] — کی غلط راہ آپ نے اصلاح

جان لیں آپ پال کی بابت — تھا طبیعت سے [illegible] — بس یہ تمہارا یا نہیں سکتی — دست ایمان [illegible] نہیں سکتی

میں تو ایذا کے نام سے ہوں مبتلا — تن ہے نا بیقرار [illegible] — کتنا ہے ایک [illegible] — چھپکے [illegible] پہ ایمان

اپنا دل کہتا ہے کہ مکاری — سخت ہے یہ فریب [illegible] — اور ان سب میں مارکس کا خیال — روکتا ہے [illegible] کی چال

مجھ سے ناراض ہو گیا وہ گر — زندگی ہوگی [illegible] بدتر — تب سہیلی نے دیویہ سے کہا — اپنے دل کو کرو الم سے رہا

پہلے ہی سے نہ خوف کھاؤ تم — [illegible] حق کے پاس تم — آگئیں تم اگر خدا کے پاس — دور کر دیگا سب خوف و ہراس

اُس پہ رکھو اگر توکل تم — اُس سے پیدا کرو توسل تم — تب ہی سمجھو گی اسکی ہمت — جیسا دن ہوگی ویسی ہی طاقت

آزمائش میں ساتھ وہ دیگا — پاؤں پھسلے تو ہاتھ وہ دیگا — دیکھکر تم کو کوئی کیا جانے — خود صداقت کو مارکس مانے

دیویہ نے دیا جواب اس پہ — یہ تو ہوگا امید سے بڑھکر — دیویہ جب یہ کر رہی تھی سخن — تب دعا میں لگا تھا دل ہمہ تن

دیویہ کی دعا یہ پہلی تھی — مارکس کے لئے جو مانگی تھی — پھر کہا میں ضرور مانونگی — حق سے ممکن یہ بات جانونگی

اب ہے لازم تمہیں کہ یاری دو — میرے ایمان کو استواری دو — تم نے [illegible] میں بوقت خبر — کی تھی اپنی زبان سے یوں تقریر

اپنے والد سے میں کرونگی ذکر — کر دیگا وہ کل شکوک کا فکر — سو رہا کوئی اشتباہ نہیں — واسطے شک کے دل میں راہ نہیں

اب یہ کہہ سکتی ہوں میں [illegible] — جیسے ناصری ہے ابن خدا — وہ تو اُس کو نجات دیتا ہے — تام اُس کا جو دل سے لیتا ہے

تو بھی خوف [illegible] دل میں ہے جان نکلی ہے [illegible] قفس میں وہ مصیبت کا [illegible] کاٹنا جس کا غیر ممکن ہے

اس عداوت کی [illegible] معقول مار کر بیٹا [illegible] مقتول کام پیاری [illegible] تم نے بہت ہائے تحرک دیا ہے تم نے بہت

تاکہ [illegible] پیاری سی [illegible] پیاری آ لیکن [illegible] حال [illegible] دور [illegible] ہوں یہ ضرورت

[illegible] حقیقت پر [illegible] کہوں حال سب آپ کے [illegible] اٹھنے کیا کیا ہیں [illegible] جھیلیں سخت مشکل [illegible] جھیلیں

آگ میں سے کند ہوا اُن کا بال بیکا نہ پر ہوا اُن کا جو [illegible] درجہ محبت وہ [illegible] بھی [illegible]

بولی وہ میرا باپ آئیگا بھید اس کا [illegible] بتائیگا اس [illegible] کہاں پائیگا تو [illegible] کہ آپ آئی

[illegible] قدرت ہو وہ جو بدلتی ہے حال موجود اس سے طاقت جو پائیں کمزور اور نصرت دکھلاتے ہیں [illegible]

[illegible] آئینہ ہے روح [illegible] جو کہ طالب [illegible] خود [illegible] وہ [illegible] کیسے کمزور اور بیدل ہے

[illegible] [illegible] وہ [illegible] خطا [illegible] دل سے پھر [illegible] عجب کے

[illegible] [illegible] [illegible] گویا کہ [illegible]

[illegible] وہ [illegible] مار کھا کر [illegible] اب جو [illegible] اس کی قدرت [illegible]

تو [illegible] سب [illegible] جان ہو اور کر دو بس خدا کی رضا دیکھو مصیبت سہو [illegible]

دیکھا وہ اپنے [illegible] کمال دکھ میں [illegible] اس کا ملال دیو نے کہا وہ رنج و بلا تیری ماں نے جو جھیلی [illegible]

کاش مجھ پر بھی آ پڑے [illegible] ہائے [illegible] تو ہے مجھ کو خطر [illegible] صبح کے [illegible] [illegible] بغیر [illegible] مر جاؤں

بولی تب [illegible] یوں نہ انصاف کا دباؤ گلا دل میں خوف [illegible] لاؤ ہائے کیا کر رہی ہے گھبرا کر

[illegible] کیا ہوگی حسب موقع مدد [illegible] ہوگی [illegible] وہم [illegible] دور ہوگا انجام سب بخیر ضرور

[illegible] کر چھوڑوں گا [illegible] کو نہ توڑوں گا وہ زیادہ نہ بوجھ ڈالیگا بلکہ کمزور کو سنبھالیگا

تم [illegible] جب [illegible] جلتی بتی نہیں بجھاتا ہے وہ محبت کی شمع کو کبھی نہ بجھائیگا جو جلی ہے ابھی

[illegible] طاقت [illegible] میں زندگی بوجھ ڈالیگا تم پر ایسے ہی جیسا ایمان [illegible] ہوگی آسان [illegible] وقت

اپنی [illegible] وہ بھی چاہتا ہے [illegible] اسی سے کی جائے وہ [illegible] جا بجا اپنا نقش قدم دکھائے جہاں

دیو نے [illegible] دل مجھ [illegible] مشکل اس عداوت کو جانتی ہیں بھی جانتی کیا کہ مانتی ہیں جی

رات جبتک کہ امتحان کی آئے میں دعا کرتی ہوں جلد دن آئے یہ تسلی ملیگی مجھ کو بھی مجھ کو امید ایکدن ہے یہی
سب اُٹھ پھیر اب ہی مد نظر مارکس کے ہی لوٹ آنے پر دل ہے بے صبرہ صبح و شام ہے یہی واقع کہ جس سے مدام
دل بھی آیا کہ تھی الم کی بات دیوبہ کی بیٹے کے غم کی بات پیاری اب اپنی خدا سے کرو جانے کیا ہو دعا خدا سے کرو
ظاہر ایسا کرو خیال فرو میں سمجھتی ہوں باپ کے حضور رہ صادق میں تھا ہو خدا بولی نرمی سے میں کرونگی دعا
میری تبدیل مذہبی کی دلیل جانچ تو نقل سے کہ تم ہو عقیل ترک سے میرے گو نہ آؤ باز اور اُس سے کہو کہ محرم راز
مجھ میں جرأت مگر اس کی نہیں بات میں میری کوئی غلطی کی نہیں ہوگا رائے صواب کے نزدیک دیوبہ بولی یہ صلاح ہے ٹھیک
میں نہیں جانتی کہ کب ہونگی میں تمہاری شریک جب ہونگی اپنے خاوند کے گھر آنے تک تو بھی کر لونگی فیصلہ بیشک
ہر دو ضد میں کے قفس میں ہوں اب ہیں دو طاقتوں کے بس میں ہوں ہونگی محفوظ اُسکے زیر نظر مل گئی میں کلیسیا میں اگر
میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتی آئیگا وہ سے ہوں لا سکتی دیوبہ باپ سے کروں میں صلاح تب تو اس نے کہا کہ اس میں فلاح
جب کبھی نو مرید آتا ہے تب ہی بپتسمہ کوئی پاتا ہے دیر تک پانے بڑی کی تعلیم تو بھی لازم ہے بطور تعظیم
جلد تم کو بشپ کریگا قبول جانتی ہو مسیحیت کے اصول تم کو ہے دسترس بہت بھاری یہ سن کے بولی دیوبہ پیاری
رخصت اب چاہیئے ملا کر ہاتھ گفتگو وہ کریگا آپکے ساتھ ساتھ تب باپ کو بھی لاؤنگی کل یہاں شام کو میں آؤنگی
اپنے فرزند سے یہ سنکر حال تو بھی لکریشیہ تھی واقف حال گو کسی نے نہ کچھ خبر پائی دیوبہ جب کہ اپنے گھر آئی
دیوبہ سے ملے نہ مارسلا میں کرونگی یہ انتظام بھلا ہو سو ہوئے اگر بدن میں جان اُسنے تب تو لیا یہ دل میں ٹھان

افشائے راز

دونو کھنڈرات میں تھیں موجود اگلے دن دوپہر تھی جبکہ نمود ہو جو افشائے راز بیچ درد روح پر فخر و ناز ہونے مدد
ایلیا سے کھلینگے بھید تمام دل میں خوش تھی کہ بنیگا اب کام تو بھی لکریشیہ ہوئی آگاہ ایلیا چھپ نہ تھا کوئی ہمراہ
اُس جگہ سانپ میں ضرر بہت یاں سے تم جائیو نہ دور بہت ڈالدی دل میں یہ کہیا یک بات دونو کو اُسے بتائی گھات
کھیلی پھر اپنی ماں کے پاس سانپ کا تھا جو اُسکے دل میں ہراس بات کیا اس میں تھی نہ اجانے ایلیا بھید اسکا کیا جانے
دونو بیٹھیں سہیلیاں یہ دو ماں ایک دیوار تھی شکستہ جہاں گفتگو کی طرف بھی کان رہا اُسکا گو کھیلنے میں دھیان رہا

(باقی آئندہ)

گلدستہ اخبار

پاس شدہ طالب علم اس تاریخ تک اپنی اپنی درخواستیں سکرٹری صاحب کے پاس بھیجدیں — افسوس کہ لاہور ینگ مینز کرسچن اسوسی ایشن کے قائم مقام جنرل سکرٹری نے جو ایک دیسی مسیحی ہیں استعفا دے دیا۔ وجہ ڈائرکٹروں کی بدسلوکی۔ انگریز سکرٹری تو حاکم بنکر رہتا ہے پر دیسی کو غلام بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔ کلکتہ کے بشپ صاحب نے ارادہ ظاہر کیا ہے کہ ممالک وسطی کا الگ بشپ مقرر ہونے کے بعد آسام کے لئے ایک الگ بشپ بنائینگے صدر مقام شلانگ ہوگا۔ آسام کی کل آبادی ۵۰۰،۰۰۰،۵ ہے۔ ان میں سے بیس ہزار مسیحی ہیں —— بشپ اور سالسبری (واقع انگلستان) کی زیر صدارت ایک جلسہ ہوا۔ جس میں یہ قرار دیا گیا کہ چرچ آف انگلنڈ کی کلیساؤں کو غیر کلیساؤں سے حالات مذکورہ ذیل میں اتحاد یگانگت کر لینا چاہیے (الف) روحانی ترقی اور دوستانہ تعلقات کے لئے (ب) قوم کی اخلاقی حالت سدھارنے کے متعلق عملی تجاویز میں —— مدراس مشنری کانفرنس کے روبرو ایک مشنری نے بیان کیا کہ پچھلے بیس سال میں دیسی کلیسا کا چندہ سہ چند بڑھ گیا ہے۔ ۱۸۸۰ء میں ہر ایک عشاء ربانی لینے والا اوسط ۱۴؍۹ پائی چندہ دیتا تھا ۱۹۰۰ء میں ۲ روپیہ ۱۱؍۹ پائی + ۱۸۸۰ء میں ہر ایک بپتسمہ یافتہ ۳؍۱ پائی چندہ دیتا تھا ۱۹۰۰ء میں ۱۲؍۱ پائی لنڈن کے مرحوم بشپ صاحب کی جائداد کی مالیت پروبیٹ لینے کے لئے ۵۰۰،۰۰۰ ۴۲۵ روپیہ ٹھہرائی گئی —— کلارک آباد سی۔ایم۔ایس مشن کی رپورٹ سے ظاہر ہے کہ گاؤں کی کل آبادی ۱۰۵۰ ہے جس میں سے ۱۰۴۷ ہندوستانی مسیحی ہیں ان میں سے ۱۸۲ عشاء ربانی لینے والے ہیں — لڑکوں کے بورڈنگ سکول میں ۶۰ طالب علم ہیں انیسویں صدی میں بائبل کا ۲۵۰ زبانوں میں ترجمہ ہوا —— مولوی صاحب کا قول تھا کہ اگر نوح کی کشتی بنانے کے لئے کوئی کمیٹی مقرر ہوتی تو کشتی آج تک تیار نہ ہوتی —— حال کی مردم شماری کے مطابق پنڈتا رما بائی کی زیر نگرانی ۱۷۱۱ لڑکیاں ہیں۔ ۱۶۲۰ مکتی میں اور ۱۶۱ پونا میں — ۱۸۲۸ء میں چھوٹا ناگپور میں گیارہ ہزار مسیحی تھے۔ ۱۹۰۰ء میں ساٹھ ہزار۔ اسوقت کوئی دیسی پاسٹر نہ تھا ۲۴ ہیں — بٹالہ بیرنگ ہائی سکول کا تیسواں سالانہ جلسہ تقسیم انعام ۲۵ اپریل کو ہوگا۔ جناب لفٹننٹ

THE MASIHI,

AMRITSAR.

Vol. VI. *April, 1901.* *No. 4.*

CONTENTS.

Literary Communications *alone* should be addressed to the Editor, *Masihi*, Amritsar. Business Letters and Remitttances to the Manager, *Masihi Press*, Lahore.

Annual Subscription *strictly in advance*—

India and Ceylon, Re. 1-8-0. } Post free.
England and America, 2*s*. }



ہم یسوع کو دیکھنا چاہتے ہیں

مسیحی

جلد ۶ امرتسر نمبر ۵

۱۵ - مئی - ۱۹۰۱ء

فہرست مضامین

مطبع مسیحی پریس لاہور

یہ اخبار ہر مہینے کی پندرہ تاریخ کو امرتسر سے شائع ہوا کرے گا

گلدستۂ اخبار

مسٹر ایم۔ ایل رلیا رام صاحب بی اے۔ ایل ایل بی ۸ ماہ حال کو امریکہ تشریف لیگئے
آپ تین یا چار ہفتوں تک امریکہ میں اور واپس آتے ہوئے قریب اسی قدر عرصہ انگلستان میں
قیام فرمائیں گے۔ اور غالباً ماہ ستمبر میں واپس آ جائیں گے ـــ گزری صدی میں بائبل اڑھائی
سو زبانوں میں ترجمہ کی گئی ہے ـــ کلکتہ میں شادی کے اعلیٰ رجسٹرار نے سرکاری طور پر بیان
کیا ہے کہ جہاں تک مجھ کو علم ہے برٹش انڈیا میں کوئی ایسا قانون نہیں جو دیسی بیویوں کو سال سے
ساتھ شادی کرنے سے روک سکے ـــ پنجاب کی ٹریننگ بورڈ کمیٹی کے فیصلہ کے بموجب مختلف
علاقوں کے ویلیج ریڈر تین ہفتوں تک بھڑوال میں تعلیم کے لئے جمع ہوئے۔ پادری وحادا
صاحب اور پادری علی بخش صاحب معلم مقرر ہوئے ـــ تاریخ ۵۔۱۔ماہ گذشتہ بٹالہ بیرنگ
ہائی سکول کا سالانہ جلسہ بڑی دھوم دھام سے ہوا۔ جناب بشپ صاحب نے مسیح کی عبادت
میں ایک نہایت پرزور وعظ کی اور جناب لفٹنٹ گورنر بہادر نے اپنے دست مبارک سے انعام
تقسیم کئے۔ اسی موقعہ پر شہر کی میونسپل کمیٹی کی طرف سے ایک ایڈریس پیش کیا گیا۔ جس کا جواب
حضور ممدوح نے مختصر طور پر دیا۔ اس سال بیرنگ ہائی سکول کے چھ طلبا میں سے پانچ امتحان
انٹرنس میں کامیاب ہوئے۔ سکول میں ہر طرح سے ترقی نظر آتی ہے۔ طلبا کی تعداد بھی بڑھ
رہی ہے۔ کیا خوب ہو اگر پادری ڈاڈر صاحب اس سکول میں مستقل طور پر پرنسپل مقرر کئے جائیں
بڑے پر محبت جفاکش اور لایق آدمی ہیں ـــ گجرات پنجاب کی مسیحی عورتوں نے چند روز سے
ایک سوسائیٹی بنام کرسچن انڈیور قایم کی ہے۔ اس سوسائیٹی کا مجمع ہفتہ میں دو بار جمع
ہوتا ہے۔ اتوار اور بدھ کو۔ اتوار کے روز غریبوں کی مدد کے لئے چندہ کیا جاتا اور بدھ کے
روز یہ سب مسیحی مستورات ملکر سلائی کا کام کرتی ہیں۔ سلائی کے کام سے جو آمدنی ہوتی ہے
وہ بھی اس چندہ میں ڈالی جاتی ہے۔ یہ چندہ ڈاکٹرس آف انڈیا الہ آباد کو بھیجا جایا کریگا۔ امید
ہے دیگر مسیحی مستورات بھی اسکی واجب تقلید کریں گی۔ ہماری دعا ہے خداوند اس کار خیر پر

۱۵ - مئی - ۱۹۰۱ء

نوٹ اور رائیں

شہر مدراس میں ہندوستانی خادمانِ دین کا مجمع۔ شہر مدراس میں مختلف مشنوں کے متعلق اس وقت بیالیس دیسی خادمان دین ہیں جنمیں سے کم از کم اٹھارہ یونیورسٹی کے گریجوایٹ ہیں۔ ان سب نے ملکر حال میں ایک مجمع قائم کیا ہے جو ہر دوسرے مہینے ہر ایک کے مکان پر باری باری فراہم ہوا کریگا۔ اس سے رفاقت اور روحانیت کا سلسلہ جاری قائم اور مضبوط ہوگا۔ بعض امور ہندوستان سے متعلق ہیں جن کو ہندوستانی غیر ممالک کے مشنریوں سے بہتر سمجھ سکتے ہیں۔ مثلاً ہندوستان میں سالی کے ساتھ نکاح کا کیا دستور ہے ایسے امور کا آپس میں چرچا کرکے وہ مشنری کانفرنسوں کے آگے پیش کرسکتے ہیں۔ اور ایسے معاملات میں دیسیوں کی رائے نہایت وزندار ہوگی۔ پھر ایک اور فائدہ بھی مطلوب ہے۔ یعنی بعض ضروری مضامین پر بحث ہوا کریگی اور کتاب مقدس کی تلاوت کے نتائج اور نئے نئے خیالات سے ممبران ایک دوسرے سے فیضیاب ہوں گے۔ ابتک علمِ الٰہیات میں جو تصانیف ہمارے درمیان موجود ہیں وہ عموماً غیر ممالک سے لی گئی ہیں۔ اس مجمع میں ہر ایک خادم الدین کو موقعہ ہوگا کہ اپنے افکار طبع کے نتائج آزادی سے پیش کرکے اپنی اور اوروں کی ترقی کا باعث ہو۔ اس مجمع سے یہ فائدہ بھی مدنظر رکھا گیا ہے کہ باوجود مختلف چرچوں کے فرقوں کے ہندوستان میں ہندوستانی طرز کی مسیحیت کا رواج ہو۔ غرض اس قسم کے بہت

فوائد اس مجمع سے مطلوب ہیں جنکے ضروری اور مفید ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہوسکتا
غالباً یہ کانفرنس کلکتہ اور مدراس کی مشنری کانفرنس کے رُخ پر ہے۔ کیا اچھا ہو اگر ہر ایک
بڑے شہر میں جہاں چند خادمانِ دین پہلو بہ پہلو خدمت کر رہے ہیں اس قسم کے مجمع ہوا کریں
ہوں۔ اس سے کلیسیائی زندگی بڑھے گی۔ خدا ہمارے مدراسی بھائیوں کی کوشش بابرکت
وست۔ اور اوروں کو ان کے نمونہ پر چلنے کی توفیق عطا کرے ❋

پنجاب کی بائبل اور ریلیجس بک سوسائٹی کی تنقید پر سالانہ رپورٹ

اگرچہ بائبل اور دیگر دینی کتب کی دو مختلف سوسائٹیوں کے نام سے سالانہ رپورٹ جداجدا
شائع کی گئی ہے مگر حقیقت میں یہ ایسی شیر و شکر ہیں کہ ایک کا کام دوسری کے بغیر چلنا دشوار
ہے۔ گذشتہ سال اس سوسائٹی کو بزرگ پادری کلارک صاحب کے انتقال کا صدمہ اٹھانا
پڑا۔ اگرچہ صاحب موصوف کچھ عرصہ سے اس سوسائٹی کی خدمت سے سبکدوش ہو چکے
تھے۔ مگر ان کا دم اس کے لئے غنیمت تھا۔ بائبل سوسائٹی کے کام میں خصوصاً پادری
پرکنس صاحب نے خاص امداد دی۔ علاوہ دیگر خدمات کے موجودہ ترجمہ عہدجدید آپ ہی کی
تجویز اور خاص کوشش کا نتیجہ ہے۔ اس لائق مددگار کے گذر جانے کے رنج کا اظہار بھی رپورٹ
مذکور میں موزوں الفاظ میں کیا گیا ہے۔ دیگر کارندوں میں پادری مولوی عمادالدین صاحب
ڈی۔ ڈی اور پادری پنڈت کھڑک سنگھ صاحب جنہوں نے اپنی قلم سے اس سوسائٹی کو
مدد دی سال گذشتہ میں آرام میں داخل ہوئے۔ بائبل سوسائٹی کی تواریخ میں سال گذشتہ
انجیل کے نئے اردو ترجمہ کے لئے یادگار رہیگا۔ افسوس ہے کہ اس ترجمہ کی خوبیوں سے بہت
لوگ اب تک آگاہ نہیں ہوئے۔ الہ آباد کی سوسائٹی کے نمونہ پر ماہ اگست میں قریب ایک
درجن کلپورٹیور اور بیرونی کتب خانوں کے سپرنٹنڈنٹ لاہور میں زیر تعلیم رہے جس میں
انکی خدمت کے بعض عملی طریقوں پر خاص زور دیا گیا۔ بائبل سوسائٹی کے چندہ میں کسیقدر
ترقی نظر آتی ہے مگر دیگر دینی کتب کے فروخت میں کچھ کمی ہوئی۔ جن لوگوں کو ان سوسائٹیوں

کے منصبہ ہونے میں شبہ ہو اُن کی خاطر بعض اصحاب کے خطوط میں سے اقتباس دیئے
گئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی مطبوعہ کتب دور دور ملک میں پھیل رہی اور اثر
کر رہی ہیں۔ بعض اقتباس نہایت دلچسپ ہیں۔ مگر ہمیں یقین ہے کہ ان سے بہتر حالات
ہر سال جمع کئے جا سکتے ہیں ⁂

چین کے مسیحیوں کے لئے دعا۔ ملک چین میں بھی کلیسیا کو آگ میں
سے گزرنا پڑا ہے اور خدا کا شکر ہے کہ وہ اس امتحان میں سے کندن ہو کر نکلی ہے۔ مگر اب
تک یہ آگ بجھ نہیں چکی۔ اس لئے متذکرہ ذیل دعا اُن مصیبت زدہ مسیحیوں کے لئے مختلف
مسیحی اخبارات میں شائع کی گئی ہے

اے قادر مطلق خدا روحوں کے باپ جس کی نگاہ میں سب مقدسوں کی جانیں
عزیز ہیں ہم تیری منت کرتے ہیں کہ چین کی مصیبت زدہ کلیسیا پر کرم کی نگاہ کر۔ انکو
ہمارے قیاس سے زیادہ تیری ضرورت ہے۔ دریاؤں کے کنارے وال پر اور نامعلوم شہروں
میں تنہا چین کے مسیحیوں کی جماعتیں جو چھوٹے رستے کے نیچے تجھے پکار رہے ہیں۔ وہ اپنے
ویران مکانوں میں اپنے شہید شدہ عزیزوں کے لئے غم کھا رہے ہیں۔ اُن کی نظروں کے
سامنے ہزاروں جاہم مرد اور مستورات اور بچیں نیچے ابد کے دروازے میں سے گزر کر
زندگی کی سرزمین میں داخل ہوئے ہیں جو مارے گئے اور جو زندہ ہیں دونوں نے ایمان
کے بارے میں اچھی کشتی لڑی ہے اور ہمیشہ کی زندگی پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور اچھا اقرار کیا ہے
بعض اپنی محنتوں سے آرام پاتے ہیں اُن کی یاد ہمیشہ ہمارے دلوں میں سرسبز رہے گی۔ بعض
اب تک ہولناک خطرہ کے مقابل ٹھہر رہے اور اپنے ایمان کی تمام دنیوی خزانوں سے
زیادہ حفاظت کر رہے ہیں۔ اے خدا اگر تیری مرضی ہو تو اُن کو جسمانی نقصان سے بچائے
رکھ۔ اُن کو مخالفوں کے جور و ستم سے محفوظ رکھ اور بخش کہ وہ تیرا انکار نہ کریں۔ انہیں اپنے
پیشوائے عظیم کا صاف نظارہ عطا کر اور اُن کو بیشمار مقدسوں کی جلیل فوج دکھا۔ اے پراگندہ

بھیڑوں کے اچھے چوپاں ہم تمام برگشتہ شدگان کو تیرے سپرد کرتے ہیں۔ اُن کو بھی جمع کر۔ سلامتی میں اُن کو تسلی دے اور قائم کر اور اپنی نجات کی شادمانی اُن کو پھر عنایت فرما۔ اقوام کے دل کو روشن کر کہ وہ معلوم کریں کہ چین کی نسبت ہمارا ایک غرض ہے تمام دانائی کے ساتھ راستبازی کی فتح ہو۔ صلح کے بدلے عاقبت اندیشی اور انتقام کے بجائے انصاف ہو۔ تیری بادشاہی آئے تیری مرضی پوری ہو۔ اور اے سلطان السلاطین ہم تیرے تمام بندوں کے ساتھ مل کر جو تیری پُرفضل سلطنت کے منتظر ہیں اب اور ہمیشہ تک تیری حمد اور بڑائی کرتے ہیں۔ آمین۔

ایک خط میں سے اقتباس مسیحی کا اڈیٹر جو اس وقت جہاز میں امریکہ کی طرف جا رہا ہے اپنے ایک پرائیویٹ خط میں لکھتا ہے کہ "میں اکیلا ہندوستان سے جا رہا ہوں اور اپنی بھاری ذمہ داری کو محسوس کرتا ہوں۔ میرے لئے دعا مانگا کرو کہ میرا جانا خداوند میں ہو۔ میں ماہ ستمبر میں واپس آنے کی امید رکھتا ہوں۔ اگر خدا کی مرضی ہو تو شہر بوسٹن میں ینگ مینس کرسچین ایسوسی ایشن کی جوبلی کنونشن پر حاضر ہونے جاتا ہوں جو جون کی ۱۱۔ سے ۱۴ تاریخ تک منعقد ہونے والی ہے۔ پھر وہاں سے نارتھفیلڈ کی سٹوڈنٹس کانفرنس پر جاؤں گا۔ تین یا چار ہفتے امریکہ میں قیام کروں گا اور میرا ارادہ ہے کہ واپس آتے وقت تین یا چار ہفتے انگلستان میں بسر کروں۔" ہمیں یقین ہے کہ جو کچھ اس سیر و سیاحت سے حاصل ہو گا وہ مسیحی کی ترقی اور ناظرین کے فائدہ کے لئے ہو گا۔

موت بعض کے لئے از حد خوشی کا وقت ہو گا۔ وہ تھکے ماندے بیگ کی چوٹی پر چڑھ گئے مگر وہاں پہنچ کر جو منظر اُنکی آنکھوں کے سامنے ہو گا وہ اُن کی مصیبتوں کا کافی اجر ہو گا۔ نیلے پہاڑ — وادیاں جنمیں دودھ اور شہد بہتا ہے وہاں سے دکھائی دینگی اور وہ خوشی اور شادمانی سے اپنے بخرہ اپنی ابدی میراث کو دیکھیں گے۔

ہندوستانی کلیسیا میں سلف سپورٹ

مشنری صاحبان کے مجمعوں میں اگر کوئی سوال ہے جو دلچسپ اور ضروری سمجھا جاتا ہے تو وہ سلف سپورٹ کا سوال ہے۔ جو پالیسی پچاس سال گذرے انہوں نے دیسی کلیسیا کے حق میں اختیار کی آج تک اس سے منہ موڑ کر نیا ورق الٹنا چاہتے ہیں مگر اسکی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ جناب بشپ لیفرائی صاحب کی گذشتہ ڈایوسیسن کانفرنس میں اس مضمون پر دلچسپ بحث ہوئی۔ اور بمبئی کی کانفرنس میں بھی یہی مضمون پیش کیا گیا۔ دونوں کانفرنسوں میں لائق مضمون نگاروں اور تقریر بازوں نے اپنے اپنے جوہر دکھائے۔ مگر کوئی عملی تجویز اس مشکل کو حل کرنے کی پیش نہ ہوئی اگر ہوئی بھی تو زبانی جمع خرچ۔ اس وقت ہم مختصر طور پر ان چند وجوہات کا ذکر کریں گے جو ہندوستانی کلیسیا میں سلف سپورٹ کے مانع ہیں۔ ایس۔ پی۔ جی مشن دہلی کے پادری کھوسن صاحب نے ایک مدلل مضمون میں خصوصاً ان وجوہات کی طرف توجہ دلائی آپ نے پرانی باتوں کو نہایت خوبی سے نئے طرز پر ادا کر کے دکھایا۔ آپ نے اول یورپ کی قدیم رومی کلیسیا کا حال بیان کیا کہ بشپ کو بااختیار ہونیکے باعث کلیسیا میں ہر قسم کے رخنہ یا پھوٹ یا تفرقہ کو [illegible] کر دینا آسان تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صدیوں تک دولتمند اور سلف سپورٹنگ کلیسیائیں پیدا ہوئیں مگر ہمارے یاں کیا حال ہے۔ اتحاد شروع ہی سے معدوم ہے اور آج مسیحیت ہند میں بیسیوں صورتیں رکھتی ہے۔ مثلاً ایس۔ پی۔ جی۔ سی۔ ایم۔ ایس امریکن وغیرہ وغیرہ۔ پھر یورپ میں ایک وہ زمانہ تھا کہ بادشاہ اور نواب گرجے اور مدرسے بنانا فخر سمجھتے تھے۔ لیکن ہند میں مسیحیت ابتدا سے زیادہ تر غریبوں اور ادنیٰ درجہ کے لوگوں کے درمیان پھیل رہی ہے۔ دولتمندوں اور مرتبہ والوں کی تعداد ہندی کلیسیا میں بہت تھوڑی ہے [illegible] چندہ دینے والے [illegible] ہیں [illegible] "[illegible]

اور وجہ آپ یہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے اپنے ہادیوں سے نہ فقط مسیحیت حاصل کی۔
بلکہ یورپی مسیحیت کا اعتقادی عباداتی رسوماتی اور انتظامی مہنگا لباس بھی۔ آپ کے خیال
میں اگر ہندوستانی مسیحی مسیحیت کو اپنی قدیم اور عادی حالت تمدنی کے ساتھ پیوند کر لیتے
تو ان کو کسی غیر قوم کے آگے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہ ہوتی۔ لیکن بقول آپ کے ہم نے
یورپی عادات کو اختیار کرنے سے ایک بوجھ اپنے کاندھے پر رکھ لیا۔ اور اب چند مالی دقتیں
ہمارے درپیش ہیں۔ جن کے حل میں ہم سرگرداں اور متحیر ہیں۔ محض مسیحیت کا خرچ تو ہم
اٹھا لیتے لیکن مسیحیت ساتھ اپنے لباس کے ہمارے لئے ذرا بوجھل ہے۔" غرض آپ کی رائے
میں مشنوں کی فرقہ بندی نومریدوں کی تنگدستی اور یورپی مسیحیت کے مہنگے لوازمات ہمارے
ملک میں سلف سپورٹ کے مانع ہیں۔ آپ بالکل بجا فرماتے ہیں کہ "جو تھوڑے سے ہندوستانی
مسیحی ہو گئے تھے۔ اگر شروع ہی سے مل جاتے تو نمونتاً ایک بڑی غریب سی کلیسیا بنا لیتے
سلف سپورٹ ملک میں کھڑی کر دکھلاتے۔ لیکن تفرقوں نے معاملہ بگاڑ دیا۔ مشنریوں
نے اپنے روپیہ سے مختلف خیالات کی کلیسیائیں بنا لیں۔ دیسی کلیسیاؤں کو باہر سے سہارا
پانے کی عادت ہو گئی۔ اب اس کا علاج دفعتہً نہیں ہو سکتا۔"

بمبئی کی ڈایوسیسن کانفرنس میں کیپٹن ٹیلر صاحب نے اپنے مضمون میں کچھ اسی
قسم کی وجوہات اس سوال کے جواب میں بیان کیں کہ ہندوستان کی کلیسیائیں سلف سپورٹ
میں ترقی کیوں نہیں کرتیں۔ آپ کے خیال میں اول تو مشن کا کام چلانے کا موجودہ طریق
ہی ناقص ہے۔ یعنی غیر ممالک کی کلیسیا پر خرچ کا کل دارومدار چھوڑا جاتا ہے اور دیسی کلیسیا
کو اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کا موقعہ ہی نہیں دیا جاتا۔ دوم ہندوستانی مسیحیوں کی
تنگدستی جو اکثر ان کو خیرات کی طرف تحریک دلانے کے مقابل بطور عذر کے پیش کی جاتی
ہے۔ سوم مختلف مشنوں کے تفرقے۔ مابعد کے تقریر کنندوں میں سے پادری شنڈ صاحب نے
اس بات پر زور دیا کہ دیسی کلیسیاؤں کو ضرورت سے زیادہ بطور نوزائیدہ بچہ کے کپڑوں

میں لپیٹ کر رکھا گیا ہے۔ ہندوستانی مسیحی یورپین مشنریوں کو ما باپ سمجھتے ہیں اور یہ امر دیسی کلیسیا کی ترقی اور طاقت کے لئے زہر قاتل ہے۔ پادری وایٹ سائیڈ صاحب نے اسی مضمون پر ایک بالکل نرالا شرالا پنا شروع کر دیا آپ کے خیال میں بورڈنگ سکولوں کے سلسلہ نے سارا کام بگاڑا ہوا ہے۔ بچوں کو اپنے گھر کی طرز معاشرت سے نکال کر عالیشان محلوں میں پرورش کیا جاتا۔ نفیس خوراک کھلائی جاتی۔ اور اکی اوقات ست بڑھ کر شان وشوکت سے زندگی بسر کرنا سکھایا جاتا ہے پھر قلیل تنخواہ میں ان کا گذارہ کیونکر چلے؟ آخر مقروض ہو جاتے اور اپنے خاومان دین کی پرورش کرنے کے قابل نہیں رہتے۔ صاحب بہادر کو سوجھی تو...کی کمر کلیسیا کے کل ستم کا تو بورڈنگ سکولوں کے طلبا نہیں ہوا کرتے۔ ان کو کہاں کی تعلیم نے بگاڑ دیا۔ آپ ایک اور وجہ بھی پیش کرتے ہیں کہ دیسی مسیحیوں نے یورپین لوگوں کی دیکھا دیکھی کوٹ پتلون کالر بوٹ وغیرہ عیش کے قیمتی سامان استعمال کرنے شروع کر دیئے اور اپنے اخراجات کو بڑھا لیا ہے اس لئے وہ سلف سپورٹ کی خاطر کچھ نہیں دے سکتے۔ اس پر ہمارا معزز مدراسی ہمعصر صاحب موصوف کو یاد دلاتا ہے کہ علاقہ مدراس میں بعض سلف سپورٹنگ کلیسیائیں جو نہایت شاداب حالت میں ہیں ایسے ممبروں کی کلیسیائیں ہیں جن میں سے اکثر پتلون اور بوٹ ڈالنے والے ہیں۔ صاحب موصوف ایک اور وجہ بیان کرتے ہیں کہ اس ملک کے پادری صاحبان کی تنخواہ کلیسیاؤں کی حیثیت سے بڑھکر ہے۔ اس خیال میں بہت کچھ راستی ہے۔ مگر یہ کوئی بڑا بھاری معاملہ نہیں ہے۔

ہم یہاں تک اپنی کلیسیاؤں میں سلف سپورٹ کی ترقی کے مانع اسباب کا بہت کچھ بیان کر چکے ہیں اب دو ایک ناقص خیالات پیش کر کے اس مضمون کو ختم کریں گے۔ ادھر تو مشنری صاحبان اس مذہب ہیں کہ دیسی کلیسیا کے بوجھ سے کیونکر سبکدوش ہوں اور ان کو

اپنے پانو پر کھڑا کرنے کی بہترین سبیل کونسی ہے اور ادھر ہر وقت شاکی رہتے ہیں
کہ تعلیم یافتہ مسیحی مشن میں کیوں ملازمت اختیار نہیں کرتے۔ اگر غور کیا جائے تو یہ دو
متضاد باتیں ہیں۔ مشنری صاحبان کی نیک نیتی میں ہرگز شک آرد کا فر گردد مگر ہمکو
یقین دلاکر یہ صلاح دینا کہ آؤ مشن میں بھرتی ہو جاؤ کیا سلف سپورٹ کی جڑ پر کلہاڑا
مارنا نہیں ہے۔ کوئی سوداگر اپنے لڑکے کو سوداگری کی تعلیم دیکر کبھی یہ صلاح نہ دیگا
کہ بیٹا میری دوکان سے سودا خرید کر میرے ہی پاس فروخت کر دیا کرو۔ یوں تو دینی
خدمت کیلئے سب اہلی بلا ہٹ کے قایل ہیں مگر باوجود اس کے اگر تعلیم یافتہ دیسی مسیحی
مشن کے باہر کوئی خدمت شروع کرے تو اُسکو عموماً مطعون سمجھا جاتا ہے۔ ایک اور
بات بھی ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ جب ہمکو سلف سپورٹ اور آزادی کی طرف تحریک
دلائی جاتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ ہمارے گرجوں کے نمونے بھی ولایت سے آتے ہیں۔
ہماری عبادت کا طریق انگلستان ہی کے نمونہ پر رکھا جاتا ہے۔ بلکہ ہماری چرچ کونسل جو
دیسی نام سے نامزد کی جاتی اُس کے قواعد بھی انگلستان کے ہی کارخانوں میں تیار ہو کر
آتے ہیں۔ اسی ابتدائی اصول نے ہمکو بے دست و پا بنا رکھا ہے۔ پھر کونسا تعجب ہے کہ
ہر ایک کانفرنس میں مشنری صاحبان کی تقریر کا آخری نوٹ یہ ہوتا ہے کہ ع۔

ایجاب خود کردہ چارہ چیست

ہمیں اس مضمون کی نسبت کچھ اور کہنا باقی ہے۔ اسکو دوسرے موقعہ کے لئے چھوڑتے ہیں

اگر مسیح مُردوں میں سے نہیں اُٹھا تو ہماری منادی عبث ہے اور تمہارا ایمان بھی عبث

مسیح مُوا یہ دنیوی تواریخ ہے جس شخص نے اُسکے ہاتھوں میں میخیں گاڑیں وہ بھی یہ بتا سکیگا جس الہبی نے
اسکی پسلی کو بھالے سے چھیدا وہ بھی کہہ سکیگا کہ مسیح مرگیا بلکہ شاید فخر سے بیان کریگا کہ میں نے اُسے قتل کیا
کلیسیا کا مُردہ مسیح کے ساتھ کچھ تعلق نہیں ہے مگر وہ اسکی موت کا اظہار کرتی ہے کیونکہ یہ امر اُسکے جی اُٹھنے
کے ساتھ وابستہ ہے روحانی تواریخ کا بیان یہ ہے کہ ہمارا منجی مصلوب ہوا مدفون ہوا جی اُٹھا اور آسمان پر

کتاب اور مطالعہ

کسی کا قول ہے کہ اگر ہم دنیا کے کتب خانوں کی کتابوں کے صرف نام ہی پڑھنا چاہیں تو اس کے لئے بھی صدہا سال کا عرصہ درکار ہے۔ ان کتب میں سے بھی جو ہر سال مطبعوں سے چھپ کر شائع ہوتی ہیں۔ ہر ایک شخص فیصدی دو چار کتابیں ہی پڑھ سکتا ہے اس لئے اگر کوئی چاہے کہ جتنی کتب چھپتی ہیں سبھی پڑھ لیا کروں تو اس کا یہ ارادہ پورا ہونا ممکن نہیں۔ اگر ہمیں مطالعہ کے سوا کوئی اور کام بھی نہ ہو تو بھی ہم انسانی زندگی کے مختصر سے زمانہ میں ان بیشمار کتب میں سے صرف چند ہی کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہماری زندگی کے کثرت اشغال کی وجہ سے ہم میں سے ہر ایک شخص صرف چند ہی گھنٹے بلکہ بعض صورتوں میں صرف چند ہی منٹ روزانہ مطالعہ کے لئے صرف کر سکتا ہے تو ہمیں ایسی حالت میں مطالعہ کا کیا حال ہو گا۔

اس سے ظاہر ہے کہ جو بیشمار کتب ہر سال چھاپے خانوں سے نکلتی ہیں ان میں سے بہت ہی تھوڑی ہماری نظر سے گذر سکتی ہیں جنکو خدا نے زیادہ فرصت دی ہے وہ بھی بمشکل ہزار۔ بلکہ دس ہزار میں سے ایک ہی کتاب پڑھ سکتے ہیں۔ تو ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جن پر زندگی کے بہت سے اشغال کا بوجھ پڑا ہوا ہے

اب سب سے ضروری اور بڑا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسا اصول ہے جس پر عمل کر کے ایسی کثیر التعداد کتب میں سے بعض کتابیں اپنے مطالعہ کے واسطے انتخاب کریں۔ اگر ہم سال بھر میں فقط دس بارہ ہی کتابیں پڑھ سکتا ہوں تو وہ کتابیں کونسی اور کیسی ہونی چاہئیں یہ تو سب جانتے ہیں کہ سب کتابیں ایک سی نہیں ہوتیں۔ بہت سی تو ایسی ہیں کہ انہیں کھولنا بھی مناسب نہیں۔ پھر جو اچھی ہیں انہیں بھی فرق ہے۔ ایک معمولی عقل کا آدمی بھی جانتا ہے کہ ہمیں ایسی کتابیں مطالعہ کے لئے انتخاب کرنی چاہئیں جنسے ہم بہت سا فایدہ حاصل

کر سکیں ۔ اس لئے بعض اصولوں پر جنسے اس مسئلے کے حل ہونیکی امید ہے ہم غور کرتے ہیں ۔

بعض کتب ایسی ہیں جنہیں ناپاک باتوں کی ملاوٹ ہوتی ہے اُن کو تو سرے ہی سے اپنی فہرست سے خارج کر دو ۔ ہمیں ایسی بیہودہ مضامین والی کتاب سے خواہ اسکی خرابی کیسی ہی شستہ اور دلپسند عبارت سے ملبس کیوں نہ ہو ۔ ایسا ہی پرہیز کرنا چاہئے جیسا ایک بدچلن آدمی کی صحبت سے ۔ [illegible] تاہم ہم میں سے اکثر اس امر میں مناسب احتیاط نہیں کرتے ۔ ملک میں اس قسم کی کتابیں بکثرت ہیں اور اکثر اُن کو نہایت عمدہ تصویروں سے آراستہ اور اچھے اچھے ناموں سے نامزد کیا جاتا ہے ۔ اور ان پر دلکش جلدوں کا عمدہ لباس پہنایا جاتا ہے ۔ غرضیکہ اس مہلک زہر کو چھپانے کے لئے جو اخلاقی زندگی کے لئے نہایت ہی خطرناک ہے ہر طرح کا سامان کیا جاتا ہے ۔ بہت سے نیکدل آدمی اس قسم کی ظاہری آراستگی کے فریب میں آکر ایسی کتابوں کو محض تفریح طبع کے خیال سے پڑھتے ہیں جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہر ایک کتاب جو ہم پڑھتے ہیں ہماری باطنی زندگی پر تاثیر کرتی ہے اور کسی حد تک ہماری خصلت کو ضرور بگاڑتی یا سنوارتی ہے تو ہم اس امر کی عظمت کو معلوم کر سکیں گے علم جیالوجی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم چٹانوں پر جو زمین کے نیچے دبی پڑی ہیں نہ صرف سمندر کی لہروں کے نشان بلکہ جانوروں کے پاؤں اور پتوں کا نقش ابتک نظر آتا ہے یہ چٹان کسی زمانہ میں سمندر کے کنارے پر بالو ریت کی طرح تھے اور جو نشانات اُن پر لگے ہیں وہ صدہا سال کے عرصہ میں جوں جوں وہ جمکر سخت پتھر بنتے گئے اُن سے نہ چھوٹے ۔ انسان کی خصلت کا بھی یہی حال ہے ۔ جو چیز ہماری زندگی میں دخل پاتی ہے ایک مستقل نشان چھوڑ جاتی ہے ۔

لیکن جب ہم مسیحی پہلو سے اس پر غور کرتے ہیں تو اسکی اہمیت اور بھی زیادہ معلوم ہوتی ہے ۔ ہمارا کام اس زندگی میں تہذیب روح ہے ۔ ہمارا فرض ہے کہ اپنے دلوں کی خبرداری کریں تاکہ کوئی چیز اسکی صفائی پر داغ نہ لگائے ۔ ہمیں کسی ایسی باتکو دلوں میں راہ نہیں دینی چاہئے جو ہماری روحانی زندگی کو دھندلا کر دے یا کسی طرح سے ہماری خدا کے ساتھ رفاقت رکھنے میں

نقش پیدا کرے۔ یہ سب جانتے ہیں کہ کوئی بُری بات اگر ایک لمحہ بھر کے لئے بھی ہمارے
دلوں میں دخل پا جائے تو وہ نہ صرف ہمارے دل ہی کو داغ لگاتی ہے بلکہ اپنی ایک ایسی یادگار
بھی چھوڑ جاتی ہے جسکا داغ دن بدن بڑھتا چلا جاتا ہے۔ ایک مشہور مصور کا بیان ہے کہ
اگر وہ تصویر کھینچتے وقت کسی مکروہ چیز پر نظر کر بیٹھتا تھا۔ تو بعد ازاں اُسکا عکس ضرور اس تصویر
پر دکھائی دیتا تھا۔ اسی طرح ایک مشہور پادری اس بات کا ذکر کرتے ہوئے کہ مختلف قسم
کی کتابوں کے مطالعہ سے کیسی مختلف تاثیرات پیدا ہوتی ہیں۔ اپنے ذاتی تجربہ کا بیان کرتا
ہے۔ کہ ایک دفعہ بعض دوستوں کی ترغیب سے میں نے ایک مشہور مصنف کی کتابوں کا مطالعہ
کیا جنکی بابت لوگوں کا عام خیال تھا کہ ان میں کچھ لامذہبی کی تعلیم نہیں۔ مگر نتیجہ یہ ہوا کہ چھ ماہ تک
میں اطمینان دل سے کبھی دعا نہیں کر سکتا تھا۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے دل کی خوشی و اطمینان
قائم رہے تو ہمکو اپنے مطالعہ کی مناسب احتیاط کے لئے نہ صرف ایسی ہی کتابوں سے جنمیں
صریح ناپاک تعلیم ہو بلکہ ایسی کتابوں سے بھی جو برائی کی طرف اشارہ کریں سخت پرہیز کرنا چاہئے
بعض اس قسم کی کتابیں بھی ہیں جنمیں اخلاقِ بد کی تعلیم نہیں مگر تاہم وہ ہماری فہرست سے
خارج ہونی چاہئیں کیونکہ ان کے مطالعہ کا شغل کرنا اپنے وقت کو ضائع کرنا ہے۔ بہت سے
قصہ کہانیاں ایسے دیکھے جاتے ہیں جنمیں کچھ نہ کچھ مذہبی چاشنی ہوتی ہے۔ لیکن اُن سے
کوئی سبق حاصل نہیں ہوتا اور نہ اعلیٰ باتوں کی تحریک ہوتی نہ دماغی خوراک ملتی اور نہ ہمارے علم کے
ذخیرے میں ترقی ہوتی ہے۔ آجکل اس قسم کی کتابوں کی بہت گاہکی ہے۔ سست مزاج آدمی
جو اپنے دل و دماغ سے ہرگز محنت نہیں لینا چاہتے ایسی کتابوں کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ ظاہر
تو اُن سے کوئی ضرر معلوم نہیں ہوتا۔ نہ اُن میں بُری تعلیم ہے نہ بُری تاثیر اور نہ اُن کے مطالعہ
سے دل میں بُرائی کے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ انکی تعلیم صحیح عقاید کے مطابق ہوتی ہے اور دینی
باتوں کا بہت کچھ ذکر ہوتا ہے نیز مختلف فرائض کی بجا آوری پر بھی زور ہوتا ہے اور میٹھی میٹھی
راگنیوں کی طرح ہماری روح کو سہانی معلوم ہوتی ہیں۔ مگر باوجود اسکے جب ہم اپنے ذہن اور قلب

پر کمی تاثیر کا خیال کرتے ہیں تو وہ یقیناً ضرر رساں ہیں - ان کے مطالعہ سے اخلاقی قوت نشونما نہیں پاتی بلکہ وہ بھوک کو زائل اور دل کو کمزور کرتی ہیں اور انسان کو دیگر عمدہ اور مفید کتب کے مطالعہ کے لائق نہیں چھوڑتیں - نیز وہ خیال اور حافظہ کو بھی ایسا کمزور کر دیتی ہیں کہ پھر انسان ان ضروری اور اہم مضامین پر غور کرنے کے قابل نہیں رہتا - بیہودہ کتب کے دوسرے درجہ پر اس قسم کی کتابوں کا اثر ملک کو بہت برباد کر رہا ہے -

اگر ہم اپنے مختصر سے اوقات میں صرف چند ہی کتب کا مطالعہ کر سکتے ہیں تو کیا مناسب نہیں کہ یہ کتب تمام مجموعہ کتب میں سے عمدہ بیش قیمت اور نہایت ہی مفید و کارآمد ہوں - اگر میرے سامنے سو کتاب رکھی ہو اور مجھے صرف ایک ہی کے پڑھنے کی فرصت ہے - اگر میں عقلمند ہوں تو میں ان میں سے اس کتاب کو انتخاب کروں گا جس میں سب سے زیادہ علمی باتوں کا بیان ہو اور جو میرے دل میں اعلیٰ خیالات شریف ارادے - دلکش تصورات پاک جذبات پیدا کرے - اور میرے سامنے اعلیٰ سے اعلیٰ خوبیوں اور عمدہ سے عمدہ خصلتوں کے نمونے پیش کرے -

لیکن ہم میں سے کتنے ہیں جو مطالعہ کے وقت ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہیں ؟ کیا ہمارے درمیان سو میں سے ایک بھی ایسا ہے جو اپنے دل میں کبھی اس قسم کے خیال کو جگہ دیتا ہے — اور مطالعہ کے واسطے اس اصول کے مطابق کتابوں کو انتخاب کرتا ہے - اکثر نئی نئی کہانیوں کے طالب ہیں اور بعض جس کسی کتاب کی بابت لوگوں کو باتیں کرتے سنتے یا اخباروں میں پر زور اشتہار پڑھتے ہیں اسی کو لیکر پڑھنے لگ جاتے ہیں - یہ وہ زمانہ ہے کہ ذرا سی بات کو مبالغہ سے پہاڑ بنا کر دکھایا جاتا ہے اور طرح طرح کی رنگین عبارت کے اشتہاروں سے خریدار ان کو پھانسا جاتا ہے - سچ تو یہ ہے کہ اکثر کتابیں محض فروخت ہی کی خاطر بنائی جاتیں اور ان کے لکھنے سے صرف روپیہ ہی کمانا مقصود ہوتا ہے - نہ ان میں کچھ جان ہوتی ہے نہ وہ کسی کے فایدہ پہنچانے کی غرض سے یا کسی اعلیٰ مقصد کے لئے لکھی جاتی ہیں اور نہ ہی ان سے انسانی دل میں کوئی نئی تحریک پیدا کرنا اور نہ دنیا کی خوشی یا آسایش اور علم کو ترقی دینا مقصود ہوتا ہے بلکہ لالچی دماغوں نے

نہیں گھڑا ہوتا ہے ۔ اور چونکہ وہ فروخت کیلئے گھڑی جاتی ہیں اس لئے ضرور ہے
کہ وہ انسانی فطرت کی ادنیٰ قوت اور خیالات کے مناسب حال ہوں ۔ اس طور سے
بیشمار بیہودہ اور ناکارہ کتب چھاپ چھاپ کر ملک میں پھیلائی جاتی ہیں ۔ اور فی الحقیقت
جو عمدہ اور قیمتی کتب ہیں ، نہ کوئی ان کو خریدتا اور نہ پڑھتا ہے ۔ لوگ بیہودہ اور بے بنیاد
کہانیوں ۔ ہفتہ وار اخبارات اور بے معنی اشعاروں اور ایسی نکمی تصنیفات کو جنکی حیات
برسات کے کیڑے مکوڑوں کی طرح چوبیس گھنٹہ سے زیادہ نہیں ہوتی پڑھکر بہت خوش
ہوتے ہیں ۔ مگر واقعی قابل تعریف کتب کو کوئی نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا ۔

الغرض کہ اس قسم کی خلاف اخلاق اور ہلکی کتابوں کو اپنی فہرست سے خارج کرنیکے
بعد بھی بہت سی کتابیں باقی رہجاتی ہیں ۔ جو واقعی عزت کے قابل ہیں ۔ بعض قدیمی ہیں
اور بعض نئی ۔ ان میں سے ہم اپنے مذاق ۔ ضرورت ۔ فرصت اور لیاقت کے مطابق اپنے
مطالعہ کے لئے انتخاب کر سکتے ہیں ۔ ہمیں بزرگان سلف کی نامور کتب کا بڑی توجہ سے
مطالعہ کرنا چاہیئے ۔ تمام عالی دماغ شاعروں مورخوں اور فلاسفروں کے کلام پر اپنے عزیز
وقت کا بہت حصہ خرچ کرنا چاہیئے ۔ غرضیکہ جو کوئی کتاب اعلیٰ خیالات کا تصور یا اعلیٰ خصلت
کا نمونہ ہمارے سامنے پیش کر سکتی ہے ۔ ہمارے مطالعہ کے لائق ہے ۔ علاوہ ازیں زمانہ حال
کے علوم و فنون اور نئی ایجاد و اختراع سے بھی بے خبر نہ رہنا چاہیئے ۔

ہمارا مقصد اس وقت مفصل طور پر اس امر پر بحث کرنیکا نہیں بلکہ ہمنے صرف چند اصولوں کا مختصر بیان
کیا ہے امید ہے کہ جو شخص ان اصولوں کو مد نظر رکھے گا ۔ وہ عمدہ کتابوں کے انتخاب میں بہت
کم دھوکا کھائے گا ۔

بعض واعظ صرف اپنے وعظ کا خیال رکھتے ہیں ۔ بعض اپنی نسبت سوچتے رہتے
ہیں ۔ مگر جو شخص روحوں کو بچانے کے فکر میں رہتا ہے وہی کامیاب ہوتا ہے ۔

پاسٹر کے فرایض

(مرقومہ اے جوزف صاحب۔ گجرات)

پاسٹر صاحب۔ آپ کی بلاہٹ کیسی اعلیٰ ہے۔ آپ کا صرف یہی کام نہیں کہ اپنی روزی کمائیں یا دماغی کاموں میں محظوظ رہیں یا صرف خدا کے کلام کے مطالعہ ہی میں لگے رہیں اور عمدہ عمدہ وعظ تیار کریں آپ کا یہ بھی کام ہے کہ لا پرواہ کو ہوش میں لائیں جاہل کو سکھائیں مصیبت زدہ کو تسلی دیں۔ ایمانداروں کو اخلاق و دین میں ترقی دلائیں بُروں کو اچھا بنائیں نہ کہ اُن سے کنارہ کریں اور اچھوں کو بہتر بنائیں نہ کہ اُن کو اچھا سمجھ کے چھوڑ دیں۔ اس مبارک کام کے لئے ہفتہ کے ساتوں دن چاہئیں۔ پلپٹ پر سے بھی تعلیم دیں اور جب پلپٹ پر نہ ہوں اُسوقت بھی۔ کتنا افسوس یہ دیکھ کر آتا ہے کہ بعض جگہ ہفتہ میں ایک میٹنگ بھی نہیں ہوتی۔ جناب جبکہ پاسٹر دین کی باتیں سکھانے سے رہے تو اخلاقی تعلیم کا کیا ذکر۔ آپ کے دل میں اپنے آقا کی اُن روحوں کی جو آپ کے سپرد کی گئی ہیں پوری محبت ہونی چاہئے۔ پھر آپ کی قدر و منزلت اسمیں نہیں ہے کہ چار کی میز پر بیٹھ کے قافئے لگائیں اور نرٹل ہانکیں چھوٹے بچوں کے ساتھ کھیلیں۔ یوں نو دن بھر میں آپ کے کئی گھنٹے گزر جائیں گے آپ پر الزام آئے گا۔

ڈاکٹر کاٹلر صاحب مشہور رہنما و فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کسی پاسٹر نے یوں کہا "اگر میں کسی گھرانے میں ایک گھنٹہ بھی صرف کرتا ہوں۔ تو مجھ کو ایک وعظ بنانے کی نسبت وہاں زیادہ تکلیف ہوتی ہے" جناب یہ آپ کا فرض ہے کہ اپنے لوگوں کے بوجھوں کی برداشت کریں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ پولوس رسول ۱ تسلونیقی کے ۲: ۷-۱۸ میں یوں کہتا ہے "ہم تمہارے درمیان ایسے ملایم رہے جیسے دائی جو اپنے بچوں کو پالتی ہے۔ ایسے ہی ہم تمہارے درمیان دل سوز ہو کے نہ فقط خدا کی انجیل بلکہ اپنی جان تک بھی تمہیں دینے کو راضی تھے۔ کیونکہ تم

ہمارے پیارے تھے۔" اگر رسول اپنے اس فرض کو فرض نہ سمجھتا تو اتنا عالی قدر پاسٹر اور
شاعر نہ ہوتا۔ "محبت سب باتوں کی برداشت کرتی ہے۔"

۱۰۔ لیجیے۔ خدا کے کلام کو چھوڑ کر آپ اپنے لوگوں کا بھی ایسا مطالعہ کریں جیسے
کسی دلچسپ کتاب کا۔ آپ نے انگریزی شاعر ورڈزورتھ کا نام سنا ہوگا اگر وہ پہاڑوں میں
آباد نہ رہتا تو قدرتی مضامین کو ایسی دلفریب نظم میں باندھ نہ سکتا۔ بیجان چیزوں کا مطالعہ
کیا اور کیا کیا۔ چاند ستاروں کو تو بالائے طاق رکھ دیا۔ کتابیں تو صرف آدمی کا خلاصہ ہی ہوتی
ہیں لیکن آپ کے لوگ اور خود وہی کل مصنف ہیں۔ [illegible] اکثر یاں ہوتے ہیں جنہیں آپ کی
جماعت نے مدعو کیا ہو۔ جب آپ حقدار لوگوں سے ملتے ہیں خیال رکھیں کہ ان کی کسی
بات نے آپ کے دل پر کیا وہ اثر کیا ہے۔ یہ ضرور نہیں کہ خدا کا ایلچی لوگوں سے عزت کا
چاہنے والا ہو۔ بہت سے پادری صاحبان کو اکثر اس بات سے نقصان پہنچا ہے کہ بڑے لوگوں
سے چاپلوسی کے لہجوں سے بولتے ہیں اور چھوٹے کو ایک جا دو نہ دیتے ہیں۔ اگر آپ امیروں
کے لئے امیر ہیں تو کیا ہیں غریبوں کے لئے ہو تو انکو کچھ فائدہ تو ہو!

اگر کسی کی طرف سے غافل ہیں تو خیال رکھیں کہ غریبوں کی اور بدقسمتوں کی طرف
سے غافل نہ ہوں۔ جن کے دیکھیں کہ بہت کم دوست ہیں آپ ان کے دوست ہو جائیں۔ کیا
آپ کو یاد نہیں کہ مسیح ایسوں کے ہاں جاتا تھا جہاں بیمار کمزور رہا۔ اندھا بھائی۔ لنگڑا
باپ اور بھولی بھٹکی بہن رہتی تھی۔ مسیح کے نقش پا ایسوں کے دروازے کی چوکھٹ پر ہیں
آپ کو یاد ہے کہ ہمارا استاد امیروں کی بابت کیا کہہ گیا ہے۔ ہر ایک کے رہنے کی جگہ کی ایک
یادداشت بنا دیں۔ چہروں کو اچھی طرح سے یاد رکھیں۔ بڑے شہروں میں اکثر میں نے یہ پوچھتے
سنا ہے۔ تمہارا کیا نام ہے؟ کہاں رہتے ہو۔ کس کے لڑکے ہو۔ کیا خوب۔ آپ کو یہ بھی
نہیں معلوم کہ آپ کے سپرد کون کونسی جانیں کی گئی ہیں۔ اگر آپ محبت سے آدمیوں کو اپنی طرف
نہیں کھینچ سکتے تو مسیح کی طرف کیونکر کھینچیں گے۔ محبت سے اپنا کریں نہ کہ اختیار جتا کر کہ بس

ہم افسر ہیں تم نوکر ہو ۔

آپ یہ بھی جان رکھیں کہ ہمت بھی کچھ چیز ہے ۔ مطلب ہرا دلیری سے ہے اگر کوئی یہ خیال کرے کہ صداقت کو چھپا کر لوگوں سے خوشنودی حاصل ہوسکتی ہے یا اس غرض سے کہ لوگ راضی ہو جائیں ۔ برائی کو کچھ اچھی صورت میں لے آئیں یہ بڑی غلطی ہے کوشش کریں کہ لوگ آپ کو خدا سے ڈرنے والا سمجھیں سب گنہگاروں کے ساتھ حقیقی وفاداری اور خیرخواہی جتائیں پر محبت سے ۔

سوچ کے دانائی سے بولنا بھی بہت عمدہ بات ہے ۔ شاید بعض بڑے بڑے دلوں سے آپ کا واسطہ پڑے ۔ ان سے اِس طرح بولنا کہ وہ باتوں ہی میں مرجائے ۔ لیکن اِس میں دانائی نہیں ہے کہ ہر ایک کو باتوں ہی باتوں میں خوش کر دیا ۔ چاہئے جیسے اُس کا نقصان ہی ہو جو بات ہو دانائی اور صفائی سے ہو ۔ نہ لگی لپٹی ہو نہ غصہ سے مع جہالت کے ۔

آپ روحوں پر نگران مقرر کئے گئے ہیں ۔ مُردہ دلوں کو جگانے جناب جلائیے ۔ پاک روح کی خاطر جگائیے ۔ اور پاک روح کے ساتھ کام کرئیے ۔ آدمیوں سے صلاح لیں پر اُن پر بھروسہ نہ کریں ۔ موم کی ناک نہ بنیں ۔ متلاشیوں کے لئے دروازہ کھلا رکھیں ۔ اور اگر کوئی اپنی ذاتی تسلی اور نجات کے لئے آپ کے کام میں خلل انداز بھی ہو آپ خوش ہوویں خواہ وہ پیدائشی عیسائی ہی کیوں نہ ہو ۔ مدت کے عیسائی اور پیدائشی مسیحی کی کم پرواہ نہ رکھیں ۔ کلام کی منادی محبت میں ساتھ بہادری کے کریں ۔ مسیح کو اپنی جان میں رکھیں ۔ نپٹ پر رکھیں ۔ ہر قدم پر اپنے ساتھ رکھیں ۔ فقط

گواہ اور باتوں کی نسبت مبالغہ کیا کرتے ہیں مگر یسوع مسیح کے گواہ کبھی پورے طور پر اپنا فرض ادا نہیں کر سکتے ۔ بعض مصور اس لئے نامور ہوئے ہیں کہ انہوں نے اصل کی نسبت تصویر کو زیادہ خوب صورت بنا کر دکھایا ۔ مگر کوئی شخص مسیح کے پر نور چہرہ کی تاب کو اپنی رنگ آمیزی سے بڑھا نہیں سکتا ۔

کرسمس

مرقومہ پادری جوئیل واعظ لال صاحب ایم اے

ابلہاں را ہمہ شربت زگلاب و قند است　　قوت دانا ہمہ از خونِ جگر مے بینم

اسپِ تازی شدہ مجروح بزیرِ پالاں　　طوقِ زریں ہمہ در گردن خر مے بینم

سلطنتیں فنا ہوگئیں حکومتیں خاک میں مل گئیں۔ قیصروں کے قصروں
میں چمگادڑیں بولتی ہیں۔ اور فغفوروں کے مقبروں میں گیدڑ لوٹتے ہیں سکندر
ذوالقرنین کی اولاد کے سینگ ٹوٹ گئے۔ اسور و بابل کے کھنڈروں کے بھی نشان سلامت
نہیں رہے۔ مصر کی عظمت و حشمت جاتی رہی۔ روم کی شوکت جھڑ گئی۔ ایران کے دہقان
اور آتشکدہ گبر ظلمت کی چادر تن گئی۔ پر خداوند کا کلام اب تک زندہ ہے۔ اور ہمارے
رب ذوالجلال کا تخت اب تک قایم ہے۔ یوں تو دنیا اور اس کی جاہ و حشمت کی بے ثباتی
سب پر روشن ہے کہ آئین جہاں گاہے چناں گاہے چنیں باشد پر کتنے ہیں جو قدرت کے کارخانے
میں ایک صانع مطلق اور حکیم کامل کی حکمت اور قدرت دیکھتے ہیں؟ اور کتنے ہیں جو بلبل
شیراز کے اس شعر کو دل سے مانتے ہیں ؎

جنبر تا بر کلکِ آں نقاش جاں افشاں کنیم　　کیں ہمہ نقشِ عجب در گردش پرکار داشت

پر حق تو یہ ہے کہ دہریوں اور ملحدوں کی لاف و گزاف سے الوہیت کے کمالات سرمدی باطل
نہیں ہوتے اور بے دینوں اور لا مذہبوں کی ہرزہ گوئی اور ہرزہ سرائی سے خدائی کے اوصاف
گھٹتے نہیں۔ یوں تو عابدوں پر سدا ظلم کے آرے چلتے رہے ہیں۔ نیکوں اور پاکبازوں
کو سولی نصیب ہوئی۔ زاہدوں کی لاشیں کتوں کے آگے ڈالی گئیں۔ پرہیزگاروں
کی کھالیں کھچوائی گئیں۔ صداقت زمانہ میں خاک چھانتی پھری اور ہر جگہ اس کا خاکہ
اڑایا گیا۔ بطالت تخت پر بیٹھی حکمرانی کرتی رہی ہے مگر جب غور کی تو انہیں گمنام کشتوں
کی قبریں پجتی پائیں اور انہیں نامور شہیدوں کے مزاروں کی دہلیزوں پر خلق کو سر ٹیکتے

اور پیشانی رگڑتے دیکھا۔ اگر دنیا میں کہیں آجالا ہے تو یہ اُن کے انوار کی تجلی ہے اگر اس
جوہر ناپا ئیدار میں کوئی شے بہتر ہے تو یہ اُن کے جوہر کا کرشمہ ہے۔ اگر مجاور بتکدہ ان کی تربت
کی خاک جھاڑ جھاڑ کر اپنا دامن پُر کریں اور کہیں تو لیں نہ اِک مشتِ خاک کے بدلے "گر ملے
خاتمِ سلیمانی" تو بجا ہے۔

کلیسیائے جارج نے کریزسٹم کو بھی شہیدوں کی نامدار فوج میں شامل کیا ہے۔ اگر
شہادت کے معنی یہی ہے کہ انسان حق کے مذبح پر اپنی جان کو قربان کردیوے جس حق کے
چلتے لوگوں کی جانیں جاتی ہیں۔ اس حکم کو ہمنے آب بقا اور شراب طہور مانا ہے۔ اور جس لغو
دور وغ کی اہل دنیا نے تقلید کی ہے ہمیں اسکی حلاوت وشیرینی میں نیش اجل اور
اس کے شربت وفا لوزہ میں زہر ہلاہل دکھائی دیتا ہے۔

مقدس انتھوزا کی مختصر سرگذشت میں ہم کریزسٹم کی طلاقت وخوش بیانی کا حال
درج کرچکے ہیں۔ اس کے ضمن میں فقط اتنا کہنا کافی ہے کہ سسرو اور سینیکا ڈیماتھینز
اور سقراط نے بھی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے ایسی شہرت اپنے وقت میں نہ پائی جیسی
کریزسٹم نے۔ انطاکیہ جیسے شہر میں جب وعظ وپند کیلئے منہ کھولتے تو اُن کی آتش زبانی کی
پھولجھڑی سے سامعین کے دلوں میں آگ لگ جاتی۔ اور اُن کی سرگرمی وولولے سے
ہزاروں سردوشست دل والوں میں عبادت کا شوق اور خداترسی کا جوش پیدا ہوتا تھا
جب ان کی عمر پچاس سال کی ہوئی تو ۳۹۷ء میں قسطنطنیہ کے آرچ بشپ نے وفات
پائی۔ انکی رحلت کے بعد تمام مسیحیوں کی یہ رائے ہوئی کہ کریزسٹم آرچ بشپ کے عہدہ ممتاز
کے فرائض کی ادائگی اپنے ذمہ لیں۔ کیونکہ خداوند نے انہیں ابلغ البلغا اور افصح الفصحا
کی خوبیوں کے ساتھ حلیمی اور دینداری شفقت وجانفشانی کی روح بھی عنایت کی تھی۔ لیکن
وقت یہ تھی کہ کریزسٹم کی طبیعت بزم کے تجمل وشکوہ سے نفور اور خانقاہوں کی سادگی سے مانوس
تھی۔ گدائی کو دولتمندی وتوانگری پر فوقیت دیتے تھے تارک الدنیا کی پھٹی کملی اور درویش

کے دلوں کی قدر خلعت۔ لطافت اور قبائے قیصری سے سوا کرتے تھے۔ ایسے شخص کو دام میں پھنسانا محال تھا۔ لہٰذا شاہنشاہِ قسطنطنیہ کی جانب سے فرمانِ خفیہ طور پر پولیس سپہ سالاروں کے لئے صادر ہوا کہ چپکے سے انہیں گرفتار کر کے لے جائیں اور رات کے اندھیرے میں شہر سے روانہ کر دیا جائے۔ شاہی حکم کی پوری تعمیل ہوئی جب کریزسٹم آرکیڈیس بادشاہ کے حضور حاضر کئے گئے تو اصل حال معلوم ہوا۔ آپ مقدس ہوا ہم خدمت کو انجام دینے کیلئے راضی ہوئے۔ شروع ہی شروع میں آپ کی تقریر دلپذیر نے سننے والوں کے دلوں کو لبھایا اور کاسے کوسوں سے بھی لوگ اسی چاٹ کے لالچ میں آنے لگے۔

پر طبعِ دوراں کا تقاضا یہ ہے کہ نخلِ شادی میں آنسوؤں کی نم سے ثمر لگے اور ایمان کا شجر شہیدوں کے خون سے ہرا رہے۔ بے شہادت کسی کو حیاتِ ابدی ملتی نہیں اور بغیر موت کے تلخی کا مزا چکھے زندگی کا لطف حاصل نہیں ہوتا۔ چونکہ بہت سے ملک پادشاہِ قسطنطنیہ کے زیرِ نگین تھے دولت و ثروت کی کمی نہ تھی۔ تمام صوبوں کا مال کھنچا ہوا دارالخلافہ کو آتا تھا۔ اور لوگ گویا رو کر جھاڑ سے بٹورتے تھے۔ زر کی فراوانی نے عیش و عشرت کے تمام سامان مہیا کر رکھے تھے۔ اسی وجہ سے وہاں کے مسیحی بڑے آرام طلب اور زر دوست تھے۔ گو کہ ان کا شمار ایک لاکھ سے بھی زیادہ تھا تو بھی بہت کم ایسے تھے جو فی الحقیقت مسیحی کہلائے جاتے ہیں۔ مسیحیت کی قلعی تو ان پر چڑھ گئی تھی پر ان کی طینت و جبلت میں پرانے آدم کا خمیر موجود تھا۔ جب تک گرجے میں بیٹھے کریزسٹم کا وعظ سنتے رہتے۔ آنسو ٹپ ٹپ زار و قطار گرتے رہتے اور جب گرجے سے باہر نکلے تو دین ہے نہ ایمان وہ مردِ خدا ایسے ملا ایسے صورت۔ عابد فریب مسیحیوں کے اخلاق و طرزِ معاشرت سے بڑا بیزار ہوا۔ اور جس قدر زیادہ ان کو دنیا کے مخمصوں میں مصروف پایا۔ اسی قدر زیادہ ان کی تعلیم و تلقین میں مشغول ہوا۔ پر وہ ایسے چکنے گھڑے تھے کہ اثر ہوتا ہی نہ تھا کسی نے سچ کہا ہے

جس پاس عصا ہو اسے موسیٰ نہیں کہتے ہر ہاتھ کو عاقل یدِ بیضا نہیں کہتے

اور غضب یہ تھا کہ عورتیں عیاشی و عشرت پسندی میں مردوں کے کان کاٹتی تھیں۔ اور چونکہ ذرا بھی اپنی طبیعتوں پر قابو اور بس نہ تھا اس سبب سے غیر قوموں کی عورتوں کے آگے ان کی ناک کٹی ہوئی تھی۔ لیکن خداوند کریم کے فضل سے ان میں ایسی بھی تھیں جنکی عصمت و براءت میں بیسویں صدی کے عیب جو بھی رخنے نہیں نکال سکتے اگر کرنسٹم کا نام لوحِ روزگار پر ہمیشہ دمکتا رہیگا تو پاکدامن اولمپیاس کا نام صفحۂ تاریخ پر سدا چمکتا رہیگا

جب کسی قوم کا شیرازہ بکھرنے لگتا ہے تو عیاشی کا جذام دماغ میں سما جاتا ہے اور صولت و جلالت کے آثار ناپدید ہونے لگتے ہیں۔ رومیوں کے کوڑی کے تین تین ہونے کے دن قریب آگئے تھے۔ اس لئے مرد اگر ناچ رنگ میں دیوانے تھے تو عورتیں حسن پرستی اور جمال آرائی میں بالکل محو۔ اگر مرد بُری صحبت کے پالے پڑکر اپنی چال ڈھال اور روشیں رندوں کی سی کر لیتے تھے تو عورتیں اپنے من کی موج میں نئے نئے سانگ بھرا کرتیں۔ اگر باہر جانا نہ ہوا تو بسترِ راحت پر گاؤ تکیہ لگا ہے اور آپ بیٹھی ہیں اگر سامنے فوارہ چھوٹ رہا ہے تو ادھر لونڈیاں چنور لئے منہ پر سے مکھی جھل رہی ہیں جب گرجے جاتیں تو بناؤ سنگار اور طمطراق میں گھنٹوں صرف کرتیں اور عجب انداز کی سج دھج کرتیں۔ یہ خرابی یہاں تک بڑھی کہ انجیل کے خدمتگذار بھی اسمیں مبتلا ہوئے اور رفتہ رفتہ مقدس کلیسا پر برملا رسوائی لانے لگے۔ ظاہر ہے کہ ایسی سوسائٹی کے درمیان بیچارے دیندار واعظ کی صدا گویا نقارخانے میں طوطی کی آواز ہے۔ اکیلا چنا بھاڑ نہیں پھوڑتا۔ اور نہ اکیلے دم سے ایسی خرابیاں دور ہوتی ہیں ؞

(باقی آیندہ)

متفرقات

ذکر ہے کہ کسی شخص نے ایک چھوٹی سی لڑکی کو جو اپنے بھائی کو اٹھائے ہوئی تھی کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بچہ تمہارے لئے بہت بھاری ہے۔ اُس لڑکی نے جواب دیا کہ نہیں وہ بھاری نہیں وہ تو میرا بھائی ہے۔ محبت نے اُس کے بوجھ کو ہلکا کر دیا۔ اور دنیا میں ہمیشہ یہی حال ہے ہم جتنا زیادہ مسیح کو پیار کرتے ہیں اُسی قدر اُسکی خاطر بوجھ اٹھانا یا تکلیف کی برداشت کرنا ہمارے لئے آسان ہوتا ہے۔

جب انسان کا دل بدل جاتا ہے تو نہ فقط اوسکو اپنے گناہوں کی پہچان زیادہ حاصل ہوتی ہے بلکہ وہ اپنے گناہوں کا اقرار کرنے اور اوسکی سزا بھگتنے کو بھی تیار ہوتا ہے۔ اسکی ایک عمدہ نظیر امریکہ کے ایک اخبار میں مندرج ہے۔ شمالی امریکہ کے اصلی باشندوں میں سے ایک شخص کا دل سلویشن آرمی کے ذریعہ سے تبدیل ہوا۔ تھوڑے سے عرصہ کے بعد اس نے خود بخود بیان کیا کہ چند مہینے گزرے میں نے دو آدمیوں کو قتل کیا تھا کسی کو اُس پر متعلق شبہ نہ تھا مگر اس سے رہا نہ گیا۔ بعض نے اُس کا اقبال سُن کر کہا کہ اس کے سر میں خلل ہے۔ مگر اُس نے اپنا جرم ثابت کرنے کے لئے پولیس کو ساتھ لیا اور اُن کو خون کا موقعہ دکھایا جس سے اُس کے بیان میں کسی قسم کا شک نہ رہا عدالت میں مقدمہ پیش ہوا اور اوسکو پھانسی کا حکم دیا گیا۔ بعد ازاں حسب معمول حاکم کا فیصلہ پریزیڈنٹ میکنلی صاحب کی خدمت میں پیش کیا گیا تاکہ اگر مجرم قابلِ معافی ہو تو اوس کو معافی دیجائے پریزیڈنٹ نے بجائے پھانسی کے حبس دوام کا حکم دیا۔ اس میں عجیب بات یہ ہوئی کہ جب ملزم کو معافی کی درخواست پر دستخط کرنے کو کہا گیا تو اُس نے صاف انکار کیا۔ باوجود اس کے اُسکی سزا میں تخفیف کی گئی۔ اس واقعہ سے اس شخص کے تبدیل قلب کا خلوص واضح ہوتا ہے۔

ملک جرمنی کے شاہی خاندان میں ایک عمدہ رسم قدیم ایام سے چلی آتی ہے۔ ہر ایک بچہ کے سالگرہ پہ ملکہ سال بھر کے کھلونوں کو جمع کر کے چند ایک چیدہ کھلونے اپنے

پاس رکھتی ہے اور باقی سب کے سب شفاخانجات کے بیمار بچوں کے لئے بھیج دئے جاتے ہیں - موجودہ بیگم اس رسم کو بڑی توجہ اور دلی محبت سے عمل میں لاتی ہے - بچوں کو بتایا جاتا ہے کہ یہ تحایف کس کی طرف سے دئیے گئے ہیں - اور اس طور پر بعض کھلونے بطور یادگار کے محفوظ رکھے جاتے ہیں - چنانچہ شاہ ولیم کے ٹین کے سپاہی ابتک موجود ہیں -

ایک عجیب مکڑی - ایک مکڑی لنکا کے پہاڑوں میں سخت ہولناک جالا بناتی ہے جسکا قطر پانچ فٹ ہوتا ہے اور ادھر اُدھر کی تاریں دس یا بارہ فٹ لمبی ہوتی ہیں جب یہ مکڑی اُس جالے کے درمیان پاؤں پھیلا کر بیٹھتی ہے تو چھ انچ پھیلاؤ میں ہوتی ہے - بعض اوقات صبح کے وقت گھوڑے کے سوا اس میں آ پھنستے ہیں - سارا جالا اُن کے چہرہ پر لپٹ جاتا ہے اور مکڑی ناک کے اوپر آ کھڑی ہوتی ہے - مگر کاٹتی نہیں - اگر وہ اوسکو پکڑنے کی کوشش کرے تو پھر ضرور وار کرتی ہے - اسکے کاٹے کا زخم زہریلا نہیں - مگر جبڑے ایسے مضبوط ہیں کہ جسکو ایک دفعہ کاٹے وہ کبھی نہیں بھولتا - مکڑی کے نیچے کی سطح نہایت خوب صورت سُنہلی اور سرخ ہوتی ہے - اور اوپر نہایت نیلگوں باریک پشم ہوا کرتی ہے - اس کا جالا ایسا مضبوط ہے کہ چھوٹے چھوٹے پرندے آسانی اُسمیں قابو آجاتے ہیں اور بعض اوقات بڑے بڑے گرگٹان بھی اس دام کا شکار ہوتے ہیں -

زکام والو ! غور سے سنو - یہ قاعدہ ہے کہ زکام اسی وقت لگتا ہے جب بدن گرم ہو - مگر دنیا میں ایسے مقامات بھی ہیں جہاں کبھی زکام نہیں ہوتا - اور یہ مقامات قطب کے برفانی علاقے ہیں - مختلف سیاح جو ان اطراف میں رہے ہیں اپنا تجربہ بیان کرتے ہیں کہ ہرچند وہ بھیگے کپڑوں میں بارہا سوئے اور بھیگے پاؤں کے ساتھ دن بھر پھرا کئے مگر کبھی کسی کو سردی یا زکام نے نہیں گھیرا بلکہ ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ ہمارے چھ ساتھی ایک مرتبہ تین دن اور رات برابر طوفان میں بھیگتے رہے اور جب کنارے پر آئے تو اُن کے کپڑے بدن پر خشک ہوئے مگر کسی کو تکلیف نہ ہوئی - لیکن ایک عجیب بات اس کے متعلق

یہ ہے کہ جب یہ بزغانی ممالک کے سیاح آباد اور شایستہ ممالک میں واپس آئے تو فوراً سردی زکام نے اُن کو آگھیرا۔ اور نہ فقط وہی بلکہ اَور لوگ بھی اس مرض میں مبتلا ہوگئے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ زکام ایک متعدی بیماری ہے۔ جو مہذب ممالک میں پھیلتی ہے۔ جتنے زیادہ کپڑوں میں لپٹے رہو اسی قدر احتمال زکام لگنے کا ہوتا ہے۔ اور صاف ٹھنڈی ہوا میں اس کا اندیشہ نہیں۔

جہازوں کے افسر جیسا کہ سمندر کے آوارہ گرد شکستہ جہازوں سے ترساں اور لرزاں رہتے ہیں شاید کسی اور آفت سے نہ ڈرتے ہونگے۔ بحر اوقیانوس میں اسوقت قریب تیس جہاز اس قسم کے سمندر کی دھار پر اِدھر اُدھر بہتے پھرتے ہیں نہ اُن کا کوئی رہنما نہ مانجھی نہ ہتوار ہے۔ گویا شتر بے مہار بے مرغ بے ٹھکانا ہیں۔ ان میں سے ایک میں مہاگنی لکڑی کا بوجھ لدا ہوا ہے اور وہ سمندر کی سطح سے ہموار پانی میں ڈوبا ہوا ہے۔ یہ جہاز ماہ مارچ سنہ۱۸۹۱ء سے آوارہ پھر رہا ہے۔ انگلستان سے جو جہاز امریکہ کو سفر کرتے ہیں اُن کی آمدورفت کے رستوں میں پچاس میل کا فاصلہ رکھا گیا ہے تاکہ ٹکرانے کا اندیشہ نہ رہے۔ مگر یہ متروک جہاز ہمیشہ خوف کا باعث ہیں۔ ان میں سے ایک کو پکر ٹکرا کے دو ٹکڑے ہوگئے تھے۔ اور اب وہ دونوں حصے ایک ساتھ سمندر میں پھر رہے ہیں۔ کوئی صورت نہیں جس سے معلوم ہو سکے کہ یہ آوارہ جہاز کہاں پر ہیں۔ اس لئے وہ جنگی جہازوں سے زیادہ خطرناک ہیں۔ جو جہاز کسی خاص منزل مقصود کی طرف نہیں جاتا وہ اور جہازوں کے لئے ٹھوکر کا باعث ہوتا ہے۔ خدا ہمکو روحانی آوارہ گردی سے محفوظ رکھے۔

مس حنہ مور کا ذکر ہے کہ جب اُس کے پاس کوئی شخص کسی کی چغلی کھاتا تو وہ جواب دیتی کہ آؤ جا کر دریافت کریں کہ یہ بات سچ ہے یا نہیں۔ اس کا اثر بعض اوقات نہایت تکلیف دہ ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ بعض چغل خور مارے شرمندگی کے بات اُلٹ جاتے یا اپنے الفاظ کی تشریح شروع کر دیتے۔ بعض بہت عرض کرتے کہ بات کو رفع دفع ہونے دو مگروہ

تھا تو ان ایک نہ مانتی اور چغل خور کو پکڑ کر اُس شخص کے پاس لے جاتی جس کے حق میں اُس
نے بہتان باندھا تھا۔ اور حقیقت دریافت کرتی۔ یقین ہے کہ کوئی غماز دوسری دفعہ
مس حنہ مور کے نزدیک نہ پھٹکتا ہوگا۔

کہتے ہیں کہ اگستینس نے خواب میں دیکھا کہ میں مر کر آسمان کے دروازہ پر
پہنچ گیا ہوں۔ دربان نے دریافت کیا کہ تم کون ہو۔ جواب دیا کہ میں مسیحی ہوں۔ دربان
نے کہا تم مسیحی نہیں ہو۔ تم سسرو کے مقلد ہو۔ کیونکہ تمہارے خیالات اور مطالعہ کا
رُخ سسرو کی تصانیف کی طرف ہے۔ تم نے مسیح کی تعلیم کی پرواہ نہیں کی۔ ہم یہاں
خیالات کا رخ دیکھ کر فیصلہ کیا کرتے ہیں۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ تم مسیح کی نسبت سسرو
کے زیادہ مقلد ہو۔ جب اگستینس بیدار ہوا تو اس نے تمام یونانی مستند کتابوں کو
بالائے طاق رکھ دیا اور فصاحت کی طرف سے خیال ہٹا کر ٹھان لی کہ میں مسیحی اور
علم الہیات کا متعلم بنوں گا۔ اس وقت سے اُسکی توجہ خدا کے کلام پر ہوئی اور اپنے
قلم اور زبان سے راستی کی تعلیم دینے لگا۔

کبھی مت کہو کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ خدا تمہارے ساتھ ہے۔ مت کہو کہ کلیسیا کمزور
ہے۔ اور اُس پر بڑا وقت آ گرا ہے۔ ہرگز نہیں۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔" ہم میں وہ ہمت
ہونی چاہئے جو قدیم سپاہیوں میں ہوا کرتی تھی وہ مشکلات کو آسان سمجھتے تھے جن
پر وہ اپنی تلواریں تیز کیا کرتے تھے۔ مجھے سکندر اعظم کا جواب نہایت پسند آتا ہے۔ جب
لوگوں نے اُسکو یہ کہہ کر ڈرانا چاہا کہ فارسی فوج بیشمار ہے تو اس نے جواب دیا کہ بہت
اچھا۔ جہاں فصل گھنی ہوتی ہے اچھی طرح سے کٹتی ہے۔ ایک قصاب ہزاروں بھیڑ بکریوں
سے ہراساں نہیں ہوتا۔ اسی طرح ایک اور قدیم بہادر کا قول بھی تعریف کے قابل ہے جب اُس سے
دریافت کیا گیا کہ کیا تم اور تمہاری فوج اس قلعہ میں داخل ہو سکتی ہے وہ تو ناممکن التسخیر ہے۔ اسپر اُس نے پوچھا
کہ کیا سورج کی کرنیں اُسکے اندر داخل ہو سکتی ہیں انہوں نے کہا کہ بیشک۔ تو پھر جہاں آفتاب داخل ہو سکتا ہے ہم بھی

قدیم مسیحی زمانہ کا ایک تذکرہ

جب تک نو دھے کا م کرو۔

تمہید

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کسی امیر کے دولت خانہ پر بہت سے مہمان جمع تھے۔ رفتہ رفتہ اور معاملات کا ذکر ہوتے ہوتے مذہبی امور کا تذکرہ بھی آگیا۔ حاضرین میں سے اکثر نے اپنی اپنی زندگی کا اور بعض نے اپنے جان پہچان کی زندگی کا حال بیان کرنا شروع کیا۔ مگر اُن میں سے ایک بھی ایسا شخص نہ تھا جو اپنی موجودہ حالت سے خوش ہو۔ صرف یہی نہیں کہ اُن میں سے کوئی شخص اپنے تئیں مطمئن اور خوشحال نہیں سمجھتا تھا۔ بلکہ سب خورد و کلاں اس امر کے مُقِر تھے کہ اُن کی طرز زندگی ہرگز ایسی نہیں جیسی ایک سچے مسیحی کی ہونی چاہئے۔ وہ سب کے سب دیگر دنیاداروں کی طرح رہتے سہتے اور اپنے ذاتی تفکرات میں یا اپنے اپنے کنبوں کے متعلق فکر واندیشہ میں ڈوبے ہوئے یا اپنے ہم جنسوں کی بہتری تو کیا کبھی خدا کا خیال تک بھی اُنکے دل میں نہیں آتا۔

اتنے میں ایک نوجوان بول اُٹھا تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اس طور پر زندگی بسر کر رہے ہیں؟ جس چیز کو ہم دل سے بُرا سمجھتے ہیں پھر اُسی کو کیوں کئے جاتے ہیں؟ کیا ہمیں یہ اختیار نہیں کہ جس طرح چاہیں رہیں؟ ہم جانتے ہیں کہ ہم اس عیش وعشرت اور مال و دولت کی محبت اور سستی اور بے پرواہی کی حالت میں اپنی زندگی ضائع کر رہے ہیں۔ اور پھر یہ جھوٹا فخر اور اپنے ہم جنسوں سے بڑھ چڑھ کر رہنے کی خواہش ہمیں دم نہیں لینے دیتی۔ ہمارے دل طرح طرح کی ہوا و ہوس سے بھرے ہیں۔ اور ہم دیوانوں کیطرح مال و دولت کے پیچھے پیچھے بھٹکتے پھرتے ہیں اور ان چیزوں کی خاطر اس چیز کو جو سچ مچ حقیقی خوشی پیدا کرنیوالی ہے ترک کئے دیتے ہیں۔ ہم دیہاتی صحت بخش زندگی چھوڑکر شہروں میں جوق جوق چلے آتے ہیں اور اگرچہ طرح طرح کے مصنوعی عیش وعشرت کے سامان

ہمارے چاروں طرف کثرت سے مہیا ہیں تو بھی ہم زندگی سے بیزار اور حقیقی خوشی سے بے بہرہ ہیں۔
حالانکہ ہمارے دل جانتے ہیں کہ وہ اِس طریق زندگی سے کبھی اطمینان اور چین حاصل نہیں کر سکینگے
تو بھی اُسی میں مشغول رہتے ہیں۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اِس گردش میں پڑے رہنا پسند کرتے ہیں؟ کیوں
ہم جانوں کو تلف کر رہے ہیں اور اُن تمام برکتوں کو جو خدا نے ہمیں عطا کی ہیں اپنی پیٹھ پیچھے پھینکے دیتے
ہیں؟ اور لوگ جو چاہیں کریں مگر میں تو آیندہ اِس قسم کی زندگی کو خیرباد کہنے کو تیار رہوں۔ میں اپنے
تعلیم و مطالعہ کو جس سے سوائے اِس کے کہ میں بھی آخر کار اِسی قدیمی ناقابل برداشت
زندگی کیلئے تیار ہونگا۔ اور کوئی فایدہ نظر نہیں آتا۔ اور جسکو ابھی ہم سب بھلا بُرا کہہ رہے ہیں چھوڑ دونگا
میں اپنا سب مال و دولت ترک کر دونگا۔ اور دیہات میں جا کر غریب غربا کے ساتھ زندگی بسر کروں گا۔
میں اُنکے ہمراہ محنت و مزدوری کیا کرونگا اور اپنے ہاتھوں کی کمائی ہوئی روٹی کھاؤں گا۔ اور اگر وہ میرے
علم و دانش کے حاجت مند ہونگے تو میں اُسے بھی اُنکی خدمت میں استعمال کروں گا۔ نہ مکتبوں اور کتابوں
کے ذریعہ سے بلکہ زبانی بات چیت میں اپنے بھائیوں کی طرح اُنکو تعلیم دونگا۔ ہاں میں نے تو اب مصمم ارادہ
کر لیا ہے۔" یہہ کہہ کر اُس نے اپنے باپ کی طرف استفسار کے طور پر نظر کی۔

اُس کا باپ بولا۔ "تم بڑے رحمدل آدمی ہو لیکن تمھارے یہہ ارادے مجھے بالکل وہمی اور طفلانہ
معلوم ہوتے ہیں۔ یہہ سب باتیں اس وقت تمکو بالکل آسان معلوم ہوتی ہیں جسکی وجہ یہہ ہے کہ تم کو
ابھی اِس زندگی کے حالات کا تجربہ نہیں۔ بہت چیزیں ایسی ہیں جو خاہرا اچھی اور دلپسند معلوم ہوتی
ہیں مگر فی الحقیقت ایسی نہیں۔ کیونکہ اُنکے حصول میں سخت مشکلات سدِ راہ ہیں۔ اگر ایک پک
ڈنڈی پر چلنا ایسا مشکل معلوم ہوتا ہے تو ایک بالکل نیا راستہ نکالنا تو اور بھی محال ہوگا۔ اس قسم
کا کام صرف اُنہی لوگوں سے ہو سکتا ہے جن کو اِس دُنیا کے معاملات میں وسیع تجربہ حاصل ہے اور جو دنیا
کے تمام علوم و فنون سے ماہر ہیں۔ تم ناتجربہ کاری اور جوشِ جوانی کی وجہ سے یہہ گمان کرتے ہو کہ تم
اپنے واسطے بآسانی ایک نیا راستہ نکال سکو گے۔ مگر ایسا کرنا ہرگز ممکن نہیں۔ اور اسی لئے ہم جیسے
سن رسیدہ اور زندگی کے حالات سے واقف کار اشخاص کی ضرورت ہے۔ کہ تم جیسے نوجوانوں کی

جلد بازی کو روکتے رہیں۔ ابھی تمہارا آغاز عمر ہے اور تمہیں ابھی بہت کچھ سیکھنا ہے۔ سب سے پہلے تمہارے لئے یہ مناسب ہے کہ تم اپنی تعلیم کو ختم کرو اور جو کچھ علوم و فنون حاصل کر سکتے ہو انہیں حاصل کرو۔ پھر تمکو آزادانہ ان باتوں کو سوچکر ہر ایک معاملے کے متعلق اپنی رائے قائم کرنی چاہئے بعد ازاں اگر پھر بھی تمہارا یہ خیال ہو کہ تم ایسا کرنیکی قدرت رکھتے ہو تو تمہارا اختیار ہے۔ لیکن اس وقت تک تمہارا فرض ہے کہ اپنے بزرگوں کی جو تمہارے ہی فائدہ کی خاطر تمہاری رہنمائی کرنا چاہتے ہر طرح سے اطاعت کرو اور اس قسم کے تیغ چاہیوں کے سے خیال اپنے دماغ سے دور کر دو۔"

اپنے باپ کی یہ تقریر سنکر یہ نوجوان خاموش ہو گیا اور جتنے پختہ سال اصحاب وہاں موجود تھے سب نے اُسکے باپ کے ساتھ اتفاق کیا۔

ایک او چیڑ شخص جو عیال دار تھا بول اٹھا "ہاں صاحب آپ سچ فرماتے ہیں یہ بالکل درست ہے کہ ایک نوجوان آدمی جسے زندگی کا کچھ تجربہ حاصل نہیں ایک بہتر زندگی کی جستجو میں بآسانی غلطی میں پڑ سکتا ہے اور اُس کے ارادے میں نہ تو پختگی ہو گی نہ ثابت قدمی۔ لیکن تو بھی ہم سب اس بات پر متفق ہیں کہ ہماری زندگیاں ہمارے ضمیر کے متضاد ہیں اور اُن سے ہم کو کچھ بھی خوشی و خرمی حاصل نہیں۔ لہٰذا ہم اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ اس زندگی کو ترک کر دینے کا ارادہ بالکل قرین عقل ہے۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ ایک لڑکا اپنے کو فریب دے اور جو باتیں صرف اُس کے وہم و خیال ہیں انکو ایک معقول تدبیر سمجھ بیٹھے۔ لیکن میں تو اب لڑکا نہیں تاہم جب میں آج رات گفتگو سن رہا تھا تو میرے دل میں بھی ایسے ہی خیالات موجزن ہوئے۔ یہ بات مجھ پر صاف روشن ہے کہ میرا طریق زندگی نہ تو مجھے خوشی بخش سکتا نہ میرے ضمیر کو کبھی اطمینان و تسلی دے سکتا ہے عقل و تجربہ دونوں مجھے یہی تعلیم دیتے ہیں۔ تو اب بتلائیے میں کس چیز کا منتظر ہوں؟ صبح سے شام تک میں اپنے بال بچوں کے لئے غلاموں کی طرح محنت کرتا ہوں۔ جسکا نتیجہ یہ ہے کہ خود میں اور سب خاندان دونوں راہ راست سے بھٹک گئے ہیں اور دن بدن گناہ کے دلدل میں نیچے ہی نیچے غرق ہوئے چلے جاتے ہیں اور باوجود میری اس قدر جد و جہد کے ہمیں کچھ بھی خوشی و خرمی نصیب نہیں

ہوتی جسکی وجہ بلاشبہ یہی ہے کہ میں وہ کر رہا ہوں جو میرے لئے مناسب نہیں - اسی وجہ سے اکثر میرے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ شاید بہتر ہوگا کہ میں اپنے طریق زندگی کو تبدیل کر دوں اور اُس تجویز پر کاربند ہو جاؤں جو ابھی ہمارے نوجوان دوست نے پیش کی تھی - یعنے یہ کہ آیندہ کو اپنی بیوی اور بال بچوں کی فکر چھوڑ دوں اور فقط اپنی ہی روح کے بچانے کی فکر کروں - پولوس رسول نے سچ کہا ہے - کہ "بیاہا ہوا شخص دنیا کے فکر میں رہتا ہے کہ کس طرح اپنی بیوی کو راضی کرے - بے بیاہا شخص خداوند کے فکر میں رہتا ہے کہ کس طرح خداوند کو راضی کرے"

ہنوز اسکی یہ تقریر ختم نہ ہوئی تھی کہ تمام عورتیں جو اس کمرے میں موجود تھیں اور جن میں اس کی بیوی بھی تھی --- سب اس کے گرد ہو گئیں اور ان میں سے ایک عمر رسیدہ عورت بول اٹھی اس بات کی سوچ بچار تو تم کو پہلے کرنی چاہئے تھی - اب جو تم نے یہ جوا اٹھا لیا ہے - تو صبر سے اسکا تحمل ہونا چاہئے - تمہارے لئے یہ کہدینا تو آسان ہے کہ میں اپنی روح کے بچانے کی فکر کروں - یہ بات تو ہر ایک شخص کہنے کو تیار ہو جائیگا جبکہ وہ اپنے خاندان کی پرورش کرتے کرتے تھک جائے - لیکن اس قسم کا بہانہ صرف ایک دروغ گو بدمعاش آدمی کی زبان سے سجتا ہے - یہ بالکل ممکن ہے کہ ایک آدمی خاندان کے ساتھ بھی رہے اور پھر بھی سچا مسیحی ہو - یہ تو بہت آسان ہے کہ اور سب کی فکر چھوڑ کر فقط اپنے ہی بچانے کی فکر کرو - مگر یہ بات مسیح کی تعلیم کے خلاف ہے - خداوند فرماتا ہے کہ ہم اپنے ہمجنسوں سے محبت کریں - مگر تمہارے خیال میں خدا کی اطاعت یہی ہے کہ دوسروں کو تکلیف دیں - ہر ایک عیالدار آدمی کے بعض فرایض ہیں - جن کو وہ کبھی نظر انداز نہیں کر سکتا جب اُس کے بال بچے بڑے ہو کر اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں تب وہ البتہ جو کچھ چاہے کر سکتا ہے - لیکن اپنے عیال و اطفال کو ترک کر دینا کسی صورت میں جایز نہیں - (باقی آیندہ)

جب وعدہ موڈیکس آیا دم کے دم میں وہ منتفس آیا پھر نہ آپس میں کچھ کلام کیا دلویہ نے اُسے سلام کیا

دو سے اٹھ کے پاس آ بیٹھی بے خطر بے ہراس آ بیٹھی کہدیا اپنا ایک ایک خیال کل دلی اعتقاد کا احوال

اپنی کمزوریاں بھی زور کیا کہہ دیں ثابت قدم نہ ٹھیرنے خوف کا نام کشمکش کا پردہ اس عبارت کے حرف حرف

ہے مضطرب … ولی جوش خوف شوہر میں جان کا ہوش ایک جانب مسیح کی محبت دوسری سمت شوہر کی محبت

دلویہ نے یہ سب جو سن لیا کون ان میں ہے بہتر و اعلا سنکے یہ سب موڈیکس نے شتاب دلویہ کو دیا یہ صاف جواب

مجھ سے پوچھو تو معاملہ سب ہے خود خداوند نے کہا کیا ہے جو میری پیروی کیا چاہے نام میرا اگر لیا چاہے

سنو میرے لئے جو باپ سے ماں سے منہ موڑے جو رو خاوند اور بہن بھائی جان تک بھی نہیں وہ عیسائی

اپنا رکھتا ہو منہ جو ہل پہ اور پھر پیچھے ڈالتا ہو نظر اسکی سب … دھوپ … وہ نہ دیکھیگا بادشاہت حق

اور کے سوا صلاح نہیں بلکہ اسکا نہیں علاج نہیں حق نے چاہا کہ مسیح … جلتی لکڑی کی شکل باہر …

بت پرستی کی جہل … دور ہو تم سے … تم نہ عیسیٰ سے لو لگاؤ گی کیا شمع انجیل کو بجھاؤ گی کیا

فضل کی … تو نہ مانو گی اوسکی عزت حقیر جانو گی پھر گرو گی اسی گڑھے میں کیا جس سے حق نے تجھے نکال لیا

بیقراری میں … جاؤ گی تم کیا تسلی ذرا بھی پاؤ گی تم اور اگر چھپکے لائیں تم ایمان اور ظاہر میں ویسی ہی نشان

کیا ملیگی تمہیں خوشی اس میں جھوٹ ہیں سچ میں خود کہو کس میں تم اگر ظاہرا کرو اقرار تم سے شرمائیگا نہ وہ زنہار

دلویہ نے کہا کہ کیا غم ہے سمجھی میں فرض جو مقدم ہے ہوگی ہرگز دعا نہ رد میری حق تعالیٰ کرے مدد میری

کہکے یہ اوٹھ کی خدا سے دعا واقف حال مدعا سے دعا اور اس وقت اُسے جواب ملا بے توقف ملا شتاب ملا

سر اٹھایا تو رو رہی تھی وہ شاد و ممنون ہو رہی تھی وہ آنکھ میں اشک خندہ لب پر تھا وقت اب وہ اُسے صبر تھا

کہہ سکے صاف میں مسیحی ہوں ہمیں کہا لاف میں مسیحی ہوں میں مروں یا جیوں مسیحی ہوں جان تک اپنی دوں مسیحی ہوں

اب خدا دے مجھے یہی توفیق میں اُسکی ہوں رفیق و شفیق دلویہ نے جو گفتگو یہ کی کچھ نہ پوچھو موڈیکس کی خوشی

بڑا خوش ہو کے دلویہ کے لئے شکر و تعریف اُس خدا کے لئے جسنے گم گشتہ بھیڑ کو پایا اپنے گلہ میں ڈھونڈکر لایا

چشم نم تھی اگرچہ مارسلا تھی وہ ممنون حق جل و علا ملکے باہم دعا انہوں نے کی ایلو، سب یہ حال دیکھتی تھی

بے سمجھ کیا مجھ سکے اب تک چھوڑ کر کھیل رہ گئی یکبیک اور کچھ بات تو نہ تھی کرنی کی نام سن کر مسیح کا جوں کی

سبق

مرشد سے با کہتیر اُسنے اس نام کی سُنی تحقیر
جب کہ فرصت نہیں وہ تا ہونی بات پھر اس ہی مرنے سے بنی

ڈیوِیا بے کو تھی بہت نزدیک تاکہ ہو وہ کلیسیا میں شریک
اس سے پہلے کہ شوہر اسکا گھر آئے وہ در خانۂ خدا میں در آئے

ہو گیا اب پرسبٹر کو یقین شبہ تبدیل اسکے دل میں نہیں
تو بھی لازم تھا انکا ضرور دھیان اندیشہ سوچ غور ضرور

نخل نوزادگی ہی کیا گل ہے کیا حقیقی دلی تبدل ہے
حق میں آئے کہ یا یک گل تھی بھیڑ سچ بھی تھی تو بھی بزدل تھی

کچھ طبیعت سے تھی حلیم مزاج ساری شرمیلیوں کی جیسا تاج
روح اقدس نے بھی تھا کمال ان پہ پر کیا نہ تھا ناحال

تاکہ وہ اس خطرہ پہ غالب آئے جو ابھرتے ہوئے دلوں کو دبائے
تو بھی خواہش تھی اسکو صاف صبح جلد ظاہر کرے خلاف صبح

اس قدر جبکہ اسکو جانچ لیا فیصلہ یہ پرسبٹر نے کیا
پائے جب وہ مقررہ تعلیم دینگے بپتسمہ اب نہیں کچھ ہم

اگلے دن چونکہ تھی عبادت عام ڈیوِیہ چاہتی تھی شرکت عام
دی اجازت پرسبٹر نے کہ آئے ہو دوسرے راستے سے بھی لائے

وقت رخصت تھا اب تو تھی تمام لوٹے گھر اپنے اپنے کرکے سلام
دور سے ڈیوِیہ نے کی جو نظر دیکھا آتا ہے جولیس سیزر

چونکہ بے وقت تھی یہ اسکی سیر ڈیوِیہ نے کہا الٰہی خیر
دیکھ کر اسکی نیچوشی اطوار فکر و تشویش اڑ گئی ساری

جولیس نے کہا نہ ہو حیران اے بہن دل میں رکھ اطمینان
ڈیوِیہ اور کچھ کرو نہ خیال مجھکو معلوم ہے تمہارا حال

کن خیالات میں لگی ہو تم جن خیالات میں لگی ہو تم
جانتا ہوں مسیح کے ڈھنگ کس طرح اور چڑھاتے ہیں رنگ

وہ تمہاری ندیم ماریلا کب ہی ہو گی اس سے باز بھلا
ڈیوِیہ چپ جواب کیا دیتی سلب طاقت تھی تاب کیا دیتی

جولیس نے یہ اسکا دیکھ کے حال نہ چھپایا پھر اور اپنا حال
اس سے بولا کہ اے عزیز بہن مجھکو بھی تو یہی لگی ہے لگن

شمع سان چاہتا تھا چھپے پہول سوزش اندرونہ تم سے کہوں
تو بھی دل کو مرے یقین ہے تھا تمکو سکھلا رہی ہے ماریلا

جسم کے رو سے تم بھی میری بہن روح میں اب ہوئیں مسیحی بہن
ڈیوِیہ تب تو ہو گئی حیران اسکے جاتے ہوئے پھر اوسان

بولی خوش ہو کے اے میرے بھائی یہہ تو پائی امید من بھائی
اس سے پہلے میں تمسے ڈرتی تھی خوف سے کچھ بیان نہ کرتی تھی

حق سے تھی التجا زحد میری کی عجب طور سے مدد میری
میں سمجھتی تھی آہ بیکس ہوں بیکسی کے سبب سے بےبس ہوں

لیکن اب دو ہوئے ہیں یہ تکرار کر سکینگے علان پر اقرار
جولیس نے کہا سنو ہمشیر روح کی چاہئے ہمیں تاثیر

گو ہو کتنا ہی زور جسمانی آپ پہ تکیہ کریں تو نادانی
صرف تکتے رہو خدا کی طرف شخص مصلوب و رہنما کی طرف

تو بھی میں حوصلہ دلاؤں گا تا بہ مقدور کام آؤں گا
خود ابھی ایک نوجوان ہوں نہیں ان غموں سے خبر کہاں ہو نہیں

کارتھیج کے جو بھائیوں پہ پڑا   اٹے وہ استخواں ہیں کہ جو نکر ہیں   طاقت آسماں ہلے دایم   تاکہ زباں ہیں ہم ہیں قایم

پیچھے پیچھے تھی آنکے ما بیلا   سمجھی مطلب انکا وہ اصلا   تا درخانہ اُن کو بھیج کر   سیدھی لوٹی وہاں سے اپنے گھر

دیویہ کہ یہ پہنچی تھی زنہار   اس سے لکرینیہ ہوئی دوچار   وہ تعصب سے اس کی چال پہ ہائے   چاہتی تھی کہ کچھ زبان چلائے

جولیس تھا جو اُسکے ساتھ مگر   لگ گئی مہر خامشی لب پر   ایلوا کو لئے ہوئی وہ تی   اُسکے کمرہ میں پھر چلی آئی

اب سنو جولیس کا حال زار   کس طرح فیصے اُسکا دل بدلا   جولیس کے رفیق دل ودکس   تھے سٹرنیس اور سکنڈولس

جو سبھی جماعت کے اندر   کارتھیج میں تھے نامور مبر   انکی عیسائیت کی پہنچی خبر   جولیس پر ہوئی بہت تاثیر

ایک انکا پڑوسی تھا گلن با   وہ سکھاتا رہا اُسے ہمہ دن   جانتا تھا مٹو کس کی چال   راز تھا منکشف تمام کمال

اور اپنی بہن کے حال سے بھی   جولیس کو خبر بہت کچھ تھی   پاکے بھائی کو ہم گمان مثال   بڑھ گیا ویویہ کا استقلال

تھی وہ زن پر جو لگتا ہمدرد   بنگیا ویویہ کا بھی دل مرد   نفرت تھی اب آبائیں پر   لب کھلے انکا اور تا بیس پر

یوں تو تھا کا اُسے جواب ملا   کیا ہی عمدہ ملا شتاب ملا   اب تھی لکرینیہ کو اور بھی ضن   جب یہ جانا بہن تھی کرسچن

ایلوا سے وہ سخت شور دماغ   راز مخفی کا لے رہی تھی سراغ   ایلوا ایکپن سے تھی معذور   کر گئی سادگی سے سب مذکور

وہ نہ یہ جانتی تھی بیچاری   اس سے ماں پر پڑیگا دکھ بھاری   کیا یہ وہ تو بے خبر سو گئی   پر وہ مفسدہ رات بھر جاگی

پورنیاس سے چھپا لیگی وہ نا   پر بیٹے خس سے مشورہ ٹھانا   جیسے تیسے سکندریہ جائے   ہو سو ہو مارکس کو گھر لے آئے

بیکے رخصت وہاں ہوا روحس   شکل صرصر رواں ہوا روحس   جاکے پہنچا مقام پر لیکن   مارکس سے نہ مل سکا دو دن

آخرش قرب آتش مینا   اوسنے کی وہ عجیب تر گفتا   جس سے تھا وہ قریب لجۂ فکر   جسکا ہم پہلے کر چکے ہیں ذکر

اب الوکدستہ کی رخصت آئی   مارکس گھر میں آیا تھا جنیاب   مہر پادر سکو یہ ملی تحریر   بیوقوفی ہے اب جو کی تاخیر

لب ساحل جہاز ہے موجود   بیٹھیے راہ منزل مقصود   اس سے کو مارکس ہوا حیران   تو بھی چلنے کا کچھ کیا سامان

اس سے پہلے کہ شام ہو وہ لے   وہ کشتی سیل کر چکا تھا چلے   اوس نے ملاح سے بہت پوچھا   نہ چلا پر سراغ مطلب کا

اسکو روحس نے کس طرح پایا   جز تفکر نہ کچھ بھی ہاتھ آیا   اسکو چھوڑو غریق لجۂ فکر   سبب فکر کا سنو اب ذکر

سویرک کی خراب خونخواری   اب ہوئی تھی جو ہر طرف جاری   پاکے ایذا سبھی اس مذہب کی   چھپکے کرتے تھے بندگی رب کی

تھا سبھی جو ایک دولتمند   اسکے گھر سے تو کی عبادت بند   کہنہ کھنڈرات میں زمیں کے تلے   آسمانی خدا سے ملتے تھے

درحقیقت تھی تب پیغام — ہوگا شاید بچا رتی کو درم — لیکن اب ظلم کے زمانے میں — گھر خدا کا ہے کارخانے میں

کل مسیحی مصیبتوں کے تھے — اس جگہ آتے تھے جو بہ اقرار — اور کرتے تھے بندگی باری کی — خوش اسا اگر بستی تھی ان سے کی

تب مسافر جیا کرتے تھے — مرد شاید قتال کرتے تھے — تھی شہر میں کو خدا کی نہ خبر — آنا بدی وہ بانے شہر

سخت ارادہ کئے ہوئے تھے — سرغنوں کو جلا وطن کرنا — چونکہ ہمتا سے نہ کوئی تھا آگاہ — اسلئے تھی مسیحیوں کو پناہ

لائی تھی دیوبہ کو مارے سالا — اس میں دو جیچ میں کھنچا — جو لمبی کی صحبت سے مگر — اسکو انکا نہ کچھ پتہ تھی خبر

خود حکمت خود اسی کی تھی — رکھے بیٹی سے راز یہ مخفی — جولیس جب بیٹی کا کیا ساتھ ہوا — سخت حیرت میں آئی ماں سالا

لیکن اس امر کی خبر پاکر — دونوں ہو گئے مسیحی اب جاکر — وہ بہت خوش ہوئی تھی جو کیسا — ساتھ آ کے چلی خوشی کے ساتھ

جولیس کو ساتھ دیکھ لیا — کچھ بھی کا پشبہ نے شک کیا — بیچ اس راہ کا تھا اسکو مگر — ابلیا کو نہ کیوں گئی وہ لیکر

اسنے اسکی بھی کچھ نہ کی پروا — دیکھ لوں وہ کدھر ہے چلی جا — اور اگر دیکھتی وہ آفت جاں — دل میں تھی حق ضروری سیراب

کیونکہ دوڑی راہ کتنا کر — دوسرے راستہ پھیرے جاکر — حملہ ان پہ کیا جو تھا کیجیاں — تھی عبادت جہاں کی خاموشاں

آمیں ہوکر جو گئے وہ لوگ — وہ تو مجھی کر رہے گئے وہ لوگ — تنگ کوچہ سے باغ میں پہنچے — اصلی جا کے سراغ میں پہنچے

پاکے پیڑوں کی آڑ میں یہ — اترے زیر مقام ویرانہ — جب یہ مجمع تلے اتر آیا — لینے در تک پر سپاہی آیا

مسیح نے مُردوں میں سے زندہ ہوکر ہمکو یقین دلایا ہے کہ ہم بھی جی اُٹھیں گے۔ موت کا علاج قیامت ہے۔ اور کوئی دوا کارگر نہیں ہوسکتی۔ دولت عقل دنیوی عیش وعشرت مرتے وقت ہمیں تسلی نہیں دے سکتے۔ ملکہ الزبتھ نے مرتے دم کہا کہ ایک اور پل زندگی کے لئے میں اپنا سب کچھ دینے کو تیار ہوں۔ کارڈینل بورجیا کے آخری الفاظ تھے کہ "میں نے اپنی عین حیات میں سوائے موت کے ہر ایک امر کی نسبت دوراندیشی کی۔ اور ہیہات واحسرتا اب میں بغیر تیاری کے مرنے پر ہوں"۔ اس کے مقابلہ میں ایک قدیم مسیحی کے آخری الفاظ غور طلب ہیں۔ "میں تھکا ماندہ ہوں اور سونے کو جاتا ہوں۔ خدا حافظ۔ اسکو صبح کے وقت اُٹھنے کی کامل امید ہے"

برکت دے اور اس سوسائٹی کے باہمت ممبروں کی ہمت کو بڑھائے - **ہندوستان**
کی ..... حال کی مردم شماری سے معلوم ہوتا ہے - کہ صوبہ پنجاب (سرکاری) میں
۲۲۳۴۹۰۰۰ باشندے ہیں یعنے بمقابلہ ۱۸۹۱ء کے قریب ساڑھے سات فی صدی ترقی
ہوئی - اضلاع شمالی و مغربی میں اسی عرصہ میں ۱ء۶۲ ترقی ہوئی - کل سرکار ہند کی عملداری
میں ۴ء۴۴ فی صدی کی ترقی ہوئی - اور دیسی ریاستوں میں ۴ء۳۴ کی کمی - کل
ہندوستان کی آبادی اس وقت ۹۱۲۳۶۰۰۰ ؛ آدمیوں کی ہے - مردم شماری میں شمار
کنندوں کی تعداد قریب دس لاکھ مرد اور لڑکے تھی اور قریب چھبیس لاکھ روپیہ خرچ ہوا -
حالانکہ بہت سا کام بلا اُجرت کرایا گیا ہے نقشجات کی چھپوائی میں ۸۱۲۰ من کاغذ
صرف ہوا - دنیا کے بڑے گرجے (سینٹ پیٹرز) میں چوّن ہزار آدمیوں کی گنجایش ہے -
میلان کے کتھیڈرل میں سینتیس ہزار کی - اور لنڈن کے سینٹ پال کے کتھیڈرل میں
پچیس ہزار کی --- گریٹ برٹن میں نوسو آدمیوں کی آبادی میں ایک خادم الدین ہے -
ہندوستان میں ایک لاکھ پینسٹھ ہزار کے پیچھے ایک ہے - افریقہ میں ۴۲۲۰۰۰ میں ایک اور
چین میں ۴۳۷۰۰۰ آبادی میں ایک ہے --- اگرچہ بائبل تین سو سے زیادہ زبانوں میں
ترجمہ ہو چکی ہے - ابتک ۱۶۰۰ زبانیں یا بولیاں ایسی ہیں جن میں بائبل کا ترجمہ بالکل نہیں
ہوا --- شروع جولائی میں مدراس سے ایک انگریزی رسالہ موسومہ "انڈین لیڈیز میگزین" نکلا کرے گا
اسکی ایڈیٹر ہ مشہور ہندی خاتون ہونگی جنہوں نے حال ہی میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی ہے
برما کے بہت باشندے جنہوں نے مسیحی مذہب اختیار کیا پھر اپنا قدیم مذہب قبول کر رہے ہیں بائبل کی چھپا سٹھ کتابیں
چھتیس مصنفوں کی لکھی ہوئی سولہ صدیوں میں تیار ہوئیں اسکو ایک شخص یادداشت کی
خاطر یوں ادا کرتا ہے ۶۶ --- لمبو ڈورمٹ نو ڈ نے وصیت کی کہ میرے مزار پر یہ کتبہ
لکھا جائے "یہاں پہلا دورہ تمام ہوا" **چونکہ اڈیٹر مسیحی** چند ماہ کے لئے امریکہ تشریف لیگئے
ہیں لہذا تمام خط و کتابت متعلقہ اخبار مسیحی بنام **مینیجر مسیحی پریس لاہور** ہونی چاہیے +

THE MASIHI,

AMRITSAR.

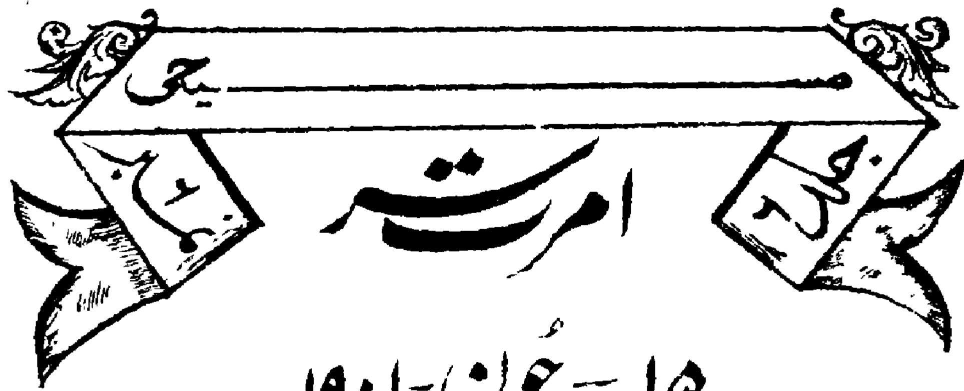
Vol. VI. *May,* 1901 *No.* 5.

CONTENTS.

Literary Communications, Business Letters and Remittances *alone* should be addressed to the Manager, *Masihi Press*, Lahore

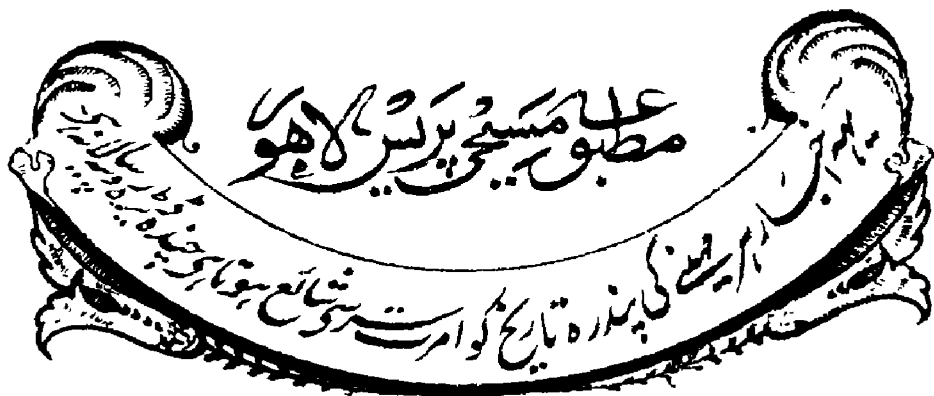
Annual Subscription *strictly in advance*—

India and Ceylon, Re. 1-8-0. } Post free
England and America, 2s. }



۱۵ - جون - ۱۹۰۱

فہرست مضامین



گلدستۂ اخبار

جس جلسہ پر مسٹر ایم ایل رلیا رام بطور ڈیلیگیٹ ہندوستان کی طرف سے تشریف لیگئے ہیں وہ اس ماہ کی ۱۱ سے ۱۶ تک منعقد ہونے کو تھا۔ اس میں یورپ کے قریب تمام ممالک جنوبی افریقہ چین جاپان آسٹریلیا اور برازیل سے بھی ڈیلی گیٹ جمع ہونے والے تھے جن کی تعداد تین ہزار سے کم نہ ہوگی امید ہے کہ اس بھاری کنونشن کے دلچسپ حالات مسٹر رلیا رام جی کے ناظرین کی خاطر ضرور تحریر فرمادینگے ــــ ینگ مینس کرسچن ایسوسی ایشن لاہور ناظرین کو یاد ہوگا کہ ہم نے ماہ اپریل کے پرچہ میں اس ایسوسی ایشن کے جنرل سکرٹری کے مستعفی ہونے پر افسوس ظاہر کیا تھا اور لکھا تھا کہ انہوں نے ڈائرکٹروں کی بدسلوکی سے دق آکر استعفا دیا ہے۔ ہمیں اس بات کے سننے سے بڑی خوشی ہوئی ہے کہ ایسوسی ایشن نے اپنی گذشتہ میٹنگ میں سکرٹری مذکور کو پھر اپنے منصب پر بحال کردیا ہے۔ سنا جاتا ہے کہ جن ممبروں نے ڈائرکٹروں کی اس کارروائی پر اعتراض کیا تھا انہوں نے اپنی چٹھی میں مسیحی کے ریمارک بجنسہ نقل کرکے پریزیڈنٹ سے درخواست کی تھی کہ مسیحی کی اس تحریر پر غور و بحث کرنے کے لئے تمام ممبروں کی ایک خاص جنرل میٹنگ منعقد کی جائے۔ چنانچہ غور و فکر کے بعد جنرل میٹنگ نے یہ فیصلہ کیا کہ ڈائرکٹروں سے درخواست کی جائے کہ وہ جنرل سکرٹری کو پھر اپنے عہدے پر بحال کردیں۔ ہم نہ صرف سکرٹری کے دوبارہ مقرر کئے جانے پر خوش ہیں بلکہ اس لئے بھی کہ نقارخانہ میں طوطی کی آواز کبھی تو سنی جاتی ہے ــــ شاہ انگلستان کی رعایا کا ½ نام کے مسیحی ہیں۔ پینتیس کروڑ باشندگان سلطنت میں سے چوبیس کروڑ بت پرست اور چھ کروڑ محمدی ہیں ــــ سی ایم ایس کے ۹۰۷ یوروپین مشنری دنیا کے مختلف ممالک میں کام کررہے ہیں جن میں سے ۴۱۵ مرد ہیں اور باقی مستورات۔ آنریری مشنریوں کی تعداد ۲۳ مرد اور ۶۰ عورتیں ہیں۔ باقی میں سے ۴۱۴ کو خاص اشخاص یا کلیسیائیں تنخواہ یا وظیفہ دیتی ہیں۔ مشنریوں کے مددگار کارندے

۱۵-جون-۱۹۰۱ء

نوٹ اور رائیں

گذشتہ قحط کے نتائج۔ اگرچہ سال گزشتہ کے خوفناک قحط کو ہم گذرا ہوا سمجھتے ہیں مگر درحقیقت ابتک گجرات دکن کرناٹک بڑودہ اور حیدرآباد کے بعض حصّوں میں قحط موجود ہے۔ مگر عمدہ بارشوں اور فصل کی شاداب حالت کے باعث اب وہ شدت نہیں رہی اور اگرچہ امدادی کام اب تک بند نہیں ہو چکے مگر قحط زدہ علاقہ کی وسعت اس سال بہت کم ہے۔ احمدنگر کے پادری ہیوم صاحب جن کو اس قحط میں نمایاں خدمات کے صلہ میں گورنمنٹ کی طرف سے قیصر ہند کا طلائی تمغہ مرحمت ہو چکا ہے ایک مضمون میں یوں رقمطراز ہیں کہ اس قحط کے ملکی اور مالی نقصانات میں قابلِ ذکر خصوصاً مندرجہ ذیل ہیں یعنی آدمی کثرت سے مر گئے ہیں۔ باقی ماندوں میں کام کرنے کی ہمت نہیں رہی۔ گھر بار اُجڑ گئے ہیں۔ ملک کے بعض خاص پیشے بالکل بند ہو گئے ہیں جو ہاتھ پلے بچا بچایا تھا وہ خرچ ہو چکا ہے۔ برادریوں اور خاندانوں میں رخنے پڑ گئے ہیں۔ مگر ایک اور بڑا بھاری نقصان یہ ہوا ہے کہ سرکاری امداد کے باعث عوام کے دل میں یہ خیال جم گیا ہے کہ جب وقت آپڑے تو سرکار سر پر موجود ہے۔ نہ رشتہ داروں پر اعتماد رہا ہے نہ اپنی ہمت کا کچھ خیال باقی ہے۔ قحط کے باعث بعض ملکی فوائد بھی ہوئے ہیں مثلاً ہزاروں نئے کنوئیں کھودے گئے ہیں تالاب بنائے گئے ہیں۔ سڑکوں کی حالت درست کی گئی ہے۔ اخلاقی نقصانوں میں سے رشتہ داری کے تعلقات کا منقطع ہو جانا بڑا بھاری نقصان ہے۔ میاں بیوی

نے ایک دوسرے کو چھوڑ دیا۔ والدین اپنے بچوں سے غافل ہو گئے اور بعض نے اُن کو
شرمناک پیشوں کی خاطر فروخت کر دیا۔ سرکار کے امدادی کاموں میں ملازموں کو خورد برد
کا بڑا موقع ملگیا۔ ساہوکاروں نے تیرہ سو فی صدی سود پر اُدھار دیا۔ بہت سے لوگ محنت
سے متنفر و بد رمسکین مانگتے ہوئے نکل گئے۔ بعض نے پیٹ پالنے کے لئے ناگفتہ بہ افعال
اختیار کر لئے۔ مگر دوسری جانب سرکاری اور غیر سرکاری معزز اشخاص کو اپنی ہمدردی اور
دیانت داری کے جوہر دکھانے کا موقعہ مل گیا اور انہوں نے خوب ہی جان توڑ کر مصیبت
زدوں کی مدد کی۔ اور عوام کے دلوں میں انکی طرف عزت اور شکرگذاری پیدا ہو گئی ہے۔
ان سب سے بڑھکر مذہبی نتائج کا اثر وبرپا ہوگا۔ اِس قحط نے ذات پات کی جڑ پر کلہاڑا مارا ہے
اور ہندوؤں کو اپنی مذہبی رسوم ادا کرنے سے روک رکھا ہے۔ مثلاً کون فاقہ کا مارا ہوا
تیرتھ کا خیال کریگا۔ مذہبی میلے اور تیوہار بند ہو گئے۔ اپنے پروہتوں کی خبر کوئی پوچھنے
والا نہیں۔ علی ہذا القیاس مندروں کی پوجا اور مذہبی رسوم کو ادا کرنے میں غفلت کی
گئی۔ غرض قحط نے ہندو مذہب اور ہندو گرو پیروں کی نسبت عوام کے اعتقاد کو ڈھیلا
کر دیا۔ علاوہ بریں نہ تو کسی بُت نے اور نہ کسی دینی ہادی نے اپنے سیوکوں کی ایسے
آڑے وقت میں کچھ ہی مدد کی۔ اس کے مقابلہ میں قحط زدہ علاقوں کے لوگ مسیحی مشنریاں
اور غیر ممالک اور ہندوستان کے مسیحیوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھنے لگ گئے ہیں۔
جو نمایاں اور بیہا درانہ خدمت مسیحیوں نے اس قحط میں کر کے دکھائی ہے۔ والیسرائے
سے ایک غریب دہقان تک اِس کے معترف ہیں۔ بہت سے لوگ مسیحی جماعت میں
شامل ہونے کے مستدعی ہیں۔ مگر اُن کو نہایت احتیاط سے بپتسمہ دیا جائیگا۔ اِس قحط نے
بہت سے یتیم اور لاوارث بچوں کو مشنریوں کے خیرات خانوں میں جمع کر دیا ہے۔ جن کو
علاوہ پرورش کے مذہبی تعلیم دی جاتی ہے۔ اور جب وہ بپتسمہ کے قابل ہونگے اُن کو
کلیسیا میں داخل کیا جاویگا +

خدا نہ کرے ایک معزز دیسی مسیحی صاحب بغرض استفسار تحریر فرماتے ہیں کہ گلاتیوں کے خط کے چھٹے باب کی چودھویں آیت میں پرانے ترجمہ کے مطابق ایک فقرہ یوں ہے "پر ہرگز نہ ہو کہ میں فخر کروں" اور نئے ترجمہ میں یوں ہے "لیکن خدا نہ کرے کہ میں کسی چیز پر فخر کروں"۔ میرا مطلب اس فقرے کے پہلے حصے کی نسبت یہ ہے۔ "پر ہرگز نہ ہو" "لیکن خدا نہ کرے" میری دانست میں مقدس پولس ایسے محاورہ کو جو محمدی طریق کے مطابق ہے (خدا نہ کرے) ہرگز عمل میں نہ لایا ہوگا۔ مثلاً خدا نہ کرے کہ جھوٹا فخر کروں یا جھوٹھ بولوں یا لڑائی کروں یا کسی کا مال لے لوں وغیرہ وغیرہ نیکی کے واسطے بیشک ہم کہہ سکتے ہیں کہ خدا کرے کہ ہم آپس میں محبت کریں وغیرہ۔ غالباً اصلی بائبل میں خدا کا نام نہ ہوگا۔ نئے ترجمہ میں محاورہ کے لحاظ سے خدا کا نام ڈالا گیا ہوگا۔ محمدیوں کا عقیدہ ہے کہ خیر و شر یا نیکی و بدی من جانب اللہ ہے۔ اس واسطے وہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا نہ کرے کہ ہم بدی کریں وغیرہ وغیرہ۔ غرض میری رائے میں عیسائی آدمی کو ایسے محاورہ کا استعمال مناسب نہیں۔ اب آپ فرمائیں آپ کا کیا خیال ہے؟ جہاں تک ہم نے اس محاورہ کی تحقیق انگریزی نئے اور پرانے اور ہندوستانی مروجہ ترجموں میں کی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ پرانے انگریزی مستند ترجمہ میں "خدا نہ کرے" تیئیس دفعہ آیا ہے جس کا ترجمہ ہمارے پرانے مروجہ مرزاپور کے نسخے میں سوا پیدائش ۴۴ : ۷ و ۱۷ کے "ایسا نہ ہووے" یا "ہرگز نہ ہووے" کیا گیا ہے۔ مگر انگریزی اور اردو کے نئے ترجموں کا عجیب حال ہے جو بخوبی سمجھ میں نہیں آتا۔ انگریزی ریوائزڈ ترجمہ میں سوائے گلتیوں ۶ : ۱۴ کے باقی سب مقامات میں "خدا نہ کرے" ڈالا گیا ہے۔ یہ محاورہ خصوصاً رومیوں کے خط میں بار بار استعمال کیا گیا ہے۔ مگر رومیوں ۳ : ۴ کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ یونانی میں "ایسا نہ ہو" اور جہاں آئندہ یہ لفظ آئے وہاں یہی سمجھنا چاہئے، اس کے مقابل اردو نئے ترجمہ میں فقط گلتیوں ۶ : ۱۴ میں "خدا نہ کرے" رکھا گیا ہے

اور باقی مقامات میں " ہرگز نہیں " موجود ہے - اس سے یہ امر تو ثابت ہے - کہ مستفسر صاحب کا یہ خیال درست نہیں کہ "خدا نہ کرے" محض ایک محمدی محاورہ ہے جو محمدی مولویوں کی طرف سے داخل کیا گیا ہے مگر تعجب یہ ہے کہ نئے انگریزی ترجمہ میں اصلی یونانی محاورہ کے مقابل "خدا نہ کرے" کیوں رکھا گیا اور نئے اردو ترجمہ میں اُس کے خلاف خصوصاً مقام زیر بحث میں محاورہ کیوں تبدیل کیا گیا +

سالی کے ساتھ شادی - جو لوگ سالی کے ساتھ شادی کے خلاف ہیں ابتک اُن کا مضبوط قلعہ احبار ۱۸: ۱۸ رہا ہے - مگر معلوم ہوتا ہے کہ مخالفوں کی یورش نے اسکو مسمار کر دیا ہے اور اب متی ۱۹ : ۵ پر اس کے حامیوں کا دارو مدار ہے " اور وہ دو نو ایک جسم ہو جائیں گے " - ڈاکٹر وائیٹ بریخٹ صاحب ایک تحریر میں اس آیت کی تشریح سے سالی کے ساتھ شادی کا عدم جواز ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں - خلاصہ جس کا یہ ہے کہ جب میاں بیوی ایک جسم ہوتے تو آدمی کے رشتہ دار اُس کی زوجہ کے رشتہ دار ہوتے اور عورت کے لواحق اُس کے خاوند کے - اس لئے جب اپنی ماں کے ساتھ شادی ناجائز ہے تو بیوی کی ماں کے ساتھ جو گویا اپنی ماں ہوئی شادی نہیں ہوسکتی - اور اسی وجہ سے چونکہ اپنی ہمشیرہ کے ساتھ شادی ناجائز ہے اپنی بیوی کی بہن کے ساتھ جو گویا اپنی ہی ہمشیرہ ہے شادی ناجائز ہوں - اگر اس سوال کا فیصلہ ایسی ہلکی تشریح پر آٹھیرا ہے تو دیسی مسیحیوں کے لئے گھبرانے کی جگہ نہیں - اور ہمیں یقین ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف خود بھی اس تشریح کو کلیسیا کا آخری اور قطعی فیصلہ قرار نہیں دینگے - جو دو چار الفاظ دعائیہ رسول پولس نے انیسفرس کے حق میں استعمال کئے اُن سے مُردوں کے لئے دعا مانگنے کا جواز ثابت کرنا قرین قیاس ہے مگر آیت زیر بحث سے سالی کے ساتھ شادی کی ممانعت کا نتیجہ نکالنا دیسی مسیحیوں کے لئے کوئی آسان بات نہیں - خیر اس وقت ہم کو اس پر بحث کرنا منظور نہیں

لہ اگر اس آیت کے لفظی معنوں پر زیادہ زور دیا جاوے تو شاید آدمی کے لئے ایک بیوی کی وفات کے بعد

مگر اس تشریح نے دیسی کلیسیا کو جس مخمصے میں پھنسایا ہے اس سے نکالنا ڈاکٹر صاحب موصوف کا فرض ہے۔ مدراس کے مسیحیوں کی ہمت دیکھ کر اور محکمہ پارلیمنٹ میں اس قانون کو منسوخ کرنے کی تجویز کا حال سن کر ہندوستانی مسیحی خوشی منا رہے تھے کہ ایک اور بجلی اُن کے خرمن امید پر پڑ گئی۔ ڈاکٹر صاحب ممدوح فرماتے ہیں کہ اگر ملکی قانون سالی کے ساتھ شادی جائز قرار دے تو اس سے کلیسیا کا قانون منسوخ نہیں ہو جاتا۔ یہ کلیسیا کا قانون کب بنا اور کیوں بنا۔ اس کا ذکر ہم کو جلد کرنا پڑیگا۔ مگر فی الحال ہمیں صاحب موصوف سے یہ دریافت کرنا ہے کہ آپ کی تشریح کے مطابق کیا دو بھائی دو بہنوں کے ساتھ شادی کر سکتے ہیں یا نہیں کیونکہ جب مرد کی سالی اُسکی بہن ہوئی تو اُس کے بھائی کی بھی بہن ہوئی اور بہن سے شادی ناجائز ہے یا ایک اور اس سے بھی آسان رشتہ لیجیے۔ کیا سالا اپنے بہنوئی کی بہن کے ساتھ شادی کر سکتا ہے یا نہیں یہاں بھی یہی مشکل پیش آتی ہے۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف کے جواب سے دیسی مسیحی کسی اور مشکل میں نہ پڑ جائیں۔ اور اُن پر وہی مثل صادق آئے کہ گئے تھے نماز بخشوانے اور روزے بھی گلے پڑ گئے ◆

انسان مسیح کو قبول کئے بغیر شاید جی تو سکتا ہے لیکن وہ مرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ ابھی تو تمہارا زندگی کا درخت بہت خوب صورت دکھائی دیتا ہے۔ لیکن اگر اُسکی جڑ زمانہ کے چٹان پر نہیں لگائی گئی تو جب آزمائش کا طوفان آئیگا وہ ضرور گر پڑیگا جب گناہ کا پیالہ تہ تک پیا گیا۔ تو اُس کی تمام خوبصورتیں اور دل پسند حالتیں زہر سے بھر جائیں گی۔ اور اس کا تمام لطف دور ہو جائے گا اور کوئی تسلی آگے نہیں آنے کی ◆

ہندستانی کلیسیا میں سلف سپورٹ

نمبر ۲

اس مضمون کے متعلق مجھے اکثر مضامین پڑھنے کا اتفاق ہوا جن میں مختلف اشخاص نے مختلف پہلوؤں سے بحث کی ہے۔ یوروپین مضامین نویس اس کوتاہی کا الزام ہندوستانیوں کی لاپروائی اور سستی پر ڈالتے ہیں۔ اور ہندوستانی لوٹ کر جواب دیتے ہیں کہ جو کچھ ہم ہیں۔ اچھے یا برے۔ سب آپ کی بدولت ہیں دونو جماعتوں میں بعض اشخاص انصاف پسند اور حق جو بھی ہیں جو اس مضمون پر بلا رورعایت رائے زنی کرتے ہیں۔ لیکن جہاں تک مجھ کو معلوم ہے۔ ابتک یہ معاملہ صرف باتوں ہی باتوں پر رہا ہے۔ عملی طور پر کوئی نتیجہ ظاہر نہیں ہوا۔ جو جو باتیں سلف سپورٹ کی مانع ہیں اُن کا ذکر اکثر ہوتا رہا ہے۔ اس لئے مفصل طور پر اُن کے دہرانے کی کچھ ضرورت نہیں۔ میں اس وقت صرف چند تجاویز بیان کرتا ہوں جن پر کاربند ہونا میرے نزدیک اس امر میں عملی نتائج پیدا کرنے کے لئے نہایت ضروری ہے

تجویز اول:۔ چرچ انڈوومنٹ یعنی ہر ایک گرجا کے متعلق ایک ایسی جائداد یا رقم بہم پہنچانا جس کی آمدنی سے کلیسیا کے اخراجات سب یا اُنکا بڑا حصہ ادا ہو سکے اس قسم کے فنڈ کا ہونا کئی ایک وجوہات سے نہایت ضروری ہے

(۱) کلیسیا کی موجودہ حالت کے لحاظ سے۔ ہم سب متفق ہیں کہ کلیسیا کی حالت اس وقت بہت کمزور ہے نہ اس وجہ سے کہ اسکی جماعتیں بہت چھوٹی ہیں بلکہ اس لحاظ سے بھی کہ کلیسیا کے شرکا میں بہت ہی کم اشخاص مرفہ حال۔ سوداگر۔ زمیندار یا صاحب جائداد ہیں۔ علاوہ ازیں جب ہم ہندوستانی مسیحیوں کی طرز رہائش پر جو انہوں نے ولایتی مشنریوں سے حاصل کی غور کرتے ہیں تو اُن سے مقامی ضروریات کے لئے کافی

چندہ کی امید رکھنا بالکل ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ خاص کر اس وقت جبکہ ہندوستانی کلیسیائیں مغربی کلیسیاؤں کے طریقے پانے پر قائم کیگئی ہیں۔ ایسی مہذب یافتہ جماعتوں کے واسطے ایک مہذب اور اعلیٰ تعلیم یافتہ پاسٹر کی ضرورت پڑتی ہے گرجا بھی فرش فروش جھاڑ فانوس اور ارگن وغیرہ اور اسی طرح کے اور بہت سے اعلیٰ اور قیمتی سامان آرایش سے آراستہ ہونا چاہئے۔ یہ ظاہر ہے کہ ایسے سامان مہیا کرنے کے لئے بہت بڑی آمدنی درکار ہے۔ لیکن انگریزی طرز رہائش کے مطابق ہندوستانی مسیحیوں کی آمدنی ان کی اپنی ضروریات کے پورا کرنے کے لئے کافی نہیں ہوتی تو بھلا وہ پاسٹر اور دیگر انگریزی سامان آرائش وغیرہ کے لئے اپنی مختصر سی آمدنی میں سے کیوں کر بچا سکیں گے۔

(ب) جب ہم یورپین کلیسیاؤں کی حالت پر نظر کرتے ہیں تو ہمارے اس خیال کی تائید ہوتی ہے۔ چرچ آف انگلنڈ کی تمام کلیسیاؤں کے متعلق کسی قسم کی جائدادیں مقرر ہیں جن کی آمدنی سے وہاں کے خادمان دین اور بشپوں کی تنخواہیں اور دیگر کل اخراجات یا اُن کا بڑا حصہ بہم پہنچایا جاتا ہے۔ دور کیوں جائیں ہندوستان ہی میں دیکھا جاتا ہے کہ تمام چپلین اور بشپوں کی تنخواہیں سرکاری خزانہ سے دی جاتی ہیں۔ شائد اس معاملہ پر غور کرنا نہایت ہی دلچسپ معلوم ہوگا کہ اگر سرکار کی طرف سے یہ تنخواہیں بند کر دی جائیں تو یورپین جماعتیں اس کا کیا انتظام کرینگی۔ ممکن نہیں کہ یہ جماعتیں جن میں اکثر اشخاص سیکڑوں بلکہ ہزاروں روپیہ کی ماہوار آمدنی رکھتے ہیں اپنے پاسٹروں کو اتنی تنخواہیں جتنی کہ اُن کو سرکار سے ملتی ہیں دے سکیں جبکہ ایسی معقول آمدنی والی کلیسیا کا یہ حال ہے کہ اُن کے پیشوا سرکاری تنخواہوں پر رکھے گئے ہیں تو بیچارے غریب ہندوستانیوں سے جن کی آمدنی پہلے ہی نہایت قلیل ہے اور پھر انگریزی طرز رہائش کو اختیار کرنے سے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا اُن کے اخراجات اور بھی بہت بڑھ گئے ہیں کیونکر ایسی امید رکھ سکتے ہیں۔ غرضیکہ

ہی ہو ہیں اس وقت صرف اس بات کو جتانا مقصود ہے کہ ہماری یہ تجویز کوئی انوکھی
تجویز نہیں بلکہ اس کا نمونہ اسی کلیسیا میں نظر آتا ہے جو روحانی طور پر ہماری ماں کہلاتی ہے

(ج) جب ہم غیر مسیحی ہندوستانی اقوام پر نظر کرتے ہیں تو ان میں بھی اس
اصول کو مروج دیکھتے ہیں۔ بہیں مشکل سے کوئی مسجد۔ شوالہ یا مندر ایسا نظر آئیگا کہ جس کے
متعلق کوئی نہ کوئی مستقل ذریعہ آمدنی کا نہ ہو بعض کے ساتھ زمین بطور جاگیر کے ہے اور
بعض کے ساتھ اُن کے تعمیر کرنیوالے نے اس قسم کے مکانات بنا دئے جن کی آمدنی
سے اُن کے کل اخراجات بآسانی ہم پہنچتے ہیں

بعض اشخاص ہماری تجویز پر شاید یہ اعتراض کریں گے کہ اس قسم کی جایداد
ہم پہنچانے سے آیندہ نسلیں سُست ہو جائینگی۔ مگر یہ خیال درست نہیں۔ کیونکہ ہم دیکھتے
ہیں کہ اس وجہ سے انگلستان کے لوگ سست اور لاپروا نہیں ہوگئے اور نہ ہی ہندوستان
کی یوروپین جماعتیں گرجوں میں کھلے دل سے چندہ دینا بھول گئیں اور نہ ہی غیر مسیحی
اقوام اپنے ہادیاں دین کی مدد سے دریغ کرتی ہیں۔ جب ہم موجودہ ہندوستانی کلیسیا پر
نظر کرتے ہیں تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ اگر اس وقت ہندوستانی کلیسیا میں سلف سپورٹ
نہیں۔ تو اس کی وجہ صرف ہندوستانی مسیحیوں کی غفلت نہیں ہے۔ ہم اکثر ہندوستانی
مسیحیوں سے واقف ہیں جو اپنی حیثیت سے بڑھکر کلیسیا کی امداد کرتے ہیں اور بہت
سے ایسے ہیں جو اگرچہ بہت گرمجوشی نہیں دکھاتے۔ لیکن کچھ نہ کچھ امداد ضرور کرتے
ہیں۔ ہمارے نزدیک کلیسیا کے سیلف سپورٹ نہ ہونے کی بڑی بھاری وجہ وہی
ہے جس کا اوپر ذکر ہوا۔ یعنی کہ کلیسیا کے اخراجات انکی متعلقہ جماعتوں کی حیثیت سے
کہیں بڑھ چڑھکر ہیں۔ اس کے علاوہ ایک بڑی بھاری وجہ یہ بھی ہے جیسا کہ اکثر
اصحاب نے ذکر کیا کہ ہندوستانی کلیسیا نے بچپن ہی سے مختلف مسیحی فرقوں میں نشو ونما پایا
اکثر شہروں میں مسیحیوں کی تعداد اس قدر ہے کہ اگر وہ سب چاہیں تو ملکر ایک بڑی عالیشان

کلیسا بنا سکتے ہیں اور تین چار سو روپیہ ماہواری آمدنی کا بندوبست کر دینا اُن کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں لیکن خدا ان تفرقوں کا ستیاناس کرے جو یورپین مشنری صاحبان کی بدولت شروع ہی سے اس ملک میں مروّج ہو گئے۔ کیونکہ ایک بڑی حد تک یہی ہیں جنہوں نے ہمیں بیدست و پا کر رکھا ہے +

تجویز دوم :- یوروپین مشنریوں کی علیحدگی - اِس سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ جہاں کہیں بھی کلیسا ایک ہندوستانی پاسٹر کے زیر نگرانی قایم ہوجائے تو یہ نہایت ضروری ہے کہ یوروپین مشنری صرف یہی نہیں کہ اُن کے انتظام میں مخل نہ ہوں۔ بلکہ یہی کہ اُن سٹیشن سے بالکل علیحدہ ہوجائیں۔ شاید ناظرین ہماری اِس انوکھی تجویز پر متعجب ہو کر کہیں کہ بھلا یوروپین مشنریوں کی موجودگی سے سیلف سپورٹ کو کیا نقصان پہنچتا ہے۔ اس امر ثانیہ میں ہمارے پاس بہت سی معقول دلائل موجود ہیں جنمیں سے چند ایک کو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں -

(ا) - موجودہ مشنری طریق عمل رسولی کلیسا کے بالکل خلاف ہے۔کتاب مقدس میں ہم جگہ بجگہ یہی پڑھتے ہیں -کہ رسول مختلف مقامات میں جاکر کچھ عرصہ تک قیام کرتے اور لوگوں کو وعظ ونصیحت سنا کر انہیں مسیح کی طرف بلاتے تھے۔ لیکن جب چند اشخاص کی جماعت اُن کے گرد جمع ہوجاتی تو اُنہی کی کلیسیا بنا کر وہاں چھوڑ دیتے اور آپ دوسرے شہر کا رستہ لیتے۔ البتہ گاہ بگاہ اور شاگردوں کے ذریعہ یا بذات خود اُن کی خبر لیتے رہتے اور جہاں کہیں ضرورت ہوتی ہدایت اور امداد کرتے رہتے تھے۔ موجودہ مشنری صاحبان کی طرح مستقل طور پر ایک جگہ مشن ہوس بنا کر نہیں بیٹھتے تھے۔

(ب) چونکہ رسولوں کے پاس نہ ایسی مشنری سوسائٹیاں تھیں اور نہ ہی آمدنی کے ایسے مستقل وسایل تھے جن سے وہ اپنی پرورش کرتے یا اپنے چیلوں کو بھی پالتے۔ اس لئے اُن کی جماعتیں شروع ہی سے آزاد رہتی تھیں اور اپنے معلموں سے امداد کی امید کرنے

کی بجائے خود اُن کی خدمت کرنے کو تیار ہوتی تھیں - بدیں وجہ اُن میں اُستاد و شاگرد کے
رشتہ سے بڑھکر حاکم محکوم کا رشتہ کبھی پیدا نہیں ہوتا تھا اور نہ اُن کی اخلاقی خود مختاری
اور آزادی میں کوئی خلل واقع ہوتا تھا - اس بات سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ موجودہ
مشنریوں اور پادریوں کا تعلق کسی حد تک موجودہ خرابیوں کے لئے جوابدہ ہے اور
جب تک کلیسیا کا روپیہ بلاواسطہ یا بواسطہ مشنریوں کے ساتھ رہیگا تب تک یہ کمزور پودا
[illegible] جڑ [illegible] نہ ہو سکیگا -

(ج) اس مالی تعلق کی وجہ سے کلیسیا کے اکثر اشخاص جن کی پرورش مشنریوں
کے ذریعہ سے ہوتی ہے اپنے دوسرے بھائیوں سے کامل طور پر راہ و رابطہ پیدا نہیں
کرسکتے [illegible] سے الگ نہیں رہ سکتا کہ انسانی [illegible] کے باہمی تعلقات کی
[illegible] زیادہ [illegible] اور اغراض سے وابستہ ہوتی ہے لیکن جب اُن کی
ضروریات کے پورا ہونے کا مدار صرف ایک مشنری کی خوشنودی پر منحصر ہے تو وہ اپنا
سارا وقت اُسی کی رضاجوئی اور چاپلوسی میں خرچ کر دیتے ہیں - اور اکثر اوقات اپنے
دیسی بھائیوں کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے - اور یہ ظاہر ہے کہ جب تک کلیسیا میں یہ حالت
جاری رہے تب تک اس کی ترقی اور مضبوطی ناممکن ہے -

(د) تجربہ سے دیکھا گیا ہے کہ یورپین مشنری کے ہونے دیسی پادری کی قدر بہت
کم ہوتی ہے - اس سے میری مراد یہ نہیں کہ لوگ دیسی پادریوں کی عزت نہیں کرتے - بلکہ یہ
کہ جب وہ دیکھتے ہیں کہ یورپین مشنری کے ذریعہ اُن کے بہت سے کام نکل سکتے ہیں -
تو اُن کو انہیں کی دلجوئی زیادہ مطلوب ہوتی ہے - عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ جب لوگوں کو
معلوم ہوتا ہے کہ فلاں مشنری صاحب وعظ کریں گے یا فلاں روز گرجے میں موجود ہوں گے
تو اکثر بنچیں معمول سے زیادہ بھری نظر آئینگی -

(ھ) اس بات کو متلاشی بھی اچھی طرح محسوس کرتے ہیں - اکثر دیکھنے میں آیا ہے

کہ جو شخص مسیحی ہونا چاہتا ہے وہ عموماً دینی تعلیم یا بات چیت اور آخر کار بپتسمہ کیلئے تیار ہونے یا بپتسمہ
پانے کے لئے بھی ایک یورپین مشنری کو دیسی پاسٹر پر ترجیح دیتا ہے اس کی وجہ ظاہر ہے۔
وہ جانتا ہے کہ دیسی پادری کے پاس جب کہ اپنی ضروریات کیلئے بھی کافی نہیں اور نہ اعلیٰ
حکام سے اس کا میل جول ہے تو مجھے اس سے کسی فائدہ کی امید کیونکر ہو سکتی ہے۔ اس سے
ہمارا مطلب یہ نہیں کہ آجکل اکثر لوگ محض دنیاوی خیال سے مسیحی ہوتے ہیں۔ بلکہ بخیال ان تکالیف
و نقصانات کے جو ایک ہندو یا مسلمان کو مسیحی ہونے پر برداشت کرنی پڑتی ہیں نو مریدوں
کے دل میں اس قسم کے خیالات کا پیدا ہونا بالکل طبعی امر ہے

(ب) یورپین مشنری کے علیحدہ ہونے سے ہمارے اخراجات بھی لازمی طور پر کم ہو جائیں گے
جب یورپین صاحبان خود کوئی تجویز کرتے ہیں یا انکے بھروسہ پر کسی کام کا بندوبست کیا جاتا
ہے تو عموماً اس وقت دیسیوں کی حیثیت پر نظر نہیں کی جاتی بلکہ یہ کہ ولایت کے لوگوں سے کس
قدر امداد ملنے کی امید ہو سکتی ہے اور سچ تو یہ ہے کہ جب کوئی صاحب کسی امر پر کمر باندھ لیتے ہیں
تو اسکو کسی نہ کسی طرح پورا کر ہی چھوڑتے ہیں۔ اگر دیسی لوگ اپنی حالت پر چھوڑے جائیں گے تو
طبعی طور پر جب کوئی ضروری تجویز پیش ہوگی تو اپنی حیثیت کے مطابق جتنی چادر دیکھیں گے اتنے
ہی پاؤں پساریں گے۔

(ج) موجودہ تفرقہ فرقہ بندیاں جو مسیحیوں میں نظر آتی ہیں جیسا ہم نے اوپر ذکر کیا ان کی
بنا بھی یورپین مشنری ہیں۔ اگر انکا سایہ ہمارے سر پر سے ذرا علیحدہ ہو جاوے تو ممکن ہے
کہ دیسی مسیحی رفتہ رفتہ ملکر ایک کلیسیا بننے پر رضامند ہو جائیں۔ ہمارے نزدیک یہ نہ صرف ممکن
بلکہ غالب ہے کہ ایسا ہی ہوگا۔

ان تمام وجوہات پر نظر کرکے ہمیں کامل یقین ہے کہ جبتک ایک یورپین مشنری کسی
سٹیشن میں موجود رہیگا خواہ وہ کلیسیا کے ساتھ براہ راست تعلق نہ بھی رکھے۔ اس کلیسیا کا خود مختار
ہونا یا اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا یا اُسکی اخلاقی حالت کا درست ہونا ممکن نہیں۔ ہمارا یہ منشا نہیں

مشنری صاحبان جہاں کہیں ہندوستانی مسیحی موجود ہیں وہاں سے کوچ کر جائیں یا یہ کہ انکو بے یار و مددگار چھوڑ جائیں
بلکہ یہ کہ جہاں کہیں ایک کلیسیا خواہ کیسی ہی چھوٹی سی کیوں نہ ہو ایک دیسی پاسٹر کی زیرِ نگرانی قائم
ہونی ممکن ہو تو اس کلیسیا کے قیام اور مضبوطی کے لئے نہایت ضرور ہے کہ یوروپین مشنری صاحب
کا سایہ اس پر سے ذرا الگ کیا جائے۔ وہ کلیسیا پھر بھی صلاح و مشورہ کی محتاج رہیگی اور ایک
سعادتمند فرزند کی طرح ضرور اس حق کو استعمال کرنا اپنا فرض سمجھیگی اور شائد کچھ عرصہ تک مالی امداد
کی بھی حاجتمند رہے لیکن خود مختاری کیلئے یہ لازمی امر ہے کہ آدمی آزاد ہو کر خود مختاری کا سبق
سیکھیں۔ وہ غلطیاں کرینگے۔ نقصان اُٹھائینگے گر پڑینگے لیکن یہی افتادیں اُن کے پاؤں
کو مضبوط کرنے کا ذریعہ ہونگی۔ اگر سچ پوچھئے تو عقل و دانش یا علم و فہم بلکہ دینداری کے لحاظ
سے بھی ہماری موجودہ مسیحی جماعتیں بالمقابلہ اُن جماعتوں کے جو رسولوں نے قائم کی تھیں شائد ہی
کسی امر میں کم ہونگی۔ بلکہ ممکن ہے کہ کئی ایک امور میں اس اعلیٰ تہذیب و شائستگی کے زمانہ میں
پیدا ہونیکے سبب اُن پر بھی سبقت رکھتی ہوں۔ اور اگر اس وقت بھی کچھ کوتاہیاں اور نقص نظر
آتے ہیں تو شائد اسکی یہی وجہ ہے کہ ہم کو رسولوں کے سے معلم نصیب نہیں ہوئے۔ اگر ہمارے
معلم بھی رسولوں کے اوصاف سے موصوف ہوتے وہ دینداری کے علاوہ فقر و فروتنی۔ غربت
افلاس۔ خود انکاری و محبت لیکر ہمارے پاس آتے اور یہودی کے لئے یہودی اور یونانی کیلئے
یونانی بنتے ہیں رسولوں کے نقش قدم پر چلتے۔ اور بھائیوں کو ٹھوکر سے بچانے کے لئے
گوشت کھانا ترک کر دیتے۔ تو کون کہہ سکتا ہے کہ اس حالت میں ہندوستانی کلیسیا کی صورت
کیا ہوتی؟ اور جو کچھ نقص ہوتے سو ہوتے۔ لیکن ہم دعوی سے کہہ سکتے ہیں کہ سلف سپورٹ
کے بارہ میں کبھی شکایت کرنیکا موقعہ نہ ملتا۔

بعض ناظرین شائد ہم پر یہ اعتراض کرینگے کہ ہم نے اس وقت کلیسیا کی تعلیم یا دنیاوی
ترقی یا گورنمنٹ کی ملازمت یا تجارت یا اور ایسے طریقوں کا جن سے کسی قوم کو عروج ہوتا ہے
ذکر نہیں کیا۔ لیکن اگر آپ غور کرینگے تو معلوم ہوگا کہ ان چیزوں کے بیان کرنے کی چنداں

۱؎ گوشت کھانے سے ہماری مراد عام خود انکاری ہے جسمیں گوشت کھانا بھی حسب ضرورت شامل کیا جا سکتا۔

ضرورت نہیں لوگ ان باتوں کے لئے کسی کے کہنے کے بغیر ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ بلکہ شاید بعض صورتوں
میں حد سے بہت بڑھکر کر رہے ہیں۔ اِس کے علاوہ کسی کلیسیا کے قائم ہونے کے لئے
بنیادی وسائل ہی ایک نہایت ضروری چیز نہیں ہیں۔ جماعت کیسی ہی چھوٹی اور
کیسی ہی غریب کیوں نہ ہو اپنی حیثیت کے مطابق سب کچھ کر سکتی ہے۔ مہتر اور چمار بھی
اپنی ضرورت اور حیثیت کے مطابق اپنی سلف سپورٹنگ کلیسیا قائم کر سکتے ہیں۔ مگر
مشکل صرف اسی وقت آ کر بنتی ہے جب لوگ اپنی حیثیت سے بڑھ کر کرنے یا بننے کی
کوشش کرتے ہیں۔ جو لوگ جھونپڑیوں میں رہکر شیش محلوں کے خواب دیکھتے ہیں۔ اگر
انکی ظاہری حالت خواب کے مطابق نہ ہو تو کس کا قصور ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ انڈومنٹ کے لئے روپیہ کہاں سے آویگا سو اس
مضمون پر ہم پھر کبھی بحث کرینگے۔ مگر یہاں صرف ایک فقرہ پر اکتفا کرتے ہیں۔ اگر ہماری
دوسری تجویز کامیاب ہو جاوے اور مشنری سوسائٹیاں بڑی فراخ حوصلگی سے جو کہ
ہمیشہ انکا خاصہ رہا ہے ہر ایک سٹیشن کے مشن ہاؤس وہاں کے دیسی گرجاؤں سے
متعلق کردیں تو شاید جو رقم اِس طور پر کرایہ سے وصول ہو کلیسیا کے کل اخراجات کے لئے
ضرورت سے بڑھ چڑھ کر کافی ہوگی ؛

خدا کے بندوں کا کام ہے کہ حمد و ستائش میں مشغول رہیں۔ سبھی کا یہ فرض ہے۔ ہم محبت کے
بندھنوں سے بندھے ہیں۔ اور یہ ایک نہایت پرانی بات ہے کہ مرتے دم تک ہم خدا کی حمد کیا
کریں۔ یہ نہ صرف ایک عمدہ بات ہے لیکن ضروری امر ہے۔ پولوس کہتا ہے۔ اے بھائیو تمہارے
بارے میں ہر وقت خدا کا شکر کرنا ہم پر فرض ہے۔ اے خدا کے فرزندو تم کو لازم نہیں کہ اپنی بربطیں
بید کے درخت میں ٹانگ دو۔ لیکن انکو کام میں لاؤ اور بڑے زور شور سے انہیں سے آواز نکالو۔ [illegible]
وقت اپنی آواز حمد اور شکر میں بلند کرو۔ اور خدا آپ آسمان پر سے تمہارے شکر کو قبول کریگا۔

سپرجن صاحب کے وعظوں میں سے چند عمدہ باتیں

اگر میں سات برس میں نجات کی راہ تمکو بتا سکتا تو بھی تم شوق سے سنتے۔ اگر کوئی حکیم پارہ بنا سکے تو سارا شہر بلکہ تمام جہان ٹوٹ کے اسکے پیچھے جا پڑے۔ اگر وہ مشکل الفاظ میں بلکہ لاطینی زبان میں لکھا ہو تو سب کوشش کرینگے کہ اسکو سمجھ کے یاد کرلیں۔ یہ چونکہ وہ سادے پر تاثیر لفظوں میں روز تمہارے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ تم غافل ہوگئے ہو۔ نجات کی راہ صرف اس لفظ میں ہے۔ اے گنہگار رجوع لا۔ اب تم کہتے ہو کہ کیا یہ راہ نجات ہے۔ میں تو نہیں مانتا۔ اے غافل خدا نے ایسے سادہ لفظ نیز اور تو ڑنے کو استعمال کئے ہیں۔ تاکہ تو جانے کہ وہ تمدل ہے۔ اور اس کے بغیر کوئی دوسرا نہیں۔ میری طرف رجوع لاؤ تاکہ تم نجات پاؤ۔ اے زمین کے کناروں کے رہنے والو! -

دعا کو جاری رکھو - اور دعا کے جلسوں سے غیر حاضر نہ رہو۔ ایک بڑے بزرگ کا قول ہے کہ دعا گھنٹہ گھر کی رسی ہے۔ جب ہم اس کو کھینچتے ہیں تو آسمان پر گھنٹہ بجتا ہے۔ تمہارا کام ہے اس گھنٹہ کو بجاتے رہنا۔ خوب کھینچو۔ اور اگرچہ گھنٹہ ایسا اونچا ہے کہ تم اس کی آواز نہیں سن سکتے۔ پر یقین کرو کہ آسمانی گھنٹہ گھر میں خدا کی حضوری میں وہ ضرور بج رہا ہے اور تمہارے ایمان کے موافق تمہیں جواب ملیگا۔ کاش کہ تمہارا ایمان کشادہ ہو۔ کیونکہ تمہارا جواب بھی کشادہ ہوگا ۔

یشوع کا بازو تلوار پکڑنے اور استعمال کرنے سے تھک نہیں گیا۔ لیکن موسے کا عصا پکڑے رہنے سے بالکل تھک گیا۔ یہی حال ہے جتنے زیادہ ہمارے فرائض روحانی ہوتے ہیں۔ اسیقدر ہمکو کمزوری اور تھکاوٹ معلوم ہوتی ہے۔ ایک واعظ تمام دن وعظ کر سکتا ہے۔ پر تمام دن دعا میں مشغول نہیں رہ سکتا۔ ہم تمام دن بیماروں کی خبرگیری کر سکتے ہیں لیکن اپنے خلوتخانہ میں دعا میں نہیں لگے رہ سکتے +

کرِیسسٹم

(۲)

از پادری جوئیل واعظ لعل صاحب ایم اے

ہر کہ آمد در جہان پُر ز شور　　عاقبت می بایدش رفتن بگور

در رہ عقبیٰ ست دنیا چون رباط　　بے بقا جائے و ویران منزلے

دل منہ بر این سپنجی سرائے　　برگ رہ ساز و مشو اینجا مقیم

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ مقدس کرِیسسٹم کو قسطنطنیہ میں کیسے کیسوں سے پالا پڑا
تن آسانی اور بسیار خوری اکثر انسان کے اخلاق سے رنگ کو بگاڑتی ہیں اور شہر [illegible] دنیا
اور جو [illegible] ہیں [illegible] عیش کے دھنی عشرت کی دھن میں ایسے
[illegible] ندامت اور جگر سوز [illegible] کا ذرا بھی اثر ان کے دل
پر نہ ہوا بلکہ [illegible] ان کی پھبتی اور دکھتی باتوں سے اس غفلت کے پتلوں کو کان
[illegible] آنکھیں کھلیں وے اور بھی زیادہ مشاغل دنیوی اور لذات نفسانی میں مبتلا
ہو [illegible] یوڈوکسیا جو شاہنشاہ ارکیڈیوس کی زوجہ تھی کچھ عرصہ تک کرِیسسٹم کی
بڑی دوست بنی رہی۔ جب اس مقدس نے شاہزادی اور اس کی ہمنشینوں۔ جلیسوں [illegible]
کی آرائش [illegible] شروع کیا اور ان کی بیجا چال اور خود پرستی پر لعنت بھیجی تو سب کی
سب ان کی جانی دشمن بن گئیں۔ جن میں مسیحی اخوت اور رفاقت کی روح تھی وے اس
واعظ خوش گفتار اور راست سخن کے بڑے ثابت قدم اور جان نثار دوست بنے۔ پر جو خدا
شناسی اور حق پسندی کو مانع بزم عشرت جان کر اس سے نفرت کرتے تھے ان کی آنکھوں
میں یہ بندۂ خدا کانٹا سا کھٹکنے لگا۔

[illegible] عورتوں نے ہر زمانہ میں مقدسوں کی خدمت کی ہے اور اپنے پاک [illegible]

سلوک اور برتاؤ سے تعریف خلق اور ثواب اخروی کمایا ہے۔ ہمارے نجات دینے والے نے اپنے جیتے جی ان کی خدمت کا مزا چکھا اور مرنے کے وقت اپنی صلیب کے پاس نہیں کھڑی پایا۔ سبت کے پہلے دن بھی عورتیں ہی سب سے پہلے اس کی قبر پر گئیں۔ رسولوں کو اکثر ان سے امداد ملی ہے۔ روم کی امیر عورتوں نے مقدس جیروم کے لئے بہت کچھ کیا۔ اولمپیاس۔ سلوینا۔ پروکلا اور پنٹاڈیا نے کریزسٹم کی خاطر اپنی دولت اور جان تک کا بھی دریغ نہ کیا۔ بہت سے گمنام شہیدوں کو ان سے راحت و تسکین ملی ہے اور بے شمار مقدسوں نے ان کی محبت میں شان ربانی کا جلوہ دیکھا ہے۔ اقبال مندی میں تو سب ہی دوستی کا دم بھرتے ہیں اور پل بھر کو بھی آنکھ سے اوجھل نہیں ہوتے۔ پھر جب کبھی خداوند کے بندوں پر شہادت آ کر پڑا اور تنگدستی اور فلاکت کی کالی گھٹا ان مسکین بیکسوں کے سر پر جھومنے لگی تو عورتوں نے ایسی مصیبت میں ہر طرح سے ساتھ دیا۔ اور عافیت دارالسلام اور محبت ذوالجلال کو اپنے پیکر انسانی میں مصور کر دکھایا۔ اور فرشتہ رحمت کی طرح ہادی و ہمدم اور انیس و محرم بنکر اپنی نیکیوں کے حسن و برتری سے چہرۂ مہر و وفا کو روشن کیا۔ سدرۂ طوبی کے پھل میں اور کوثر و تسنیم کے پانی میں بھی ان کی بے ریا اور بے عیب محبت سے زیادہ شیرینی و ٹھنڈک نہ ہوگی۔ چنانچہ جب کریزسٹم افلاس اور ادبار کی لپیٹ میں آئے تو مقدس عورتوں سے انہیں بہت کچھ اعانت اور تسلی ملی۔

شاہزادی یوڈوکسیا اور امیر عورتیں کریزسٹم کے مخالفوں کے ساتھ مل گئیں اور زبردستی بادشاہ سے اس مقدس کی جلاوطنی کا حکم نکلوایا۔ عوام اس تعجب خیز خبر کو سنتے ہی مسلح ہو کر کریزسٹم کے مکان کے گرد پہرہ دینے لگے اور شاہی سپاہیوں کو وہاں تک پھٹکنے بھی نہ دیا۔ پر انھوں نے نہ چاہا کہ فساد پر لوگ آمادہ ہوں۔ لہذا چپکے سے باہر نکل اپنے کو سپاہیوں کے حوالہ کر دیا۔ جب یہ شہر سے باہر ہو گئے تو اسی وقت سواری پر چڑھ پر پٹینم کو روانہ ہوئے۔ جب رات ہوئی تو اتفاق سے قسطنطنیہ شہر میں بڑے

زوردار زلزلہ آیا۔ شاہزادی محل کے اندر بیٹھی تھی۔ آندھی اور جھکڑ کی تیزی اور زلزلہ کی
شدت سے اُسے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ محل اب گرا اب گرا۔ خیال یہ کیا کہ میری بے جا
عداوت کی وجہ سے خداوند کا غضب مجھ پر نازل ہوا چاہتا ہے چنانچہ فی الفور یہ
قصد کیا کہ اگر میں اس آفت سے بچی تو اُس مرد خدا کو جلد واپس بلاؤنگی گو کہ اُس نے
مجھے ایذا ملی کہ ہے اور تمام لوگوں کے آگے میری عزت خاک میں ملائی ہے
زلزلہ موقوف ہوا آندھی تھم گئی اور صبح کی روشنی اُفق پر قریب سے نمودار ہوئی تھوڑی
دیر کے بعد لوگوں کے ایک مجمع کثیر نے آکر محل کو گھیر لیا اور کریزسٹم کی بلاہٹ و بحالی
کے لئے شور مچانے لگے۔ شاہزادی بادشاہ کے پاس گئی اور قدموں پر گر کر رو رو کر
اسکی منت کی کہ کریزسٹم پھر بلایا جائے۔ آن کی آن میں چاروں جانب سوار اور ہرکارے
دوڑائے گئے اور شام ہوتے ہوتے کریزسٹم کو لیکر بڑی دھوم دھام کے ساتھ دارالخلافہ
میں داخل ہوئے۔ یہ سب کچھ ۴۰۳ء میں ہوا۔ اتفاق سے اسی سال شاہزادی نے
اپنی ایک مورت چاندی کی بنوائی ایک شارع عام پر اُسے منصوب کرایا۔ لوگ اُس
مورت کو دیکھ کر دیوانوں کی طرح اُس کے چوگرد ناچنے لگے اور بہت ہی زیادہ شور اور بلا
مچانا شروع کیا۔ قضارا گرجہ میں عبادت ہو رہی تھی۔ جب کریزسٹم نے یہ شور سنا اور اُسکا
سبب دریافت کیا تو اپنے وعظ میں شاہزادی کی طرف یہ الفاظ منسوب کئے ہیرودیاس
پھر غضب میں ہے اور یوحنا کا سر مانگتی ہے۔ یوحنا کریزسٹم کا اصلی نام بھی تھا۔ اس جملہ
کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاہزادی نے غضبناک ہوکر بادشاہ سے شکوہ کیا۔ شاہزادی کے
دل کی جلن ابھی نہیں نکلی تھی کہ اسقف پر دوسرا مقدمہ اٹھ کھڑا ہوا آخر ۴۰۴ء
کے [illegible] جون کو یہ حکم نکلا کہ کریزسٹم ایک موضع کو جو بنجر اور بے آباد ہو روانہ کئے جائیں۔
اس وحشت انگیز خبر کو سنتے ہی اُن کے عزیز دوستوں کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے
بہت کوشش کی کہ کسی طرح ایسے حکم کو منسوخ کرائیں پر ناکام رہے۔ سب آخری ملاقات

کے لئے ایک جگہ جمع ہوئے اور ان کی شکل نورانی کو دیکھ کر بڑی بلند آواز سے گریہ زاری
شروع کی ۔ کریزسٹم نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ اُن سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم کیوں
دھاڑیں مار مار کر روتے اور میرے دل کو توڑتے ہو زمین اور اُس کی معموری خداوند
کی ہے چنانچہ سبھوں سے معانقہ کر کے بنجارے کی طرح دوسری دفعہ یہ جلا وطن روانہ
ہوا اور اُس دارالخلافہ کو جہاں اس نے خداوند کی خدمت ایسی جانفشانی کے ساتھ
کی تھی ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ کر گوشۂ تنہائی کی طرف اپنا رُخ کیا ۔ اُن بیشمار مردوں اور
عورتوں پر جو اِن کو دل و جان سے پیار کرتے تھے کیسی دو مصیبتیں اور سیاستیں آئیں
اُن کے بیان کی طاقت ہماری قلم میں نہیں ہے ۔ کوئی جرم ایسا نہ تھا جو اُن پر محمول کیا
گیا ۔ کوئی بدی ایسی نہ تھی جو اُن سے منسوب نہ کی گئی اور کوئی سزا ایسی نہ تھی جو انہیں
دی نہ گئی ۔ اُن بیشمار ایذا اور تعذیب پانے والوں میں سے دو جان نثار عورتوں کے
نام سدا صفحۂ تاریخ پر چمکتے رہیں گے ۔ یعنی اولمپیاس اور پنٹاڈیا کے نام ؟

جب سقراط کے دشمنوں نے سقراط کو موت کا فتویٰ سُنایا تو اس فیلسوف روشن
ضمیر نے کھڑے ہو کر یہ کہا کہ اب جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے تم سب اپنے دوستوں ۔
عزیزوں اور جان پہچانوں کے ساتھ زندگی کے مزے لوٹو گے اور میں موت کی اندھیری
وادی کی طرف جا رہا ہوں پر ہم میں سے کون بہتر چیز کی طرف جا رہا ہے
یہ فقط خدا کو معلوم ہے ۔ کاش کریزسٹم کے دشمن اس آخری فقرہ کی پوری شرح جانتے
کہ دولت و راحت اکثر خدا کی طرف سے انسان کے لئے لعنت ہوتی ہے اور زندگی
موت ۔ پر یہ بھید اُن کی نظر سے چھپا تھا ۔ اِن کے روانہ ہونے کے کوئی ڈیڑھ مہینہ
کے بعد شاہزادی یوڈوکسیا کا انتقال ہوا اور شاہی محل میں بین پڑ گیا ۔ سچ ہے ۔

تجھے بھولے عیش کوئی اے عمر   تو نے کی جس سے بیوفائی کی

جب کریزسٹم کیوکسس کو گئے جہاں بادشاہ کی طرف سے انہیں جانے کا حکم ملا تھا

تو اس کے قرب وجوار کے مسیحیوں کو بہت ہی خداترس پایا۔ قریب ۳ برس تک وہاں
رہے اور خطوں کے ذریعہ اپنے عزیز دوستوں پر اپنا حال ظاہر کرتے اور تمام مذہبی مسائل
کا فیصلہ کرتے رہتے۔ تمام مسیحی اپنے مذہبی شکوک اور مباحثے کی بھول بھلیاں میں انہیں
پناہ پیشوا مان کر اُن کی عالی اور صائب رائے سے ہدایت پاتے رہے۔ پر اُن کے دشمنوں
کا کلیجہ جو باز کی طرح خون کے پیاسے تھے ابھی تک ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔ بشپ ہونے کے موسم گرما
میں بادشاہ کی طرف سے یہ حکم نافذ کروایا کہ وہ پٹیس نامے ایک موضع کے ریگستان کو بھیجے
جائیں۔ دو نہایت ہی سنگدل اور خونخوار سپاہی اس کام کو انجام دینے کے لئے چنے
گئے۔ لو کے دنوں میں یہ سفر درپیش ہوا۔ سپاہیوں کو ہدایت ملی تھی کہ وے گھوڑے کو
دوڑا کر جائیں اور کریز سٹم کو اپنے ساتھ پیدل کھینچیں۔ اس مقدس کے کھلے ہوئے بدن میں
اتنا دم نہ تھا جو ایسی سختی کو جھیل لیتے۔ آخر کوماتا پہنچ کر بالکل ہی بیتاب ہو گئے اور شہید
باسیلیکس کی قبر کے پاس بخار کی علالت میں رحلت فرمائی۔ کہتے ہیں کہ رات کو انہیں
خواب میں وہ نامور شہید دکھائی دیا اور بشارت دی کہ کل تو میرے ساتھ آرام میں ہوگا۔ اور
یہ بھی کہتے ہیں کہ وہاں کے گرجہ کے پادری کو رات کے وقت آگاہی ملی کہ کریز سٹم کے
لئے آرام کی جگہ تیار کر رکھے۔ بستر مرگ پر اس مرد خدا نے عشائے ربانی لی اور دم توڑنے
کے قبل یہ کہا کہ "خداوند کا اس کی ساری نعمتوں اور برکتوں کے لئے شکر ہو
آمین" ایسی جلالی اور شاندار زندگی کا خاتمہ لامحالہ ایسے ہی لفظوں کے ساتھ ہونا چاہئے۔

جب صوبہ گلتیہ کے نقشہ میں کوماتا پر ہماری نظر پڑتی ہے تو فی الفور یہ دو مقدس
کی سوانح عمری کے حالات ہمارے دل میں موجزن ہونے لگتے ہیں جنہوں نے اپنا سب
کچھ خدا کے برہ کی خدمت کے لئے تصدق کیا اور حوادث روزگار کے شدائد ومصائب
میں پڑ کر سختیاں جھیلیں اور رنج سہے اور صدمے اٹھائے اور اس جہان گذشتنی کے
سریع الزوال جاہ و ریاست تمام کی طرف سے آنکھیں پھیر کر خدا سے لو لگائی۔ ۔ ۔ آخر کار

کوریا کی اجنبی سرزمین کو پہنچ کر اپنی روحیں روحوں کے باپ کو سونپیں اور وہاں کی خاک سے پیوند ہوئے۔ جبتک جیتے رہے کبھی آرام نصیب نہ ہوا۔ رحلت کے وقت کسی عزیز کی پیاری صورت دکھائی نہ دی اور نہ کسی غمگسار کی میٹھی آواز کی جھنکار کانوں میں آئی۔ بعد موت کے کسی رفیق مونس کے ہاتھ نے نہ غسل دیا نہ کفن پہنایا۔ اکیلے آئے تھے اور اکیلے ہی اس مرحلہ سے ثابت قدمی سے کوچ کر گئے اور اپنے روضہ مزار کو راستہ بھی نہ بتا گئے۔ بس اسی تمنا اور آرزو میں یہاں سے چل بسے کہ کبھی تو اپنے پیاروں سے ملیں گے پر نہ ملے۔ محشر میں جب وے خاک سے اٹھ کر تخت مسیحا کے سامنے کھڑے ہونگے تو اس وقت جی کے سب ارمان نکالیں گے۔ اور مراد بر آئیگی اور انہیں دیکھ کر دوست خوش اور دشمن شرمندہ ہوں گے۔ یہ دو مقدس جان کریسٹم اور ہنری مارٹن ہیں +

یوحنا کو پتمس ٹاپو میں مسیح کیوں دکھائی دیا اس لئے کہ وہ بہت بیدل ہو رہا تھا اور اپنی کلیسیاؤں کی فکر میں گھبرا رہا تھا۔ اسکی ایسی حالت تھی جو کہ ایک پاسبان کی تھی جب وہ بیمار ہو کے بستر پر پڑا تھا۔ یہ خیال اسکو بہت رنجیدہ کر رہے تھے کہ آج میری جماعتوں کی نظر رسانی کون کریگا استاد سب ناتجربہ کار ہیں جماعتیں نئی ہیں۔ ایسے خیال میں بیقرار تھا جب کہ ایک عمر رسیدہ تجربہ کار پاسٹر کا خط آیا کہ بھائی آپ فکر نہ کریں میں خود جا کے تمہاری جماعتوں کی نظر رسانی کروں گا۔ اور تب وہ بیمار آرام سے سو گیا۔ یوحنا سب رسولوں میں آخری تھا کلیسیاؤں کو اسکی ہمدردی اور صلاح مشورہ کی بہت ضرورت تھی لیکن وہ اکیلا جلاوطنی کی حالت میں پڑا تھا۔ مسیح خود آکر یوحنا کو تسلی دیتا ہے کہ میں جو کل دنیا کا مالک اور سردار ہوں آپ اپنی کلیسیاؤں کی نگرانی کروں گا۔ خوف نہ کر میں اول اور آخر اور زندہ ہوں –

متفرقات

بنارس کے پادری گرین صاحب فرماتے ہیں کہ بیسویں صدی میں مسیحیوں کو خصوصاً تین امر کی نسبت بذریعہ تحریر کے کرنی ضرورت ہے یعنی (۱) غیر مسیحیوں کے آگے مسیح کو [illegible] سے ثابت کرنا کہ مسیح سب روحانی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ (۲) دنیا [illegible] کے [illegible] اخلاقی مالی علمی عقلی معاملات [illegible] مسیحی صداقتوں کا اظہار (۳) [illegible] مسیحی کلیسیا کی ترقی کے لیے کتب کا مہیا کرنا۔

برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی کی سالانہ رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ سال گذشتہ میں ۲۹,۴۰۰,۰۰۰ جلدیں بائبل اور اس کے مختلف حصوں کی شائع کی گئیں یہ تعداد بمقابلہ اوسط تین سال پیشتر کے بہت کم ہے جس کی وجہ خصوصاً جنگ چین جاپان کی گئی ہے۔ سوسائٹی کی ابتدا سے قریب دس کروڑ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ یہ سوسائٹی ہر سال ڈیڑھ لاکھ روپیہ کی کتب ہیں مختلف خیراتی مقامات کو بطور گرانٹ کے دیا کرتی ہے۔ ۲۷ [illegible] ملک میں کتب فروشوں کی تعداد ۱۲۸ ہے۔ اور انہوں نے سال گذشتہ میں ۱۶ لاکھ جلدیں فروخت کیں۔ سالم بائبل ایک سو زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہے۔ عہد جدید اس سے زیادہ سو زبانوں میں اور مختلف حصے اس سے بھی بڑھ کر سو زبان میں۔ فروخت اور چندہ کی مجموعی آمدنی سوا تیس لاکھ روپیہ سے زیادہ ہوئی۔ مگر خرچ اس سے بھی بقدر سوا دو لاکھ روپیہ کے بڑھ گیا۔ کل کمی اس وقت تک ۰۰۰۰۱۵ روپیہ کی ہے۔

[illegible] کی ۱۷ جنوری کے روز امریکن مشن کا سب سے بزرگ مشنری پادری [illegible] ابدی آرام میں [illegible] بزرگ ہیں [illegible] تھے جو کسی ایک مشنری [illegible] گئے۔ چنانچہ [illegible] کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ کم از کم [illegible] زبانوں [illegible] تھا

کتاب مقدس کا ترجمہ کلیتاً یا جزئیتاً زمانہ حال کی یونانی اور ارمنی اور ترکی اور بلگیریا کی زبان میں آپ نے کیا۔ مختلف مسیحی مضامین پر رسالے اور درسی کتب اور دھیان گیان کی کتابیں آپ نے تصنیف کیں۔ بلگیریا کی زبان میں لغاتِ کتاب مقدس اور عہد جدید کی مکمل تفسیر آپ نے لکھی۔ آپ بعض مسیحی اخبارات کے اڈیٹر رہے۔ چند زبانوں میں نہایت پاکیزہ اور دلکش گیت اور نظمیں تصنیف کیں۔ غرض آپ نے خدا کی خدمت میں قلم کو ایسا پکڑا کہ مرکر چھوڑا۔ آخر جب نوے برس کی عمر میں پیک اجل آیا تو اس بندۂ خدا کو کمربستہ اور تیار پایا۔ اپنی آخری علالت میں انتقال سے چند گھنٹے پیشتر ایک تختی منگوا کر آپ نے کمزور ہاتھوں سے لکھا کہ "ضرور خدا مجھے بلا رہا ہوگا۔ انسان کی آواز مجھے سنائی نہیں دیتی۔" پھر آپ نے دوسری دفعہ اس تختی پر لکھنے کی کوشش کی اور مزمور نویس کی اس آیت کو کہ "جب میں تیری صورت پر ہو کے جاگوں گا تو میں سیر ہونگا" مکمل نہ کر سکے۔ جو قلم اُن کے ہاتھ میں عصائے کلیم کی طرح خدا کا ہتھیار تھا گر گیا۔ اور تھوڑی دیر میں یہ مقدس آرام میں داخل ہوا۔

شہر ملفاسٹ کے ایک پولیس مین کا ذکر ہے کہ کسی شراب خانہ کے متصل وہ پہرہ پر کھڑا ہوا کرتا تھا۔ بعض اندر جانے والے اس سے پوچھتے کہ کچھ پیوگے تو وہ اپنی جیب سے ایک چندہ کا کارڈ نکال کر کہا کرتا کہ میں کچھ نہیں پیونگا مگر اس کے بجائے چرچ مشنری سوسائیٹی کے لئے مجھے ایک شلنگ (بارہ آنے) دیدیجئے۔ ایک روز اس درخواست پر ایک شخص نے جواب دیا کہ میں غیر ممالک کے مشنوں کی پرواہ نہیں کرتا اور اُن کے لئے کبھی ایک کوڑی نہیں دی۔ تب پولسمین نے ایک دوسرا کارڈ جیب سے نکال کر کہا کہ بس مجھے آپ ایسے شخص کی تلاش تھی۔ لائیے اپنے ملک کے جہازیوں کے مشن کے لئے کچھ چندہ دیجئے۔ اس طور پر اس شخص نے ساڑھے چھ سو روپیہ سے زیادہ جمع کر لیا۔

مشنری ریویو نائل ہے کہ آرمینیا کے علاقہ کی خبریں باعث ترکی افسروں

کی بندش سے بہت کم اور وہ بھی نہایت مشکل سے ملتی ہیں۔ حال میں شہر داننا کے رستہ
ایک ایسی وحشت انگیز خبر مسیحیوں کے قتل و اذیت کی موصول ہوئی ہے جس کو باور کرنا
محال ہے۔ مسیحی درختوں پر ٹانگے گئے ہیں۔ اور ان کے ہاتھ پاؤں میں میخیں گاڑی گئی
ہیں۔ مستورات کو بے عزت اور زخمی کیا گیا ہے۔ اور بچوں کو والدین کی آنکھوں کے سامنے
کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا ہے۔ بعض کے اعضا ایک ایک کرکے وحشیانہ طور پر بدن سے
اکھاڑے گئے ہیں۔ بعض کے بدن پر سے گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے کاٹ کر آخر ان کو
دریا میں ڈال دیا گیا۔ ایک ابلیس سیرت بڑے فخر سے بیان کرتا ہے کہ میں نے اپنے
ہاتھ سے دو سو مسیحیوں کو قتل کیا ہے۔ اور ایک سرکاری عہدہ دار کا بیان ہے کہ ۱۰۰۰ آدمی قتل
کئے گئے اور ۴۰۰ مستورات کو بے عزت کرکے حرم میں داخل کیا گیا ہے۔ اس پر غضب یہ
ہے کہ ترکی حکام ان مظالم کی نسبت بالکل بے پروائی ظاہر کرتے ہیں۔ یورپ کی مسیحی
سلطنتیں ایک دوسرے کا منہ تاکتی ہیں۔ اور کوئی ان بے چارے ستم رسیدہ مظلوموں
کی امداد میں ایک انگلی نہیں اٹھا سکتا۔ ترکی بھی واقف ہے کہ یورپ کی توجہ اس
وقت اور طرف لگ رہی ہے۔ مسیحی مارے گئے تو کیا ہوا خس کم جہاں پاک۔

چین کے مختلف مشنوں کے مسیحی بڑی بے رحمی سے قتل کئے گئے ہیں

بعض مشن تو بالکل بیخ و بن سے اکھاڑے گئے ہیں مگر جو جڑیں باقی رہ گئی ہیں وہ پھر پنپ کر
خدا کے سبب ہو گئی۔ ان مسیحیوں کو موت کے مقابل بڑی دلیری سے بیش قیمتی ایمان کا اقرار کرتے
ہوئے دیکھنا دنیا کے لئے حیرت کا باعث ہے۔ اکثر زخمی شدہ ضعیف العمر مسیحی جو اذیت کی وجہ
سے نڈھال [illegible] کہتے سنائی دیتے ہیں کہ خدا کی بات دیکھو۔ چین کے باشندوں کے درمیان خوشخبری
[illegible] کے نام مشہور ہو رہے ہیں ان عقل کے اندھے باکسروں نے تباہ کر ڈالا ہے۔
بعض بے دین چینیوں نے ایسی دلیری سے جفا و ستم اٹھایا کہ قاتلوں نے ان کا دل چاک کرکے
اس وجہ کا اسرار دریافت کرنے کی کوشش کی۔

ڈاکٹر پامرس صاحب کا ایک قصہ مشہور ہے۔ کہ کسی لیڈی نے اُن سے کہا کہ ڈاکٹر صاحب میں نے اپنی لڑکی کے ساتھ بہت سی گفتگو کی ہے مگر میں اُس کو مسیح کے پاس نہیں لا سکتی۔ صاحب موصوف نے سمجھ لیا کہ اس عورت کو اس کام کی لیاقت نہیں اور جواب دیا کہ اب آپ خاموش رہئے اور مجھے علیحدہ ہو کر اس لڑکی کے ساتھ دو ایک باتیں کرنے دیجئے لڑکی کو تنہائی میں بلا کر صاحب موصوف نے اُسکو کہا کہ ان لوگوں نے مدت سے مذہبی باتوں کی بابت تم کو تنگ کر رکھا ہے۔ اگر مرضی ہو تو میں تمہاری والدہ کو سمجھا دوں کہ اس مضمون پر ایک سال تک تمہارے ساتھ ایک لفظ نہ بولے۔ کیوں یہ کافی عرصہ ہوگا۔ اس لڑکی نے ذرا تامل کرکے جواب دیا کہ شاید ایک سال زیادہ ہوگا ممکن ہے کہ میں اس عرصہ میں مر جاؤں۔ ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا کہ تم بالکل درست کہتی ہو۔ اچھا تو پھر چھ مہینے سہی۔ اس نے کہا کہ یہ بھی زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ تب صاحب موصوف نے پوچھا کہ تین مہینے معقول عرصہ ہوگا۔ اُس لڑکی نے تھوڑی دیر سوچ کر کہا کہ اس معاملہ کو تین مہینوں تک ملتوی رکھنا شائد سلامتی کا باعث نہیں ہوگا۔ میں سمجھتی ہوں کہ کچھ عرصہ کے لئے بھی اس سے غافل رہنا اچھا نہیں ہے۔ اس کے بعد ان دونوں نے گھٹنے ٹیک کر دعا مانگی اور وہ لڑکی اُسی وقت سے مسیحی ہو گئی۔

امریکہ میں ایک مسیحی فرقہ ہے جس میں پاک بوسہ سے سلام کرنے کی قدیم رسم ابتک موجود ہے۔ محبت کی ضیافتوں میں خادم الدین اپنے پاس کے بھائی کو بوسہ دیتا ہے اور وہ اگلے کو اسی طرح آخر تک سلسلہ قائم رہتا ہے۔ مستورات میں خادم الدین قطار کی ایک سرے پر اول بہن کے ہاتھ کو بوسہ دیتا ہے۔

کسی نے کہا ہے کہ نوح کی کشتی میں ایک چھوٹی مکھی بھی ویسی ہی محفوظ تھی جیسا کہ ایک ہاتھی سلامتی ہاتھی کی قد و قامت اور طاقت پر موقوف نہ تھی کشتی چھوٹے بڑے سب کے لئے حفاظت کی جگہ تھی۔ بعینہ اسی طرح کسی آدمی کی راستبازی یا نیک اعمال اسکو بچا نہیں سکتے۔ یہ فقط مسیح کا خون ہے جو ہر مرتبہ کے آدمیوں کو بچا سکتا ہے۔

مگر وہ شخص اِن دلائل سے بالکل قایل نہ ہوا۔ اور اُس نے جواب دیا۔
میرا ہرگز یہ منشا نہیں کہ میں اپنے اہل وعیال کو ترک کر دوں بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ ہمیں نہیں چاہئے کہ اپنے بچوں کو دنیا پرستی کے طریق میں تربیت کریں یا اُن کو یہ تعلیم دیں کہ وہ اپنے ہی چین اور آرام کے لئے اِس دُنیا میں آئے ہیں بلکہ ہمارا فرض ہے کہ ان کو محنت اور خود انکاری کی عادت ڈالیں۔ اور اُن کو تعلیم دیں کہ اُن کا فرض ہے کہ ایک دوسرے کی امداد کریں اور محبت سے پیش آئیں اور سب آدمیوں کے ساتھ برادرانہ برتاؤ کریں۔ اور اس بات کیلئے سب سے پہلا قدم یہ ہونا چاہئے کہ ہم اپنے مال و دولت اور عزت و مرتبے کو ترک کریں
چنانچہ اسکی بیوی طعنہ یوں کہنے لگی۔ آپ کے اس وعظ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ خدا کے بڑے ہی مقرب بن رہے ہیں مگر ایک زمانہ تھا جبکہ آپ اپنے ذاتی عیش و آرام کے سوا اور کسی چیز کی پرواہ نہ کیا کرتے تھے۔ لیکن اب آپ کے غریب بچوں نے کیا قصور کیا ہے کہ آپ اُنکی زندگی کو تلخ کرنا چاہتے ہیں۔ آپ اپنے خیال اپنے ہی پاس رکھئے اور انہیں امن و آرام سے بڑھنے دیجئے۔ جب وہ بڑے ہوں گے خود جان لینگے کہ اُن کے لئے کونسی بات مناسب ہے اور کوئی کہے تو کہے مگر آپ کی زبان سے ایسے الفاظ موزون معلوم نہیں ہوتے۔
اُس کا خاوند یہ بات سن کر خاموش رہا مگر ایک اور پیر مرد نے اِس طور سے تقریر شروع کی۔ البتہ یہ تو بجا ہے کہ ایک عیال دار آدمی کو یہ مناسب نہیں کہ اپنے کنبے کو راحت و آرام سے محروم کر دے جس کے وہ عادی ہو رہے ہیں۔ اگر اُس کے بچوں کی تعلیم شروع ہو گئی ہے تو بہتر ہے کہ وہ اِسی طور جاری رہے بجائے اس کے کہ اُس کو دفعتاً تبدیل کر دیا جائے خاص کر اس صورت میں کہ جب وہ جوان ہو جائیں گے تو ہر ایک جس قسم کی زندگی پسند کریگا اختیار کر لیگا۔ یہ فی الحقیقت ایک عیالدار آدمی کے لئے نہایت ہی مشکل ہے کہ دوسروں کو کچھ نہ کچھ نقصان پہنچائے بغیر اپنی روش زندگی کو تبدیل کر دے۔ لیکن ہم بوڑھوں کے لئے

یہ معاملہ بالکل دگرگوں ہے کیونکہ ہماری حالت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا خدا بھی
ہم سے یہی چاہتا ہے کہ ہم اِس قسم کا طریقِ زندگی جس کا ذکر ہو رہا ہے اختیار کریں۔ اچھا
اب مثال کے طور پر مجھے ہی لیجئے۔ مجھ پر کسی غرض کی بجا آوری لازمی نہیں اور نہ ہی میرے
اِس قسم کے تعلقات ہیں اگر سچ پوچھیں تو میں آجکل فقط اپنے پیٹ ہی کے لئے جیتا ہوں
کھانے پینے سونے کے سوا مجھے اور کچھ کام نہیں۔ اور اس بیکار زندگی سے میں بالکل
تنگ و بیزار ہوں۔ یقیناً میرے لئے تو ضرور یہی مناسب ہے کہ اپنے طریقِ زندگی کو بدل ڈالوں
اپنے مال و زر کو لٹا دوں اور زندگی کے جو تھوڑے سے دن باقی ہیں اُن کو ایک سچے مسیحی کی
مانند بسر کروں۔

مگر اس بوڑھے کے ساتھ بھی کسی نے اتفاق نہ کیا اُس کا بیٹا بھی اُس وقت وہاں
موجود تھا اور نیز اُسکی بھتیجی بھی جسکے بچوں کو اسی نے بپتسمہ دلوایا تھا اور بہت سے بیش قیمت
تحفے اُن کو دیا کرتا تھا۔ اُس کا بیٹا بول اُٹھا۔ ہیں! ابا جان آپ نے عمر بھر بہت محنت اور جانفشانی
کی ہے۔ اب وہ زمانہ ہے کہ آپ آرام کریں اور نہ کہ خواہ مخواہ اپنے کو تکلیف و مصیبت میں ڈالیں
آپ کی عمر کے ساٹھ سال گذر چکے ہیں۔ اور اس عرصہ میں آپ کی عادتیں ایسی پختہ ہو گئی ہیں کہ اب
اُن کو چھوڑنا نہایت ہی دشوار ہوگا۔ میرے نزدیک تو آپ کو اس طریق کے اختیار کرنے سے سوائے
دُکھ اور تکلیف کے اور کچھ حاصل نہ ہوگی۔

اُس کی بھتیجی بول اُٹھی۔ کہ ہاں چچا جان اِس سے سوا اس کے اور کیا ہوگا۔
کہ آپ فقیر و مفلس ہو کر اپنی زندگی سے بیزار ہو جائیں گے۔ اور پھر گلہ و شکوہ کیا کرتے کرتے شاید موجودہ
حالت کی نسبت اور بھی سخت گناہوں میں گرفتار ہو جائیں گے۔ خدا رحیم ہے اور تمام
گنہگاروں کو بخشتا ہے کیا وہ آپ جیسے نیک دل اور مہربان چچا کو نہ بخشیگا۔

یہ سن کر ایک اور آدمی جو اس بوڑھے چچا کا ہم عمر تھا۔ بول اُٹھا کہ بھلا اگر ہم ایسا کریں
بھی تو اِس سے کیا حاصل ہوگا۔ شاید اب ہماری زندگی کے چند ہی روز باقی ہیں۔ ہم اگر کوئی نیک

بات شروع کی تو اُسے انجام تک کب پہنچا سکیں گے۔ یہ باتیں سُن کر حاضرین میں سے ایک
شخص جواب تک بالکل خاموش بیٹھا سُن رہا تھا کہ اُٹھا۔ واعجبا کیسی عجیب بات ہے۔
ہم سب اقراری ہیں کہ ہمکو خدا کی شریعت کو پورا کرنا چاہئے۔ ہماری موجودہ زندگی بدسبب اور
ہم جسمانی و روحانی دونو لحاظ سے دکھ اُٹھا رہے ہیں اور پھر جونہی عمل کا ذکر آتا ہے تو معلوم ہوتا
ہے کہ یہ سب کچھ ناممکن ہے بچوں کو مسیحی زندگی اختیار کرنے پر مجبور نہیں کرنا چاہئے بلکہ پورانے
طریق عمل پر تعلیم دینی چاہئے۔ نوجوانوں کو مناسب ہے کہ اپنے والدین کی مرضی کے خلاف
نہ چلیں بلکہ پُرانے طریق پر کاربند رہیں۔ عیالدار آدمی کا حق نہیں کہ خدا کے احکام کی پابندی
پر اپنی بیوی بچوں کو مجبور کرے۔ اور اس لئے انہیں بھی پورانے طریق ہی پر چھوڑ دینا لازم
ہے۔ بوڑھے آدمیوں کے لئے حقیقی مسیحیوں کی طرح زندگی بسر کرنا ضرور نہیں کیونکہ اس سے
[illegible] نکلیگا اور وہ اسکے عادی بھی نہیں۔ علاوہ ازیں کون جانتا ہے کہ ان کی زندگی
کے کتنے دن باقی ہیں۔ مختصر اس ساری گفتگو کا نتیجہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص کیواسطے
[illegible] نہیں کہ صحیح طریق پر زندگی بسر کرے۔ اور اگر کچھ ہوسکتا ہے تو یہی کہ بیٹھ کر زبانی ہی
اس قسم کی باتیں کر چھوڑا کریں۔

باب اول

(ایک نوجوان کا بلایا جانا)

[illegible] باتیں جن کو ہم آگے ذکر کرتے ہیں قیصر تراجن کے عہد میں ولادت مسیح سے قریب
[illegible] سو سال بعد واقع ہوئیں جبکہ مسیح کے رسولوں کے شاگرد ابھی زندہ تھے اور جب مسیحی
[illegible] رسولوں کی تعلیم پر جیسا کہ اعمال الرسل میں پائی جاتی ہے سچے دل سے کاربند
[illegible] جیسا کہ لکھا ہے (اعمال ۴ : ۳۲) ایمانداروں کی جماعت ایک دل اور ایک جان
[illegible] نے بھی اپنے مال کو اپنا نہ کہا بلکہ ان کی سب چیزیں مشترک تھیں اور رسول

بڑی قدرت سے خداوند مسیح کے جی اٹھنے کی گواہی دیتے رہے۔ اور اُن سب پر بڑا فضل تھا
کیونکہ اُن میں کوئی بھی محتاج نہ تھا۔ اِس لئے کہ جو لوگ زمین یا گھروں کے مالک تھے اُن کو بیچ بیچ کر
بکی ہوئی چیزوں کی قیمت لاتے اور رسولوں کے پاؤں پر رکھ دیتے تھے۔ پھر ہر ایک کو اُس کی ضرورت کے
مطابق بانٹ دیا جاتا تھا۔"

انہی دنوں شہر ترسوس میں جو قلقیا کے صوبہ میں واقع ہے ایک دولتمند شامی سوداگر
جودنیل نامی رہتا تھا وہ جواہرات کی تجارت کرتا تھا۔ وہ ایک غریب اور ادنیٰ خاندان میں سے تھا مگر کفایت
شعاری اور محنت و ہنرمندی کے ذریعہ سے بہت مالدار ہو گیا اور اپنے ہم وطنوں میں بڑا ممتاز خیال کیا جاتا تھا
اُس نے بہت سیر و سیاحت بھی کی تھی اور اگرچہ تعلیم یافتہ نہ تھا۔ تو بھی مشاہدات و تجربے کے ذریعہ سے
اس کا علم و واقفیت بہت بڑھ گئی تھی۔ اور اُس کے اہل شہر اسکی بہت [illegible] مزاجی کے [illegible]
مذہب کے لحاظ سے وہ بت پرستی کا پابند تھا جو اُن دنوں تمام سلطنت روم کے معزز اشخاص میں رائج تھی
اس مذہب کی رو سے تمام قیصر اگستس کے زمانہ سے حکمران جب [illegible] اور موجودہ شہنشاہ بھی
اسی کا پیرو تھا۔ قلقیا کا صوبہ روم سے بہت فاصلہ پر تھا۔ [illegible] اُس کا انتظام [illegible] ایک شاہی افسر کے سپرد
تھا اسلئے جو کچھ دارالسلطنت میں [illegible] ہوتا قلقیا میں بڑے شوق سے اس کی نقل کی جاتی تھی
کیونکہ صوبوں کے حاکم ہمیشہ اپنے شہنشاہ کے نمونہ پر چلنے کی کوشش کرتے تھے۔

جودنیل نے قیصر روم کی بدچلنی کے تمام حالات سن رکھے تھے اور اس وقت بھی دیکھتا تھا کہ کس طرح سلطنت
درجہ بدرجہ تنزل پر ہے۔ اُسکے دل میں ان حالات کے مشاہدہ سے یقین ہو گیا کہ نہ تو رومی مذہب اور نہ ہی شہنشاہوں
کی قدرت میں کوئی ایسی چیز ہے جسے مقدس یا منجانب اللہ کہہ سکیں سب کے سب انسان کی کارستانی ہیں لیکن چونکہ
وہ دور اندیش شخص تھا وہ جانتا تھا کہ اس طاقت کے مقابلہ میں جدوجہد کرنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ نیز اپنے امن
و سلامتی کے لئے اُس نے یہی مناسب سمجھا کہ بلا روک ٹوک موجودہ طریق و نظام سے تعلق [illegible]
[illegible] کے بھی زندگی کی بے ٹھکانہ اور تلخ حالت کو اور نیز دارالخلافہ کی بدکرداریوں کو دیکھ کر وہ شہر روم سے نفرت کرتا
جاتا تھا۔ اور اُسکے دل میں طرح طرح کے خیالات جوش زن رہتے۔ مگر وہ اپنے تمام شکوک کو اپنی ذات تک محدود
رکھتا اور ان تمام باتوں کو اپنی عقل و سمجھ سے [illegible] کبھی [illegible] کامیاب نہ ہوا۔

چار جانب جو دیکھا گھر | ڈیوبہ رہ گئی ششدر || شہر کے اس قدر عظیم تھے | پا چکے ہیں مسیح سے تقدیس

چند حجرے [illegible] ہوئے | روح افزا ہیں [illegible] || ہے چراغوں کی روشنی مدھم | سارے کمرے ہیں نور کا عالم

[illegible] میں پڑی ہے | میز پر ہے کتاب دانِ صفا || اُس نے ان پیکر سر پہ تھا ہاتھ | کی بہت شوق جان [illegible]

[illegible] وہ جو ہیں تمام | برکت روح کی ملے دوام || لوگ چاروں طرف محبت سے | دیکھتے تھے نگاہِ شفقت سے

سب یہ بیٹے مقام پر بیٹھے | سب عبادت کے کام پر بیٹھے || پہلے گایا بھجن نے ملکے زبور | [illegible] صدرِ دل نے سرور

ڈیوبہ [illegible] | اپنی آواز بھی ملاؤں میں || چونکہ الفاظ سے تھی ناواقف | چپ ہی تب وہ ہو گئی [illegible]

[illegible] غیر قوم [illegible] | دل ہے نغمہ خوشی کے [illegible] || دیکھتی تھی جو چار سو اپنے | اسکی حیرت تھی روبرو اپنے

[illegible] | تب سے محروم صاف باطنی تھی || اگر اب دیکھتی ہے عیسائی | واہ کیا ہے خدا کی یکتائی

[illegible] | تھے نظر سر پہ وہ کشش جن میں || ڈیوبہ کو انہوں نے جب دیکھا | جوڑی سے [illegible] عجب دیکھا

[illegible] | سب لگے سننے حق کا فرمانا || پھر پڑھا بشپ کلام خدا | دل ہی دل میں تھے وقت قصد دعا

[illegible] | آں دلوں میں یہی ادب تھا مگر || بازوؤں کو صلیب کی صورت | کرتا وہ جب دعا کی [illegible]

[illegible] کی یادگاری تھی | موت سے جس کے سنگساری تھی || بعد ازاں کلیسا کے خطوط | پڑھنے جن میں تھا حال نظم و ضبط

[illegible] | کیتھولک مذہب کی جس میں تعلیم || ڈیوبہ اور جولیس ریٹر | خوش تھے پا کر [illegible]

[illegible] | جو وہ نہ پا سکتے سوال کا جواب || سب کے آخر بشپ نے وعظ کیا | شام کا وقت تھا نہ طول دیا

[illegible] | گھر گئے اپنا اپنے کر کے سلام || ڈیوبہ اور اس کے بھائی پر | اس عبادت کا خوب ہی تھا اثر

[illegible] | بت پرستی سے تھی فضیلت میں || دیکھ کر یہ جماعت ذی شان | بڑھ گیا [illegible] اور بھی ایمان

[illegible] | اس کو اس حال سے کیا آگاہ || ڈیوبہ گو کہ دیر میں آئی | شک نہ کر [illegible] تھا بھائی

قطعی فیصلہ

[illegible] شمار ہو | قطعی فیصلہ ہمارا ہو || ڈیوبہ اور جولیس دونو | تھے ترقی پذیر بس دونو

[illegible] | ہم چلیں چال عیسویت کی || ڈیوبہ [illegible] کی فرقت میں | تھی جو خواہش پسند خلوت میں

اس سے تبدیلیٔ مذہبی کا اثر نہ پڑا والدین کے دل پر جو میں بھی عدم صحت کے سبب نہ بنا بارِ خاطرِ مذہب

غیر لاہوتی امور میں دیندار اور وہی طرح دن رہے گذار صرف دینی خیال کی تبدیل پیشہ رو دوستی میں تھی نہ دخیل

اس کا اظہار انکی چال میں تھا واں کی حالت کا عکس حال میں تھا اتقا اور احتیاط کمال وہ میانہ روی کی انکی چال

ذوقِ لطیف تھی جامہ زیبی میں بت پرستی کی خود فریبی میں بدلے رنگین لباس و زیور کے سادہ پوشاک وہ پہنتے تھے

اہلِ دولت بھی تھے جو عیسائی کم تھے معروفِ خانہ آرائی کیا کیا آراستگی کی چیزوں پر بت کی تصویر ہوتی تھی اکثر

بعض حالات میں بطرزِ عجیب ان نشانوں کی ملی ترتیب وہ جو تھی کھجور کی تا حال بہرِ تعظیمِ بت تھی استعمال

انکی تبدیلی سے کھلے جو نصیب بنگئی وہ نشان فتح صلیب وینس بت کی کبوتری قربان ٹھہری روح القدس کا پاک نشان

تھا وہ لنگر مسیحیت کا امید اور تری ہی نشانیوں کا بھید دلشنا کی جو خاص ہرنی تھی طالبِ حق سے اسکو نسبت دی

یہ بیاں تھا جو خاص کر مقصود لکھ گئے خود زبور میں داؤد جس طرح پیاسی ہرنی بیچاری بہرِ آبِ رواں پھرے ماری

روح میری یونہی تڑپتی ہے یہ خدا کے لئے تڑپتی ہے پہلے ہم یہ بھی کر چکے ہیں بیاں تھا جو ہوریشیس کا ایک مکاں

تھی عمارت سب اسکی عالیشان جسمیں رہتے تھے جشن کے ساماں گرم رہتی تھی محفلِ عشرت وہ مکاں تھا کہ منزلِ عشرت

ویویہ بعد مارکس کے کبھی نہ ہوئی تھی مگر شریکِ خوشی اور ہوتی بھی تھی شریک اگر لوٹ جاتی تھی پھر وہ اپنے گھر

کیا یہ کچھ اسکی اصل فطرت تھی جسکو ان جمگھٹوں سے نفرت تھی یا وہ معیوب جانتی تھی یہ کھیل ان تماشوں سے تھا نہ طبعی میل

بلکہ شوہر کے تھی خیال میں وہ خوش نہ رہتی تھی ایسے حال میں وہ لکھ کے شوہر کو خطِ شوق آگیں دل میں پاتی تھی کچھ نہ کچھ تسکیں

اور تھا کون ایلیا کے سوا خوش کرے جا اسکو ایسے غم میں بھلا تھی وہی اسکی غمگسار رفیق مونسِ جاں تھا یارِ رفیق

اپنی ماں کی طرح ذہیں بھی وہ دردمند اور ہم نشیں تھی وہ خاندانی دعاؤں میں اکثر ہوتی تھی وہ شریک جا جا کر

ویویہ اب ہوئی جو عیسائی بت پرستی سے صرف باز آئی اور باقی امور میں زنہار تھی نہ تبدیل کچھ یہ بہت درکار

دل میں اس کے مگر تعصب تھا مترقی ہر اک تصور تھا اسکی پہلی وہ سب خوش اطواری عیسویت میں تھی بہت پیاری

اس کا شیریں مزاج عزت مند اور بھی اب ہوا عوام پسند نقص پاتی جو اپنے دل میں وہ تھی دعا خواہ ایسے حال میں وہ

رفتہ رفتہ جو ڈر گیا دل سے بزدلی کا خطر گیا دل سے اس نے وعدہ کیا یہ عزم کے ساتھ سونپ دوں اسکو خدا کے ہاتھ

زور دے وہ نہ دین میں اسکو جنگِ ایماں میں جان دے اسکو اب یہ امید بھی نظر آئی دل کے آئینہ میں اتر آئی

ہو گئی ایسے حال میں ماں کی   خاندانی تمام امیدیں   سامنا گو ہوا مشکل سے   تھا رہتیں کی دل سے

تھا اُسے رنج مارکس کا فقط   ہو گئے اور تمام غلط   ہو مبارک مسیح کی تمجید   ماں تھی باشتیاق مزید

ہو سکا شادہ عمر کی دیوار   اب سے ابہیں اور نہیں آخر کار   جس کی مرضی خود اسکی نیت تھی   وہ جسکی کہ سے محبت تھی

کر رہا تھا یہی خیال تباہ   فرق کرکے جدا کرے گی آہ   رو رہ کعدی و نسبت الفت کو   اُس کی ہمدردی اور محبت کو

مارکس بھی اسی طرف پر آئے   ایلوا کے لئے امید بر آئے   مانگتی تھی دعا بجوش ہراس   جب وہ بیٹی کی چار پائی کے پاس

سہل مشکل تمام ہو اب کو   دیکھ پاؤں مسیح میں سب کو   کب یہ صورت تھی مد نظر   روتی جاتی تھی زار زار مگر

کامیابی کی شاخ لائے ثمر   ہو بھروسہ جو اسکی رحمت پر   کچھ تو کرنا بھی ہے دعا کے سوا   اسکے دل میں یہ پھر خیال اٹھا

دور منجی کی اب خبر اسکو   تا سکوں حق کی راہ پر اسکو   بت پرستی میں کر دیا گمراہ   اپنی بیٹی کو میں نے کیونکر آہ

ایسوں ہی کی ہے بادشاہت حق   ہے اسی شکل میں شباہت حق   چھوٹے بچوں کو پاس آنے دو   حق نے فرمایا اور نہ جانے دو

ہو گئی تسکین حالت غم میں   پیش آئیں مسیح و ماتم میں   اسکا پھر جائے دل خدا کی طرف   ایلوا کو ملے یہ شرف

ایلوا کو سکھایا سمجھا کر   دل بار بار عرم کی خوشی پا کر   اپنے محبوب ... کی بیعت   اُس کی سب کتب سنوں خدا کی صفت

کرتی تھی بات دلنشین بہت   ایلوا چونکہ تھی ذہین بہت   اور بیٹی صلیب کے نزدیک   نفس خدا اب نجات میں شریک

دل فرحت تھی روح میں آرام   زیوبیہ سے سنا بشوق تمام   موت کا بھی بیان تمام کمال   اس نے پیدائش مسیح کا حال

گہرے گہرے خیال بڑھنے لگے   دیوبیہ کے خیال بڑھنے لگے   پیش کرتی تھی جو وہ چن چن کر   ایلوا کے سوال سن سن کر

تو بھی ساتھ اسکے رنج تھا ہر دو   گو وہ اس کام میں ہوئی مسرور   اس سے خود فایدہ بہت پایا   ایلوا کو جو اس نے سکھلایا

کیونکہ دل میں خیال سے دھڑکے   غم سے غصہ نہ او بھی بھڑکے   بت پرستی سے پھر گئی دختر   مارکس کو اگر ہوئی یہ خبر

قدر گو وہ ضرور واجب ہے   وہ یہ سمجھیں یہی مناسب ہے   بے بہا اوج ایلوا کا خیال   تو بھی کرتا تھا وہ دل پامال

ایلوا بھی تو تھی مالوف   یوں رہی اپنے کام میں مصروف   پھینکنے کے سوا نہیں چارہ   اور کل میں خیال ناکارہ

ایلوا نے کلام مان لیا   بلکہ یہ دیوبیہ نے جان لیا   تھی ترقی پذیر وہ نوشتہ   دیوبیہ کی امید سے بڑھ کر

متفق ہو گیا وہ خوش ہو کر   جب دی گئی بشپ کو خبر   خاص شرکت کلیسیا میں دلائے   تب یہ چاہا کہ اطلاع وہ پائے

کل جماعت تھی منتظر اس کی   جب کہ بس روز چرچ میں پہنچی   اپنے بھائی کو اپنے ساتھ لیا   یوم مسعود وہ جبکہ آ پہنچا

مصطفیٰ اک بنا ہوا تھا جہاں تھا بنا اک چبوترہ بھی وہاں پاس اُن کے پرسبٹیر آیا مصطفیٰ کے قریب انہیں لایا

کر کے رُخ سوئے مغرب آخر کار تین بار اس طرح کیا اقرار آج شیطان کے کام چھوڑتے ہیں عیش و عشرت سے منہ کو موڑتے ہیں

پھر کے مشرق کی سمت پھر اک بار اپنا وعدہ کیا برملا اقرار ہم کریں گے مسیح کی خدمت باوفادار رہینگے بصد ہمت

عمر بھر اُسکا حکم مانیں گے پیروی اُس کی فرض جانیں گے پھر نگہبان نے دی دعا اُنکو فضل اور روح دے خدا اُنکو

آ کے بپتسمہ پھر بشپ نے دیا شامل اُنکو کلیسیا میں کیا برف سی جو سفید تھی پوشاک بعد بپتسمہ وہی دی پوشاک

ویویہ گو حسین تھی مشہور لیکن اب اور بھی بنی پُر نور جولیس نے بھی اصطباغ لیا شامل اُسکو کلیسیا میں کیا

دی پھر اس بات کی اُنہیں تحریک ہوں خداوند کی دعا میں شریک جب عبادت کا اختتام ہوا پریم بھوجن کا انتظام ہوا

کل امیر و غریب و خورد و کلاں بیٹھے کھانے کے واسطے یکساں تھے جو کم عمر خاص کر شاگرد یا عموماً غریب تر شاگرد

عالموں میں انہیں بٹھاتے تھے اُن سے وہ باتیں کرتے جاتے تھے کھانے پینے کے بعد وقتِ اخیر مختصر کی گئی وہاں تقریر

شکر کے گیت گا کے با فرحت سب ہوئے راہی اپنے گھر رخصت ویویہ کا یہ عزم تھا اب تک مارکس لوٹ آئے گھر جب تک

رازِ مخفی کو یوں عیاں نہ کرے بدگماں کوئی بدگماں نہ کرے اس لئے وہ نیا سفید لباس رکھ دیا اُس نے سُتلم کے پاس

ساتھ بھائی کو لے کے گھر آئی ہاں لیکن یہ دل میں ٹھہرائی اپنے کمروں میں جب چلی جائیں باپ ماں کو سبب نہ بتلائیں

لیکن آ کر انہوں نے کیا دیکھا نور سے سارا گھر بھرا دیکھا روشنی شعلوں کی شبک تر بقعۂ نور ہو رہا ہے گھر

ہو رہے ہیں مثالِ باغ نظر اس طرف لوگ اُس طرف جا کر اُنکی حیرت یہ کچھ عجیب نہ تھی کوئی تقریب بھی قریب نہ تھی

تو بھی مہمان آئے بیٹھے ہیں ساز و سامان لائے بیٹھے ہیں چھڑ رہی تھی جو بربط اور ستار ہوگا در پردہ کچھ نہ کچھ اسرار

ویویہ کو مگر خلافِ امید لگ گیا جلد اس خوشی کا بھید پنجۂ شوق کے نہ بس میں تھی اب وہ آغوشِ مارکس میں تھی

یوں ملاقات جو شتاب ہوئی ویویہ وقفِ اضطراب ہوئی بیقراری جو تھی نگاہ کے ساتھ ہوش پرّاں ہوئے لگا کے ہاتھ

مارکس نے اُٹھا لیا اُس کو اپنے کمرہ میں لے گیا اُسکو اُسنے دیکھا جب آئے ہوش و حواس بیٹھا ہے مارکس پلنگ کے پاس

جان سے جاں نثار کرتا ہے ایلوا کو وہ پیار کرتا ہے مٹ گیا ویویہ کا خوف و ہراس شاد ہو کر کیا ادا سے سپاس

آیا اتنے میں مارکس کا پدر بیٹھتے ہی اُٹھایا یہ ذکر مگر کارتھیج اور ساری ملک میں اب زور پر ہے مسیح کا مذہب

سویرس کا رکاوٹی فرمان دم بخود آپ ہی علی الاعلان بت پرستی سے اب جدا سب ہیں ایک مصلوب پر فدا سب ہیں

مختلف مقامات میں چھ ہزار ہیں جنکی تعلیم اور تیاری کے لئے کل دنیا میں انیس مدرسے قائم
کئے گئے ہیں ——— افسوس ہے کہ میتھوڈسٹ مشن کے بشپ پارکر صاحب بمقام نینی تال
انتقال کر گئے - آپ کی صحت کچھ عرصہ سے حد سے زیادہ اعتدال سے منحرف ہو رہی تھی ——— جنوبی
ہند میں بسی مسیحیوں کی تعداد ۷۰۸۰۶۰ ہے جن میں سے ۱۵۹۷۹۷ اعشائے ربانی
میں شریک ہونے والے ہیں - ۱۸۷۵ء سے اب تک مسیحیوں کی تعداد دو گنی اور عشائے
ربانی کے شرکا کی تگنی ہو گئی ہے - اسی علاقہ میں سریانی مسیحی ۳۴۰۰۰۰ اور رومن کاتھلک
۱۱۲۰۰۰ ہیں جنکی کل میزان بیس لاکھ سے زیادہ ہے ——— پنڈتہ رامابائی کے
مکتی مشن کا کام میں ۲۵۰ شرکا اور ۴۰۰ نو آموز مستورات ہیں جو گذشتہ چند ماہ سے
مسیحی کلیسیا میں شامل کی گئی ہیں ——— سلطان ترکی نے یہودیوں کو ملک کنعان
میں آباد ہونے کی ممانعت کر دی ہے ادھر خبر ہے کہ امریکہ کے یہودی ملک کنعان کو سلطان
سے خرید لینے کی تجویز کر رہے ہیں ——— سنہ ۱۸۴۲ء میں چین کی سلطنت میں صرف ۲۴
مسیحی تھے اب ان کی تعداد ستر ہزار اور ایک لاکھ کے درمیان ہے - اس عرصہ میں
ہزاروں دیسی مسیحی شہیدوں کی فوج میں داخل ہو چکے ہیں - لاہور کی مسیحی کلیسیا
بھی ملکہ مرحومہ کی کسی قسم کی یادگار قائم کرنے کے لئے کوشش کر رہی ہے - تجویز درپیش ہے
کہ غریب بیمار مسیحیوں کے لئے جن کو ڈاکٹر نے پہاڑ یا کسی اور جگہ تبدیل آب و ہوا کا حکم دیا ہو
اور جو ایسے اخراجات کے متحمل نہ ہو سکیں ان کے لئے پہاڑ پر کوئی مکان بنایا جائے یا انکے
اخراجات کیلئے کسی قسم کا فنڈ کھولا جائے - اس کام کے سرگروہ تمام پنجاب کے مسیحیوں کو اس
طرف توجہ دلاتے اور رائے بھی دریافت کرتے ہیں کہ آیا ایسی یادگار اچھی ہوگی یا کوئی اور
کام کیا جائے ——— اگر لاہور کی مسیحی کلیسیا ملکہ ہسپتال لاہور میں مسیحیوں کے لئے ایک
علیحدہ مکان بنوا دے تو اس سے کل مسیحیوں کو بہت ہی فائدہ حاصل ہو اور ایسی یادگار قائم کرنے کے
لئے یہ تجویز نہایت مفید ہو گی *

THE MASIHI,

AMRITSAR.

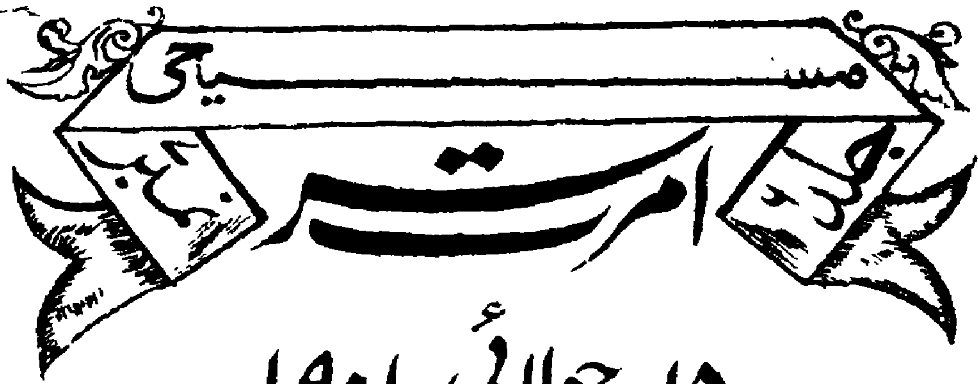
Vol. VI. *June, 1901.* *No. 6*

CONTENTS.

Literary Communications, Business Letters and Remitttances *alone* should be addressed to the Manager, *Masihi Press,* Lahore

Annual Subscription *strictly in advance*—

India and Ceylon, Re. 1-8-0 } Post free.
England and America, 2*s*. }



۱۵- جولائی - ۱۹۰۱

فہرستِ مضامین



گلدستۂ اخبار

مسٹر ایم۔ ایل۔ لیارام سے جو خبریں ہفتہ وار موصول ہوتی ہیں۔ اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ انگلستان تک آپ کا سفر نہایت آرام سے طے ہوا۔ مگر لیورپول سے روانہ ہو کر امریکہ تک بحرِ اوقیانوس نے بے مہری اور تند مزاجی دکھائی۔ ہفتہ بھر امتلائے معدہ میں مبتلا رہے۔ نیویارک میں وارد ہوتے ہی نہایت تپاک سے اُن کی آؤ بھگت کی گئی خصوصاً اخبارات کے نامہ نگاروں نے ایک اجنبی سمجھ کر اُن کو آگھیرا اور مختلف سوالات شروع کر دیئے۔ دوسرے دن روزانہ اخباروں میں مسٹر موصوف کی آمد کی خبر مشتہر کی گئی۔ مسٹر لیارام ملک کی خوبصورتی پر فدا ہیں اور معمولی اشیاء کی گرانی سے حیران ہیں کہ غریب وہاں پر کیونکر گزارہ کرتے ہیں۔ ایک اور بات نے اُن کو حیرت میں ڈال رکھا ہے۔ کہ اُن ممالک میں بڑے بڑے نامی اور صاحب رتبہ انگریز ایک ہندوستانی کے ساتھ کیسی محبت اور بے تکلفی سے پیش آتے ہیں۔ آپ بے اختیار دریافت کرتے ہیں۔ کہ ہندوستان میں ان لوگوں کو کیا ہو جاتا ہے۔ کیا ان لوگوں کی ساخت میں کچھ فرق ہے۔ یا ہندوستان کی آب و ہوا کا قصور ہے۔ آپ کے خیال میں موخر الذکر وجہ درست معلوم ہوتی ہے۔ آپ اغلباً ۱۰ ماہ حال کو امریکہ سے روانہ ہو کر ۱۷ کو لندن میں وارد ہوں گے۔ اور اگر اور کوئی سبب مانع نہ ہو۔ تو تین یا چار ہفتے انگلستان اور سکاٹ لینڈ کی سیر کریں گے۔ ایک خفیف سے معاملہ میں ہم مسٹر لیارام کی تعریف کرتے ہیں کہ آپ نے اپنے ملکی لباس کو ہرگز ترک نہیں کیا۔ اب تک ہم سنا کرتے تھے۔ کہ اُن اطراف میں انگریزی جست لباس زیب تن کر کے سیر کرنا ایک ضروری شرط ہے۔ مگر یہ غلط ثابت ہو گیا ہے۔

شہر بوسٹن کی جوبلی کنونشن کے جو مختصر حالات اخبارات میں مشتہر ہوئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ ایڈورڈ اور قیصر جرمن کی طرف سے ہمدردی کے خطوط پڑھے گئے۔ اور گورنروں اور نامی اشخاص اور عہدہ داروں اور اراکین سلطنت کی طرف سے ایڈریس پیش کئے گئے۔

ہم نے کمال مسرت سے سنا ہے کہ ہوشیار پور کے پادری چٹرجی صاحب کی دختر نیک اختر ڈاکٹری

مسیحی

۱۵۔ جولائی۔ ۱۹۰۱ء

نوٹ اور رائیں

انجیل کے خدمت گذاروں کی ضرورت۔ پنجاب مشن نیوز شاکی ہے کہ وسطی پنجاب میں سی۔ ایم۔ ایس کے متعلق کام کیلئے کئی ایک ضروری حلقے خالی پڑے ہیں۔ اور کچھ عرصہ تک ان حلقوں کو پُر کرنے کی کوئی صورت بھی نظر نہیں آتی۔ سنہ ۱۸۹۵ء سے لے کر مشن کے کارندوں میں بہت کمی ہوتی جاتی ہے۔ موجودہ عملہ میں نو اشخاص سنہ ۱۹۰۲ء و سنہ ۱۹۰۳ء میں رخصت پر جانے والے ہیں۔ اور جبکہ پُرانی اسامیاں ہی پورے طور پر پُر نہیں ہو سکتیں سوسائٹی نے اور نئی نئی ذمہ داریاں اختیار کر لی ہیں۔ اس پر طرہ یہ ہے۔ کہ کوئی نئے مشنری خدمت کے لئے تیار بھی نہیں ہو رہے۔ خصوصاً دیہات میں انجیل سنانے کی ضروری خدمت کے لئے کوئی آدمی آنے والا نہیں ہے۔ اس پر کلکتہ کا انڈین وٹنیس رقمطراز ہے۔ کہ یہ شکایت کچھ وسطی پنجاب ہی سے مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ اور کئی ایک مشنوں کا بھی یہی حال ہے۔ ہمعصر مذکور لکھتا ہے۔ کہ بعض علاقوں میں مشن کے مکانات جو زرکثیر کی لاگت سے تعمیر ہوئے خالی پڑے ہیں۔ مشنریوں کو دوسرے علاقوں میں اسامیاں پُر کرنے کی خاطر اپنے اسٹیشن چھوڑ آنے پڑے ہیں۔ یا بعض اوقات وہ بیمار ہو کر چلے گئے ہیں۔ اور اُن کی جگہ کوئی آنے والا نہیں ہے۔ بعض مشنریوں پر دُگنا بلکہ تگنا کام ڈالا گیا ہے۔ اور اسی وجہ سے شاداب علاقوں سے دست بردار ہونا پڑا ہے۔ ہندوستان میں یورپین اور امریکن مشن کے کوئی بیس علاقے ایسے موجود ہیں۔ جہاں بخوبی کام چلانے

کے لئے فوراً ایک معقول تعداد کارندوں کی ضرورت ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ خدمت کا حلقہ وسیع ہوتا جاتا ہے اور کارندوں کی تعداد کافی بہم نہیں پہنچ سکتی۔ مگر سرچشمہ کس نے بند کر دیا۔ کہ پُرانی اسامیوں کو پُر کرنے کے لئے بھی کوئی نیا آدمی بھرتی نہیں ہوتا۔ بعض کا خیال ہے کہ جنگ ٹرنسوال اس کمی کے لئے جوابدہ ہے۔ چنانچہ جنگ کریمیا کے وقت بھی بعینہٖ یہی حال ہُوا تھا۔ مگر بعد جنگ کے کارندوں کی تعداد بڑھ گئی تھی۔ شاید ممالک غرب میں جرچوں کے آئے دن نئے جھیلے یا میدانِ مشن کی مشکلات بعض کے سدراہ ہیں خیر اس کا اصلی باعث خواہ کچھ ہی ہو۔ اس میں کلام نہیں۔ کہ یہ موقعہ دیسی مسیحیوں کے لئے ایک الہیٰ بُلاہٹ ہے کہ جو کام اجنبیوں سے ٹھیک طور پر ہوتا نظر نہیں آیا۔ اُس کو تم کر کے دکھاؤ۔ جو مشن کے متعلق ہو کر خدمت کر سکتا ہے۔ وہ سُست بیٹھا نہ رہے اور جو اس سے بہتر طریق پر کام کر سکتا ہے۔ وہ بھی کمر ہمت باندھ کر آگے بڑھے۔ مدراس کے مسیحی جو مشن کے باہر مختلف صیغوں میں کاروبار کر رہے ہیں عملی تجاویز سوچ رہے ہیں۔ کہ کیونکر انجیل کی خدمت اپنے ذمہ لیں۔ کیا کوئی اس قسم کا مجمع ہمارے وسطی آباد علاقوں میں ممکن نہیں ہے؟ جب ہم خود شوق سے کلام کی جلیل خدمت اپنے ذمہ لینگے اُس وقت سمجھنا چاہیئے۔ کہ ہم میں زندگی موجود ہے۔

دیہاتی مسیحیوں کی افسوسناک رُوحانی حالت اور اُس کا علاج۔ بتاریخ ۲۳۔ اپریل سنہ رواں سی۔ ایم۔ ایس پنجاب ورلج مشن بورڈ کے ممبران اور بعض دیگر اشخاص کا ایک خاص جلسہ لاہور میں منعقد ہوا۔ اس غرض سے کہ دیہاتی مسیحیوں کی موجودہ حالت پر غور کی جائے۔ منجملہ دیگر مضامین کے عام طور پر تسلیم کیا گیا۔ کہ ہمارے دیہاتی مسیحیوں کی روحانی حالت نہایت ردی ہے۔ اس کی وجوہات مندرجہ ذیل قرار دی گئیں (۱) روحانی زندگی اور قوت میں ہماری (یعنی کارندوں کی) اپنی غفلت (۲) لائق کارندوں کی کمی۔ خصوصاً ایسے لوگوں کی جو خود بخود شوق سے اس خدمت کو اپنے ذمہ لیں (۳)

دیہاتی مسیحیوں کی پست حالت کا سوشل اور اخلاقی اثر (۴) بیسیوں زمینداروں کی اونے مدمت کرنے والوں کی غلامانہ حالت۔ جس کی وجہ سے اُن کو اتوار منانا اور باقاعدہ عبادت میں حاضر ہونا مشکل ہے (۵) بہت سے مسیحیوں کے غیر مسیحیوں کے ساتھ ناطہ داری کے تعلقات (۶) اقراری بنانے اور بپتسمہ اور استقامت کے پیشتر کافی طور پر اور باقاعدہ امتحان نہیں لیا جاتا (۷) ریڈروں اور جماعتوں کی تعلیم باقاعدہ اور سلسلہ وار نہیں ہوتی (۸) معلموں اور معلموں کے درمیان بے تکلف شخصی راہ و ربط ہونے میں سخت مشکلات + ان امراض کے دفعیہ کے لئے مندرجہ ذیل علاج تجویز کئے گئے۔ (۱) ہماری دینی روحانی زندگی کو ترقی کے لئے وسائل اختیار کرنا (۲) اقراری بننے وغیرہ کے پیشتر عبادت میں حاضر ہونے اور اتوار کو ماننے کی نسبت امتحان کرنے کا قاعدہ مقرر کرنا (۳) موسم درو میں دیہاتی ریڈروں کی تعلیم کے لئے جماعت مقرر کرنا اور بشرط ممکن برسات میں بھی ویسی ہی جماعت کا انتظام کرنا (۴) درمیانی عرصہ میں ریڈروں اور جماعتوں کو تعلیم دینے کا باقاعدہ سلسلہ قائم کرنا (۵) شوقیہ خدمت کرنے والوں کو مہیا کرنے میں کوشش کرنا (۶) عبادت کے وقت سوال و جواب کا استعمال (۷) لنگھا اور گیان گدڑی کا جاری کرنا + ہمارے ناقص خیال میں اول نمبر کی وجہ اور علاج سب سے ضروری امر ہے۔ ورنہ باقی لاحاصل ہیں +

سالی کے ساتھ شادی ۔ اس جھگڑے کا چرچا آجکل زوروں پر ہے۔ خصوصاً مدراس کے بشپ صاحب کا ایک مضمون جو آپ نے اپنے علاقے کے ایک محدیل کے جواب میں تحریر فرمایا ہے مشتہر ہو جانے سے اس کی طرف اور بھی توجہ ہو رہی ہے۔ جناب بشپ صاحب کی تحریر اگرچہ عالمانہ ہے۔ مگر ہمیں شبہ ہے۔ کہ دیسی مسیحیوں کو قائل کرنے میں کارگر نہ ہو گی۔ اگر قدیم بزرگوں کی روایات بمنزلہ دیا جائے۔ تو یہ تو ثابت ہو سکتا ہے۔ کہ رسولوں کے زمانہ میں اور اُن کے مابعد کی دو صدیوں میں یعنی سنہ ۳۰۰ء تک کلیسیا اگر کسی دینی عہدہ دار کی سالی کے ساتھ شادی کرنے کی ممانعت کرتی تھی۔ تو نہ اس خیال سے کہ وہ متوفی بیوی کی

جن ہے۔ بلکہ اس لئے کہ ان کے خیال میں دینی خادم کو دوسری شادی کرنا ناجائز تھا۔ اور خداوند نے ان الفاظ سے جن پر بشپ صاحب نے بھی زور دیا ہے۔ اگر کوئی نتیجہ نکل سکتا ہے۔ تو یہی ہے کہ بیوی کی وفات کے بعد دوسری شادی ہرگز نہ کی جائے۔ کیونکہ سالی کی شادی کے ناجائز ٹھیرانے والوں کا بڑا زور اس امر پر ہے۔ کہ بیوی کے مرجانے سے مرد کا رشتہ منقطع نہیں ہوتا۔ چنانچہ بمبئی کے ایک نامہ نگار نے جو بشپ صاحب موصوف کے لفظ لفظ پر جان دیتا ہے کرسچن ہیرلڈ میں یوں تحریر کیا ہے۔ کہ زوجہ اور خاوند گویا ایک شخص ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ خداوند مسیح اور کلیسیا جو اُن کی دلہن ہے ایک ہیں اور وہ خیال و فعل میں جدا نہیں ہو سکتے اُن کو نہ فقط اپنے اتحاد بلکہ یک جان ہونے کو محسوس کرنا چاہیئے۔ اور جس طرح کوئی شخص اپنے کو اپنے سے جدا نہیں کرسکتا۔ اسی طرح بیوی اور خاوند ملکر ایک ایسی ہستی ہے جو تقسیم پذیر نہیں۔ اُن کا اتحاد بے زوال ہے۔ جس مقدس رشتہ نے اُن کو پیوستہ کر رکھا ہے وہ نہ کھل سکتا ہے نہ کٹ سکتا ہے۔ **وہ ابد تک قائم رہیگا**۔ جسمانی یا اخلاقی موت فقط اُن کو جدا کر سکتی ہے۔ جن الفاظ کو ہم نے جلی حروف میں لکھا ہے وہ قابل غور ہیں۔ اگر مرد کا عورت کے ساتھ یہی حال ہے۔ تو سالی درکنار مرد کسی عورت کے ساتھ بھی شادی نہیں کر سکتا ہم کو اس وقت اس مضمون پر مفصل لکھنا مقصود نہیں۔ مگر ہم حیرت کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ ہمارے بزرگان دین کیونکر ایک ایسے معاملہ کو جس کا دارومدار ایک تحقیق تاویل ہے۔ بمنزلہ الہام کے سمجھتے اور اُس پر ایسا زور دیتے ہیں۔ کہ گویا وہ کوئی مسیحی دین کی اصولی بات ہے یا اُس پر نجات کا انحصار ہے۔ ہم کو اس معاملہ میں کوئی قانونی مشکل نہیں ہے۔ اور جو شخص کلیسیائے انگلستان میں اس قسم کی شادی کرنا ضرور سمجھتا ہے وہ دوسری کلیسیاؤں میں جاکر بآسانی کرسکتا ہے۔ مگر بقول مدراسی ہمعصر اصلی سوال یہ ہے۔ کہ کیا اس ملک میں کلیسیائے انگلستان کو اس قسم کی شادیوں کے خلاف بندش مناسب ہے۔ جب انگلستان میں قانونی سوال طے ہو جائیگا۔ تو یقین ہے۔ کہ

کلیسائے انگلستان کے بزرگ اس کی نسبت اپنے خیال تبدیل کرینگے۔ اور جب تک وہ دن نہ آنے کا تو بشپ ولبرفورس صاحب کے یہ الفاظ بالکل درست ہیں۔ کہ اس قسم کی شادیوں کی الٰہی شریعت میں ہی نہیں بلکہ ہر کلیسیا کے قانون میں ممانعت ہے۔ اسی مضمون پر ہم نے ڈاکٹر وایٹ بر نجت صاحب کی ایک تحریر درج کی ہے۔ ہم اُس کی نسبت کچھ کہنا نہیں چاہتے۔ ناظرین خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کہ ہمارے سوالوں کا جواب کہاں تک دیا گیا ہے +

پنجاب انڈین کرسچین اسوسی ایشن کی سالانہ رپورٹ بابت سنہ ۱۹۰۰ء بہر پہلو ترقی کی رپورٹ ہے۔ دس نئے ممبر شریک ہوئے۔ جن میں ہم خصوصاً چند پادری صاحبان کا نام دیکھ کر نہایت خوش ہیں۔ کلیسیاء کے عام اشخاص کے لئے یہ ایک عمدہ نمونہ ہے چندے پیشتر کی نسبت زیادہ باقاعدہ وصول ہوتے ہیں۔ اور بقایا بھی بہت کم ہے۔ اس سال میں ۹ وظائف دیئے گئے ہیں۔ جن کا مجموعی خرچ ۹۶ روپیہ ماہوار ہے۔ علاوہ اس کے ۰۰ ۸ روپیہ بطور ایک مستقل رقم کے بنک میں جمع کرایا گیا ہے۔ جس سے منتظمان کی سعی اور حسن انتظام مترشح ہے۔ جبکہ چرچوں کے تفرقوں کا جھگڑا ہر طرف سنائی دیتا ہے۔ ایسی ایسوسی ایشن جس کے ممبروں اور وظیفہ خواروں میں مختلف چرچوں کے مسیحی یگانگت کے بندھن سے پیوستہ ہیں۔ ایک ہمت افزا نشان ہے۔ اور ہر ایک بہی خواہ قوم کا فرض ہے۔ کہ اس کی امداد و ترقی میں کوشش کرے +

رابرٹ ہل کا قول ہے۔ کہ میں نہیں چاہتا۔ کہ مختلف مسیحی فرقوں کے درمیان دیواریں مسمار کی جائیں۔ مگر یہ کہ اُن کی اونچائی کم کی جائے۔ تاکہ ہم بآسانی ایک دوسرے کے ساتھ مصافحہ کر سکیں +

یہ نہیں کہا گیا کہ تم کو چمکنا چاہئے۔ بلکہ تمہاری روشنی چمکے۔ اس غلطی سے بچنا چاہئے +

کارسپانڈنس

بخدمت ایڈیٹر صاحب مسیحی

جناب من

جو کچھ میں نے سالی کے ساتھ شادی کے بارے میں تحریر کیا ہے اور جس پر آپ نے ماہ جون کے پرچے میں رائے زنی کی ہے وہ اپنی ہندوستانی مسیحی جماعت کو کسی مخمصہ میں پھنسانے کی غرض سے نہ تھا۔ میں نے تجربہ سے سیکھا ہے۔ کہ اس ملک میں کلیسیا کی ترقی کے ساتھ شادی کے متعلق اس قدر دقتیں پیدا ہوتی ہیں۔ کہ اُن پر اور مصنوعی مشکلات بڑھانے کی حاجت نہیں۔ مگر یہ بھی یاد رکھنا ضرور ہے۔ کہ موجودہ مشکلات کو حد سے زیادہ بڑھا بھی نہیں لینا چاہئے۔ بعض پُرجوش راؤں سے جو اس سوال کی نسبت پیش کی گئی ہیں۔ کوئی اجنبی یہ خیال کر سکتا ہے کہ پنجاب کے نصف مسیحی سالی کے ساتھ شادی کرنے کے پیچھے مر رہے ہیں۔ حالانکہ ایسوں کی تعداد نہایت قلیل ہے۔ میرے خیال میں ہماری دیہاتی کلیسیاؤں میں عورت کی شادی اپنے متوفی خاوند کے بھائی کے ساتھ ایک زیادہ ضروری سوال ہے۔ باوجود اس کے کسی معزز ہندوستانی مسیحی نے اس بندش کے خلاف ناراضگی کا اظہار نہیں کیا ہے۔

مگر جب کسی قوم کے درمیان جس میں مسیحی مذہب نے نئی نئی جڑ پکڑی ہے۔ کلیسیا کے قانون نکاح کے متعلق مشکلات پیش آئیں۔ تو بہترین طریق یہ نہیں کہ اُن سے پہلوتہی کی جائے بلکہ یہ کہ اُن کا مقابلہ کیا جائے۔ اگر ہندوستانی مسیحیوں کا خیال ہے۔ کہ کسی قسم کی آزادی ہم کو جائز طور پر حاصل ہو سکتی ہے۔ جو کلیسیا کے موجودہ قانون نکاح سے نہیں مل سکتی تو یہ کسی ملکی قانون مثلاً اُس ایکٹ سے جو اس وقت پارلیمنٹ میں پیش ہو رہا ہے۔ حاصل نہ ہوگی۔ اس معاملہ کی نسبت درست طریق وہی ہے جو علاقہ مدراس کے مسیحیوں نے اختیار کیا ہے۔ یعنی کلیسیا کے بشپ صاحبان کی خدمت میں مشکلات کو پیش کرنا تاکہ

[illegible] بشرط ممکن اُن کو رفع کرنے کی کوشش کریں۔ یہ یاد رکھنا بھی ضرور ہے۔ کہ [illegible] توجہ لازمی ہے۔ اور نہ کسی خاص علاقہ کے لیئے کی جا سکتی ہے بلکہ [illegible] دنیا کے ہر حصہ کی کلیسیا کے سب سے بنیادی تعلق یعنی خاندان پر ہوگا +

[illegible] اس سے کہ بشپ صاحب نے اپنے سائل کو جو جواب دیا ہے اس سے مجھے اس مسئلہ کو زیادہ واضح کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ میں فقط آپ کے جواب ہاں کو اپنے نجات دہندہ کے اُس اصول کا کہ مرد اور اُس کی زوجہ ایک جسم ہیں۔ کلیسیا اطلاق کیونکر کرے۔ جتانا چاہتا ہوں۔ کہ اُس اصول کو عملاً یوں ادا کر سکتے ہیں۔ کہ شادی کی وجہ سے ایک کے رشتہ دار دوسرے کے رشتہ دار ہو جاتے ہیں۔ یعنی زوجین میں سے ایک کی موت کے بعد دوسرے کو متوفی کے باپ یا ماں اور بیٹے یا بیٹی اور بھائی یا بہن کے ساتھ شادی نہیں کرنا چاہیئے اب اس پر اگر آپ سوال کریں۔ کہ کوئی شخص اپنے بھائی کی سالی کے ساتھ کیونکر شادی کر سکتا ہے۔ تو اس کا جواب صاف ہے۔ وہ اُس کی بیوی کی رشتہ دار نہیں ہے اصول یہ نہیں ہے۔ کہ کسی شخص کی بیوی کے رشتہ داروں کے رشتہ دار اُس کے اپنے ہو جاتے ہیں۔ نماز کی کتاب کے اخیر پر جو فہرست ناطوں کی دی گئی ہے۔ اس کے مطالعہ سے یہ امر روشن ہو جائیگا +

مجھے یقین ہے۔ کہ ہم سب مل کر دعا کرینگے۔ کہ ہسپج کے تمام شرکا خصوصاً اُس کے گلہ کے جویاں اس ضروری اور نازک سوال کا فیصلہ کرنے میں حق اور پاکیزگی اور محبت کی روح سے ہدایت پائیں + (ایچ۔ یو۔ وایٹ بریجٹ)

جناب من

آپ کے جون کے پرچہ میں جو اعتراض ہمارے معزز دوست آپ کے نامہ نگار صاحب نے عہد جدید کے نئے ترجمہ میں "خدا نہ کرے" کی نسبت کیا ہے۔ آپ نے اُس کے جواب میں کافی طور پر دکھا دیا ہے۔ کہ اُس میں محمدی مسئلہ تقدیر کا کچھ دخل نہیں ہے۔ درحقیقت وہ انگریزی ترجمہ

کے "خدا منع کرے" کا با محاورہ ترجمہ ہے۔ چنانچہ انگریزی میں منع کیا گیا" کا اُردو ترجمہ "حکم نہیں" کیا جاتا ہے +

اب باقی رہے آپ کے اعتراض۔ اولاً کیا وجہ ہے۔ کہ انگریزی نئے ترجمہ میں ایک ہی یونانی فقرہ کا ترجمہ فقط گلتیوں ۶ : ۱۴ میں بجائے "ہرگز نہیں" کے "خدا نہ کرے" کیا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اس خاص مقام پر یہ فقرہ ندائیہ نہیں ہے۔ جیساکہ باقی دیگر مقامات میں ہے۔ یہاں پر یونانی میں "لفظ بر" بڑھا دیا گیا ہے۔ پس لفظی طور پر اُس کا ترجمہ ہوگا "یہ مجھ پر واقع نہ ہو" جس کا با محاورہ ترجمہ ہے "ہرگز نہ ہو"۔ اسی مقام میں "خدا نہ کرے" کے بعد جو لفظ یونانی میں "مجھ پر" ہے اُردو میں رکھا گیا ہے "کہ میں فخر کروں وغیرہ) +

ثانیاً۔ انگریزی نئے ترجمہ میں جس فقرہ کا ترجمہ "خدا نہ کرے" کیا گیا ہے۔ اُس کا ترجمہ اُردو میں "ہرگز نہیں" کیوں کیا گیا ہے۔ اس میں اہل زبان کے محاورہ کا خیال رکھا گیا ہے۔ انگریزی میں یہ کہنا کہ "ایسا واقع نہ ہو" یا اُردو میں کہ "ایسا نہ ہو" با محاورہ نہیں ہے۔ اسلئے ہر موقع پر ایک ہی مطلب کا مختلف محاورہ رکھا گیا ہے۔ عہد عتیق میں جہاں یہ فقرہ آیا ہے۔ اُس کا لفظی ترجمہ "کفر" ہے (پیدائش ۴۴ : ۷ و ۱۷ وغیرہ) اور اُن مقامات پر مرزا پور والے ترجمہ میں "خدا نہ کرے" کیا گیا ہے +

ثالثاً۔ کیا وجہ ہے۔ کہ اُردو کے ترجمہ کرنے والے تیرہ مقامات پر تو "ہرگز نہیں" ترجمہ کرتے ہیں۔ اور فقط دو جگہ "خدا نہ کرے"۔ جواب اس کا یہ ہے۔ کہ اُن تیرہ مقامات میں دلیل کے سلسلہ میں یہ فقرہ بطور جواب کے آیا ہے۔ ایسے موقعوں پر "خدا نہ کرے" جو ایک دعائیہ فقرہ ہے ناموزون ہوتا۔ وہاں پر زور نفی کی ضرورت تھی جس سے جوش کا اظہار ہو۔ اسلئے "ہرگز نہیں" رکھا گیا۔ لوقا ۲۰ : ۱۶ یا گلتیوں ۶ : ۱۴ میں ایک ممکن الوقوع امر سے توبہ کا اظہار ہے۔ اس وجہ سے "خدا نہ کرے" استعمال کیا گیا ہے +

(ایچ۔ یو۔ وایٹ برنٹ)

ابن آسکیو

(از پادری جی۔ ٹی ویل داعظ اعظم صاحب ایم۔ اے)

شادم کہ با [illegible] و [illegible] ہمہ   للہ الشکر با شوکت و شانید ہمہ

روزے کہ از [illegible] تفضید فلانے چون آمد   بارے از لطف بگوئید چسانید ہمہ

مثل مشہور ہے کہ مصیبت کا کوئی ساتھی نہیں۔ جس طرح [illegible] کو رنگ بدلتے کچھ عرصہ
نہیں لگتا۔ اسی طرح لوگوں کو رخ پلٹتے دیر نہیں لگتی۔ مصیبت اپنی انتہائی کمال کو
پہنچتی ہے۔ جب اپنے پرائے ہو جاتے اور خویش و اقارب اغیار کی مانند اپنے
[illegible] عزیزوں سے پہلوتہی کرتے نظر آتے ہیں۔ سخت دلی اور بے مروتی
[illegible] کر خون کو [illegible] کرنا آسان ہے۔ ایمان [illegible] کا [illegible] دونو جہاں میں کالا ہے
[illegible] ان کو [illegible] ۔ اُدھر خدا کی پھٹکار۔ وہ پروردگار جو مور و ملخ تک کو رزق
[illegible] ان کو جو [illegible] کہ ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔ [illegible] نے اپنے ساتھی ابوبکر
سے جب وہ [illegible] ثور کے غار میں چھپے ہوئے تھے کیا خوب کہا۔
[illegible] ہم دو نہیں۔ بلکہ تین ہیں۔ کیونکہ ہمارا [illegible] بھی
[illegible] ساتھ ہے [illegible] اور جہاں کہیں حق نے سر اٹھایا [illegible]
[illegible] کو چھوڑے۔ جن کے دل میں خداوند کی محبت کی آگ لگتی ہے۔ وہ
[illegible] کی [illegible] سے ٹھنڈی نہیں ہوتی۔ اُن کے لئے [illegible]
[illegible] سے باز آنا۔ اور دیدہ و دانستہ کسی غلط باطل عقیدہ کا مقلد ہونا
[illegible] ناممکن ہے۔ جس قدر آگ کا پانی میں لگنا یا پودے کا سطح فولاد پر جمنا۔ اگر
[illegible] اور تیسری صدیاں [illegible] بت پرست رومیوں نے [illegible] جلا [illegible]
[illegible] ہیں۔ تو یہ اتنا تعجب خیز نہیں ہے۔ جتنا پندرھویں اور سولھویں صدی [illegible]

کے پروٹسٹنٹ مسیحیوں کی سیاست و ایذا کا حال دردانگیز ہے۔ اصلاح کے زمانہ میں خداوند کے ہزاروں کیا لاکھوں بندوں اور باندیوں نے اپنی جانیں تو دیں پر اپنے ایمانوں کی پوری وقعت اپنے استقلال و استقامت سے قائم رکھی۔ پروٹسٹنٹ کو جلانا۔ پانی میں ڈبانا۔ اعضا شکنی کی کلوں سے بے طرح اذیت پہنچانا رومن کیتھولک مقدسوں کی سمجھ میں بہت نرم و ملائم سزائیں تھیں۔ آخر یہ سرخرو اور سیاہ دل عابد اپنے سنگ دل آبا واجداد کے سارے آزاردہ اوزاروں کے وارث تھے اور ایسے لائق وارث تھے۔ کہ اپنے بزرگوں پر بھی ایک درجہ سبقت لے گئے۔ جب مُردوں کی نعش بوسیدہ اور استخوان رمیدہ کو قبروں سے نکلوا کر سر بازار ٹنگوانے لگے۔ ہمیں تو ایک شاہنشاہ چارلس پنجم ہی ایسا دکھائی دیا۔ جس نے مارٹن لوتھر کی قبر پر کھڑے ہو کر ان بیدل اور نرک صفت مشیروں کو جب وہ گور سے لاش کو اکھڑوانے کی ترغیب دے رہے تھے۔ بڑی اولوالعزمی سے یہ جواب دیا۔ کہ "میں مردوں کے ساتھ جنگ نہیں کرتا"۔ ورنہ پوپ سے لے کر عوام تک سبھوں نے یہ مان لیا تھا۔ کہ ہمارے لئے زندوں کو مارنے میں اور مُردوں کو ستانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت کرنا قسم ہے۔ کیونکہ ہم نے بے گناہوں کے سر کو قلم کرنے کا اور آزاد منش مسیحیوں سے جور و تعدی کے ساتھ پیش آنے کا بیڑا اُٹھا رکھا ہے +

اِن مذکورہ بالا سطور کو فے الذہن رکھ کر ہم این آسکیو کی تکلیفوں کے ساتھ ہمدرد ہو سکینگے۔ جو سولھویں صدی میں انگلستان جیسے مہذب ملک میں شہید ہوئی۔ یہ خاتون ایک اعلےٰ درجے کے رئیس کی بیٹی تھی۔ بچپن ہی سے خداشناسی اور نماز و بندگی کی خو اس نے ڈالی اور لنکن شیر کے صوبہ میں اپنی نیک مزاجی۔ سلیم طبعی اور خوش خلقی کے باعث ہر دل عزیز ہو گئی۔ کائم نامی ایک جوان دولتمند رومن کیتھلک کے ساتھ بیاہ ہُوا۔ تین برس کے اندر دو بچوں کی

ماں بھی ہوئی۔ پر س عرصہ میں عجیب طرح کا انقلاب اس کے مذہبی خیالات میں پیدا ہوا۔ اپنے عقاید کی پختگی اور تسلّم کی نسبت بڑے سنگین شکوک اس کے دل میں پڑ گئے۔ انجیل کی کثرت مطالعہ سے اپنی غلطیاں دیکھنے لگی۔ اور علانیہ کلیسیا۔ ئے روم کی تبع سے انکار کیا۔ عقل کی ہوا بدلنے اُن مسائل کو جن پر نوع بشر کی نجات و راحت جاودانی منحصر ہیں۔ روشن اور حل کردیا۔ چنانچہ اُس باخدا عورت نے پادریوں کے بنھائے ہوئے دُوال اور روم کے معتبر نصارے کو قدیم یونان کا بت خانہ سمجھ کر انہیں استغفار کی نظر سے دیکھنا شروع کیا۔ ادھر دشمن بھی تن کے سایہ کی طرح ساتھ لگے ہوئے تھے لہذا نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ کاتم کے چند خیر اندیش روحانی محافظوں نے اپنی قارغانہ ری سے صلاح نیک دیکر اُس عالی حوصلہ عورت کو ذلت کے ساتھ گھر سے نکلوایا۔ اُس پروردۂ ناز و نعم کے لئے اس جانکاہ واقعہ سے گویا قیامت بپا ہوگئی۔ اس رسوائی کی کلی کے پھوٹنے کی دیر تھی۔ کہ سارے پوشیدہ خار جو اس کے دامن میں نہاں تھے یک بیک نمودار ہوگئے۔ گھر سے نکالے جانے کے باعث اپنے زردوست ملاقاتیوں کی نظروں سے گر گئی اور اپنے سگے رشتہ داروں کے دل سے اُتر گئی۔ کوڑی کوڑی کو محتاج ہوئی اور سیدھے منہ سے بات کرنیوالے تو درکنار بات پوچھنے والے بھی سب مر گئے۔ گھر بار چھوٹا۔ آشنا ورفیق چھوٹے۔ اور اپنے دو لالوں سے بھی سدا کو بچھڑی۔ ماں باپ نے بھی ایسی کٹھن گھڑی میں شکل نہ دکھائی اور نہ کبھی بھولے منہ سے اس کی خیر خبر اوروں سے پوچھی۔ نالائق شوہر کے دل میں بھی ذرا درد نہ آیا۔ لیکن اُس بیچاری دکھیا کے حاسدوں کو اتنے پر بھی صبر نہ آیا۔ بدعت کا اتہام اُس کے سر تھوپ کر اُسے گرفتار کروایا۔ اور عنقریب دو ہفتہ تک اُسے ایک تنگ و تاریک زنداں کے اندر مقید رکھا۔ ایسی اڑی میں ایک چچا زاد بھائی تھا۔ جو آڑے آیا۔ اپنی بہن کی بیکسی اور

لاچاری کا حال سُن روانہ ہُوا اور اپنا بہت کچھ زر پُوج کر اُس مصیبت کی ماری کو رہا کر دایا۔ لیکن مشیّت ایزدی میں جو امور شدنی تھے۔ اُن کا ٹلنا محال تھا دو ایک ہفتہ کے بعد پھر گرفتار ہوئی۔ بڑے بڑے نامی منصبداروں کے آگے پیشی ہوئی۔ پرتنے اس امر کی تحقیق کے لیئے بیٹھے تھے۔ کہ آیا وہ فی الحقیقت بدعتی ہے یا نہیں اپنے سنگ لوہے کے کلیجے لائے تھے۔ کسی بھلے مانس کو اس پر ترس نہ آیا۔ بہتیرا چاہا۔ کہ کس طرح وہ عورت اعتراف کرے۔ پر اُس نے بڑی حصانت کے ساتھ یہ کہ کر اُن بے درد جلادوں کا مُنہ بند کیا۔ کہ اعتراف کیونکر کروں۔ میں تثلیث و شفیع کا انکار کر نہیں سکتی۔ ہاں گناھوں کا اقرار کر لے تو رحم کی توقع بھی کر سکتی ھوں پر انسان سے نہیں" منصف نے شعلہ بھبوکا ہو کر بڑی جھنجھلاہٹ کے ساتھ کہا کہ لڑکی یا تو اعتراف کر ورنہ شکنجہ تیرے پیچھے ہے۔ شکنجہ کو دیکھتے ہی ایسی سہائی کہ مُنہ فق ہو گیا۔ اور اس کا نحیف بدن کانپنے لگا۔ نہایت حسرت کی نظر سے حاضرین جماعت پر نگاہ کی پر اُن مردم کُش سپاہیوں جیسے بے درد قصائیوں میں سے ایک کا بھی دل نہ پگھلا۔ آخر آسمان کی طرف آنکھیں اُٹھائیں۔ اور کہا "ھرگز انکار نہ کرونگی"۔

الغرض اس بیت کی ماری کو شکنجہ میں کسا اور ایسی بے رحمی کے ساتھ کہ اس نازک بدن کے کئی جوڑ اپنی جگہ سے الگ ہو گئے۔ جب شکنجہ سے نکالا تو بیہوش ہو کر زمین پر اوندھی گر پڑی۔ موت کا فتوے لگایا گیا۔ اور جلائے جانے کی تاریخ سولھویں جولائی ۱۵۴۶؁ء معین ہوئی۔ جب تک شہادت کا روز پُر نور نہ آیا۔ ایک قید خانہ سے دوسرے قید خانہ میں کھینچتی پھری۔ ان ظالموں نے کھانا دینے سے بھی انکار کیا تھا۔ اس وجہ سے ایک داعیہ جسے اس خاتون کی

اگلی مہربانیاں یاد تھیں مزدوروں کے آگے جاکر اُس مبارک عورت کی مصیبت روئی اور وہ ملکہ اس
کے کھانے کا سامان بہم پہنچانے آفرین ہے ان خدا ترس سکینوں پر جنہوں نے اپنا پیٹ کاٹ کے
اپنی ایک معذوری بہن سے آدمی ایک بے دوست - بے گھر - بے سر و سامان دکھیاری کو دی - وہ خدا کے
منعلم جس کے نام میں ٹھنڈے پانی کا پیالا بھی بے اجر نہیں دیا جاتا - روز محشر میں ان
چند ہمدردوں کی بنا پر بہار نہ بھولیگا +

آین آسکیو کی زندگی کا شیشہ ساعت بھی پورا ہو گیا تھا - ریت کے چند ذروں کی ورثہ بھی اُن کے رہنے
پرس کی زیست کا اس روئے زمین پر خاتمہ تھا - آخر وہ ساعت بھی جس کا اندیشہ مہینوں سے تھا آ پہنچی
آن پہنچی یہ دکی پہنچا کر آسیتن ہیجان کو جلانے کے لئے لے گئے اُسکے ساتھ تین مرد اور بھی شہید
ہونے والے تھے - وہ بھی ہمراہ ہوئے شکنجہ کی جانب - خدا کی قدرت اعدائے سنگدل کی سختی عزیزوں
کی بے اعتنائی - جان پہچان کی بیوفائی اور دوستوں کے سوز ہجر نے اُس مہجور کے تن بدن
کو اور بھی گھلا کر کانٹا سا کر دیا تھا - دل غم سے داغ داغ کلیجہ ناخدا ترسوں کی بھرمار طعن سے چھلنی
اور سینہ بار الم سے چور - گویا نیم مردہ پہلے ہی سے تھی - تس پر بھی صبر و ضبط کو ہاتھ سے جانے نہ دیا -
اتنی بھی طاقت نہ تھی جو سیدھی کھڑی ہو سکے چنانچہ ایک لکڑی کے ستون سے کمر باندھی گئی
اور آگ لگائی گئی شعلوں کی لپٹ نے دو ایک پل میں کام تمام کر دیا - اور کالبد خاکی سو گھنٹے
کے اندر جل کر راکھ ہو گیا - اور آین آسکیو اپنے خدا سے جا ملی +

کوئی نیک کام آج تک بے سود و ثمر نہیں ہُوا - انسان نے اپنے معبود کی بزرگی یا حیات مستعار میں اپنے
ذاتی نفس کی تکمیل سے یا موت میں وفادار رہنے سے کی ہے - فتحمندی اور نصرت اکثر انہیں کو نصیب ہوئی
ہے جنہوں نے خداوند کی خاطر اپنے کو قربان کیا - خداوند صلیب پر مُوا - پولوس روم میں مقتول ہُوا -
پولیکارپ شیروں کے آگے ڈالا گیا - فرا ونچینو کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے -
ساونرولا کو سولی ملی - جون حُسن دیکھتے انگاروں پر بھونا گیا - جون ٹنڈیل نجران کے شہیدوں
کی طرح آگ میں جھونکا گیا - فرانسس زیویئر اجنبی سرزمین کی ساحلی خاک پر تن تنہا سری میں
ٹھٹھر کر جاں بحق ہُوا - ولیمز اور ہیرس آدم خوروں کے لقمہ ہوئے - دنیا نے ان کی موت سے

ہندوستان میں نو مرید مسیحیوں کے قانونی حقوق

حال میں فاضل ججان چیف کورٹ نے ایک نہایت دلچسپ قسم کا فیصلہ دیا ہے جس کا خلاصہ ہم سول اینڈ ملٹری گزٹ میں سے ترجمہ کرتے ہیں۔ وھو ھذا

وقتاً فوقتاً عدالتوں میں مسیحی مشنریوں اور دیگر ملکی مذاہب کی جماعتوں کے درمیان دلیسی نو مرید مسیحیوں کے حقوق کی نسبت قضایاء دائر ہوا کرتے ہیں۔ حال میں پنجاب چیف کورٹ نے اسی قسم کے ایک مقدمہ کا فیصلہ کیا ہے۔ جس کا اثر دور تک پہنچیگا یہ مقدمہ دہلی میں اُٹھا تھا۔ اور اس کا عنوان گل محمد اپیلانٹ بنام مساۃ وزیر بیگم ہے مختصراً اس مقدمہ کے حالات یوں ہیں۔ کہ ایک محمدی شخص گل محمد نامی نے ایک سال کا عرصہ گذرا مسیحی مذہب اختیار کیا۔ اور اپنے دو بچوں کو بپتسمہ دلایا۔ چونکہ وہ رنڈوا تھا۔ اُس نے خیال کیا۔ کہ مجھے اس معاملہ میں کون صلاح دینے والا ہے۔ مگر اُس کی ساس مسمات وزیر بیگم نے دوسرا پہلو اختیار کیا۔ اور اگرچہ وہ اس کے اپنے تبدیل مذہب میں مخل نہ ہو سکتی تھی۔ مگر اُس نے دعوے کیا کہ میرا حق ہے۔ کہ دو نو نابالغ بچوں کو یعنی ایک لڑکے اور ایک لڑکی کو جو اپنی رائے اور ارادہ خام کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ مسیحی ہونے سے روکوں۔ چنانچہ اس نے ڈسٹرکٹ جج دہلی کی عدالت میں بچوں کا حق ولایت حاصل کرنے کی درخواست دے دی۔ جج صاحب نے لڑکے کی نسبت تو عرضی نامنظور کی اور لڑکی کی مسمات مذکور کا حق ولایت تسلیم کیا۔ جج صاحب نے کسی عجیب منطق سے یہ رائے دی کہ والد نے محمدی مذہب ترک کرنے سے ایک بچہ پر تو حق زایل کر دیا۔ مگر دوسرے پر حق قائم رہا۔ اس نصفا نصف فیصلہ پر طرفین کو اپیل دائر کرنا پڑا۔ چیف کورٹ میں ہر دو جانب کے وکلا نے بڑی گرمجوشی سے دلایل پیش کئے ہندوستان میں گورنمنٹ کا قانون ہے۔ کہ کوئی شخص اپنے مذہبی عقاید کی وجہ سے نقصان

نہیں اُٹھائیگا۔ بشرطیکہ قانوناً اس کا تدارک ہو سکتا ہو۔ اس واجب اصول کو ہمیشہ مدنظر نہیں رکھا جاتا تھا۔ مگر ایکٹ ۲۱۔ سنہ ۱۸۵۰ء نے صاف صاف الفاظ میں اس کو پیش کیا۔ کہ اگر کوئی شخص کسی قانون یا رواج کے روسے اپنے آبائی مذہب کو ترک کرنے سے اپنے حقوق یا جایداد سے محروم کیا جاتا ہے۔ تو آیندہ اُس پر عملدرآمد نہ ہوگا۔ باوجود اس کے سماعت مذکور کے وکیل نے پیش کیا کہ موجودہ مقدمہ میں والد نے مرتد ہونے سے اپنے بچوں پر اپنے حقوق ولایت کو زائل کردیا ہے۔ اُدھر مسٹر جسٹس امیر علی کی رائے میں ایکٹ ۲۱۔ سنہ ۱۸۵۰ء کا اثر فقط وراثت تک محدود ہے۔ لیکن خواہ مسٹر امیر علی کو قدیم محمدی قانون میں اعلےٰ درجہ کی سند قرار دیا جائے وہ کسی انگریزی آئین کی تشریح اور توضیح میں ایک انگریز جج کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ اور الفاظ زیر بحث حقوق یا جایداد ہیں نہ کہ "جایداد کے حقوق" اس لئے چیف کورٹ کو یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ لفظ حقوق سے کیا مراد ہے۔ ایکٹ متذکرہ بالا میں اس کی کوئی تعریف نہیں دی۔ اس عدم موجودگی کے باعث جج صاحبان نے نہایت دانائی سے اس لفظ سے تمام حقوق مراد لی جس میں والدین کے حقوق ولایت بھی شامل ہیں۔ بنا براس تعریف کے فیصلہ والد کے حق میں اور بچوں کی نانی کے خلاف ہُوا۔ عدالت کو ایک اور تنقیح کا بھی فیصلہ کرنا تھا۔ یعنی جو محمدی بچہ محمدی شادی سے پیدا ہو وہ اسلامی طریق پر پرورش پانے کا حقدار ہے۔ چیف جج صاحب نے قرار دیا۔ کہ ہم اس دلیل کو قبول نہیں کرسکتے۔ بلاریب ہر ایک مذہب کے ماننے والے ایسے بچوں کو جو اُن کے مذہب میں پیدا ہوئے ہوں اُسی مذہب میں پرورش پانے کا حقدار سمجھتے ہیں۔ لیکن کوئی مذہبی فرقہ ایسے خوردسال بچوں کے حق میں جو خود اپنا دعوےٰ پیش نہ کرسکتے ہوں ان کے والدین کے خلاف کسی قسم کا مذہبی دعوےٰ کرنیکا حق نہیں رکھتا۔ ایسا دعوےٰ والدین کے طبعی حقوق پر ترجیح نہیں رکھ سکتا خواہ وہ اپنا

نہ ہب میں آ لیں اور نہ ایسے خورد سال بچوں کے لئے جو اس قسم کے سوالات سمجھنے کے قابل نہیں ایسے رحو لے پر زور دیا جا سکتا ہے عدالت نے یہ بھی فیصلہ کیا۔ کہ عموماً والد کی ولایت میں لڑکی کی حفاظت کا حق شامل نہیں ہے۔ تاوقتیکہ وہ بالغ ہو جائے مگر موجودہ مقدمہ میں اگر لڑکی کو اپنی محمدی نانی کے زیر حفاظت رکھا جائے اور ساتھ ہی مسیحی والد کی ولایت بھی رہے۔ تو خواہ مخواہ کا جھگڑا پڑ جائیگا۔ اور چونکہ قانوناً ایک لڑکی کے لئے ایک مذہب دوسرے سے بہتر نہیں کورٹ کو فقط لڑکی کی خوشی مدنظر ہے اور یہ اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے والد کے ساتھ رہے۔ مقدمہ کے تمام اخراجات بھی مسات وزیر بیگم پر ڈالے گئے +

چیف کورٹ کے اس فیصلہ نے محمدی اخبارات کو سخت بھڑکا دیا ہے۔ نوروز علی اور ڈاکٹر برخوردار خان مسماۃ خان بی بی کے مقدمات کی نظائر پیش کرکے اس فیصلہ کو الٹ دینا چاہتے ہیں بعض کی رائے ہیں واضعان قانون ہی اس کا پختہ تدارک کر سکتے ہیں۔ سو محمدی انجمنوں کی ہمت پر موقوف ہے۔ ہم کو ایک لاہوری اخبار کی تجویز پر ہنسی آتی ہے جس کو اپنی چھوڑ کر ہندوؤں کی پڑ گئی ہے۔ اس کے خیال میں اس فیصلہ کا اثر مسلمانوں اور عیسائیوں کی نسبت ہندوؤں پر بہت ہی زیادہ پڑیگا۔ مسلمان اور عیسائی دونو نومرید کرنے والے مذاہب کے پیرو ہونے کی وجہ سے تو آپس میں جلدی ہٹ سکتے ہیں۔ اگر آج عیسائی کسی نو مسیحی مسلمان کے بچوں کو عیسائی کر لینگے تو کل اسی نظیر سے کام لیکر مسلمان کسی نو مسلم عیسائی کی اولاد کو بھی مسلمان بنا لینگے۔ مگر ہمارے ہندو بھائیوں کو اپنے نابالغوں کو ان کے والدین کے تبدیل مذہب کی صورت میں اپنی جماعت میں شامل رکھنا بہت مشکل ہو جائیگا۔ بنابریں مسلمانوں سے بڑھ کر ان پر واجب ہے۔ کہ وہ اس بڑی نظیر کو منسوخ کرانے کی کوشش کریں۔ ورنہ جلد ایک دن ان کو اس اغماض پر متاسف ہونا پڑیگا۔ شاید اس اخبار کو معلوم نہیں کہ ہندوؤں میں ایک فرقہ آریا سماج ہے جس نے نومرید مسیحیوں کے خلاف ہر قسم کی کارروائی کرنے کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے اور وہ وقت پر محمدیوں کو بھی مدد دینے کو تیار ہیں +

(سلسلہ کے لئے دیکھو گذشتہ دو نمبر)

جو دیبل نے شادی بھی کر لی تھی جس سے اُس کے چار بیٹے پیدا ہوئے۔ اُن میں سے تین تو بچپن ہی کی حالت میں فوت ہو گئے۔ صرف ایک سن بلوغ کو پہنچا۔ جس کا نام جولیس تھا جو کہ وہ اکلوتا لڑکا تھا۔ جو دیبل نے اپنی تمام محبت اور توجہ اسی پر صرف کر دی اس کی یہ خواہش یہ تھی کہ اُس کی ایسے طور پر تربیت کرے۔ کہ وہ اُن شکوک اور شبہات سے جن سے اُس کی اپنی زندگی بے مزہ ہو گئی تھی۔ بچا رہے۔ اس لئے جونہی وہ لڑکا پندرہ سال کا ہُوا۔ اُسے تعلیم و تربیت کے لئے ایک مشہور عالم کے سپرد کر دیا گیا۔ جو اپنی حکمت میں شہرۂ آفاق تھا +

جولیس کے ہمراہ ایک اور لڑکا تھا۔ جو اس کا ہم عمر اور اس کے باپ کے آزاد کئے ہوئے غلام کا بیٹا تھا۔ اس لڑکے کا نام پمفلس تھا۔ یہ دو نو لڑکے ایک جا رہتے۔ اور اکٹھے تعلیم پاتے تھے۔ جولیس علم انشاء اور ریاضی کا شائق تھا۔ مگر پمفلس اور سب علوم پر فلسفہ کو ترجیح دیتا تھا +

کچھ عرصہ بعد ایک دن پمفلس نے اُستاد کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ وہ مدرسے کو چھوڑنے پر مجبور ہے۔ کیونکہ اُس کی بیوہ ماں ٹرفنی نامی ایک اور شہر میں جا کر بود و باش اختیار کرنا چاہتی ہے۔ اُستاد کو ایسے ہونہار شاگرد کے جانے پر سخت افسوس ہُوا۔ مگر خاص کر جولیس کے لئے یہ جُدائی نہائت شاق تھی۔ اُنہوں نے پمفلس کو ٹھہرنے کی بہت ہی ترغیب دی۔ مگر اُس نے نہ مانا۔ اس نے اپنے دوستوں کا اُن کی مہربانی اور محبت کے لئے شکریہ ادا کیا۔ اور الوداع کہہ کر رخصت ہو گیا +

اس بات کو دو سال گذر گئے اس اثناء میں جولیس نے اپنی تعلیم بھی ختم کر لی۔ مگر اس عرصہ میں اُسے پمفلس سے ملنے کا کبھی اتفاق نہ ہُوا۔ لیکن اتفاقاً ایک دن اُن کی بازار میں ملاقات ہو گئی۔ وہ اُسے اپنے گھر لے گیا۔ جب دونو دوست مل کر بیٹھے۔ تو جولیس نے اُس کی موجودہ زندگی کے متعلق سوال کرنا شروع کیا۔ پمفلس نے جواب دیا۔ میرے

اور میری ماں کے بہت سے رفیق و آشنا ہیں۔ اور ہم سب اکٹھے رہتے ہیں۔ اور ہمارا سب کچھ مشترک ہے +

جولیس۔ اس کے کیا معنی ؟

پمفلس۔ ہم میں سے کوئی بھی کسی چیز کو اپنی نہیں کہتا۔ بلکہ ہر ایک چیز سب کی سمجھی جاتی ہے +

جولیس۔ لیکن تم اس طور پر کیوں رہتے ہو ؟

پمفلس۔ ہم مسیحی ہیں +

جولیس۔ اچھا تو یہ کیا بات ہے۔ جو میں سنتا ہوں۔ کہ مسیحی لوگ چھوٹے بچّوں کو مار ڈالتے اور اُن کا گوشت کھاتے ہیں۔ کیا تم بھی ایسا ہی کیا کرتے ہو ؟

اُن دنوں مسیحی ہونا ایسا سمجھا جاتا تھا۔ جیسا آج کل نہلیسٹ ہونا۔ جب کسی شخص کی نسبت ثابت ہو جاتا۔ کہ وہ مسیحی ہے۔ تو وہ فوراً قید خانے میں ڈالا جاتا تھا۔ اور اگر وہ عدالت کے سامنے اپنے دین کو ترک نہ کرتا۔ تو فوراً قتل کر دیا جاتا۔ جب اُس نے سنا۔ کہ اس کا دوست مسیحی ہے۔ تو وہ نہائت خوف زدہ ہو گیا۔ کیونکہ اس نے مسیحیوں کی نسبت طرح بہ طرح کی خوفناک باتیں سنی تھیں +

پمفلس۔ آپ میرے ساتھ آ کر خود دیکھ لیں۔ کہ ہم کوئی ایسا عجیب خوفناک کام نہیں کرتے۔ بلکہ ہماری ساری کوشش اس بات میں ہے کہ ہم کسی شخص کو دکھ نہ دیں +

جولیس۔ مگر آپ کسی چیز کو اپنی ملکیت ٹھہرائے بغیر کیونکر رہ سکتے ہیں +

پمفلس۔ ہمارے پاس گذارے کے لئے کافی ہے۔ ہماری محنتوں سے جو کچھ ملتا ہے ہم اپنے بھائیوں کو دے ڈالتے ہیں۔ اور اسی طرح وہ بھی ہمارے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے ہیں +

جولیس۔ لیکن فرض کرو۔ کہ وہ تم سے تو لیتے جائیں۔ اور اس کے عوض میں تم کو

رکھ دیں؟

پمفلس۔ ہم میں سے ہرگز کوئی شخص ایسا نہیں کرتا۔ تمہارے جیسے لوگ محبت آرام اور چین کا بہت کچھ ذکر کرتے ہیں۔ مگر ایسے لوگ ہم میں کبھی شامل نہیں ہوتے۔ کیونکہ ہمارا طریق زندگی بالکل سیدھا سادا اور عیش و عشرت سے مبرا ہے +

جولیس۔ لیکن بہت سے ایسے کام چور بھی ہیں۔ جو خوشی سے ایسے مجمع میں شریک ہو جائینگے۔ جہاں کام نہ کرنا پڑے اور کھانے کو مل جائے +

پمفلس۔ ہاں ایسے بھی ہوتے ہیں۔ اور ہم انہیں خوشی سے قبول کر لیتے ہیں۔ چنانچہ ایک غلام کا ذکر ہے۔ جو مالک سے بھاگ کر چلا آیا تھا۔ پہلے تو کچھ کام نہ کرتا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ اُس کا دل بدل گیا اور وہ نیک آدمی بن گیا +

جولیس۔ مگر فرض کرو۔ کہ وہ نہ سدھرتا؟

پمفلس۔ ہاں ایسا بھی کبھی کبھی ہوتا ہے۔ مگر ہمارے بزرگ سرگل صاحب ہم کو یہ تعلیم دیتے ہیں۔ کہ ہمیں ایسے آدمیوں سے زیادہ محبت کرنی چاہئے۔ بلکہ انہیں اپنے دلوں میں خاص الخاص جگہ دینی چاہئے +

جولیس۔ کیسے ممکن ہے کہ ایسے شریروں سے محبت کریں؟

پمفلس۔ بھلا کیسے ممکن ہے۔ کہ بھائی کی محبت سے باز رہیں +

جولیس۔ لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ تم ہر ایک کو جو کچھ وہ مانگتا ہے دیدیتے ہو۔ اگر میرا باپ ایسا کرتا۔ تو تھوڑے ہی عرصے میں اس کے پاس کچھ بھی باقی نہ رہتا +

پمفلس۔ میرا یہ خیال نہیں۔ کہ ہمارے پاس ہمیشہ ضرورت کے مطابق کافی ہوتا ہے اور اگر کبھی ایسا اتفاق ہو۔ کہ ہمارے پاس کھانے یا پینے کو نہ ہو۔ تو ہم اوروں سے سوال کرتے ہیں۔ اور وہ ہماری حاجت پوری کر دیتے ہیں۔ مگر ایسا اتفاق بہت کم ہوتا ہے میری زندگی میں صرف ایک دفعہ ایسا ہوا۔ کہ مجھے بھوکے سونا پڑا۔ اور اس کی وجہ صرف یہ تھی

کہ میں بہت تھکا ماندہ تھا۔ اور میں نے کسی سے جا کر مانگنا گوارہ نہ کیا +

جولیس ۔ آپ تو عجیب باتیں سناتے ہیں ۔ میرا باپ ہمیشہ کہا کرتا ہے ۔ کہ اگر ہم اپنے مال کی خبرداری نہ کریں ۔ بلکہ جو کوئی سؤال کرے ۔ اُسے دیتے جائیں ۔ تو ہماری تھوڑے ہی دنوں میں گداگری تک نوبت پہنچ جائیگی +

پمفلس مگر ہمارا تو یہ حال نہیں ۔ آپ آ کر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں ہم بڑے امن وچین کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرتے ہیں اور صرف ہماری تمام ضرورتیں ہی پوری نہیں ہو جاتیں بلکہ ضرورت سے بڑھ کر موجود رہتا ہے +

جولیس ۔ یہ کیسے ممکن ہے ؟

پمفلس ۔ یہ اس طور پر ہوتا ہے ۔ کہ ہم سب ایک ہی ایمان رکھتے ہیں ۔ مگر ہم سبکو یکساں قوت حاصل نہیں ۔ بعض میں کم اور بعض میں زیادہ ۔ ہم سے بعض تو ایسے ترقی کر گئے ہیں کہ اُن کی زندگی بالکل کامل ہے ۔ اور بعض ہنوز مبتدی ہی ہیں ۔ مسیح ہمارا نمونہ ہے ۔ اور ہم سب اُس کے قدم بقدم چلنے کی کوشش کرتے ہیں اور اسی کوشش میں ہماری مبارکبادی ہے ۔ بعض ہمارے بزرگ سرل اور پیلگیوس کی طرح ہمارے پیشوا ہیں ۔ اور بعض ان سے کچھ کم اور بعض بالکل نوآموز لیکن ہم سب ایک ہی نشان کی طرف جا رہے ہیں جو سب سے آگے ہے وہ مسیح کی شریعت کی تکمیل کے بہت قریب ہیں ۔ اور وہ شریعت ترک نفس ہے ۔ اُنہوں نے اپنی جانیں کھو دی ہیں ۔ تاکہ اُنہیں پائیں ۔ انہیں کوئی خواہش باقی نہیں رہی ۔ اور نہ وہ اپنی فکر کرتے ہیں ۔ وہ جیسا کہ مسیح نے ہمیں حکم دیا جو کچھ اُن کے پاس ہو ۔ بلا تامل سائل کے حوالے کر دیتے ہیں ۔ اور ہیں جو ایسے مضبوط نہیں انہوں نے ابھی اپنے نفس کی محبت کو مغلوب نہیں کیا ۔ وہ ابھی کھانے اور کپڑے کے بغیر جس کے وہ عادی ہیں گذارہ نہیں کر سکتے ۔ اور انہوں نے ابھی سب کچھ ترک نہیں کر دیا ۔ اور ہیں ۔ جوان سے بھی کمزور ہیں ۔ اور یہ ابھی پہلے زینہ پر ہیں ۔ اور پُرانے طریق زندگی کے پابند ہیں

وہ اپنی اپنی ملکیت پر قابض ہیں اور صرف وہی چیزیں جو دوسروں کے فائدہ کے لئے ہوں دیتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جیسے بالکل تارک الدنیا لوگوں کو بہت کچھ مدد ملتی رہتی ہے۔ اس کے علاوہ ہم میں سے اکثروں کے خویش و اقارب ہیں جو مسیحی نہیں ہیں۔ کسی کا باپ دولتمند ہے جو اسے روپیہ بھیجتا رہتا ہے۔ اگر وہ خرچ کر دیتا ہے۔ تو اس کا باپ اور بھیج دیتا ہے۔ ایک کی ماں ہے۔ جو اس کے لئے غم کرتی ہے اور اس کی مدد کرتی رہتی ہے۔ بعض مسیحی عورتوں کی بت پرست اولاد ہے۔ جو اپنی ماؤں کے لئے کچھ نہ کچھ بھیجتے رہتے ہیں۔ اور یہ عورتیں ان تحفوں کو قبول کر لیتی ہیں۔ کیونکہ وہ نہیں چاہتیں۔ کہ اُن کے انکار سے اُن کی اولاد کی دل شکنی ہو۔ کسی کا خاوند یا جورو ابھی بت پرست ہے۔ اس طور سے ہم غیر مسیحی لوگوں کے ساتھ بالکل خلط ملط ہیں۔ اور اس لئے ہم میں سے بہت جو چاہتے ہیں۔ کہ سب کچھ دے ڈالیں۔ ایسا کرنے کی جرأت نہیں رکھتے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہمارا طریق زندگی کمزور بھائیوں کے واسطے سخت مشکل نہیں معلوم ہوتا۔ اور اسی وجہ سے ہمارے پاس ضرورت سے زیادہ موجود رہتا ہے۔

جولیس۔ لیکن اگر یہ بات ایسی ہی ہے۔ جیسے آپ بیان کرتے ہیں۔ تو تم لوگ فی الحقیقت مسیح کی تعلیم پر نہیں چلتے۔ بلکہ صرف دکھاوے کے طور پر ایسا کرتے ہو۔ اگر تم سب کچھ ترک نہیں کر دیتے۔ تو پھر ہمارے اور تمہارے درمیان کس بات کا فرق ہے۔ میں تو یہی کہونگا کہ اگر کوئی فی الحقیقت مسیحی زندگی اختیار کرنا چاہتا ہے۔ تو اُسے سب کچھ پورے طور پر ایسا کرنا چاہیئے۔ کہ سب کچھ چھوڑ کر فقیر ہو جائے +

پمفلس۔ ہاں یہ بات تو سب سے بہتر ہوتی۔ پھر تم بھی ایسا کیوں نہیں کرتے؟

جولیس۔ ہاں جب تمہیں کرتا دیکھونگا۔ تو میں بھی ایسا کرونگا +

پمفلس۔ آہ! مگر ہم تو نہیں چاہتے۔ کہ محض دکھانے کے واسطے کوئی کام کریں اور میں تمہیں کبھی یہ صلاح نہ دونگا۔ کہ تم اپنے طریق زندگی کو بدل ڈالو۔ فقط اسلئے کہ لوگ دیکھکر تمہاری تعریف کریں۔ جو کچھ ہم کرتے ہیں۔ اسلئے کرتے ہیں۔ کہ ہمارے نزدیک وہ بات

راست و درست ہے۔ ہم ظاہری شان و شوکت کے لئے کوئی کام نہیں کرتے +

جولیس۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

پمفلس۔ میرا مطلب یہ ہے۔ کہ غم اور گناہ اور موت سے خلاصی پانے کا فقط ایک ہی رستہ ہے۔ یعنی مسیح کی تعلیم پر چلنا۔ ہم مسیحی روش پر چلنے کی اسلئے کوشش نہیں کرتے کہ لوگوں کو خوش کریں یا وہ ہمیں دیکھکر تعجب کریں۔ بلکہ اس لئے کہ ہماری زندگی اور خوشی اسی بات میں ہے +

جولیس۔ ہر کوئی اپنے ہی لئے جیتا ہے معبودوں نے ہماری خلقت میں یہ بات رکھی ہے۔ کہ ہم اپنے ہی کو سب سے زیادہ محبت کریں اور اپنی ذاتی خوشی کو اور سب پر مقدم سمجھیں اور تم بھی ٹھیک ایسا ہی کر رہے ہو۔ تم خود اقرار کرتے ہو۔ کہ تم ابھی سے بہت اچھی اپنے نفس کی محبت پر غالب نہیں آئے۔ وہ اپنی ہی خوشی کے جویاں ہیں۔ وہ رفتہ رفتہ تم کو چھوڑ دینگے۔ اور ٹھیک ہماری ہی روش اختیار کر لینگے +

پمفلس۔ ایسا نہیں۔ ہم ایک مختلف راستہ پر چل رہے ہیں۔ اور ہمارے لئے یہ ممکن نہیں۔ کہ واپس پھریں۔ ہم دن بدن کمزور نہیں بلکہ زیادہ زیادہ مضبوط ہوتے جاتے ہیں جس طرح جب تک آگ میں ایندھن پڑتا جائے تو کبھی نہیں بجھتی یہی ہمارے ایمان کا حال ہے +

جولیس۔ تمہارا یہ ایمان تو میری سمجھ میں نہیں آتا؟

پمفلس۔ ہمارا یقین ہے۔ کہ مسیح نے ہمیں زندگی کے اصل معنی سے آگاہ کر دیا ہے اور ہم اُس کی تعلیم پر چلتے ہیں +

جولیس۔ اور اس کی تعلیم کیا ہے؟

پمفلس۔ مسیح نے ایک دفعہ ہم سے یہ تمثیل بیان کی۔ بعض اشخاص ایک انگورستان پر قابض تھے۔ جس کے لئے اُنہیں انگورستان کے مالک کو محصول دینا پڑتا تھا۔ اس قول سے اس کا یہ مطلب تھا۔ کہ سب لوگوں کو جو زمین پر رہتے ہیں ضرور ہے۔ کہ خدا کو خراج

ادا کریں۔ یعنی اُس کی مرضی پر چلیں۔ لیکن اُن لوگوں نے جن کا تمثیل میں ذکر ہے۔ یہ ارادہ کر لیا۔ کہ وہ محصول ادا نہیں کرینگے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے دل میں سمجھا۔ کہ یہ انگورستان ہمارا ہی ہے اور اُس کے پھلوں سے فائدہ اُٹھانا ہمارا حق ہے۔ اس لئے جب مالک نے اپنے نوکر کو محصول لینے کے لئے بھیجا۔ تو اُنہوں نے اُسے نکال دیا۔ اُس پر مالک نے اپنے بیٹے کو بھیجا۔ جس کو اُنہوں نے مار ڈالا۔ اور دل میں یہ سمجھے کہ اب کوئی اُن کے عیش و عشرت میں مخل نہ ہوگا۔ یہی دنیا کا ایمان ہے اور سارے دنیادار لوگ اُسی پر کاربند ہیں۔ وہ نہیں سمجھتے کہ یہ زندگی خدا نے ہمیں اس لئے دی ہے کہ ہم اُس کی مرضی کو پورا کریں۔ مسیح نے ہم کو یہ تعلیم دی ہے۔ کہ یہ دنیا کا ایمان باطل ہے اور لوگوں کو اپنے خداوند کے نوکروں اور بیٹے کے مار ڈالنے اور محصول دینے سے انکار کرنے سے کبھی حقیقی خوشی حاصل نہ ہوگی اس کی فقط ایک ہی تدبیر ہے۔ کہ یا تو محصول ادا کریں یا انگورستان سے باہر کئے جائیں۔ مسیح یہ تعلیم دیتا ہے۔ کہ وہ تمام چیزیں جن کو ہم خوشی کے نام سے پکارتے ہیں۔ یعنی کھانا پینا۔ تفریحات وغیرہ ہمیں کبھی حقیقی خوشی عطا نہیں کر سکتیں۔ جب تک ہم فقط انہی کے لئے جیتے ہیں۔ وہ فقط اسی وقت ہمارے لئے خوشی اور آرام کا باعث ہونگی۔ جب ہم خدا کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے کی کوشش کرینگے۔ اور تب یہ چیزیں اس کی مرضی کو بجا لانے کے لئے ہمیں بطور انعام کے ملینگی۔ جب ہم یہ چاہتے ہیں۔ کہ ہر طرح کے عیش و آرام سے تو محفوظ ہوں۔ مگر راست روی کی تکالیف اور مشکلات سے بچے رہیں جب ہم عیش و آرام کو فرائض کی بجا آوری سے جدا کر دیتے ہیں۔ تو اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی پھولوں کو توڑ کر جڑ کے بغیر لگانے کی کوشش کرے۔ یہی ہمارا ایمان ہے۔ اور اسی لئے جب ہم سچائی کو دیکھتے ہیں۔ تو بطلان کی پیروی نہیں کرتے۔ ہم یقین جانتے ہیں۔ کہ زندگی کے مقصد آرام و خوشی نہیں بلکہ بلا کسی آئندہ راحت و آرام کی امید کے محض خدا کی مرضی کو پورا کرنا ہے۔ یہ ممکن نہیں۔ کہ ہم کبھی تاریکی کو نور پر ترجیح دیں۔ ہم

نیک طور پر زندگی بسر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور دن بدن ہمیں اس بات کا زیادہ ثبوت ملتا ہے۔ کہ خدا کی مرضی پر چلنے ہی سے سچی قناعت اور سرور قلبی یقینی طور پر حاصل ہوتا ہے۔ ہمارے معلم نے فرمایا۔ اے محنت اُٹھانے والو اور بوجھ سے دبے ہوئے لوگو سب میرے پاس آؤ۔ میں تمہیں آرام دونگا۔ میرا جوا اپنے اوپر اٹھالو اور مجھ سے سیکھو کیونکہ میں حلیم ہوں اور دل کا فروتن۔ تو تمہاری جانیں آرام پائینگی۔ کیونکہ میرا جوا ملائم ہے اور میرا بوجھ ہلکا +

جب مفلس یہ کہہ رہا تھا تو جولیس چپ چاپ اُس کی باتیں سنتا رہا یہ الفاظ تو اُس کے دل میں کھب گئے۔ مگر ان کے معنی ابھی اُس پر صاف صاف روشن نہ ہوئے۔ پہلے تو اُسے خیال گذرا کہ مفلس اُسے دھوکا دینا چاہتا ہے۔ لیکن جب اُس نے اپنے دوست کی بھولی بھالی صورت پر نظر کی اور اس کی نیک طبیعتی کو یاد کیا۔ تو اُس نے سمجھا کہ نہیں وہ خود دھوکے میں پھنسا ہے +

رخصت ہونے سے پہلے مفلس نے اپنے دوست سے درخواست کی کہ وہ خود آکر اُن کے طریق زندگی کو ملاحظہ کرے اور اگر وہ اُسے پسند آئے تو اُن کے ساتھ شریک ہوجائے جولیس نے وعدہ تو کیا۔ مگر اسے پورا نہ کیا۔ اُس کے دل میں کچھ خوف سا معلوم ہوتا تھا۔ کہ کہیں وہ مسیحی زندگی پر فریفتہ نہ ہو جائے۔ کیونکہ وہ یہ سمجھتا تھا۔ کہ مسیحی ہونا گویا سب عیش و آرام کو جواب دینا ہے اور وہ ان چیزوں کو ترک کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ کیونکہ وہ اُس کے نزدیک زندگی کی جان تھیں۔ اس کی رائے میں مسیحی مجرم تھے۔ اور وہ اسی فتوے پر قائم رہنا چاہتا تھا۔ کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا۔ کہ اُن کا حق پر ہونا ثابت ہو جائے۔ اور اس لئے ہر طرح سے اُن کے نقصوں کی ہمیشہ تلاش میں رہتا تھا +

متفرقات

جناب بشپ ولڈن صاحب اب تندرست ہیں۔ آپ نے ولایت میں ایک موقعہ پر فرمایا کہ برٹش گورنمنٹ کے ساتھ ہندوستانیوں کو محبت نہیں ہے۔ اور گورنمنٹ کی تعلیم بغیر مذہب کے ناقص ہے، تعلیم یافتہ نوجوانوں کے آگے دو میں سے ایک بات ہوتی ہے۔ یعنی یا تو مسیحی مذہب کو اختیار کرنا اور یا دہریت میں اندھیر گردی کرنا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر ہندوستان کے غیر مسیحی مذاہب کا غلبہ ہو جائے۔ تو ہندوستان میں مسیحیوں کی جان عرصہ تک محفوظ نہیں رہ سکتی۔ ان خیالات پر ہندوستان بھر کے اخبارات شور مچا رہے ہیں اور بشپ صاحب موصوف کو پھبتیاں سنا رہے ہیں۔ مگر اہل بصیرت دل میں سمجھتے ہیں۔ کہ جو کچھ بشپ ولڈن صاحب نے زبان سے نکالا وہ سراسر راست ہے ۔ ہمیں ایسے دلیر اور صاف گوشیوں کی ضرورت ہے کیا ہندو مسلمان اخبارات کسی کو اپنے دلی خیالات کا اظہار کرنے سے روک سکتے ہیں ۔

انگلستان میں ملکہ مرحومہ کی یادگار ہندوستان میں قائم کرنے کی ایک نئی تجویز پیش ہوئی ہے۔ یعنی ہندوستان کی کسی زبان میں ایک جلد عہد جدید کی ہر ایک ہندوستانی شخص کو جو لینا چاہے اور پڑھ سکتا ہو دی جائے۔ یہ پیش کیا گیا ہے۔ کہ سنڈے سکول کا ہر ایک طالب علم اور انگلستان کی مختلف مسیحی انجمنوں کا ہر ایک ممبر اور ہر ایک مسیحی انجیل یا عہد جدید یا بائیبل کی ہر ایک جلد ہندوستان کے کسی نہ کسی آدمی کو دیوے اور جس کو دی جائے اس کے لئے دعا کرے ۔

ایک روسی سپاہی کا ذکر ہے۔ کہ جاڑے کے موسم میں رات کے وقت پہرہ پر ٹہل رہا تھا کہ ایک غریب شخص کا گزر اس راستے سے ہوا۔ اور سپاہی کو ایسی سخت سردی میں دیکھ کر اس کا دل رحم سے بھر آیا اور اپنا لبادہ اس کے حوالہ کیا۔ کہ اس کو پہن لو۔ میرا گھر یہاں سے قریب ہے۔ سردی کی ایسی شدت ہوئی۔ کہ وہ بیچارہ سپاہی صبح کے وقت مر کر اکڑا پڑا تھا۔ کچھ عرصہ

کے بعد اُس غریب آدمی کے مرنے کا وقت آپہنچا۔ اور اُس کو خواب میں مسیح نظر آیا۔ وہی لبادہ اوڑھے ہوئے تھا۔ جو اُس نے سپاہی کو دیا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ بولا کہ آپ نے تو میرا کپڑا پہنا ہُوا ہے۔ خداوند نے جواب دیا۔ کہ ہاں یہ وہی کوٹ ہے۔ جو تم نے اس رات سخت جاڑے کے وقت مجھ کو پہننے کے لئے دیا تھا۔ میں اس وقت پہرہ پر تھا۔ "میں ننگا تھا اور تم نے مجھے کپڑا پہنایا"

ملک آسٹریلیا کے کسی شہر کے قریب ایک پل کے کنگورے پر مسیح کی مختلف بارہ مورتیں بنی ہیں۔ ایک مورت بیج بونے والے کی۔ دوسری چرواہان کی۔ علیٰ ہذا القیاس بڑھئی۔ حکیم ناخدا ایلچی۔ کاہن بادشاہ وغیرہ وغیرہ صفات اور عہدوں کی مورتیں وہاں موجود ہیں۔ جب کوئی دیہاتی علی الصباح اپنے کھیت کا حاصل بیکر شہر کی طرف جاتا ہے۔ تو دم بھر کے لئے ٹھیر کر بونے والے سے دعا مانگتا ہے۔ جب کوئی کاریگر اپنے کارخانہ کی طرف جاتا ہُوا اس رستہ سے گزرتا ہے تو وہ بڑھئی کی مورت کے آگے کھڑا ہو کر دعا مانگتا ہے۔ غرض سب لوگ کسی نہ کسی مورت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس دستور میں بہت سا تعصب تو پایا جاتا ہے۔ مگر اصول اس کا درست ہے۔ ہر ایک شخص اس مسیح کے آگے جو اس کو اپنا ہم خیال معلوم ہوتا یا خاص طور پر مددگار سمجھا جاتا دعا کرتا ہے۔ یہ مسیح کی خاص صفت ہے۔ کہ دنیا میں ہر ایک شخص کے لئے سب کچھ ہے +

مغربی ہند میں انڈسٹریل (متعلق بحرفت و فنون) مشن بڑی سرگرمی سے عملی تجاویز پر بحث کر رہی ہے۔ قحط زدہ بچوں کی تعلیم اور پرورش کی ذمہ واری سر پر آپڑنے سے اس مضمون کی طرف خاص توجہ ہو رہی ہے۔ چنانچہ اس مشن کے متعلق بمبئی میں ایک شاخ کھلنے والی ہے۔ جہاں ایک ماہر فن صلاح مشورہ کے لئے متعین کیا جائیگا۔ جس وقت مشن میں حرفت وغیرہ کے متعلق کوئی مشکل پیش آئے تو ہر وقت مدد کے لئے تیار رہیگا +

خدمت کے لئے منتظر رہنا یقیناً جادۂ خدمت سے منحرف ہونا ہے۔ حقیقی خدمت کی زندگی کے لئے انتظار کھینچنے کی کچھ ضرورت نہیں ہر روز کاروبار میں بکثرت موقعے نکلتے رہتے

ہیں۔ ہر ایک شخص زیادہ خوشی حاصل کرنے کا طلبگار ہے۔ ہر ایک کا کچھ نہ کچھ بوجھ ہے جو محبت کی نگاہ یا با موقعہ الفاظ یا دلجوئی سے ہلکا ہو سکتا ہے۔ مگر ہم بجائے اس خدمت کو اپنے ذمہ لینے کے بڑے بڑے اور بھاری موقعوں پر خدمت کرنا پسند کرتے ہیں۔ اور ایسی عرصہ میں بے شمار موقعے بے پرواہ ہو کر جاتے رہتے ہیں +

کلکتہ کی مشنری کانفرنس نے جس کا اجلاس ۸ ماہ حال کو منعقد ہوا آریہ سماج کی نسبت یہ رائے قائم کی کہ اُس میں بعض خوبیاں ہیں۔ مثلاً بت پرستی کی ممانعت اور ذات پات اور بچوں کے بیاہ کو مطعون ٹھہرانا۔ بیواؤں کی شادی کو جائز قرار دینا اور ہندوؤں کے ناپاک دستوروں کو مذموم سمجھنا۔ مگر وہ سخت متعصب اور باقی مذاہب کا جانی دشمن ہے۔ ہندوستان کے تمام فرقوں میں یہ فرقہ نہایت کج خلق کمینہ اور دیدہ و دانستہ واقعات اور راستی کی مخالفت کرنے والا ہے۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ آریوں کا مادہ اس نیشتر سے ایسا جوش زن ہوگا۔ کہ مشنری صاحبان کے الفاظ اُن کے مقابلہ میں نہایت پاکیزہ معلوم ہونگے +

سورج ایک دن میں نو انچ سکڑتا ہے۔ اس حساب سے تیس سال میں ایک میل سکڑ یگا۔ گزشتہ صدی کے شروع میں وہ پانچ میل بڑا ہوگا۔ اور سن عیسوی کے شروع میں اس وقت کی نسبت ایک سو میل بڑا ہوگا۔ سورج کا قطر ۸۶۰۰۰۰ میل ہے۔ اور چالیس ہزار سال بعد اس سے دو ہزار میل کم ہوگا۔ مگر اس کی شکل صورت میں کچھ فرق نہ آئیگا

کتاب مقدس میں مسیحیوں کو چار نام دئے گئے ہیں۔ جو چار خاص صفات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ یعنی مقدس بلحاظ پاکیزگی کے۔ ایماندار بلحاظ ایمان کے۔ بھائی بلحاظ محبت کے (لوقا ۸: ۲۱) اور شاگرد بلحاظ علم کے (یوحنا ۸: ۳۱)

ایک پادری صاحب سے کسی شخص نے سوال کیا۔ کہ آپ کو وعظ تیار کرنے میں کس قدر عرصہ لگتا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ اگر پون گھنٹہ کی وعظ ہو۔ تو ایک ہفتہ اور اگر پاؤ

گھنٹے کی ہو۔ تو تین دن اور اگر کہو کہ بلا لحاظ وقت بولتا چلا جاؤں تو میں ابھی تیار ہوں +
پنجاب ڈسٹرکٹ نیٹو چرچ کونسل کے متعلق سال گذشتہ میں ۱۵۲۹ دیسی مسیحی اور ۲۴۵ کیتھی خون
۲۴۷ عشائے ربانی کے شریک تھے اور ۸۵ بالغوں کے بپتسمے ہوئے ہندوستانی مسیحیوں نے ۸۶۷۸ روپے
۹ چندہ دیا اس کے مقابلہ میں قابل لحاظ ہے کہ سال حال کا بجٹ بعد تراش خراش کے قریب
پانچہزار روپے ہے۔ انگلستان والوں کا بھنڈار بھرا رہے جس کے سر پر ہماری کونسلوں کو
نیٹو کونسل کہلانے کا فخر حاصل ہے نیٹو چرچ کونسل مشنری سوسائٹی بھی ٹکو چال چل رہی ہے
دیسی چندہ دہندگان کی تعداد نہایت قلیل ہے مگر والٹر جولس فنڈ کے منتظمان نے دریا دلی سے
امداد دینے کا وعدہ کیا ہے۔ چنانچہ ہمیں معلوم ہوا ہے۔ کہ علاوہ معمولی امداد کے انہوں نے
چھ سو روپیہ اور دینا منظور کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ پنجاب کرسچن میوچول ریلیف فنڈ کے فواید
سے بہت کم مسیحی آگاہ ہیں ورنہ سال گذشتہ میں فقط دو مسیحی اس میں شریک نہ ہوتے
اگر کسی کو اس کی نسبت کچھ دریافت کرنا ہو۔ تو بابو آئی۔ سی سنگھا صاحب بٹالہ سے
خط وکتابت کرنا چاہیئے +

دس ایذا رسانیاں

منظومۂ قاضی خیر اللہ صاحب افغان مبشر نوشہرہ

(۱) سال چونسٹھ عیسوی کو بالیقیں — نیرو بے دین ہوا مسند نشیں
تخت پاتے ہی یہ ظالم بے حیا — دین ابن اللہ کا دشمن ہوا
اِس ستمگر نے مسیحی آہ آہ — زیر تیغ ظلم رکھے بے گناہ
پھونک کر خود شہر ظالم نے کیا — متہم عیسائیوں کو بے خطا
اپنے دو اُستادوں کی اور ماں کی بھی — بے خطا اُس بدگہر نے جان لی

(۲) دوسرا ظالم دومشیان بالیقیں — سن اکاسی میں ہوا مسند نشیں

حضرتِ یوحنا گھر کو چھوڑ کر — اس ہی کے ہاتھوں ہُوا ہے دربدر
اور گوناگوں عذاب و جور سے — قتل اس مشرک نے عیسائی کئے
(۳) تیسرا جو تخت بدعت پہ چڑھا — تھا ترا جاں نام اس ملعون کا
سال تھے اٹھانوے وہ عیسوی — اس جفا پیشہ کو جب دولت ملی
پاک شمعون اور اگناشیس کا — ایک سو چھ سن میں یہ قاتل ہُوا
سینکڑوں عیسائی اس کے ہاتھ سے — بے گناہ و بے خطا مارے پڑے
(۴) شاہِ مرقس چار ہیں ظالم ہُوا — ایک سو اکسٹھ میں جو حاکم ہُوا
حضرتِ جسٹن مقدس، پولیکاپ — اس کی بدعت سے ہوئی نقشے برآب
پوچھے اس مطرود سے کوئی ذرا — بشپ پوتھائیس نے کیا کی تھی خطا
اور بلندینہ عفیفہ سے بھلا — جرم سنگین ایسا کیا صادر ہوا
کال میں جس کے سبب سے بے گناہ — تو نے مروایا انہیں او روسیاہ
(۵) پانچواں ظالم سویرس بدگہر — سن تھا دو سو دو جو بیٹھا تخت پر
ملک افریقہ شمالی میں کھلا — اس کا بابِ بدعت و جور و جفا
بی بی پرپیٹوا معہ ہمراہیاں — اس کے ہاتھوں سے ہوئی نُملہ آشیاں
(۶) ڈی شیس مردود صاحب تخت کا — دو سو پینتیس عیسوی میں ہُوا
یہ چھٹا ظالم تھا اس کی سعی تھی — خادمانِ دین کے جشن مرگ کی
(۷) دو سو انسٹھ میں ہُوا ہے ساتواں — صاحب دیہیم ظالم ولریاں
کارتھیج کے سپریاں اسقوف تھے — حلم و علم و فضل میں معروف تھے
یہ بزرگ اور کتنے ہی مرد سعید — اس کی بدعت سے ہوئے آخر شہید
(۸) آٹھواں ڈایوکلیشن بے حیا — بادشاہ دو سو چوراسی میں ہوا
تین سو دو سن سے اس کے ظلم کی — تین سو اور بارہ تک برچھی چلی

اپنی بہوؤں بیٹیوں کو بھی یہ دوں — کرتا تھا ہر بت کے آگے سرنگوں
اکتفا اس پر بھی کرتا تھا کہاں — جبر سے چڑھواتا تھا قربانیاں
فیلقوس بے گناہ کا سر لیا — اس شقی ملعون نے واحسرتا
جارج و البن کو کیا اس نے شہید — خاص انگلینڈ کے تھے یہ دو نوسعید
آہ اس پر بھی نہ یہ ٹھنڈا ہُوا — آتش کفر اور بھڑک کی جل اُٹھا
جو کتابیں ہیں مسیحی دین کی — پھونکدو بے دین نے تاکید کی

(۹) تھا ستم کسی منی اس بدمزاج — تین سو بارہ میں پاکر تخت و تاج
باندھی جور و ظلم پر اُس نے کمر — محض امداد الٰہی سے مگر
شاہ قسطنطیں مقدس باخدا — اس ستم ایجاد پر غالب ہُوا
فتح پاکر اُس نے پھر میلان سے — گھر بہ گھر احکام یہ جاری کئے
مژدہ ہو عیسائیوں کو شاد ہوں — رنج و غم کی قید سے آزاد ہوں

(۱۰) ظالم عاشر ہُوا ہے جولین — مرتد اعظم کمینہ بد چلن
تین سو اکسٹھ تھے سال عیسوی — جبکہ اس نااہل کو دولت ملی
پائی تھی تعلیم اور تلقین بھی — بچپنے میں اس شقی نے دین کی
قدر حق کی کیا سمجھتا یہ شقی — جونک پتھر کو نہیں لگتی کبھی
تخت پاتے ہی یہ ظالم بے حیا — ہو گیا شیطان حد سے بڑھ گیا
ظلم بے حد اس مجسم ظلم کے — مندمل زخموں کو کرتا ہے ہرے
منع تعلیم قدیم علم ادب — حکماً اس مرتد نے کی ہے ہے غضب

ختم کر قاضی بیاں اس جور کا
دل دکھاتا ہے بیاں اس طور کا

مسیح کا نام خط طغرا میں

پیچیدہ حروف کی صورت میں القاب وغیرہ لکھنے کا رواج قدیم یونان میں نہایت قدیم زمانہ میں پایا جاتا ہے۔ ابتدائی مسیحیوں نے بھی اسی قسم کے حروف میں اپنے خداوند کے نام کا طغرا بنایا چنانچہ یونانی زبان میں X (خ) اور P (ر) یعنی خ اور ر جو خرسٹس (مسیح) کے نام کے اول دو حروف ہیں ☧ کی صورت میں ادا کئے جاتے تھے۔ جب مسیحیوں کے مزاروں پر اس طغرا کو کھودا جاتا تو اس سے مراد ہوا کرتی تھی۔ "مسیح میں" یہ اوائل کا مسیحی نشان وسطی مسیحی صدیوں میں سکوں اور مقبروں اور انگشتری کے نگینوں اور کلیسیا کے ضروری کاغذات پر منقش ہو گیا۔ بعض اوقات اس کے ساتھ یونانی کے اول اور آخر حروف الفا اور اومیگا بھی شامل کئے جاتے تھے۔ جس سے یہ ثابت کرنا مقصود تھا۔ کہ مسیح سب چیزوں کی ابتدا اور انتہا ہے۔ اُس کے نام کو ایک صورت میں بھی لکھا جاتا تھا یعنی I.H.S. (مسیح انسان کا نجات دینے والا) پھر بعض اوقات کسی خاص پیچیدہ لفظ یا کسی چیز کی صورت سے مسیح کا نام عجیب طور پر اخذ کیا جاتا تھا۔ مثلاً یونانی زبان میں جو لفظ مچھلی کے لئے آیا ہے اُس میں پانچ حروف ہیں اور اس میں لطف یہ ہے کہ ہر ایک حرف ایک جملہ کا سر لفظ ہے جس کا ترجمہ ہے۔ "کہ یسوع مسیح خدا کا بیٹا نجات دہندہ"۔ اس لفظ سے یا فقط ایک مچھلی کی تصویر سے مسیحی مذہب کی سب سے اعلےٰ صداقت کا اظہار کیا جاتا تھا۔ اوّل الذکر طغرائی نقط کے ساتھ مچھلی کا نشان لکھنے سے ابتدائی مسیحی نہایت سادہ مگر پُرزور طریق سے انجیلی ایمان کا خاکہ پیش کرتے تھے سنگ مزاروں پر ان کے ساتھ متوفی کا نام وغیرہ بھی بڑھا دیا جاتا تھا بعض اوقات مسیح کا نام ایک اور صورت میں لکھا جاتا تھا۔ یعنی (☧) جس کا مفہوم بھی اول الذکر نشان کی طرح XP یونانی میں مسیح کے نام کے اول دو حروف ہیں۔ یہ نشان قسطنطین اعظم اور اس کے اکثر جانشینوں کے سکوں پر منقش پایا جاتا ہے اور فرانس وغیرہ ممالک میں اکثر بادشاہ اور والیانِ ملک بھی

اس کا استعمال کیا کرتے تھے۔ اور ابتدائی رومی حاکم اور شاہان ممالک اس کو بطور دستخط کے ثبت کیا کرتے
تھے۔ غرض اس طغرائی نام کا رواج اول مسیحی صدی میں شہر روما میں اور مسیحیوں کے زمین دوز مزاروں
پر پایا جاتا ہے۔ رومیوں میں مردوں کو جلایا کرتے تھے مگر اس میں بڑی بھاری لاگت خرچ ہوا کرتی تھی اس لئے
غلاموں اور پردیسیوں اور مجرموں اور نہایت غریب اشخاص کو زمین دوز قبرستانوں میں دفن کیا کرتے تھے
پولس شہر روما میں دو سال تک بود و باش کرتا رہا اور لوقا ذکر کرتا ہے۔ کہ عید پنتکوست کے موقعہ پر
یروشلم میں روما کے لوگ بھی موجود تھے۔ اگرچہ شاہی محل میں انجیل کا اثر ہو گیا تھا۔ مگر اول صدیوں
کے نومرید عموماً عمدہ اور حقیر لوگ ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ اُن پر مخالف طنز کیا کرتے تھے
کہ مسیحی نومرید جولاہے اور دھنئے اور چمار اور ناخواندہ لوگ (انجیل کے واعظ) ہیں۔ ان ابتدائی
ایام میں شاہان روما کی طرف سے ایذا رسانیوں کے احکام نکلا کرتے تھے جن میں بیچارے
غریب مسیحیوں کو سخت بے رحمی سے قتل کیا جاتا تھا۔ ایسے موقعہ پر وہ لوگ مختصر طغرائی
نشانات کے ذریعہ اپنے ایمان کا اظہار کیا کرتے تھے۔ اس نشان سے مسیحیوں کے مزار
غیر مسیحیوں کے مزاروں سے شناخت کئے جاتے تھے اور یہ ان کے ایمان کی سادگی اور خلوص
کا ثبوت تھا۔ ان مذکورہ نشانات کو لیجئے اور اُن کا وسطی صدیوں کی بدعتوں اور کلیسیا کے جھگڑوں
کے ساتھ مقابلہ کر کے دیکھئے پھر معلوم ہو جائیگا۔ کہ اُن ابتدائی ایام میں کلیسیا نے اپنے ایمان کو
کیسے سادہ طور پر قائم رکھا ما بعد کی صدیوں میں یہ نشانات غلطیوں اور بدعتوں کی تاریکی میں
خواہ کیسے ہی بگڑ گئے ہوں۔ مگر ایک بات اُن سے صاف مترشح ہوتی تھی کہ ابتدائی مسیحیوں
کا ایمان صحیح تھا۔ اور اُن کے اعتقاد اور عبادت کا مرکز فقط ایک ہی یعنی مسیح تھا۔ قدیم مزاروں
پر ان نشانات کے فواید تو ظاہر ہیں یعنی کم خرچ اور بالانشینی ایمان کا اظہار اور بت پرستی
کا انکار۔ علاوہ ازیں یہ نشانات سادہ ہونے کے باعث دیرپا ہوا کرتے تھے بعض کلیساؤں
کے گرجوں کی میزوں اور چادروں پر اب بھی یہ نشانات منقش کئے جاتے ہیں مگر بلا ضرورت
اور نسو میں سے شاید ایک مسیحی بھی اُن کے آغاز یا معنی سے واقف نہیں +

سیکھنے کے لئے امریکہ کو گئی تھیں۔ ایم۔ ڈی کی ڈگری حاصل کر چکی ہیں اور ماہ اکتوبر میں واپس آکر
لدھیانہ مشن کے متعلق ہوشیارپور میں کام شروع کرینگی۔ جو تجویز ہم نے ماہ گذشتہ میں لاہور
کی مسیحی کلیسیائی طرف سے ملکہ مرحومہ کی یادگار قائم کرنے کی نسبت پیش کی تھی اُس پر بعض معقول
اعتراض کئے گئے ہیں۔ اور ایک اور نئی تجویز اس کی بجائے پیش کی گئی ہے۔ کہ لاہور کیتھیڈرل
کے گھنٹوں میں جن کے نصب کرنے کا انتظام ہونے والا ہے۔ ایک گھنٹہ دیسی مسیحیوں کی طرف
سے خریدا جائے۔ ہم مانتے ہیں کہ میو ہسپتال میں ایک نیٹو کرسچن وارڈ قائم کرنے میں مشکلات
ضرور ہیں مگر آخر اُس تجویز میں ایک موزونیت ہے جو ملکہ مرحومہ کے ہمدردی اور رحمدلی کے ساتھ
ایک خاص مناسبت رکھتی ہے۔ اوّل تو کیتھیڈرل کے گھنٹوں میں ایک دیسی کلیسیا
کے نام کا گھنٹہ نقارخانہ میں طوطی ہوگا۔ اور پھر وہ ایک خاص کلیسیا سے تعلق
رکھ سکتا ہے۔ حالانکہ جو یادگار قائم کی جائے وہ لاہور کے کل مسیحیوں کی طرف سے ہونی
چاہیئے اپنے پرسبی ٹیرین بھائیوں کو ایسے موقع پر علیحدہ کرنا اپنی جمعیت کو تقسیم کرنا۔ اور اُس
یادگار کے اصلی مدعا کو زائل کرنا ہے۔ ہم تو زیادہ پسند کرینگے کہ اگر ممکن ہو تو دو چار پلنگ ہی
میو ہسپتال کے کسی صاف کونے میں دیسی مسیحیوں کے لئے مخصوص کئے جائیں۔ ہم نے
افسوس سے سنا ہے کہ لاہور ڈیوینٹی سکول کے پرنسپل پادری وگرم صاحب کی ہمشیرہ مسز کار
صاحبہ انتقال کر گئی ہیں۔ نہایت شریف اور دیندار مسیحی خاتون تھیں۔ افسوس کی خبر ہے
کہ شہر بنارس کے ڈاکٹر لازرس صاحب اس دنیا سے کوچ کر گئے۔ علاوہ ڈاکٹر ہونے کے آپ نے
ایک مطبع جاری کر رکھا تھا۔ جس میں بڑی بڑی مستند دینی اور دنیوی کتب چھاپی جاتی تھیں قریب
پچاس سال تک اُن کی مسیحی روش سے اضلاع شمالی و مغربی کی کلیسیا مستفید ہوتی رہی۔ آپ نے
میڈیکل ہال بھی قائم کیا تھا۔ اور دیسی ادویات کا جوہر نکال کر بڑا روپیہ کمایا جو اکثر خیرات میں
تقسیم کیا گیا۔ ایسے آزاد مسیحی اشخاص کی ہمارے ملک کو سخت ضرورت ہے۔ امسال ینگ مینس
کرسچن ایسوسی ایشن کے متعلق کیمپ ۱۹ تا ۲۲۔ اکتوبر کو بمقام چھانگا مانگا ہوگا۔

THE MASIHI,

AMRITSAR.

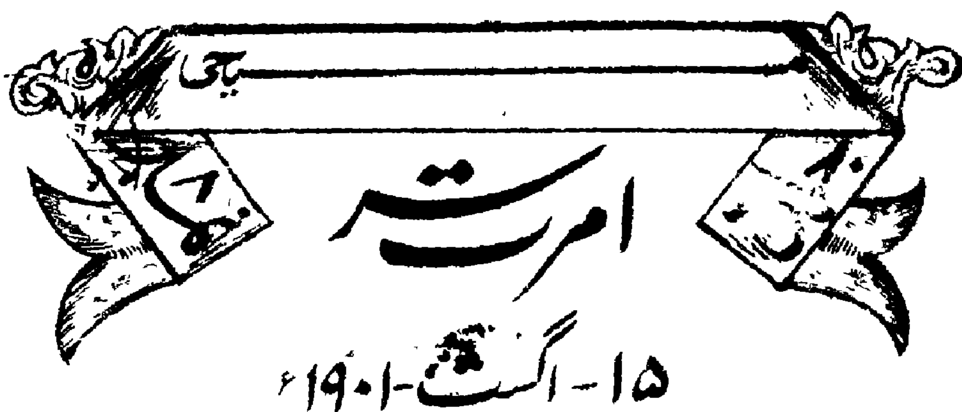
Vol. VI. July, 1901. No. 7

CONTENTS.

Literary Communications, Business Letters and Remittances *alone* should be addressed to the Manager, *Masihi Press*, Lahore

Annual Subscription *strictly in advance*—

India and Ceylon, Re. 1-8-0. } Post free.
England and America, 2s. }



۱۵ - اگست - ۱۹۰۱ء

فہرست مضامین

گلدستہ اخبار سرورق کی پشت پر



گلدستہ اخبار

مسٹر ایم۔ ایل رلیا رام صاحب نے امریکہ کی خوب سیر کی۔ نیاگارا آبشار اور دیگر قدرتی نظاروں سے آپ نہایت محظوظ ہوئے۔ خصوصاً ۴۔ جولائی کے روز جو صوبجات متحدہ میں قومی جشن کا دن ہے مختلف کالجوں اور مدارس کے طلبا میں قومی جوش کا عجیب منظر آپ کے لئے نہایت حیرت افزا تھا۔ آپکا آخری خط امریکہ سے روانہ ہونے کے بعد جہاز میں لکھا ہوا تھا۔ غالباً آپ دو ایک ہفتوں میں امرتسر پہنچ جائینگے + ہمیں یہ سنکر نہایت خوشی ہوئی ہے کہ ہوشیارپور کے پادری چیٹرجی صاحب کو صوبجات متحدہ امریکہ کے ایک نامی کالج کی طرف سے ڈی ڈی کی ڈگری عطا کی گئی ہے۔ بزرگ پادری صاحب ہر طرح سے اس عزت کے مستحق ہیں۔ آپ نے امریکن مشن لودیانہ کے متعلق چالیس سال خدمت کی ہے۔ بہت سے لوگ آپ کے ذریعہ مسیح کی طرف رجوع لائے ہیں۔ اگر ڈاکٹر عمادالدین صاحب بلحاظ اپنی تحریرات کے اس ڈگری کے لایق تھے تو ڈاکٹر چیٹرجی صاحب بلحاظ اپنی مسیحی خدمات کے بوجہ احسن اس عزت کے لائق ہیں۔ خدا اُن کے کام پر برکت دے + جناب بشپ لیفرائے صاحب ۱۲ ماہ حال کو دورہ پر تشریف لیجانے کے لئے شملہ سے روانہ ہوگئے + ابتک پختہ طور پر فیصلہ نہیں ہوا کہ بیرنگ ہائی سکول بٹالہ میں پرنسپل کون مقرر ہوگا + رخصتوں کے بعد غالباً پادری والر صاحب چند روز تک واپس تشریف لائینگے۔ اور گمان غالب ہے کہ پادری وُڈ صاحب پھر اس خدمت پر مامور ہونگے + لاہور کے پادری وگرم صاحب کے چھوٹے بھائی پادری مارکس وگرم صاحب ایم۔ اے اس سال پنجاب میں مقرر ہوکر تشریف لائے ہیں۔ سُنا جاتا ہے کہ جن دیہاتی مسیحیوں کو علاقہ بار میں زمین دی گئی اور جن پر سیلف سپورٹ کی بہت کچھ اُمیدیں تھیں اُنکی حالت قابل اطمینان نہیں ہے آئندہ را احتیاط + ایک معزز ہمعصر سیلف سپورٹ کا ترجمہ خود باربرداری کرتے ہیں۔ اگر ترجمہ کے لیے کوئی مناسب لفظ نہ ملے تو اُسی لفظ کو قائم رکھنے میں کیا مضائقہ ہے + تسالی کے ساتھ شادی

۱۵- اگست - ۱۹۰۱ء

نوٹ اور رائیں

ہندوستانی غریب مسیحیوں کے لئے فنڈ

بمبئی کی مشنری کانفرنس نے ایک فنڈ قائم کرنے کی تجویز کی ہے۔ جسکے خاص دو مقاصد ہونگے۔ اوّل اُن محتاج اجنبی ہندوستانی مسیحیوں کی احتیاج کو رفع کرنا جو شہر میں نووارد ہوں۔ اور دوسرا اُن دربدر بھیک مانگنے والے آوارہ گرد بدنام کنندہ نکونامے چند کو حتی المقدور روکنا جو ہندوستانی مسیحی کلیسیا کے اوپر بار اور دھبہ ہیں یوروپین جماعتوں میں ہلکے درجہ کے صاحب لوگ اور یوریشین لوفر تو ایک عام بات ہے۔ مگر ہمارے بڑے شہروں میں ٹوٹے پھوٹے کرانیوں کا ایک نیا فرقہ نکلا ہے جو مشن ہاؤس کے دہلیز پر جبین سائی کرنا اور عام مسیحیوں کے گھروں میں الکھ جگاتے پھرنا عار نہیں سمجھتا۔ ایسوں کی خاطر ضرور ہے کہ کلیسیا کوئی پختہ انتظام کرے اور جہانتک ممکن ہو ایسوں کو آوارہ گردی سے باز رکھے۔ اس لحاظ سے ہم بمبئی کی مشنری کانفرنس کی مذکورہ بالا تجویز کو نہایت ضروری با موقعہ اور قابلِ تقلید سمجھتے ہیں۔ ایک سب کمیٹی انگریزوں اور دیسیوں کی ملکر اس فنڈ کے انتظام کے لئے مخصوص کیگئی ہے جو ہر جمعرات کی شام کو جمع ہوکر امداد کی درخواستوں پر غور کیا کریگی چونکہ اس تجویز کی انجام دہی کے لئے ضرور ہے کہ کافی سرمایہ موجود ہو اس لئے چندہ اور عطیہ او خیرات کے لئے عام کلیسیا اور خادمانِ دین سے درخواست کی گئی ہے۔

مسیحی مشنوں کے باہمی جھگڑے رگڑے۔ ہندوستان کے مختلف مشنوں میں
اتحاد نہ ہونے سے جو جو نقصانات پیدا ہوتے ہیں اُنکا اظہار ضروری نہیں۔ مگر ایک قباحت
جو انتظام میں مخل ہے ایسی عام ہوگئی ہے کہ اُسکا ضرور کچھ تدارک ہونا چاہئے۔ بعض لوگوں
کا دستور ہے کہ جب ایک مشن سے خارج ہوتے جھٹ دُوسرے مشن میں کام اختیار کر لیتے ہیں۔
ان مشن گردی کرنے والوں کی نسبت اُن منتظمانِ مشن کا زیادہ قصور ہے۔ جو بلا حیل و حجت
ایسوں کو بسر و چشم جگہ دیدیتے اور دریافت نہیں کرتے کہ کیوں نوکری چھوڑی۔ یا وہ
اس قابل ہیں کہ اُنپر اعتبار کیا جاوے۔ یہ جتا دینا ہمارا فرض ہے کہ ہمارے علاقہ کے جدید
مشن جنکو رُوح کی ہدایت کا اوروں سے بڑھ کر دعویٰ ہے۔ اس معاملہ میں سب سے
زیادہ گنہگار ہیں۔ وُہ اَور مشنوں کو جنھوں نے دوپہر کی دھوپ اور گرمی کی برداشت
کی ہے مشن نہیں سمجھتے۔ اور اس لئے جو کچھ اُن کے خلاف کہا جاوے بڑی جلدی
اُسکا یقین کر لیتے ہیں۔ اس کی ایک خاص مثال اسوقت ہمارے سامنے موجود ہے۔
ایک شخص جس کا نام ہم ج رکھیں گے۔ چرچ مشن کے ایک ہسپتال میں کام کرتا تھا۔
بے خوری کے باعث وہاں سے نکالا گیا۔ جھٹ امرکن پریسبٹیرین علاقہ کے ایک شہر
میں جا پہنچا۔ جہاں ایک پادری صاحب شفاخانہ میں ڈاکٹری کا کام کرتے تھے۔ ج نے
چرچ آف انگلنڈ کی رسومات کے خلاف شکایات شروع کیں۔ اور ایسا ظاہر کیا کہ گویا نماز
کی کتاب اور چرچ کے دستوروں ہی کی وجہ سے نوکری چھوڑی ہے۔ پادری صاحب
سادہ لوح نیک طینت اور وسیع خیالات کے آدمی تھے۔ اُن پر اُس کی تقریر
کا اثر تو نہوا مگر وُہ خود امریکہ کو تشریف لے جانے والے تھے اور ایک آدمی کی
سخت ضرورت تھی۔ اس لئے وُہ شفاخانہ کا کل انتظام ج کے سپرد کر کے خود روانہ
ہو گئے۔ اسوقت ایک نیا پادری وہاں پر موجود تھا جو ڈاکٹری کا کام سے محض
ناواقف تھا۔ اُسکو ج کی کسی کارگذاری یا چال کا پتہ نہ لگا۔ مگر آخر تا کجے۔

رفتہ رفتہ معلوم ہوا کہ اُس جوان نے کل منشی اشیار کا صفایا کر دیا ہے۔ اِس معاملہ کی خبر امریکہ تک پہنچائی گئی۔ جب ڈاکٹر پادری صاحب امریکہ سے واپس آئے تو ان کو نقصان کا اندازہ لگانا مشکل ہوگیا۔ سوائے اِس کے چارہ نہ تھا کہ آج کو افسوس کے ساتھ رخصت کیا جائے۔ یہ ذات شریف پلیمتھ برادران میں سے ایک سرگرم برادر کے پاس چلے گئے اور وہاں بھی مشنوں کے انسانی انتظام اور رسومات کے خلاف شکایات کا انبار لگانا شروع کیا۔ برادر صاحب نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ جھٹ امریکن مشن کے اُس ڈاکٹر پادری صاحب کو ایک سخت خط لکھ مارا اور ہر چند اُس کو جواب میں اصلی حالات آج کے بتائے گئے مگر اُس نے انکو ماننے سے انکار کیا۔ اور ایک اَور ملامت آمیز خط پادری صاحب کی طرف بھیجا جسکو دیکھ کر پادری صاحب کو لاچار صبر کرنا پڑا۔

نمائش دستکاری مسیحیانِ ہند ۔ ہم نہایت خوشی کے ساتھ اپنے ناظرین کو اُس نمائش کی طرف توجہ دلاتے ہیں جو اضلاع شمالی ومغربی و اودھ کی انڈین کرسچن اسوسی ایشن کی طرف سے بمقام لکھنؤ بتاریخ ۲۷ و ۲۸ دسمبر سنہ حال منعقد ہونے والی ہے اُس مقام پر انعام اور اسناد عطا اور تقسیم کیجائینگی۔ ہر قسم کی دستکاری کی اشیاء پاس سکرٹری نمبر ۵ فور سائتھ روڈ لکھنؤ روانہ کرنی چاہیے۔ اس نمائش میں ہندوستان کے ہر علاقہ اور ہر فرقہ کے مسیحی شریک ہو سکتے ہیں۔ جو اشیاء فروخت کے لئے ہوں اُن پر نشان کر دینا چاہیے۔ اَور جو کچھ اِس نمائش کی نسبت دریافت کرنا ہو وُہ منتظم کمیٹی کے سکرٹری صاحب سے مندرجہ بالا پتہ پر لکھ کر دریافت کیا جائے۔ ہمارے ملک کی کلیسیا میں سلیف سپورٹ کا دارومدار بہت کچھ دستکاریوں اور حرفت پر ہے اس لئے ہر طرح سے کوشش کرنا چاہیے کہ اِس نمائش میں کامیابی ہو

اگر ہمارے پنجاب کے مسیحی اس نمائش میں اَور علاقوں سے پیچھے رہ جائیں تو ہمیں سخت افسوس ہوگا - ایک اَور بات بھی قابلِ اظہار ہے - کہ اس نمائش کے انعامات کے لئے کم از کم ایک ہزار روپیہ کی ضرورت ہے - ہمارے بھائیوں کو چاہیئے کہ اس رقم کو پُورا کرنے میں ضرور امداد دیں - اگر کوئی صاحب زرِ چندہ یا عطیہ ہمارے پاس بھیجدے تو ہم اس کو بخوشی سکرٹری صاحب کی خدمت میں روانہ کر دینگے ؞

دلچسپ خط وکتابت - ہم اس پرچہ میں اپنے معظم و مکرم ڈاکٹر برخوردار خانصاحب کے ایک خط کو جو بلحاظ مضمون ایک خط عام ہے بڑی خوشی سے درج کرتے ہیں - ڈاکٹر صاحب موصُوف کے خیالات ابتدائے مسیحی جوش سے شرابور ہیں - بلکہ ہمیں تو اُن میں ایلیاہ کی رُوح صاف نظر آتی ہے - کاش خُدا کے جلال کے لئے ایسی غیرت سب مسیحیوں میں ہوتی - بزرگ ڈاکٹر صاحب جب کسی کو اپنے قیاس کے خلاف کوئی فعل کرتے دیکھتے ہیں تو اُس کے سر پر آگ نازل کرنا بھی اپنا فرض سمجھتے ہیں - اور ہمیں اندیشہ ہے کہ اسی جوش میں شیطان کو اُس کے حق سے بہت زیادہ دے جاتے ہیں - اگر گستاخی معاف ہو تو ایک اَور صفت ایلیاہ کی بھی آپ کی تحریر سے مترشح ہوتی ہے یعنے آپ کے خیال میں خُدا کے سب مذبح ڈھائے گئے ہیں اور انبیا میں سے فقط آپ ہی زندہ موجُود ہیں - شائد اُس آخری روز آپ حیرت سے دیکھینگے کہ خُدا نے کتنے بندے رکھ چھوڑے ہیں جنکے گھٹنے بعل کے آگے نہیں جُھکے - ہم راقم خط کی فروتنی کے قائل ہیں مگر اُنکی رُوح پر اُسی بادل کا سایہ چھایا ہُوا ہے جو ایلیاہ کے دِل پر تھا - آپ گورنمنٹ کے ملازموں کے بُری طرح سے ہاتھ دھوکر پیچھے پڑے ہیں - شائد ریاستوں کے ملازم اِس زُمرہ میں شامل نہیں کئے گئے مگر آپ کی تحریر کے اِس حصّہ کا کافی جواب خود آپ کی ذات بابرکات ہے - کیا آپ ڈونٹی سکول کے طالب علم نہ ہونے سے یا مشن کے احاطہ کے باہر ہونے کی وجہ سے خُدا کا جلال ظاہر نہیں کر رہے - بلکہ ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ جہاں آپ ہیں آپ کی مسیحی چال وچلن کی

تاثیر آپ کی وعظوں اور دعاؤں کی تاثیر سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اگر مقابلہ بعض احباب کے
لئے دل شکنی کا باعث نہ ہوتا تو ہم دکھاتے کہ دیسی مسیحی گورنمنٹ کی ملازمت میں مشن کے
ملازموں سے بہتر خدمت کر رہے ہیں۔ اور بدقسمتی سے مشن والوں کا نام کسی نہ کسی وجہ
سے بدنام ہو گیا ہے۔ پھر ڈاکٹر صاحب کا پنجاب کرسچن اسوسی ایشن کے لئے چندہ دینے سے انکا
کرنا ظاہر کرتا ہے کہ آپ اعلیٰ تعلیم کو گمراہ اور مغرور اور دنیادار بنانے کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں۔ آپ
شاید بھول گئے ہیں کہ یہ بیسویں صدی ہے اور نہ صرف ہمارے نوجوان ہی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنیکے
خواہشمند ہیں۔ بلکہ خود مشنری لوگ بھی اپنے کارکنوں میں اسی قسم کی لیاقت ڈھونڈتے ہیں یہاں تو
لاہور ڈونٹی سکول دونوں میں گریجوایٹ کے لئے کلاس کھولی گئی ہے۔ اور زیادہ اعلیٰ تعلیم کے
شائق بھی خود مشنری ہی پائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ جابجا مشن کالج کھلنے سے ثابت ہوتا ہے
اور یہ بات بھی ضروری ہے۔ اگر دیسی مسیحی تعلیم و تربیت میں اپنے کو غیر مذاہب کے لوگوں کے
ہم پلہ نہیں بنا دینگے تو نہ صرف دنیاوی ترقی میں اُنکے پیچھے رہ جاینگے بلکہ مذہبی معاملات
میں بھی وہ سروں کے سامنے اُنکا منہہ بند رہیگا۔ خاص اس معاملہ کی نسبت بزرگ ڈاکٹر صاحب
کو اپنے خیالات وسیع کرنے کی ضرورت ہے۔ ہر ایک علم اُسی حقیقی نور کی کرنیں ہیں۔ جو
انسان کے دل و باطن کو منور کرتی ہیں۔ باقی رہا دیسی مسیحیوں اور مشنریوں کا باہمی تعلق
سو اگر ہمارا حافظہ ہم کو دھوکا نہیں دیتا تو یہ آپ ہی کا مقولہ ہے کہ انگریز مشنری ولایت سے
لطیف بخارات کی صورت میں اُٹھتے ہیں اور ہمارے سر پر اولے ہوکر برستے ہیں۔ دیسی
کلیسیا احسان فراموش نہیں ہے مگر ہوا کا رُخ ہی کچھ بدلا ہوا ہے۔ اِس مختصر نوٹ کو ہم بزرگ
ڈاکٹر صاحب کے خط کے جواب میں تحریر نہیں کر رہے۔ ہم آپ کے خیالات کو نہایت
قابل قدر سمجھتے ہیں۔ اصلی جواب لالہ چندو لعل صاحب کے خط میں تلاش کرنا چاہئے۔ جو نذکورہ
بالا خط کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے ⁂

شملہ۔ گلنٹن ماؤنٹ ۔ ۲۵ جولائی سنہ ۱۹۱۰ء

مہربانِ من ایڈیٹر صاحب مسیحی

مَیں یہ خط ڈاکٹر خوردار خان صاحب ملازم ریاست چمبہ کا آپ کے پاس اس درخواست سے بھیجتا ہوں کہ آپ اسکو سوا اُن مقامات کے جو مَیں نے کاٹ دیئے ہیں۔ کیونکہ وہ عام مسیحیوں سے یا دیسی کلیسیا سے متعلق نہیں ہیں۔ آپ اپنے اخبار میں فائدہ عام کے لئے چھاپیں۔ اگرچہ ڈاکٹر صاحب کی ساری باتیں ہر ایک کو پسند نہ آئیں۔ تاہم اُنکی رائے اور خیالات اس قابل ہیں کہ دیسی چرچ کو معلوم ہو۔ مَیں نے ڈاکٹر صاحب کے اس خط کا جواب لکھ بھیجا ہے۔ اور یہ کہا ہے کہ دو اعتراض ہیں۔ اوّل تو آپ خود پہلے ایسا کریں جیسا آپ اوروں سے چاہتے ہیں۔ دوم یہ کہ خداوند نے خود کہا ہے کہ آسمان سے بھی خدا کی طرف سے سب کو ایک ہی فضل نہیں ملا بلکہ بعض کو منادی کرنیکا فضل۔ بعض کو تعلیم دینے کا۔ بعض کو پادری کا۔ بعض کو ڈاکٹری کا وغیرہ وغیرہ۔ جسکو جو فضل ملا ہے وُہ اسکو خدا کے جلال کے لئے کام میں لائے۔ پولوس نے کہا ہے کہ جو کچھ ہم کریں اس طرح کریں جیسے کہ خدا کے لئے کرتے ہیں اور نہ انسان کے لئے۔ خداوند نے خود بہت سے شاگردوں میں سے صرف بارہ کو منادی کے لئے منتخب کیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب کے سب واعظِ کلام نہیں بن سکتے۔ ہاں۔ ایک بات سب مسیحی کر سکتے ہیں اور سبکو کرنی فرض بھی ہے کہ اپنا چال چلن مسیح خداوند کی مانند کریں۔ ہماری روشنی چاروں طرف ایسی چمکے کہ آدمی ہمارا چلن دیکھ کر ہمارے آسمانی باپ کی بزرگی کریں۔ مگر افسوس صد افسوس کہ انگلستان تو رہا درکنار ہمارے ہندوستان میں بھی جہاں بہت ہی ضرورت ہے ہم سب دیسی مسیحیوں کا چال چلن خداوند کے جلال کے لائق نہیں ہے۔ اس بات کا ساری کلیسیائے عامہ میں بڑا ہی گھاٹا ہے کہ ہم جو اپنے آپ کو مسیح کا شاگرد کہتے ہیں

اپنے استاد کے نقش قدم پر نہیں چلتے۔ اگر انگریز اور دیسی سب جو اپنے آپ کو مسیحی کہتے ہیں مسیح کی طرح محبت اور پاکیزگی اور فروتنی سے ملبس ہوں تو ساری دُنیا میں خداوند کی بادشاہت جلد پھیل جائے۔ ہمارے ملک میں جو اس قدر تھوڑے لوگ خداوند پر ایمان لاتے ہیں۔ اسکا سبب سوا تعصب اور ذاتی بے پروائی اور قومی فخر کے یہ بھی ہے کہ ہم مسیحیوں انگریزوں اور دیسیوں کا چال وچلن مسیحی بہت کم ہے۔ یہ فرض سب کا ہے کہ ہم اپنے چلن سے وعظ کریں۔

راقم
چندو لعل

چمبہ ۔ ۱۴۔ جولائی ۱۹۱۰ء

میرے پیارے اور معزز بھائی جناب ماسٹر چندو لال صاحب

تسلیم۔ محبت نامہ مورخہ ۲۴۔ جون کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

آپ کے اس نقرہ کا جواب میں نہیں جانتا کہ کس طرح سے دوں آپ کے خیالات بڑے باریک اور دُور کے ہیں۔ جناب کو شاید معلوم نہیں کہ ہمارے ہندوستانی پنجابی مسیحی نوجوانوں کے خیال میری بابت کیا ہیں۔ وہ مجھے کہتے ہیں ڈاکٹر جب تو کسی مضمون کے سوچنے میں اپنی عقل وہ زنک لیجاتا ہے تو تیری عقل تجھ سے دُور چلی جاتی ہے۔

پچھلے مہینہ میں ایک نوجوان مسیحی مشن کا ملازم چمبہ میں بندہ کے مکان پر ایک دو دن آکر ٹھہرا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ہر روز اپنی پاکٹ سے انگریزی کی انجیل نکال کر پڑھنے بیٹھ جاتا تھا۔ میں نے اُسے کہا کہ تو کیا یہ شیطانی کام کرتا ہے۔ اُس نے تعجب سے پوچھا کہ کیوں میں نے جواب دیا کہ تو انگریزی بائبل انگریزی سیکھنے اور انگریزوں

کو اپنی لیاقت دکھانے کے واسطے پڑھتا ہے۔ اگر ہندوستانی لوگوں کی رُوحانی بہتری کے واسطے پڑھیں تو اُردو بائبل کو حفظ کریں تاکہ وعظ اور منادی کے وقت عام ہندوستانیوں کو فیض پہنچے۔ مَیں نے اکثر دیکھا کہ ہندوستانی مسیحی انگریزی بہت سیکھ جاتے ہیں اور اُردو کم جانتے ہیں۔ وعظ اور بحث مباحثہ کے وقت ہندوستانی مولویوں اور آریوں وغیرہ کے سامنے اپنے مطلب کو مناسب لفظوں میں ادا نہیں کر سکتے بلکہ اُردو بائبل کو غیر قوموں کے سامنے صحیح طور سے پڑھ بھی نہیں سکتے۔

میری رائے میں ہندوستانی مسیحی آریہ ہوتے جاتے ہیں جس طرح سے آریہ کہتے ہیں کہ بغیر مادہ کے خدا کچھ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح مسیحی ہندوستانی بھی ماننے لگ گئے ہیں۔ کہ جب تک روپیہ اور حکومت ہمارے اختیار میں نہ ہو مسیح اپنی بادشاہت ہندوستان میں نہیں پھیلا سکتا۔ صرف پنجاب ہی کو دیکھئے کتنے مسیحی لڑکے اور لڑکیاں ہیں جو گورنمنٹ کے امتحان پاس کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور کتنے ہیں جو سموئیل کی طرح ڈیوی نٹی کالجوں میں خدا باپ کی نذر کئے گئے ہیں۔ اور پھر یہ کیسے سخت افسوس کی بات ہے کہ بعض مسیحی جب وُہ ڈیوی نٹی کالج میں تعلیم پا چکے ہیں اور بائبل کی پُوری واقفیت حاصل کر لیتے ہیں تو ترقی تنخواہ اور عزت والا بڑا عہدہ اور کلیسیا پر حکومت پادریوں سے مانگتے ہیں اگر نہ ملے تو گڑگڑانے اور فساد کرنے لگ جاتے ہیں۔

ہمارے مسیحی نوجوانوں کو شیطان نے ایک کوشش بخشتی ہے۔ جس کے باعث وُہ مشنریوں اور مشن کے کام سے نفرت کرنے لگ جاتے ہیں۔

اگر اُن کی رائے میں مشنری صاحبان مشن کا کام ایسی عُمدہ طرح سے نہیں چلا رہے جیسا کہ مسیح چاہتا ہے۔ تو چاہئے تھا کہ ہمارے ہندوستانی مسیحی آپ مسیح کے بہادر سپاہی بن کر مشن میں ایسی زیادہ محبت۔ خود انکاری اور عاجزی اور فروتنی سے کام کرتے۔ کہ یوروپین مشنریوں کے لئے ایک نیک نمونہ بن جاتے۔ مگر وُہ

تو مشن سے دور بھاگ کر گورنمنٹ سے عہدہ لینے جاتے ہیں اور عذر رکھتے ہیں مشنریوں پہ کہ یہ ہمارے لئے نیک نمونہ نہیں۔

حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ خداوند کا قوی اور برکت والا ہاتھ مشنریوں ہی کے ساتھ ہے۔ آج ہندوستان میں لاکھوں لاکھ مسیحی ہیں۔ انہیں کی محبت کا پھل ہے۔ اور روز بروز خدا انہیں کے وسیلہ ہندوستان میں اپنی کلیسیا بڑھاتا جاتا ہے۔ اِنکے بالمقابل گورنمنٹ کے مسیحی ملازموں نے ہندوستانیوں کی رُوحوں کو شیطان اور دوزخ سے بچانے اور مسیح کا جلال ظاہر کرنے میں کیا کیا ہے۔

چمب کی کلیسیا میں مشن کا ملازم ایک غریب عیسائی ہے جس کا نام سوہنو ہے اُسکا باپ ایک نیچ ہندو قوم سے تھا۔ اور وہ خود بھی بڑا عالم نہیں۔ اور چھوٹی تنخواہ پاتا ہے۔ دُنیاوی طور سے دیکھا جاوے تو وُہ عزت میں مجھ سے بدرجہا کہیں کم ہے مگر خدا نے رُوحانی برکتیں اسکو اتنی بڑی بھاری بخشی ہیں کہ میں اُس کی جُوتی کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں۔ اُس کی منادی اور دُعا پر خدا نے یہ برکت ڈالی ہے کہ گذشتہ دو سالوں میں دو چار بُت پرست مسیح پر ایمان لاکر مسیح کی کلیسیا میں شامل ہو گئے ہیں۔ اب جب قیامت کے دن مسیح سوہنو کو کہیگا کہ آ اے میرے باپ کے برگزیدے آسمانی بادشاہت میں میرے دہنی طرف بیٹھ۔ میں نہیں جانتا کہ اسوقت میری دس گز کی پگڑی اور ۱۳ گز کی شلوار اور طلہ دار جُوتی میرے واسطے بہشت میں کونسا تخت مہیا کرائیگی۔

نیک اخلاقی زندگی کا نمونہ تو گورنمنٹ کے ہندو مُسلمان۔ دہریہ ملازم بھی لوگوں کو دکھا رہے ہیں۔ مگر سرکار کے وہ مسیحی ملازم کہاں ہیں جو اپنی عہدہ کی کُرسی پر بیٹھ کر یا بر سر بازار کھڑے ہو کر پکاریں "اے بابُو! مسیح پر ایمان لاؤ تو تم اور تمہارا خاندان نجات پائے گا"۔

حق بات یہ ہے کہ ہمارے ہندوستانی مسیحیوں میں دُنیاوی لالچ عزت اور آرام کی خواہش اور
غرور اتنا بہت بھر گیا ہے کہ وہ مسیح کی اطاعت میں مشنریوں کے آگے اپنی گردن خم نہیں کرتے۔
حالانکہ جو درجہ مسیح نے کلام اللہ کے خادموں کو دیا ہے کسی دُنیا کے بادشاہ کو نہیں دیا۔
جو تمہاری سُنتا ہے میری سنتا ہے اور جو میری سُنتا ہے باپ کی سُنتا ہے۔ جسکو اُس نے
کہا میری بھیڑیں چرا میرے لیلے چرا۔ اُسی کو فرمایا بہشت اور دوزخ کی کُنجیاں تیرے
ہاتھ میں دیتا ہوں۔ جنکو اُس نے اپنا منادو مقرر کر کے بھیجا اُنہیں فرمایا جو کچھ تم زمین پر
باندھوگے آسمان پر باندھا جائیگا اور جو کچھ تم زمین پر کھولوگے آسمان پر کھولا جائیگا۔
مسیح نے فرمایا میری بادشاہت اس جہان کی نہیں۔ جب لوگوں نے چاہا کہ اسکو
پکڑ کر اپنا بادشاہ بنالیں تو وُہ اُنکے درمیان سے نکل گیا۔ جب کسی نے مسیح سے کہا کہ میرے
بھائی سے کہہ کہ میرے ساتھ حصہ بانٹے۔ مسیح نے فرمایا کس نے مجھ کو تم پر قاضی یا حاکم مقرر
کیا ہے۔

ابن آدم آیا ہے کہ کھوئے ہوئے کو ڈھونڈھے اور بچاوے۔
بنی اسرائیل کے اڑھائی فرقے کو یردن کے اس پار میراث ملی تھی مگر اُنہوں نے اپنی
میراث میں آرام نہ لیا جب تک کہ اُنہوں نے ساڑھے نو فرقوں کو یردن کے اُس پار کے
مُلک پر قبضہ نہ دلایا۔
جب تک کہ سارا ہندوستان مسیحی نہ ہولے ہر ایک عیسائی کا فرض ہے کہ مسیح مصلوب
کا منادی بنے۔
کیا یہ ایسا وقت ہے کہ جس میں روپیا اور پوشاک اور زیتون کے باغ اور تاکستان اور
بھیڑیں اور بیل۔ اور غلام اور لونڈیاں لیویں ؟
کسی مہربان دوست نے پنجاب انڈین کرسچن ایسوسی ایشن کے آٹھویں سال کی رپورٹ
میرے پاس بھیجی ہے۔

مجھے معلوم نہیں کہ اس ایسوسی ایشن سے جن مسیحی طالب علموں نے مدد پاکر اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے اُن میں سے کتنے ڈیوی نٹی کالج میں بائبل شریف کی سٹڈی کر رہے ہیں اور کتنے مسیح کے مُناد بنکر خود انکاری سے اپنے آسمانی باپ کی محبت کا جلال ظاہر کر رہے ہیں۔ اور گنہگار روحوں کے بچانے میں اپنی جان اس طرح سے دے رہے ہیں جس طرح سے مسیح نے اپنی جان ہمارے لئے دی۔ کوئی اس سے زیادہ محبت نہیں کرسکتا کہ اپنی جان بھائی کے لئے دے۔

میری رائے میں اِس ایسوسی ایشن کے بانی اور ممبر مختلف خیالات کے آدمی ہونگے

بعض کا یہ خیال ہوگا کہ چونکہ گورنمنٹ کی ملازمت میں ہندو اور مسلمان عہدہ دار زیادہ ہیں اور ہم اُنکے مقابل میں تھوڑے ہیں۔ اسواسطے ہم حقیر دکھائی دیتے ہیں۔ کیونکہ اکثر ہم کو اُن عیسائیوں سے ملنا پڑتا ہے جو نیچ ذاتوں سے مسیح کی کلیسیا میں ملے ہیں۔ اگر عیسائی سرکاری اعلیٰ امتحان پاس کرکے معزز عہدوں پر جا پہنچینگے تو ہمارے واسطے ایک عمدہ سوسائٹی ہوجاویگی اور رشتہ داریاں کرنے میں بھی تکلیفیں پیش نہ آئینگی۔

بعض صلب انگریز پادریوں کی ماتحتی کو بُرا جانکر چاہتے ہونگے۔ کہ ہندوستانی مسیحی انکی ماتحتی سے چھوٹ کر دولتمند بن جاویں۔

بعض خوشامدیوں کا یہ خیال ہوگا کہ اپنے افسر پادریوں کو دکھاویں کہ اب ہندوستانی کلیسیا اپنے پانوں پر کھڑی ہونیوالی بنگئی ہے۔

بعض ناواقف بھولے بھالے ممبر صاحبان بغیر سوچے سمجھے اس کو برادرانہ محبت کا ایک نیک کام خیال کرکے آنکھ بند کرکے چندہ دیدیتے ہونگے کہ آپ ہی اس سے کچھ نیک نتیجہ نکل آئیگا۔

مسیح نے ہم کو اپنے خون سے اسواسطے خرید کیا ہے تاکہ اپنے آسمانی باپ کے محبت کے جلال کو ہم میں ظاہر فرماوے نہ اسواسطے کہ ہم دنیا میں جلال پائیں۔

پس جب تک مجھے یہ یقین نہ ہو کہ اس ایسوسی ایشن کے مدد یافتہ طالب علم پولوس کی طرح۔ مسیح کی پہچان کی زیادہ خوبی کے سبب دنیاوی سب چیزوں کو نقصان کا باعث

سمجھتے ہیں اور اُنکو بڑا جانتے ہیں تاکہ مسیح کو حاصل کریں اور اُس میں پائے جائیں اور مسیح کی موت سے مشابہت پیدا کرتے ہیں تاکہ کسی طرح مردوں میں سے جی اُٹھنے کے درجہ تک پہنچیں تب تو میں بڑی خوشی سے اس ایسوسی ایشن کا خادم بننا منظور کرتا ہوں ۔ ورنہ۔نہ ۔

جس راہ میں خداوند ہمارے ساتھ نہیں چلتا اس میں کامیابی اور خوشی ہم کو نہیں ملتی ۔

ایک دفعہ میں نے چند نوجوان مسیحیوں سے (جو انگریز پادریوں کے برخلاف بہت کچھ بول رہے تھے) پوچھا کیا آپ کی رائے میں کوئی ایسا مشنری بھی ہے جسکو آپ بہت ہی بُرا خیال کرتے ہیں ۔ اور وہ ہم ہندوستانیوں اور خاصکر کے ہندوستانی مسیحیوں کے حق میں نہیں چاہتا کہ ہم اور ہمارے عزیز رشتہ دار خدا سے تندرستی اور عمر کی درازی حاصل کریں ۔ نہیں چاہتا کہ کلام الٰہی کی سمجھ ہم کو آوے یا ہم مسیح کی خوبیوں پر دل وجان سے عاشق ہو جاویں ۔ اور مسیح کے وسیلہ آسمانی باپ کے ساتھ ایک ہو جاویں ۔

اُن نوجوانوں نے صاف دل سے جواب دیا ہرگز نہیں ۔ بُرے سے بُرا مشنری بھی یہ باتیں تو ہمارے برخلاف کوئی نہیں چاہتا ۔ میں نے کہا پھر بھائیو ۔ ہمارے اور انگریز پادریوں کے درمیان جھگڑا ہی کس بات کا ہے ۔ اِس بات کا نہیں کہ ہم بڑی تنخواہ اور مطلق العنان حکومت اور یوروپین کی مانند بڑی عزت اور آرام پادریوں سے طلب کرتے ہیں ۔

"تم مانگتے ہو اور پاتے نہیں ۔ اس لئے کہ بیجا مانگتے ہو تاکہ اپنی عیش وعشرت میں خرچ کرو" (یعقوب ۴-۳) ۔

اگر ہم مسیح کا جلال ظاہر کرنے چاہیں تو کون ہے جو ہم کو مسیح کی محبت سے جُدا کر سکیگا کیا پادری ۔ کیا آسمان یا زمین یا اور کوئی دوسری مخلوق ۔ ہرگز نہیں ۔ مسیح نے کبھی نہیں کہا کہ میری مشین کے انجن کا بھاپ (سٹیم) مسیحیوں کا روپیہ ہی ہے ۔ اُس نے تو اپنے شاگردوں کو وہ وہ اختیار دیئے ہیں کہ جو دُنیا کے عقلمندوں اور دولتمندوں کو

خرمندہ کرتے ہیں۔ پطرس نے کہا۔ سونا اور روپا میرے پاس نہیں۔ لیکن اُسے مطلوع جو کچھ میرے پاس ہے تجھے دیتا ہوں۔ عیسیٰ مسیح کے نام سے اُٹھ اور چل۔

مہربانی کرکے میرے اس خط کو پڑھ کر پھاڑ نہ ڈالیں۔ بلکہ شملہ میں اپنے سب مسیحی دوستوں اور عزیز فرزندوں کو پڑھنے کو دیں اور نیز جناب پنڈت جانکی ناتھ صاحب کو بھی دیں۔ اور بعد ازاں مسٹر فضل الٰہی صاحب اسسٹنٹ سکرٹری بگ ڈپو کی خدمت میں لاہور بھیج دیں اور وُہ مسٹر ستی۔ آئی سنگھا صاحب کی خدمت میں بٹالہ بھیجدیں اور وُہ پھر لاہور جناب پادری علی بخش صاحب کی خدمت میں بھیجدیں۔

مَیں مشکور رہونگا اگر آپ اور دیگر احباب مجھ کو کوئی ایسی نیک نصیحت فرمائیں کہ جس سے میری عقل مضمون کے سوچتے وقت مجھ سے دُور نہ چلی جایا کرے۔ بلکہ دُعا فرماویں کہ رُوح القدس مجھ کو ساری سچائی کی راہ چلاوے۔ آمین

خداوند کا فضل آپ کے اور آپ کے تمام عزیز رشتہ داروں کے ساتھ ہمیشہ ہووے۔ آمین ۔

چین کے ایک مسیحی نے اپنے قاتلوں سے التجا کی کہ مجھے اپنے سب سے عُمدہ کپڑے پہن لینے دو۔ کیونکہ مَیں بادشاہ کے محل کو جا رہا ہُوں۔ اُن ظالموں نے اُسکو قتل کرکے اُسکا دل نکالا اور تلاش کرنے لگے کہ اس شخص کی دلیری کا کیا راز ہے۔

لُوط کی جورو نے پیچھے پھر کر دیکھا اور خدا نے اُسکو پھر کبھی سامنے دیکھنے کی اجازت نہ دی۔ خدا نے ہماری آنکھیں پیشانی میں لگائی ہیں۔ تاہم آگے کو نظر رکھیں اور پیچھے نہ دیکھیں تاکہ اپنے کئے ہوئے کاموں پر غرور نہ کریں۔ بلکہ جو کچھ آگے کو کرنا ہے اُسکو مستعد ہو کر کریں۔

دُعا صبح کی چابی اور رات کا قفل ہونی چاہئے۔

چند مختصر و مکتفی دلائل

(سالی کے ساتھ شادی کرنیکے بارہ میں)

اوّل - کتابِ مُقدّس کی سند - علم الٰہیات کا کوئی جید عالم سالی کے ساتھ شادی کی ممانعت (احبار ۱۸ : ۱۸) پر قائم نہ کریگا - کیونکہ اس آیت کی تشریح خواہ کچھ ہی ہو یہودیوں کا دستور اس شادی کو جائز ٹھہراتا ہے اور گویا اس معاملہ کا قطعی فیصلہ کر دیتا ہے - درحقیقت یہودیوں میں سالی کے ساتھ شادی نہ فقط جائز بلکہ قابلِ قدر خُوبی سمجھی جاتی تھی (ایلی کوٹ) مگر کلام مقدس میں سے مختلف دلائل اس قسم کی شادیوں کو مطعُون ٹھہرانے کے لئے پیش کیجاتی ہیں - جو فی الحقیقت بعض فقروں یا آیات میں سے بطور نتیجہ یا استنباط اخذ کی جاتی ہیں - اور لطف یہ کہ اُنکو بمنزلہ قانون الٰہی کے مانا جاتا ہے - ان میں سے بعض دلائل مثلاً وُہ جو "ایک جسم" پر مبنی ہیں مطلوب مُدعا سے زیادہ ثابت کرتی ہیں - اور اُنکو راستی کے ساتھ قائم رکھنا محال ہے - جو دلائل پیش کیجاتی ہیں اُن میں کوئی بھی ایسی نہیں جسکو بنی آدم میں سے جمہور کی عقل سلیم بلا حیل وحجت فوراً صحیح تسلیم کرلے اور اس معاملہ کا قطعی فیصلہ کر دے جیسا کہ ہمارے خداوند نے جبکہ اس پر سبت کو توڑنے کا الزام لگایا گیا تو ایک اصُول کو قائم کرنے سے اپنے فعل کو جائز ٹھہرادیا تھا - چنانچہ اُس نے یہ سوال کرکے کہ سبت کے دن نیکی کرنی روا ہے یا بدی کرنی - اُس دھندلاپن کو جو چوٹے حکم پر عالم ربیوں نے حاشیئے چڑھا کر پھیلا رکھا تھا بالکل صاف کر دیا - ہم یہ کہنے کی جرأت کرتے ہیں کہ کوئی اس قسم کا بدیہی اصُول نہیں جو کلیسیائے انگلستان کے اس مزاحمت کا موید ہوسکے لیکن اس کے خلاف اصُول قایم ہوسکتا ہے - حق تو یہ ہے کہ اس مضمون پر کتاب مقدس میں کوئی واضح ہدایت موجُود ہی نہیں - ایسے معاملات کا دارو مدار بہت کچھ رسم ورواج اور بنی آدم کی عقل سلیم پر ہے۔

جو مناسبت پڑھی ہے۔ اگر خدا کا یہ مدعا ہو کہ فقط ایک مرتبہ شادی کی جائے تو دوسری شادی کا ذکر تک ہرگز نہیں کرنا چاہئے۔ جو انسانی نتیجہ ایسا بدیہی نہیں ہے کہ تمام بنی آدم کی عقل اُسکو صحیح تسلیم کرے۔ مگر فقط ایک خاص فرقہ اُسکو درست تصور کرتا ہے تو اُسکو آلہی مرضی کا ظہور کیونکر قرار دے سکتے ہیں۔

دوم ۔کلیسیا کی روایت اور مسئلہ۔ہمارے پاس اس امر کی قطعی شہادت موجود ہے۔کہ قریب سنہ ۳۰۰ء تک سالی کے ساتھ شادی کرنے کی اجازت تھی۔ ہاں البتہ ایسی شادی کرنے والوں کو کلیسیا میں کسی دینی عہدہ پر مامور ہونے کی اجازت نہ تھی۔ بعدازاں ۳۰۵ء و ۳۱۴ء میں کلیسیا کی مجالس نے قرار دیا کہ جو شخص اپنی سالی کے ساتھ شادی کرے اُسکو عرصہ پانچ سال تک کلیسیا سے خارج رکھا جائے۔ پھر ۳۵۵ء میں سالی کے ساتھ شادی کرنے کی کلیسیائی اور مُلکی قانون کے مطابق قطعی ممانعت کی گئی۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اسوقت راہبوں کا فرقہ ترقی پر تھا اور گوشہ نشین مسیحی درویشوں کا سکہ عملی طور پر رائج ہوگیا تھا۔ اب ان مندرجہ بالا واقعات سے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔اگر رسُولی اور مابعد کی کلیسیا سالی کے ساتھ شادی کو قابلِ طعن قرار نہیں دیتی تھی توجو لوگ اس سوال کو ایسا ضروری سمجھتے ہیں کہ گویا یہ مسیحی دین کا ایک اصل الاصول ہے اور عوام کی ضمیر پر جبر کرکے اسکو قبول کروانا چاہتے ہیں کیا ہم انکو راستی پر تصور کرسکتے ہیں۔یہ قیاس کرنا کوئی نامعقول بات نہیں ہے۔کہ رسُول اور اُنکے جانشین ایسی شادیوں کے خلاف کچھ نہیں کہتے تھے۔ جو کچھ اُنکی تحریرات سے نکلتا ہے سو یہی ہے کہ وُہ کلیسیا میں دینی خدمت کے عُہدہ داروں کو منع کرتے تھے کہ ایک مرتبہ سے زیادہ شادی نہ کریں۔جبکہ ہمارے بلکہ تمام دُنیا کے سامنے ایسی شہادت موجود ہے تو ہم کیونکر مان سکتے ہیں کہ سالی کے ساتھ شادی کرنا آلہی شریعت یا کلیسیائے جامع کی رائے اور خیال کے خلاف ہے۔کیا ہم رسُولی اور مابعد کی ابتدائی کلیسیا کو کلیسیائے جامع کے احاطہ سے خارج سمجھیں۔کیا رسُول اور

نکے جانشین ایسی شادی کرنے والونکو مسیحی جماعت میں سے نکال دیتے ۔ اگر نہیں تو کیا وجہ ہے کہ موجودہ زمانہ میں اُنکے قائم مقام ایسی کارروائی کرنے میں نہایت فکر و تشویش ظاہر کرتے ہیں ۔ جامعیت کا قانون جو ونسنٹ کے نام سے منسوب ہے سو یہ ہے کہ جو ابتدا سے ہے اور جو ہمیشہ ہوتا رہا ہے اور جو ہر کہیں موجود ہے سو کاتلک ہے ۔ یہ قاعدہ کلیسیائے انگلستان کی اس ممنوعہ شادی کا موید نہیں ہے اس لئے یہ دعویٰ بجا نہیں کہ مسیحی کلیسیا نے ابتدائے زمانہ سے سالی کے ساتھ شادی کی ممانعت کی ہے ۔

سوم ۔ مختلف اقوام کی شہادت ۔ اگر کوئی ایسا قانون دریافت کرنا ہو جو طبع انسانی پر حاوی ہو تو اسکا ایک طریق یہ ہے کہ جو امر زیر بحث ہو اُس کی نسبت مختلف اقوام اور ممالک کے آدمیوں کے درمیان تحقیقات کی جائے ۔ اب سالی کے ساتھ شادی کرنے کے بارے میں قدیم اقوام متفق الرائے ہیں کہ اس قسم کی شادی جائز ہے ۔ رومی اور یہودی اور ہندو اور محمدی قانون میں اس شادی کا جواز پایا جاتا ہے ۔ رومی قانون کلیسیا کے دباؤ میں آکر ۳۵۵ء میں تبدیل ہوا (ڈاکنس) اور اس طور پر یوروپ کا قانون آج سے کچھ عرصہ پہلے تک اس قسم کی شادی کے خلاف رہا ہے ۔ مگر اسوقت یوروپ اور شائستہ اقوام کے قانون میں کیا نظر آرہا ہے ۔ یوروپ کے قریب تمام ممالک اور امریکہ اور انکے مقبوضات میں سالی کے ساتھ شادی جائز ہے ۔ انگلستان میں ایسی شادیاں جو اُس کے مختلف مقبوضہ ممالک میں کی جائیں جائز سمجھی جاتی ہیں ۔ حالانکہ اب تک انگریزی قانون نے انکو خاص انگلستان میں جائز نہیں ٹھہرایا ۔ اس عجیب و ورُخہ قانون کا نتیجہ یہ ہے کہ صاحب دولت و ثروت تو مزے میں رہتے ہیں اور بیچارے غریبوں کا خدا حافظ ۔ اب ان اتفاقات سے کیا نتائج نکلتے ہیں ۔ اگر غیر مسیحی اقوام اور یہودی اس قسم کی شادی کو جائز سمجھتے ہیں اور اگر باوجود ایک قدیم مروجہ رسم کے ممالک یوروپ کے سب سے شائستہ داشعان قانون کلیسیا کے دستور سے منہہ پھیر کر اس شادی کو جائز قرار دے رہے ہیں تو کیا اقوام کی

متفق شہادت سے کم از کم یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ایسی شادیاں بدرجہ اولیٰ معقول ہیں اور
کہ وہ خدا کی مرضی کے خلاف نہیں ہیں۔

چہارم۔ مسیحی نکاح کی پاکیزگی کی لحاظ سے۔ بعض اوقات یہ امر بڑے زور سے
پیش کیا جاتا ہے کہ مسیحی کلیسیا کا فرض ہے کہ اس ممانعت کو جاری اور قائم رکھے تاکہ مسیحی
نکاح کی پاکیزگی کا اصلی مدعا زندہ رہے۔ نکاح کے ذریعہ زوجہ کے رشتہ دار اسکے شوہر
کے گویا خونی رشتہ دار ہو جاتے ہیں اور علیٰ ہذا القیاس مرد کے رشتہ دار عورت کے
اپنے ہو جاتے ہیں اور یہ رشتہ ابد تک قائم رہتا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ پہلی بیوی کے
کے بعد کسی مرد کے مجبوراً اسنئے رشتے پیدا کرانے سے جو خانگی جھگڑے اور تنازعے
پیدا ہو جانے کا امکان ہے کیا اس سے مسیحی نکاح کی پاکیزگی قائم رہتی ہے۔ کیا جب
محبت کے بند میں مختلف خاندان وابستہ اور پیوستہ ہونے چاہئے۔ اسکو ڈھیلا کرنے
سے مسیحی نکاح کی پاکیزگی قائم رہتی ہے۔ کیا دوسرا نکاح کرنے سے یہ پاکیزگی قائم رہتی
ہے۔ جب رسولوں نے دینی خادموں کے لئے ایک مرتبہ سے زیادہ شادی کرنا روا نہ رکھا
تو کیا وہ اس امر میں زیادہ درستی پر نہ تھے۔

پنجم۔ مسیحی کلیسیا کی آزادی۔ جن معاملات میں ایمان اصلی جز نہیں ہے۔ ان
میں متابعت بھی ضرور نہیں۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ مسیحی جو چاہیں سو کریں۔ بعض ضروری
امور ایسے ہیں کہ جن پر اشخاص کی فرداً اور مجموعی طور پر اخلاقی زندگی کا انحصار ہے انکے
علاوہ مسیحی جماعتوں کو کسی قانون کے قبول کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر ہندوستانی
مسیحی بعد سوچ و بچار اور بحث کے خود بخود اس دستور کے ساتھ اتفاق ظاہر کریں تو یہ
اور بات ہے رسولوں کے اعمال کی کتاب مسیحی کلیسیاؤں کے لئے آزادی کی سند ہے۔
اس سند کو ہاتھ میں لیکر جس میں حرامکاری کے خلاف قانون مندرج ہے کیا کوئی ایسا
قاعدہ جاری کرنا مناسب ہے کہ جسکی نسبت یقیناً نہیں کہہ سکتے کہ اس سے جماعت کی

اخلاقی زندگی محفوظ اور قائم رہیگی۔ بلکہ وُہ بجائے ضعف کے تقویت کا باعث ہوگا۔

ششم۔ بعض عملی قیاس۔ ہندوستان میں ملکی قانون اس قسم کی شادیوں کا طرفدار ہے۔ عوام کے خیالات اور انکی رُسوم انکی موید ہیں۔ بلحاظ ان امور کے اگر کلیسائے انگلستان ہندوستان کے مسیحوں کو اس دستور سے روک رکھے تو کیا کچھ فائدہ کی اُمید ہوسکتی ہے۔ پھر کلیسائے انگلستان کے سوائے باقی کلیساؤں میں ایسی شادیوں کی اجازت ہے اس سے معاملہ اَور بھی پیچیدہ ہوجاتا ہے۔ اب چونکہ انگریزی کلیسیا کے شرکا دُوسرے کلیساؤں میں آزادانہ بیاہ شادیاں کرتے ہیں ممکن ہے کہ ایسی ممنوع شادیاں وقوع میں آئیں چنانچہ ایسا ہوا بھی ہے۔ اِس کی نسبت بشپ صاحبان کیونکر کارروائی کرینگے۔ کیا ضرور ہے کہ انگریزی کلیسیا کے لوگ اپنے ہی فرقہ میں شادی کریں۔ بعض اس سے بھی سخت مشکلات پیش آنی ممکن ہیں۔ کیا کلیسیا میں کوئی ایسا قانون رکھنا اچھا ہے جسکا نہ تو ملکی قانون حامی ہے اور نہ عوام کا طبعی رُخ اور دستور موید ہے۔ اور جس کے ماننے سے دُوسرے مسیحی فرقے قطعی انکار کرتے ہیں۔ اور جو علاوہ بریں مسیحی مذہب کا اصل الاصول نہیں ہے ۔

بائبل کی صداقتیں سونے کے ذرات کی مانند ہیں جو زمین کی ریت میں پڑے رہتے ہیں۔ ہزاروں اور لاکھوں آدمی زمین پر سے گذر جاتے ہیں اور نہیں جانتے کہ اُسکے نیچے کیسے کیسے گنج پنہاں ہیں۔

خدا کبھی کبھی ہم کو مصیبت کی تہ میں لیجاتا ہے تاکہ ہم اُسکے وعدوں کو دیکھ سکیں۔ بہت سے وعدے جادو کی سیاہی کے ساتھ لکھے ہوئے ہیں۔ بظاہر کوئی اُنپر غور نہیں کرتا مگر آگ کے سامنے اُنکے حروف روشن نظر آنے لگتے ہیں۔

قیامتِ عام

وہ وقت آتا ہے کہ جتنے قبروں میں ہیں اُس کی آواز سُن کر نکلینگے - جنہوں نے نیکی کی ہے زندگی کی قیامت کے واسطے - اور جنہوں نے بدی کی ہے عدالت کی قیامت کے واسطے (یوحنا ۵ : ۲۸ و ۲۹) -

اہلِ حکمت نے بہت سے تصورات باندھے ہیں - بعض کہتے ہیں کہ بہشت میں سونا کہاں سے آیا - بعض جہنم کی آگ کو بازیچۂ طفلاں سمجھتے ہیں - بعض فرعون دماغ مسیح کی الوہیت پر تمسخر کرتے ہیں - بعض قیامت کے منکر ہیں - اور زمانہ مستقبل پر دھندلا اور کہاسے کا پردہ ڈالتے ہیں اگر میں تم سے دنیا کے بڑے نامدار فاتحوں کے نام دریافت کروں - تو تم فوراً قیصر اور سکندرِ اعظم اور نپولین کا نام پیش کروگے - مگر سب سے بڑے فاتح کا ذکر کرنا تو تم بھول گئے - اُس کے مقابل بڑے سے بڑا بہادر ایک معمولی سپاہی کی حیثیت بھی نہیں رکھتا - جب وہ اپنے مشکی گھوڑے پر سوار میدانِ جنگ میں سے گزرتا ہے - تو اُس کے خون آلودہ سم ایک عالم کے زخمی دلوں پر اپنا نشان چھوڑ جاتے ہیں - کوئی ملک کوئی شہر اس کی فتوحات سے خالی نہیں اُس فاتح کا نام موت ہے - اُس کے ہاتھ میں سیاہ جھنڈا ہے اور وہ اپنے اسیروں کو زندہ نہیں چھوڑتا - اگر خدا انسان کی پیدائش کا سلسلہ منقطع کرتا تو زمین مدتوں سے اجاڑ ہو چکی ہوتی ہر طرف بربادی اور بے آبادی ہوتی - ھیرو دلیس نے دو دو برس کے یا اُن سے چھوٹے لڑکوں کو قتل کروایا - مگر موت کا دیو چھوٹے بڑے کسی کو نہیں چھوڑتا - چنگیز خاں نے پچاس لاکھ آدمی خاک میں ملائے - مگر اس کے مقتول بیشمار ہیں - دنیا کے بادشاہ بعض اوقات مفتوح ممالک چھوڑ دیتے ہیں - مگر اس دیو کے چنگل سے سوائے مسیح کے کوئی بچ کر نہیں نکلا - یہ ایسا ظالم خونخوار فاتح ہے ! اُس کا محل ایک بڑا بھاری مقبرہ ہے - تابوت پر کے مرجھائے ہوئے پھول اُس کی فتح کا سہرا ہیں نالہ و شیون کی

صدا اُس کا نغمہ ہے۔ کاسۂ سر اُس کی ضیافت کا قدح ہے۔ آنکھوں سے ٹپکتے ہوئے آنسو
اُس کے باغ کے فوارے ہیں +

مگر اس فاتح کا تخت گر جائیگا۔ اُس کا عصا ٹوٹنے کو ہے۔ اُس کا محل مسمار ہونے پہ
ہے"۔ کیونکہ وہ وقت آتا ہے۔ کہ جتنے قبروں میں ہیں اُس کی آواز سن کر نکلینگے جنہوں نے
نیکی کی ہے زندگی کی قیامت کے واسطے اور جنہوں نے بدی کی ہے عدالت کی قیامت کیواسطے" +

غیر مسیحی فلسفہ دانوں نے رُوح کی بقا کی نسبت قیاس تو جمایا۔ مگر یہ اُن کے خواب و خیال
میں بھی نہ آیا۔ کہ جسم اُٹھ کر کبھی رُوح کے ساتھ مل سکتا ہے۔ یہ خیال صرف بائبل میں
پایا جاتا ہے۔ اور دلیل کی حدود سے پرے ہے۔ حق تو یہ ہے کہ کوئی مثال یا تشبیہ اس
پر ٹھیک نہیں بیٹھتی۔ شاید تم کہو گے کہ جیسے گیہوں کا بیج بویا جاتا ہے اور زمین میں پڑا
رہتا اور پھر اُگتا ہے۔ بعینہٖ یہی حال ہمارے جسم کا ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر دانہ موسم
برسات میں مدت تک مٹی کے نیچے پڑا رہے اور سڑ گل جائے تو پھر وہ کہاں اُگتا ہے یہ مثال
ٹھیک نہیں۔ پھر تم کہو گے کہ بعض بے پر کیڑے پردار تتلیاں بن جاتے ہیں اسی طرح ہمارے
مردہ جسم پُرجلال ہو جائینگے۔ میں جواب دیتا ہوں کہ بے پر اور پردار کیڑے میں زندگی کا وقفہ
نہیں ہوتا۔ اس لیئے یہ مثال بھی درست نہیں۔ پھر تم عالم نباتات سے مثال لاکر کہتے ہو
کہ دیکھو موسم بہار میں درخت قیامت کا کامل نمونہ ہیں۔ جواب اس کا یہ ہے کہ درخت موسم
خزاں میں مر نہیں جاتا۔ وہ فقط خفتہ حالت میں ہے۔ اسلیئے یہ بھی عین درست تشبیہ
نہیں۔ جسم خواہ کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے خواہ جلاکر راکھ کیا جائے۔ پھر جوں کا
توں جی اُٹھیگا +

اس مضمون کے متعلق ضرور ہے کہ کچھ نہ کچھ راز ہمیشہ تک رہیں اور سائنس کی ترقی کے ساتھ
یہ اسرار بھی بڑھتا جاتا ہے۔ انسانی جسم کا بہت تھوڑا حصہ خاک میں جا ملتا ہے اس میں
معدنی مادہ بہت کم ہے۔ زیادہ حصہ رطوبتیں اور کئی قسم کی گیس (لطیف ہوائیں) ہیں

جن کے اجزاء ادھر ادھر منتشر ہو جاتے ہیں اور باقی راکھ کا جزو رہ جاتا ہے۔ غرض موت کے بعد جسم کچھ زمین کی مٹی میں کچھ ہوا میں پھیل جاتا ہے۔ اب اس میں علم کیمیا کے عالموں کو یہ مشکل پیش آتی ہے کہ جب جسم ایسی حالت میں گویا غائب ہو گیا۔ تو وہ پھر یکجا جمع کیونکر ہو سکتا ہے۔ اگرچہ قیامت کے اس خیال میں بہت کچھ ہے جو عقل میں نہیں آتا مگر اس میں عقل کے خلاف کچھ نہیں۔ اب بعض اعتراضوں پر غور کرنا چاہیئے۔ معترض کہتے ہیں کہ جب جسم چاروں طرف منتشر ہو گیا۔ تو وہ پھر جمع کیونکر ہو سکتا ہے۔ مثلاً ایک آدمی کا پاؤں میکسیکو کے جنگ میں اُڑ گیا۔ بعدازاں وہ شہر نیو یارک میں چلا آیا اور وہاں پر اتفاقیہ اُس کے ہاتھ کی اُنگلی کٹ گئی۔ پھر وہ شخص مشنری ہو کر ملک چین کو گیا اور وہیں پر مر گیا۔ اب کیا اُس کا پاؤں میکسکو سے اور انگلی نیو یارک سے اُڑ کر چین میں اُس کے ساتھ جا لگیگی۔ میں کہتا ہوں کہ خدا کے باقی کاموں کے مقابلہ میں یہ کچھ ناممکن معلوم نہیں ہوتا۔ مثلاً تمہارا جسم زمین کے مختلف ممالک کے اجزا سے مرکب ہے۔ کسی ملک سے کشمش کسی سے کیلے تمہارے جسم میں شامل ہو گئے۔ جنگل کا شکار اور جنوبی علاقوں کی چینی غرض دنیا کے سرد اور گرم ملکوں کی اشیاء تمہارے جسم کی ساخت میں حصہ دار ہیں۔ پھر معترض پوچھتا ہے۔ کہ فرضاً کسی آدمی کو آدم خور وحشیوں نے کھا لیا۔ اُس کا جسم پھر درست کیونکر ہو گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس امر کا کوئی ثبوت نہیں کہ جسم کا معدنی حصہ کسی دوسرے جسم میں جذب ہو سکتا ہے۔ میرے خیال میں خدا میں یہ طاقت ہے کہ ان دو جسموں کو ابد تک علیحدہ رکھے۔ مگر فرضاً ایک جسم کا کچھ حصہ دوسرے میں جذب ہو بھی جائے تو کیا خدا ویسا ہی ایک اور حصہ پیدا نہیں کر سکتا۔ علاوہ ازیں نیک آدمی کے جسم کا حصہ جو قیامت میں ہو گا نئے اجزا پسند کریگا۔ بمقابلہ اُن اجزا کے جو آدم خور نے کھا کر ہضم کر لئے ہونگے۔ ایک اور اعتراض ہے جو پیش کیا جاتا ہے کہ انسان کا جسم سات یا دس سال میں سراسر تبدیل ہو جاتا ہے۔ یعنی ستر سال کی عمر تک ایک آدمی کے سات

جسم چُور ہو چکتے ہیں۔ اس حساب سے روزِ آخر میں اُس آدمی کے سات سر اور چودہ پاؤں اور جسم کے باقی اعضا بھی اسی تناسب سے ہونے چاہئیں۔ لیکن ہمارا جواب ہے کہ کتاب مقدس میں صاف مندرج ہے کہ جو جسم دفن کیا جاتا ہے وہی پھر زندہ ہوگا۔ باقی پُرانے اعضا کا کہیں ذکر نہیں +

اب آؤ اس خندق میں سے باہر نکلیں ایک روز صبح کے وقت میں ایک پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا تھا۔ سورج کی زریں شعاعیں سہرے کی طرح اُس چوٹی کی پیشانی پر حسن افزا تھیں نیچے وادی میں اب تک پیچ در پیچ بادلوں کی قطاریں نظر آتی تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے شعلوں کے تیر اس دھوآں دھار وادی کے جگر کے پار ہونے لگے۔ بخارات کے ٹکڑے ہر طرف ہیں چاروں طرف بھاگنے لگے گویا میدان جنگ میں سوار بیتاب ہو کر گھوڑے اُڑائے جا رہے ہیں۔ اب غبار اوپر کو اُٹھا۔ پھر شفق کھا کر چکرایا۔ وادی ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک بقعۂ نور بن گئی۔ بادلوں کے ٹکڑے کیا تھے۔ آگ کے گھوڑے اور آگ کی رتھیں اور آگ کے تخت اور آتشی فرشتے تھے۔ آہستہ آہستہ بغیر شور و غل کے وہ پراگندہ ہو گئے اور سبز وادی صاف نظر آنے لگی رفتہ رفتہ ندی کے چکر اپنی جھلک دکھانے لگے۔ ادھر اُدھر ہرے ہرے درختوں میں دھات اور چراگاہوں میں مویشیوں کے جھنڈ دکھائی دیتے تھے اناج کے کھیت لہلہا رہے تھے۔ اور تمام وادی کا نشیب اپنی خوبصورتی اور وسعت میں ایک عجیب منظر تھا۔ یہ ایک مثال ہے اُس تاریک پردہ کی جو دنیا کی تمام قبروں اور مزاروں اور مقبروں پر چھایا ہوا ہے اور کوئی دنیاوی چراغ اُس کو منور نہیں کر سکتا مگر جب اُوپر سے آفتاب صداقت طلوع کرتا ہے تو شک و شبہ کا غبار اُڑ جاتا ہے۔ اور مُردوں کی وادیاں صبح قیامت کی روشنی میں منور ہو جاتی ہیں +

کتاب مقدس کے بعض بیانات سے ثابت ہوتا ہے کہ نرسنگھے کی آواز اور شور کے ساتھ قبریں کھلنی شروع ہونگی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس روز آسمان سے ایک ایسی آواز سنائی دیگی کہ پیشتر کبھی سنی نہیں گئی شاید وہ بہت تیز ہوگی مگر

ایسی مؤثر ہوگی کہ آر پار ہو جائیگی بعض مقبرے ایسے ہیں کہ جسدن سے مُردے اُن میں دفن کئے گئے خاموشی کا عالم چھایا ہؤا ہے - یہ بڑی آواز بھی ان کو چھید کر نکل جائیگی سمندر کے اندر میلوں کی عمق میں جہاں گھونگے اور صدف کے انباروں کے درمیان کشتی شکستگان آرام میں پڑے ہیں وہ آواز جا کر تھلکہ برپا کردیگی - کوئی اُس کو غلطی سے گرج کی آواز یا زمینی ساز کی صدا نہیں سمجھیگا - ابدیت کے پھاٹکوں میں سے بے شمار مردے بڑے زور شور سے نکلتے ہوئے اور قبروں کی طرف بھاگتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے سنائی دینگے کہ اے گور کھل جا اور ہمارا جسم واپس ہم کو دے - ہم نے اُسے فنا کی حالت میں تیرے سپرد کیا تھا - اب اُسکو بقا کی حالت میں واپس دے - ہزاروں جسم اُس میدان جنگ سے اور چٹانوں میں سے اور پہاڑوں کے درّوں میں اُٹھ رہے ہیں لاکھوں قبرستانوں میں جمع ہو رہے ہیں - اُس قبر پر تین روحیں منتظر کھڑی ہیں کیونکہ اس میں تین مُردے دفن کئے گئے تھے اُس مقبرے کے گرد ایک خاندان کی بیس روحیں منڈلا رہی ہیں کیونکہ اس میں بیس لاشیں مدفون ہیں - سمندر کے اس کنارے سے اُس کنارے تک قدم قدم پر سینکڑوں روحیں اپنے اپنے جسم کو ملنے جا رہی ہیں اُس مجمع کو دیکھتے ہو اُس مقام پر ایک جہاز غارت ہؤا تھا - اُس لق و دق جنگل میں ایک ہی رُوح نظر آتی ہے ہاں یہ ایک مسافر کی رُوح ہے جو اس جگہ برف میں دب کر مر گیا تھا - چاروں طرف ہوا میں روحیں پرواز کر رہی ہیں - ویسٹ منسٹر کا بڑا گرجا دھڑاکے کے ساتھ اپنے نامی بادشاہوں اور زبان آوروں اور شاعروں کو نکال کر پھینکیگا - مصر کے اہرام دھڑام سے گر جائینگے اور سلاطین اُن کے اندر سے نکل آئینگے - موجودہ [illegible] کے قبرستانوں کے پھاٹک کھل جائینگے اور اُن کی زمین ایسی ہوگی کہ گویا کسی نے ہل چلا کر مٹی اکھاڑ پھینکی ہے وینس کے تمام سلاطین اور وزیر و مشیر سب مشاہیر اور فقیر کل فاتح اور مفتوح افواج - غرض ہر زمانہ کے ہر قسم کے لوگ تمام موجود ہونگے ایک بھی پیچھے نہ رہیگا +

ایک جراح نے مجھے بتایا - کہ بل رن کی لڑائی کے بعد میں نے اتنے ہاتھ پاؤں کاٹ کاٹ کر کھڑکی کے باہر پھینکے کہ اُن کا انبار دہلیز تک آ پہنچا - یہ سب اعضا اپنی اپنی جگہ پر جا لگینگے - جنم کے اندھے منور آنکھیں حاصل کرینگے - لنگڑوں کو ٹانگیں ملینگی - قیامت کے روز کوئی جسم ناکمل نہ ہوگا - اب

یہ دیکھنا ہے کہ یہ اجسام کیسے ہونگے۔ راستبازوں کے جسم اولاً جلالی ہونگے۔ اگر گناہ دنیا میں نہ آتا تو جو جسم اُس حالت میں ہوتا۔ موجودہ نہایت خوبصورت جسم بھی اُس کے مقابل ایک ہڈیوں کا ڈھانچہ ہوتا۔ اگر کسی نہایت عمدہ مورت کو بیکر تیشہ سے جا بجا تراش ڈالو اور پھر مکان کے باہر سردی گرمی میں پڑا رہنے دو تو اُس کی تمام عمدگی جاتی رہیگی۔ ہزاروں سال سے انسانی جسم کا بھی یہی حال ہو رہا ہے۔ پشت در پشت جسمانی نقص ہم کو ورثہ میں حاصل ہوئے ہیں۔ اور تمام گزشتہ زمانوں کی کمزوریاں ہمارے جسم میں موجود ہیں۔ مگر جب خدا راستبازوں کو قبروں میں سے بلائیگا۔ تو وہ اُن کے جسم کو اصلی نمونہ کے مطابق از سر نو ترتیب دیکر آراستہ کریگا۔ اور جو فرق ایک قوی ہیکل پہلوان اور جزام خانہ کے ایک لاغر بدن والے آدمی میں دکھائی دیتا ہے۔ ہمارے موجودہ جسم اور اُس تبدیل شدہ جسم میں اس سے کہیں بڑھ کر فرق ہوگا۔ اُس جسم کی آنکھ کامل ہوگی جس میں سے گویا موت کے پانی نے آنسوؤں اور سخت مطالعہ کے آخری نشان کو دھو ڈالا ہے۔ وہ ہاتھ کامل ہوگا جس پر سے محنت و مشقت کی گرہ کھولی جائیگی۔ ضعیف العمری کے باعث کمریں خمیدہ نہ ہونگی بلکہ ہم سب کے سب سرو قد کھڑے ہونگے اور گویا خدا کی زندگی ہمارے رگ و ریشہ میں نمودار ہوگی روئے زمین پر اِس وقت سب سے عجیب اور موثر شے انسان کا چہرہ ہے مگر اُس پر ہزاروں رنج وغم کا سیاہ نقاب پڑا ہے۔ جب قیامت کے روز خدا اُس نقاب کو اُتار پھینکیگا۔ تو نجات یافتوں کے چہروں کا جلوہ مہر درخشاں سے بہت بڑھ چڑھ کر ہوگا۔ جب اُن کا رُخ اُس آسمانی بچالگیا خدا کے تخت کیطرف ہوگا تو اُن کے چہرہ پر نورانی صبح کا طلوع نظر آئیگا +

پھر وہ جسم غیر فانی ہوگا۔ ہمارا عنصری جسم ہمیشہ تحلیل ہوتا رہتا ہے۔ جب تک ہم اس بھٹی میں ایندھن ڈالتے رہتے ہیں وہ شعلہ زن رہتی ہے۔ خون کی نالیوں کے ذریعہ سارے جسم میں خوراک دوران کرتی ہے۔ جب یہ سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے تو ہم مرجاتے ہیں۔ بیماری اور موت ہر وقت ہمارے گرد موجود رہتی ہے اور ذرا سے دھکے سے ہم لڑھک کر قبر میں جا گرتے ہیں۔ مگر قیامت یافتہ راستبازوں کا جسم غیر فانی ہوگا۔ اُس پر بیماری کا وار اثر نہ کریگا پھر کھانسی اور آنکھیں

کی شکایت نہ ہوگی۔ اُس ہوا میں زہریلے بخار کا مادہ نہ ہوگا۔ کوئی پہاڑی کراڑے وہاں ایسے نہ ہونگے جن پر سے گر پڑنے کا اندیشہ ہو۔ کوئی عضو ٹوٹنے کا ڈر نہ ہوگا۔ لوگ اپنی صحت درست کرنے کی خاطر سمندر عبور کیا کرتے ہیں۔ موت کے سمندر پر سے آخری سفر بھی کے تمام روگ درد دفع کر دیگا۔ اُس پہاڑی پر ایک بوٹی اُگتی ہے۔ جو دنیا کے مارگزیدہ کو تندرست کر دیگی۔ وہاں پر نہ شفاخانہ نہ ادویات نہ مریضوں کی ڈولی نہ عصا۔ نہ لاغری نہ ضعیف نظر کے لئے چشمے نہ سرد ہوا کے جھونکے روکنے کے لئے دریچوں کو بند کرنا مگر راستبازوں کے قیامت یافتہ بدن کے لئے ابدی صحت ہو گی۔ ایک اور صفت بھی اُس جسم میں ہو گی۔ یعنی وہ مضبوط ہوگا ہم دس پندرہ میل چلکر تھک جاتے ہیں۔ اور بھاری بوجھ اُٹھانے سے ہانپنے لگتے ہیں۔ اگر ہم خالی ہاتھ ہوں اور رستہ میں کوئی جنگلی درندہ ہمیں مل جائے تو ہم کسی نہ کسی صورت سے اُس سے بچ نکلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آٹھ گھنٹے ہر روز کام کرنے سے ہر ایک شخص ماندہ ہو جاتا ہے قیامت یافتہ جسم طاقتور ہوگا۔ خدا ہمیشہ اپنے بڑے بڑے ارادوں کو پورا کریگا اور مستقبل کی مدطلب کریگا۔ ہم نہیں جانتے کہ قیامت یافتگان کیسی کیسی مسافتیں طے کرینگے یا کن کن آسمانی معرکوں میں شریک ہونگے۔ میرے خیال میں آسمانی شہر دنیا کے کسی بڑے شہر سے زیادہ مصروف ہوگا۔ وہاں پر ہمیشہ دن ہے اور ہر وقت آمدورفت لگی رہتی ہو گی۔ وہ لوگ کبھی آرام نہیں کرتے جس سے میرا مطلب ہے کہ کبھی سست نہیں بیٹھتے۔ اُن کو کتنی فتوحات کے لئے جشن کرنا ہے۔ کتنے گیتوں کو گانا ہے۔ کتنے تیوہار منانے ہیں۔ اُن کو رات کی ضرورت نہیں کیونکہ اُن کی آنکھیں کبھی تھک نہیں جاتیں۔ اُن کو نیند کی ضرورت نہیں کیونکہ جسمانی تجدید کی حاجت نہیں پڑتی۔ اگر وہ درخت حیات کے سایہ میں بیٹھے ہیں تو آرام کی خاطر نہیں بلکہ کسی قیامت یافتہ روح کے ساتھ پُرانے زمینی ایام پر گفتگو کر رہے ہیں یا اُن معرکوں کا ذکر کر رہے ہیں۔ جن میں وہ ملکر پہلو بہ پہلو جنگ کرتے رہے تھے یعقوب نے فرشتہ کے ساتھ کشتی کی مگر مغلوب نہ ہوا اس لئے فرشتہ نے اُس پر مہربانی کی۔ مگر قیامت یافتہ یعقوب کو کوئی فرشتہ مغلوب نہیں کر سکتا۔ آسمانی

پہلوانوں کو کوئی چت نہیں کر سکتا۔ وہ مضبوط قوی بہادر اور غیر فانی پہلوان ہیں +
اس قسم کا جسم مجھے درکار ہے۔ مجھے اتنا کام رہتا ہے کہ میں نیند اور آرام میں وقت صرف کرنے کی شکایت کیا کرتا ہوں۔ میرے دل میں انجیل کی منادی کی جلیل خدمت کا شوق کبھی ایسا جوشزن کی ہوتا ہے کہ میں یہی چاہتا ہوں کہ سال کے شروع سے آخر تک اَور کچھ نہ کروں پر دنیا کو مسیح اور آسمانی خبر دیتا رہوں۔ خدا کا شکر ہو۔ جس نے بدن کی قیامت کی امید بخشی ہے جس کو کبھی تھکان نہ ہوگا اور ایسی محبت کی خدمت رکھی ہے۔ جس کا انجام نہ ہوگا۔ اے جلیل روزِ قیامت! اگر تیری بلاہٹ پر میں نہ تھکنے والا پاکیزہ پرجلال اور غیر فانی جسم حاصل کرونگا تو میں خوشی سے اس حقیر گناہ آلودہ بدن کو قبر میں پھینکنے کو تیار رہوں +

لیکن میری سند کی آیت میں عدالت کی قیامت کا بھی ذکر ہے۔ بائبل میں اس کا بہت تھوڑا بیان پایا جاتا ہے مگر غالب ہے کہ جیسا شریر اُس آخری دن میں متناقص طبع رکھنے والے ہونگے اُن کا جسم بھی کئی امور میں بالکل مختلف ہوگا۔ راستبازوں کے پُرجلال جسم کے مقابلہ میں اُن کا جسم نفرت انگیز ہوگا۔ آپ کو معلوم ہے کہ بُرے جذبات سے انسان کی کھوپڑی چپٹی پڑ جاتی اور جسم بدصورت ہو جاتا ہے وہ دیکھو قبرستان میں سے شرابی آ رہا ہے اُس کا جسم بدنما داغوں سے بھرا ہُوا اور شراب کی پیاس کے مارے اُس کی زبان کٹی جا رہی ہے مگر جہنم میں نشہ کا سامان دستیاب کہاں سے ہو وہ دیکھو ناپاک شہوت پرست کمبخت قبروں سے آ رہا ہے جس کا بدن سڑے گھاؤ سے گلا ہُوا ہے جس کی صورت دیکھ کر شفاخانہ میں سب کانپتے تھے اور جس کو دیکھ کر ابلیس بھی لرزاں ہیں یہاں سب بغیر معافی پائے مُردے موجود ہیں اُن کے چہرہ پر سے حسن کا آخری انداز بھی معدوم ہو گیا ہے اُن کی آنکھیں ہیبت ناک تند اور متوحش ہیں۔ اُن کے رخسارے آگ بھبوکا اور منہ کفر اور بدگوئی کے باعث اینٹھا ہُوا اگر راستبازوں کا چہرہ صبح نورانی کی مثال تھا تو ان بدکرداروں کا چہرہ شب دیجور پُرظلمت کی گھٹا چھائی ہوئی کی مثال ہوگا۔ خیال کرو کہ اُس قیامت کے روز اُن کو کس قدر قلق اور غم اپنی گزشتہ حالت پر ہوگا +
میں اُس وقت تمہارے سامنے دو نو قسم کی قیامت رکھ دیتا ہوں۔ خاتم کو راستبازوں کی قیامت

متفرقات

ڈاکٹر موفٹ صاحب جنہوں نے مدت تک جنوبی افریقہ میں انجیل کی خدمت کی اور انجیل کا ترجمہ اس ملک کے لوگوں کی زبان میں کیا بعض نہایت دلچسپ واقعات بیان کرتے ہیں۔ مثلاً ایک موقعہ کا ذکر ہے کہ آپ معہ چند رفیقوں کے سفر کرتے کرتے ایک ایسے علاقہ میں جا پہنچے جہاں کے باشندے وحشی تھے۔ صاحب موصوف اور اُنکے ساتھی مارے بھوک اور پیاس کے سخت ماندہ ہو رہے تھے۔ ایک گاؤں میں انہوں نے پانی مانگا۔ مگر وہاں کے لوگوں نے انکار کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے بعوض تھوڑے سے دودھ کے اپنی قمیص کے تین یا چار بٹن دینے کا وعدہ کیا۔ مگر کسی نے قبول نہ کیا۔ اس علاقہ میں شیر ببروں کا بڑا زور تھا۔ رات کے وقت ان سے بچنے کا ایک ہی طریق تھا یعنے یہ کہ ریت کے نیچے پڑے رہنا اور اس طرح انہوں نے رات بسر کی۔ پو پھٹنے کے وقت ایک عورت اُس علاقہ کی جو اُس گاؤں سے پرے ایک بلند مقام پر رہتی تھی سر پر لکڑیوں کا گٹھا اور ایک برتن میں دودھ لے کر آئی۔ ان کو رکھ کر وہ پھر جلدی سے لوٹ گئی اور دوسرے مرتبہ پہلے کی نسبت زیادہ چیزیں لائی۔ ڈاکٹر موفٹ صاحب نے پھر اُس سے دریافت کیا کہ تم کون ہو اور یہ چیزیں کیوں لاتی ہو۔ وہ خاموش رہی۔ جب صاحب موصوف نے زیادہ زور سے تقاضا کیا تو وہ آنکھوں میں آنسو بھر کر بولی کہ جس کے تم خادم ہو میں اُسکو پیار کرتی ہوں اور یقیناً یہ میرا فرض ہے کہ آپ کو اُسکے نام پر ٹھنڈے پانی کا پیالہ دوں۔ ڈاکٹر صاحب نے دریافت کیا کہ ایسے لوگوں کے درمیان تم اس الٰہی زندگی کو کیونکر قائم رکھتی ہو۔ اُس نے اپنی بغل میں سے ایک جلد انجیل کی نکالکر کہا کہ میں اس چشمہ سے پیا کرتی ہوں۔ یہی وہ تیل ہے جو میرے چراغ کو روشن رکھتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب موصوف ایک اور موقعہ کا بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ کوئی جاپان لڑکا ہاتھ میں ایک پھٹی ہوئی انجیل کی جلد لیکر نہایت گھبراہٹ کی حالت میں میرے پاس آیا اور بڑے غم کے ساتھ بیان کیا کہ رکھوالے کتے نے اس میں سے ایک ورق پھاڑ ڈالا ہے میں نے اُسکو تسلی دی کہ کچھ مضایقہ نہیں میں تمکو انجیل کی ایک اور جلد دے سکتا ہوں۔ اُسکو کچھ تسلی نہ ہوئی اور رنجور سے کہنے لگا کہ میرا یہ مطلب نہیں آپ یہ بتلایئے کہ کتے کا کیا حال ہوگا۔ اس پر صاحب موصوف ہنسنے لگے۔ اور بولے کہ کیا حماقت کی بات کہہ رہے ہو۔ اگر تمہارا کتا بیل کی ہڈی چبا سکتا ہے تو اُسکو کاغذ کے ایک ٹکڑے سے کیا ضرر پہنچیگا۔ لڑکے نے حیرت زدہ ہوکر جواب دیا کہ سُنیئے پایا موفٹ صاحب! میں بڑا خراب لڑکا ہوا کرتا تھا۔ میں اپنے دشمنوں سے نفرت کرتا تھا اور اُنکو قتل کرنا چاہتا تھا۔ مگر بعد اس کے انجیل میرے دل میں نقش ہوگئی اور میں سب کو پیار کرنے لگا اور اپنے دشمنوں کو معاف کرنا شروع کیا۔ اور اب اس بڑے شکاری کتے نے اس کتاب کو نگل لیا ہے وہ بھی شیر ببر اور باگھ [illegible] کرنے لگیگا اور وہ مزے میں بھیڑ بکریوں کو چٹ کر جائینگے۔

بیروت میں ایک بڑا بھاری چھاپاخانہ ہے کہ جس میں سال گذشتہ کے اندر زبان عربی میں کتاب مقدس کے چار کروڑ صفحوں سے زیادہ زیر طبع تھا۔ اور ابھی اور فرمائشیں آئی ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ انجیل کی اُن علاقوں میں سخت مانگ ہے۔

جو شخص بیس منٹ تک اپنی کوٹھری میں بیٹھ کر یسُوع مسیح کی سیرت کی طرف دیکھتا ہے اُسکو معلوم ہوجاتا ہے کہ میری ساری زندگی بلکہ ابدیت کا زمانہ اُس لامحدود اور اعلیٰ جلال والی صورت کے نزدیک ہونے کے لئے کافی نہیں۔ اور پھر ایک نئی امنگ اُٹھتی ہے۔ یعنے کہ میں بھی اُسی کی مانند زندگی بسر کروں اور اپنے میں اور اوروں میں وہی مزاج دیکھوں جو یسُوع مسیح میں تھا۔ (ڈرمنڈ)

حساب کیا گیا ہے کہ ملک چین میں ۱۸۶ پراٹسٹنٹ مشنری اور انکے [illegible] ۱۳۴ بانی اور ۲۰ [illegible] بچے ہیں۔

قدیم مسیحی زمانہ کا تذکرہ
(گذشتہ اشاعت سے آگے)

جب کبھی شہر میں مسیحیوں سے اُسکا سابقہ پڑتا تو فوراً اُنکے ذلیل کرنے کی وجہ ڈھونڈتا۔ جب بھی وہ انہیں مارکیٹ میں پھل یا ترکاری بیچتے پاتا تو وہ اپنے دل میں اور کبھی کبھی اُن سے بھی کہہ دیا کرتا تھا۔ "دیکھو تم تو کہتے ہو تمہارے پاس کوئی جائداد نہیں۔ مگر ابھی تم یہ چیزیں [illegible] کے عوض بیچ رہے ہو۔ تم کیوں یہ چیزیں مفت میں نہیں دیدیا کرتے تم خود فریب خوردہ ہو اور تم کو بھی فریب دیتے ہو"۔ مگر وہ دیدہ و دانستہ اُن سے کبھی اس امر کی وجوہات نہ پوچھتا تھا۔ کہ وہ کیوں بجائے دے ڈالنے کے ان چیزوں کو فروخت کرنا درست اور ضروری سمجھتے ہیں۔

جب کبھی وہ کسی مسیحی کو عمدہ لباس پہنے دیکھتا تو وہ اُسے یہ کہکر ملامت کرتا۔ کہ تم یہ [illegible] نہیں دے ڈالتے۔ کیونکہ اُس کے دل کا اطمینان اسی بات پر منحصر تھا۔ کہ وہ ہمیشہ [illegible] ثابت کرتا رہے کہ یہ لوگ ضرور بدکار ہیں اور چونکہ وہ اپنے نقصوں سے انکار نہیں کرتے تھے وہ اُس کی رائے میں مجرم ٹھہرتے تھے۔ اُس کی نظر میں یہ لوگ ریاکار اور مکار تھے جو صرف [illegible] کرتے نہیں۔ وہ اپنے دل میں کہا کرتا تھا "میں کم سے کم اتنا تو ہوں کہ جو کچھ کہتا ہوں [illegible] کرتا ہوں۔ یہ لوگ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ"۔ اور جب وہ اس قسم کی دلیلوں سے [illegible] کو قائم کر لیتا۔ تو اُسکو ایک قسم کا اطمینان حاصل ہوتا۔ اور اس طرح وہ پہلے کی طرح [illegible] رہا۔

اس طور سے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی زندگی کے تفکرات میں اس قدر غرق ہوا کہ اُسکے مفلس کی یاد بھی باقی نہ رہی +

دوسرا باب
(گناہ کی مزدوری)

[illegible] کا تو نیک تھا لیکن اس زمانے کے دولتمندوں کے دستور کے موافق

اُس کے پاس بھی بہت سے غلام تھے اور وہ اکثر خواہ توانکی نافرمانی کے سبب یا اپنی بدمزاجی کی وجہ سے انکو نہایت بیرحمی سے سزا دیا کرتا تھا۔ اُسکے پاس بہت سا بیش قیمت سامان عیش و عشرت موجود تھا جو اُس کی زندگی کے لیے بہت ضروری نہیں معلوم ہوتا تھا لیکن تو بھی وُہ زیادہ زیادہ خریدتا چلا جاتا تھا۔ اُسے تھیئٹر جانے اور اور اسی طرح کی تفریحات میں شریک ہونیکا بہت شوق تھا اور ابتدائے جوانی سے اُسکو فاحشہ عورتوں کے ساتھ صُحبت رکھنے کی عادت تھی۔ اور یار ان شام کے ساتھ ملکر اکثر بوتلوں کی بوتلیں شراب کی لونڈھا دیا کرتا تھا۔

اسے معلوم ہوتا تھا کہ اُس کی زندگی بڑے مزے سے گذر رہی ہے کیونکہ اُس کی اصلی صُورت اُس کی آنکھوں سے پوشیدہ تھی۔ اسکا سارا وقت عیش و عشرت اور سیر و تفریح میں گذرتا تھا اور اُسے سوچنے کے لیے وقت بھی نہ ملتا تھا۔

دو سال گذر گئے اور جبکہ لیس سمجھتا تھا کہ زندگی ہمیشہ اسی طرح گذرتی جائیگی۔ مگر یہ کیونکر ممکن تھا۔ اِس قسم کی زندگی کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہمیشہ تفریحات میں ایزادی ہوتی رہے ورنہ اُن سے ویسی ہی پُوری خوشی حاصل نہیں ہوسکتی۔ پہلے ایک دوست کے ساتھ مل کر شراب کا ایک پیالہ پینے سے لُطف آتا تھا مگر رفتہ رفتہ یہ ضروری معلوم ہونے لگا کہ خوشی کی اُسی مقدار کے حاصل کرنے کے لیے دو پیالے اور اچھی قسم کی شراب کے پینے چاہیے۔ ایک وقت ایک ہی دوست کی عنایت سے مزا آتا تھا۔ مگر رفتہ رفتہ یہ دو بر معلوم ہونے لگا۔ رفتہ رفتہ اس سے بھی طبیعت اُکتا گئی اور کسی اَور میز کا شمول ضروری معلوم ہوا۔ کچھ عرصہ بعد اُس کا لُطف بھی پھیکا پڑ گیا۔ کیونکہ آدمی کی طبیعت ایک ہی عورت سے بہت جلد ہٹ جاتی ہے اور اب اسکا تبدیل کرنا ضروری ہوا۔ جسم کی تمام عیش و عشرت کا یہی حال ہے۔ ایک عیش کا لطف جاری رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس میں زیادتی ہوتی جائے اور کسی عیش کی زیادتی کے لیے اَور لوگوں پر زور دینا ضروری ہوتا ہے اور اَور لوگوں کو اپنی حاجتوں کو پُورا کروانا اُن لوگوں کے لیے جو حاکم

نہیں ہیں فقط ایک ہی وسیلہ ہے اور رہیگا اور وُہ روپیہ ہے۔ جولیس کا بھی یہی حال تھا اُسنے اپنے آپ کو نفسانی خواہشوں کے حوالے کر دیا۔ چونکہ وہ حاکم نہیں تھا اِس لئے اپنی عیش و عشرت کی ابزادی کے لئے روپیہ کی حاجت تھی ۔

جولیس کا باپ ایک دولتمند آدمی تھا اُسکو اپنے اکلوتے بیٹے پر فخر تھا اور وُہ اُسے دل سے پیار بھی کرتا تھا ۔ اِس لئے وہ اس سے کسی چیز سے دریغ نہ کرتا تھا ۔ چنانچہ جیسا کہ اب بھی ہوتا ہے ۔ جولیس زمانۂ حال کے دولتمند نوجوانوں کی طرح عیش و عشرت شرابخوری قماربازی اور حرامکاری میں دن رات مشغول رہتا تھا ۔

مگر اِن عیشوں کے لئے روزبروز زیادہ زیادہ روپیوں کی ضرورت پڑتی تھی۔ یہانتک کہ وُہ اپنا سب سرمایہ خرچ کر چکا۔ تب وُہ اپنے باپ کے پاس گیا اور اُس سے اَور روپیہ مانگا باپ نے روپیہ تو دیدیا۔ مگر اُسے ملامت کی ۔ جولیس اپنا قصور تو جانتا تھا ۔ مگر اُس کو قبول کرنے سے اُسے شرم معلوم ہوتی تھی اور اس لئے اپنے آپے سے باہر ہوگیا ۔ اور باپ کے ساتھ گستاخی سے پیش آیا ۔ جیسا کہ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ جو لوگ اپنے نقصوں کو سمجھتے ہیں مگر اُنکو قبول کرنا پسند نہیں کرتے ۔ یہ روپیہ بھی خرچ ہوگیا ۔ مگر ساتھ اِس کے ایک اَور مصیبت پیش آئی۔ ایک دن بدمستی کی حالت میں جولیس نے اپنے ایک ہم صحبت کو مار ڈالا ۔ حاکم نے یہ سُنا اور ضرور اُسے گرفتار کر لیتا ۔ مگر اُس کے باپ نے بیچ بچاؤ کر کے اپنے بیٹے کو بچا لیا ۔ اس کے بعد جولیس کی عیاشی کے ساتھ اس کے اخراجات اَور بھی ترقی کرنے گئے اور آخرکار وُہ بنیوں کے پنجے میں گرفتار ہوا ۔ اب اُس کی معشوقہ بھی اس سے بیش قیمت موتیوں کا ہار مانگنے لگی ۔

اور جولیس جانتا تھا کہ اگر وُہ اُس کی خواہش کو پُورا نہ کریگا تو وُہ ضرور اُسے چھوڑ کر ایک اور امیر کے پاس چلی جائیگی جو عرصہ سے اُسکو ورغلانے کی کوشش میں تھا ۔ یہ حال دیکھ کر اپنی ماں کے پاس گیا اور اُسکو یُوں کہکر دھمکانے لگا کہ اگر مجھ کو روپیہ نہ ملا تو میں ضرور اپنے کو ہلاک کر ڈالونگا ۔

اپنی تمام تکالیف کے لئے جن میں وہ گرفتار تھا وُہ اپنے باپ کو الزام دیتا تھا اور اپنے
کو بالکل بری سمجھتا تھا۔ وُہ اپنے دِل میں کہتا تھا۔ "میرے باپ نے پہلے تو مجھے اِس
قسم کی عیش وعشرت کا عادی کر دیا۔ اور اب جو مجھے روپیہ کی ضرورت آپڑی ہے دینے
سے اِنکار کرتا ہے۔ جو کچھ اُس نے آخر کار مجبور ہوکر دیا اگر مجھے پہلے ہی سے دیدیتا۔
تو مَیں اپنے سارے کاروبار کا اپنی مرضی کے مطابق خاطرخواہ بندوبست کر لیتا۔
مگر اُس نے کبھی اس قدر روپیہ نہ دیا۔ جو میری ضروریات کے لئے کافی ہوتا جس کا
نتیجہ یہ ہوا کہ مجھے ساہوکاروں سے جاکر قرض لینا پڑا۔ اور اِسی بات نے مجھے برباد
کر دیا۔ اب میں جس زندگی کا عادی ہورہا ہُوں اُس کے مطابق رہنے سہنے کی
بساط نہیں رکھتا۔ میرے ہم چشموں کے درمیان میری خاک عزّت نہیں رہی۔ مگر
میرا باپ اب بھی اِس بات کا کچھ لحاظ نہیں کرتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وُہ اپنی جوانی کے
دنوں کو بالکل بُھول گئے ہیں۔ اُسی نے مجھے آخر کار اس مصیبت میں پھنسا دیا ہے
کہ یا تو روپیہ ملے یا اپنی زندگی کا خاتمہ کر دوں"۔

ماں جس کی ناز برداری نے جولیس کو بگاڑ رکھا تھا۔ اب بے تاب ہوکر باپ کے
پاس اُس کی سفارش کرنے لگی۔ جوونیل نے بیٹے کو بلا بھیجا۔ اور دونوں کو خوب بُرا
بھلا کہا۔ جولیس بھی باپ سے بڑی گستاخی سے پیش آیا۔ جس پر یہاں تک پانی تک
نوبت پہنچی۔ اس پر جوونیل نے اپنے غلاموں کو بلاکر حکم دیا۔ کہ اُس کے بیٹے کے ہاتھ پاؤں
باندھ کر ایک کوٹھڑی میں بند کر دیں۔

کوٹھڑی میں تن تنہا بیٹھے جولیس اپنے باپ اور زندگی دونوں پر لعنت بھیجتا تھا۔
اور یہی سوچتا تھا کہ اس مصیبت ناک زندگی سے اور کسی طرح چھٹکارا ممکن نہیں۔ جب تک
کہ وہ خود یا اُسکا باپ اس دُنیا میں زندہ ہے۔

(باقی آئندہ)

کے بارے میں بہت کچھ کہا سُنا گیا ہے۔ اس نمبر میں ایک مختصر مضمون درج کرکے ہم اس بحث کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں۔ اُمید ہے کہ ناظرین غور سے اس تحریر کا ملاحظہ فرمائینگے۔ پنڈتہ راما بائی صاحبہ کے یتیم خانوں وغیرہ کا روزانہ خرچ سات سو روپیہ ہے۔ اور اس کا زیادہ حصہ امریکہ کے خدا ترس لوگ خیرات کے طور پر دیتے ہیں۔ ولایت کے جارج ملر صاحب کے یتیم خانہ کی طرح پنڈتہ راما بائی کے خیرات خانے بھی ایمان کا معجزہ ہیں۔

معذرت: — سخت افسوس ہے کہ ماہ گذشتہ کے رسالہ میں کسی نہ کسی وجہ سے بعض ایسی غلطیاں رہ گئیں کہ جن سے نہ فقط مطلب خبط بلکہ بعض مقامات پر کچھ اَور کا اَور ہو جاتا ہے ناظرین معاف فرمائیں۔ بعض موٹی موٹی غلطیوں کی تصحیح ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۹۳	۵	طرز	طور پر
۱۹۶	۶	اُن کی بہن	اُس کی دُلہن
"	۱۱	اخلاقی قوت	اخلاقی جرأت
"	۱۵	رفیق	رکیک
"	۱۶	تاویل ہے	تاویل پر ہے
۱۹۸	۱۷	مصافہ	مصافحہ
۱۹۹	۱۶	گلہ کے جویاں	گلہ کے چوپان
۲۰۰	۶	"لفظ پر"	"لفظ مجھ پر"
۲۰۱	۹	انسان کو دھکا	انسان کی دھکا
۲۰۲	۱	ایزا	ایذا
۲۰۴	۱۹	سنہ ۱۶۴۶ء	سنہ ۱۵۴۶ء

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۰۶	۱۳	ارادہ خام	ارادہ قائم
"	۱۵	لڑکی مسمات	لڑکی پر مسماۃ
۲۰۸	۹	ڈاکٹر برخوردار خاں مسماۃ	ڈاکٹر برخوردار خاں اور مسماۃ
"	۱۴	پیر دھرنے	پیرو ہونے
"	"	ہٹ سکنے	نپٹ سکنے
"	۱۸	بڑی نظیر	بُری نظیر
۲۱۹	۱۳	تیس سال	بیس سال
"	۲۱	پون گھنٹہ	پاؤ گھنٹہ
"	"	پاؤ گھنٹہ	پون گھنٹہ
۲۲۳	۳	(ح)	(خ)
"	"	خرسش	خرس

THE MASIHI,

AMRITSAR.

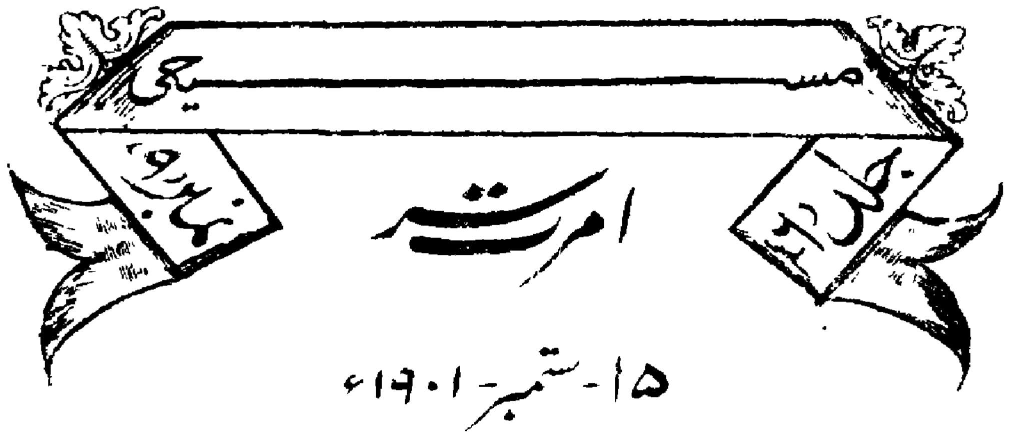
Vol. VI. *August, 1901.* *No. 8.*

CONTENTS.

Literary Communications, Business Letters and Remittances allone should be addressed to the Manager, *Masihi Press*, Lahore.

Annual Subscription *strictly in advance*—

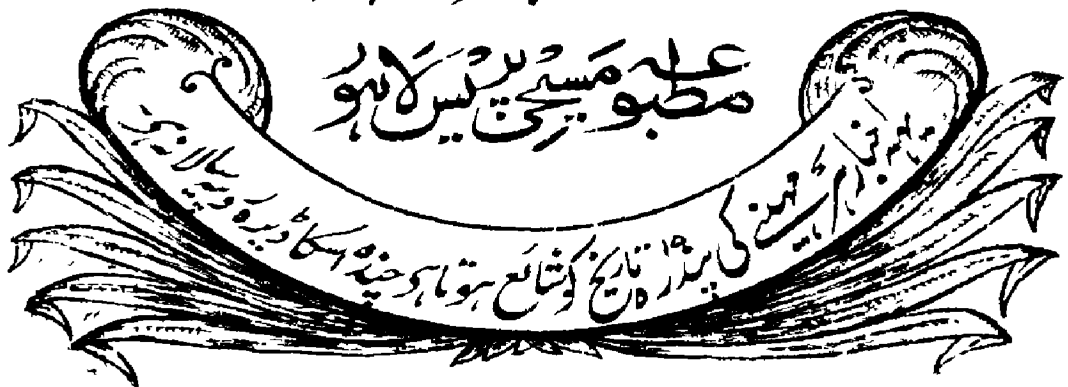
India and Ceylon, Re 1-8-0 }
England and America, 2*s.* } Post free.



۱۵ - ستمبر - ۱۹۰۱ء

فہرست مضامین

گلدستہ اخبار سرورق کی پشت پر



گلدستۂ اخبار

امریکہ کے پریزیڈنٹ میکینلی ۱۴ ماہ حال کو سلطنت کی فکروں سے چھوٹ کر اپنے ہمیشہ کے آرام میں داخل ہوئے ۔ چھٹی تاریخ لکوز نامی ایک انارکسٹ نے آپ سے مصافحہ کرتے [illegible] سے وار کیا تھا ۔ تدابیر سلطنت میں آپ پریزیڈنٹ لنکن اور واشنگٹن کے ہم پلہ اور بڑے دیندار مسیحی تھے ۔ ۱۸۹۷ء میں آپ اس اعلیٰ عہدہ پر منتخب ہوئے ۔ اب سن حال کے شروع میں دوبارہ چُنے گئے اور اخباروں میں ابھی سے چرچا ہو رہا تھا کہ ۴ برس کے بعد تیسری دفعہ آپ پھر چُنے جائینگے یا نہیں ۔ بموجب قانون نائب پریزیڈنٹ تھیوڈور روزویلٹ ۴ مارچ ۱۹۰۵ء تک حکمرانی کرینگے ۔ انارکسٹ کے لفظی معنے ہیں "بغیر حاکم" ۔ ان بدبختوں کا عقیدہ بادشاہوں کا قتل کرنا ہے ۔ عموماً یہ لوگ روس اور اٹلی کے باشندے ہیں اور انگلستان و امریکہ میں بسبب آزادگی کے اکثر رہتے ہیں ۔ "ہم فرقہ انارکسٹ کے ساتھ کیا کریں" ؟ یہ سوال اکثر اٹھایا گیا ہے ۔ بعض کی رائے ہے انکو روئے زمین پر سے بالکل منہدم کردو ۔ بعض کا ۔ ان سب کو محبوس کرو ۔ ہمارا خیال ہے کہ ان کے آگے یسوع مسیح کو پیش کرو ۔ انکو سدھارنے کا کوئی اور علاج نہیں ۔ لکھنؤ ومنس کالج کی پرنسپل مس تھوبرن نے یکم ماہ حال کو ہیضہ کیا ۔ آپ نے تیس سال تک خدمت کی اور ممالک مغربی و شمالی میں زنانہ تعلیم کی پیشرو تھیں ۔ سیکڑوں ہندوستانی یوروپین اور یوریشین لڑکیوں نے آپ کے قدموں میں بیٹھکر باہم تعلیم پائی اور ایک دوسرے کی رفاقت سے فائدہ اٹھایا ۔ برسوں تک کئی خاندان مس تھوبرن کو مبارک کہینگے ۔ آپ کے مشہور ممتاز برادر بشپ تھوبرن پر بھی آپکا جو نیک اثر ہوا اُسکا اعتراف انہوں نے اپنی تحریروں میں کیا ہے ۔ جن اصحاب کو ۱۸۹۶ء کے شروع میں لاہور کنونشن میں شریک ہونا نصیب ہوا ۔ وہ موٹ صاحب کے نام کو بھولے نہ ہونگے ۔ امسال آپ پھر ہندوستان کا دورہ کرینگے ۔ دسمبر ۱۴-۱۷ بمقام مدراس

۱۵-ستمبر-۱۹۰۱ء

نوٹ اور رائیں

مشن کے باہر مسیحیوں کے لئے دینی خدمت - کچھ عرصہ سے مدراسی ہمعصر کرسچن پیٹریٹ میں اس مضمون کا چرچا ہو رہا ہے کہ جو مسیحی مشن کے احاطہ سے باہر ہیں وہ کس طریق پر بہترین طور سے دینی خدمت کر سکتے ہیں بعض اہل الرّائے اصحاب کیطرف چند سوالات اس کے متعلق بھیجکر درخواست کی گئی ہے کہ اپنی اپنی رائے کا اظہار کریں کہ مسیحی بھائیوں کے اس دلی جوش کو کس عملی طریق پر کام میں لایا جائے - بعد ازاں ماہ گذشتہ کی ۲۰ تاریخ کو ایک جلسہ مدراس اور بیرونجات کے معزز مسیحی اصحاب کا میموریل ہال مدراس میں منعقد ہوا - جس میں اوّل پادری لعزرس صاحب نے ایک شستہ اور مختصر تقریر میں اس قسم کی خدمت کو مدراس کی نیٹو کرسچن اسوسی ایشن سے متعلق کرنے کی تجویز پیش کی۔ اس خدمت کے مختلف پہلوؤں کی نسبت آپ نے فرمایا کہ مسیحی لے مین کی جماعت ہاتھی کی مانند ہے جو اپنے سونڈ سے ایک سوئی کو بھی اُٹھا سکتا ہے اور بڑے بڑے درختوں کو بھی جڑ سے اکھاڑ سکتا ہے - یعنے جو مسیحی خاص طور پر دینی خدمت پر مامور نہیں ہیں وہ نہایت ہلکے اور بھاری کام اپنے ذمہ لے سکتے ہیں - بعد اس تقریر کے بعض اصحاب کی رائیں پڑھی گئیں جو خود تشریف نہ لا سکے - اور پھر حاضرین کو بحث کا موقعہ دیا گیا - تین قسم کی رائیں پیش کی گئیں - یعنے اوّل بعض صاحبان نے مدراس نیٹو کرسچن اسوسی ایشن کے متعلق ایک انجیل کی خدمت گذار

شلع قائم کرنا ضروری اور مناسب سمجھا۔ دوم بعض نے کہا کہ اس قسم کی خدمت کے لئے کوئی خاص مجمع تو ضرور ہونا چاہئے مگر اُسکا تعلق اسوسی ایشن سے کچھ نہ ہو۔ اور تیسری تجویز یہ تھی کہ نہ تو کوئی خاص مجمع بنایا جائے اور نہ اُسکا عام پرچار کیا جائے بلکہ جو مسیحی بھائی کسی قسم کی دینی خدمت اپنے ذمہ لینا چاہیں وہ چپ چاپ اپنے اپنے چرچ کے موجودہ انتظام کے متعلق کچھ نہ کچھ خدمت کیا کریں۔ چونکہ کسی خاص تجویز پر اتفاق رائے نہ تھا اور وقت تنگ ہو چکا تھا۔ اسکا فیصلہ دوسرے جلسہ پر ملتوی کیا گیا۔ اب خواہ اُس دوسرے جلسہ پر بھی اس معاملہ کا کوئی قطعی فیصلہ ہو یا نہ ہو ایک بات تو ظاہر ہے کہ خدا نے اپنے بندوں کے دلوں میں اپنی خدمت کا جوش ڈالا ہے۔ اور کلیسیا کے لئے یہ ایک نہایت فرحت افزا نشان ہے۔ شائد ہم جو پنجاب میں نہایت قلیل تعداد رکھتے ہیں اور علاقوں کی ایسی تجاویز کو دیکھکر اپنی حالت پر افسوس کرینگے مگر ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ خدا نے ہم میں سے ہر ایک کو کچھ نہ کچھ خدمت دی ہے ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے حلقہ میں خدا کے لئے کچھ نہ کچھ کر سکتا ہے۔ اگر ہم اپنے اِس فرض کو محسوس کریں تو وہ وقت جلد آئیگا کہ ہم بھی مدراس کے مسیحیوں کی طرح ملکر اس خدمت کو انجام دینے کی تجویزیں پیش کیا کرینگے۔ شائد یہ بھی ہماری غلطی ہے کیونکہ خدا کا کام شور و غل کرنے کی نسبت خاموشی سے بہتر طریق پر ہو سکتا ہے۔

مسیحی میلے۔ ہم نے جو اس ملک میں مسیحی مذہب اختیار کیا یا یُوں کہو کہ مسیحی جماعت میں شمولیت حاصل کی تو ہم کو بہت سی بیہودہ اور مکروہ رسوم کا ترک کرنا ضرور ہوا۔ مگر بعض باتیں جو قوم کی سوشل حالت کو قائم اور مضبوط رکھنے میں امداد دیتی تھیں خواہ مخواہ ہمارے ہاتھ سے چھوٹ گئیں۔ منجملہ اِنکے وہ باقاعدہ سالانہ مجمع جو میلوں کے نام سے نامزد ہیں ہم کو چھوڑنے پڑے۔ ایک وجہ تو اس کی یہ ہے کہ ہر ایک میلہ کا مرکز کسی نہ کسی گرو یا پیر کا مزار ہوا کرتا ہے یا کوئی نہ کوئی دینی واقعہ اس کی پس پُشت چھپا ہوا ہے۔ مسیح کو قبول کرنے سے اس قسم کے میلوں کو ترک کرنا ضرور ہوا۔ اور پھر ابتک ہماری قوم کہاں ہے۔ تو بھی اِنسان

آخر انسان ہی ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ مل بیٹھنے اور خوشی منانے کی امنگیں کوئی مذہب اُسکے دل سے معدوم نہیں کرسکتا۔ اور ہم جانتے ہیں کہ بلاتعلق مذہب بھی ہم کوئی نہ کوئی میلا نما مجمع ہر سال کرسکتے ہیں جہاں تفریح کے مختلف سامان مہیا ہوں اور جہاں دُور دُور سے مسیحی جمع ہوکر دو ایک روز دل بہلا سکتے ہیں۔ کچھ اسی قسم کے ایک ہلکے سے میلے کے قائم کرنے کی کوشش چند ماہ گذرے کہ مہان سنگھ باغ لاہور میں کی گئی۔ جس میں کسیقدر کامیابی ہوئی۔ ہم سُنتے ہیں کہ آئندہ اپریل میں ایک بڑے مسیحی میلے کا انتظام کرنے کی تجویز ہورہی ہے۔ ہم ہر طرح سے اِس قسم کے سالانہ میلوں کے انعقاد کی ضرورت سمجھتے ہیں۔ شاید رفتہ رفتہ بڑے دن اور عید قیامت یا عید صعود کے موقعوں پر میلوں کا قائم ہونا ممکن ہوجائیگا۔ اِن مجمعوں سے ایک خاص فائدہ یہ ہوگا کہ مختلف چرچوں کے مسیحی جنکو مغربی چرچ بندی کے بکھیڑوں نے جُدا کر رکھا ہے آپس میں زیادہ اتحاد اور میل ملاپ رکھینگے اور مشنری صاحبان پر بھی واضح ہوجائیگا کہ کوئی ایسا کام دیسی مسیحی بھی کرسکتے ہیں جس میں سفر خرچ یا خرچ خوراک کے بل بنانے کی ضرورت نہیں پڑتی +

خداوند کی دُعا ۔ ہمارا مدعا نہیں کہ اِس دُعا کی تفسیر یا بِرمحل استعمال پر بحث کریں یا یہ دکھائیں کہ ایک ہی عبادت میں اسکو پانچ یا چھ مرتبہ پڑھنا مناسب ہے یا نہیں۔ مگر ہم اِسوقت تعجب کا اظہار کرنا چاہتے ہیں کہ بعض کلیسیاؤں نے جن میں اس دُعا کا حفظ کرنا ضرور سمجھا جاتا ہے ابتک بالاتفاق کوئی ایسا ترجمہ کیوں نہیں کیا جسکو ایک مرتبہ ازبر کرنے سے آئندہ الفاظ کے ردوبدل کی تکلیف اُٹھانی نہ پڑے۔ مثلاً نماز کی کتاب کے مختلف ترجموں میں اِسکا ترجمہ کچھ اَور ہے اور انجیل کے ترجموں میں اَور ہی ہے۔ ہم کم از کم نصف درجن ترجمے اِس دُعا کے دیکھ چکے ہیں۔ اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اب تک کوئی مستقل اور مستند صورت اس کی قائم ہوچکی ہے۔ اور اس دُعا پر کیا موقوف ہے۔ اِن ہر دو کتابوں کے مترجموں نے حتی الامکان ایک دوسرے سے مختلف الفاظ ڈالنے کی ٹھہرا رکھی ہے۔ جبکہ نماز کی کتاب

میں بہت سا حصہ کلامِ مقدس کے الفاظ کا ہے کیا بہتر نہ ہوتا کہ اول الہامی الفاظ کے ترجمہ کی نسبت فیصلہ ہو جاتا اور پھر نماز کی کتاب ترمیم کیجاتی - اب خداوند کی دُعا میں کوئی تو پڑھتا ہے - جو آسمان پر ہے - دوسرا آسمانوں میں یا پر ہے - تیسرا آسمان میں ہے - کوئی کہتا ہے بُرے سے بچا دُوسرا بُرائی سے بچا تیسرا اُس شریر سے بچا - علیٰ ہذا القیاس دیگر فقروں کا بھی قریب قریب ایسا ہی حال ہے - ایک بات تو ان ترجموں کے گڑبڑ سے ظاہر ہے کہ ایک زبان سے دُوسری زبان میں ٹھیک ترجمہ کرنا کیسا مشکل ہے - پھر اس سے ہمارے مترجموں کی نیک نیتی بھی مترشح ہوتی ہے کیونکہ جو انکو صحیح اور درست معلوم ہوتا ہے اسکو پیش کر دیتے ہیں - مگر ہم پُوچھتے ہیں کہ وُہ دن کب آئیگا - کہ جب بالاتفاق سب عبادت یا تلاوت کی کتابوں میں خداوند کی دُعا کا ایک ہی ترجمہ ہوگا +

نظمِ غیر مقفیٰ - ہمارے بعض ناظرین نے جنکو اُردو علم ادب کا شوق ہے غالباً اس رسالہ کا مُلاحظہ کیا ہوگا جو مخزن کے نام سے لاہور سے شائع ہوتا ہے - اگرچہ یہ رسالہ محض اُردو علم ادب کی دلچسپیوں کا ایک ماہوار مجموعہ ہونیکا دعویٰ کرتا اور مذہبی معاملات کے ساتھ اسکا کچھ تعلق نہیں مگر آخر اُسکا مولدِ اسلامی دماغ ہے اِس لئے یہ قرینِ قیاس بلکہ ضرور ہے کہ اس میں محمدیت کی بُو پائی جائے - اسی قسم کی نظائر ہم اور محمدی تصانیف میں بھی پاتے ہیں مثلاً ایک کتاب لغات ہے جو عام سرکاری مدارس میں بھی استعمال کیجاتی ہے جس میں الفاظ یا ناموں کے اصلی معانی یا مطالب کے بجائے محمدیت کی تعلیم دیگئی ہے بلکہ جو باتیں مسیحیوں نے بار بار راستی کے خلاف ثابت کر دکھائی ہیں اُنکی نسبت غلط بیانات طلباء کے ذہن نشین کئے جاتے ہیں - اگر کسی کو اسکی نسبت شبہہ ہو تو لغاتِ فیروزی میں فارقلیط یا عیسیٰ وغیرہ کی نسبت دیکھ کر اپنا اطمینان کرے ہمیں یاد ہے کہ پنجاب یونیورسٹی کے کسی امتحان کے انگریزی کورس میں سر والٹر سکاٹ کا ایک مشہور ناول مقرر تھا جس میں محمدیوں کی کسی ممنوع شئے کا ذکر تھا - اس پر بڑا شور مچایا گیا اور جہانتک ہم کو یاد پڑتا ہے وُہ کتاب کورس سے خارج کی گئی - ہم ان محمدی بے تعصبیوں پر غور کرتے

کرتے اپنے اصلی مضمون سے بھٹک گئے ہیں۔ مخزن کا ایک معزز نامہ نگار اس رسالہ میں نظم غیر مقفیٰ چھاپتے رہنے کی تاکید کرتا ہے۔ وُہ جانتا ہے کہ اس قسم کی نظم اوّل اوّل ناظرین کو مرغوب نہوگی۔ وُہ اپنے دلی مُدعا کا اظہار ایک مثال کے ذریعہ سے کرتا ہے۔ بعضے "بلینک ورس کا حال دیسی عیسائی لوگوں کا سا ہوتا ہے۔ وضع نا مشروع۔ کتاب مُنادی در بغل۔ ایک مونڈھے پر کھڑے ہوئے چوک یا تراہہ میں ٹوٹی پھوٹی اردو میں چیخ رہے ہیں۔ کوئی انکی مُنتا نہیں۔ اگر کسی شخص نے انکو روک کر جواب دیدیا۔ تمام سامعین نے تالی پیٹ دی کر کو ٹو ہے! پادری ابراہام یا بنجامین صاحب کالے لوگوں کی بدتہذیبی پر کچھ تنقید کرتے ہُوئے گھر تشریف لیگئے۔ لیکن رفتہ رفتہ سوسائٹی نے انکو قبول کر لیا ہے۔ اور اب وہ ہندوستان کی سوسائٹی کا ایک مختصر سا جزو بنگئے ہیں۔ اور ایک دن وُہ آئیگا کہ جس طرح ہندو مسلمان باہم رہتے ہیں اور بعض ان میں بعض کے دوست بھی ہیں اسی طرح یہ لوگ بھی رل مل جائینگے۔ ہر نئی چیز کی مخالفت شروع میں بہت ہوتی ہے۔ جب اُس کی ہستی قائم ہوگئی۔ لوگوں کی گھبراہٹ اسکی طرف سے کم ہو جاتی ہے" الخ جو کچھ ایک مسیحی مُنادی کی نسبت اس اقتباس میں مُندرج ہے اس میں بہت کچھ راستی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اوائل میں ہر ایک للو پنجو کو پکڑ کر مناد مقرر کر دیا جاتا تھا۔ ہمارے پادریوں کی استعداد بھی واجبی تھی جسکی وجہ سے بازاروں میں ان کو ہنسی ٹھٹھے کا ہدف بنایا جاتا تھا۔ مگر ہم ان تمسخر کرنے والوں کی طینت کی نسبت کیا کہیں جو مسیح کے نام سے طیش میں آجاتے ہیں۔ آخر اس غیر مقفیٰ عبارت کی خوبی بقول نامہ نگار ضرور ظاہر ہو جائیگی۔ اور مسیحی منادوں کا سبہ مزید سلامی سے تہذیب پر غالب آئیگا۔

نوجوانوں کے لئے دُعا

بوسٹن جوبلی کونونشن سے متعلق ... دجون کو شکر گزاری کی عبادت کے موقعہ پر ذیل کی دُعا نوجوانوں کے لیے کی گئی تھی لیکن وُہ اس قابل ہے کہ ہر روز تخت رحمت کے سامنے پیش کیجائے:-

اَے خداوند یسوع مسیح جس نے ہماری انسانیت اختیار کی اور ہماری طرح سب باتوں میں آزمایا گیا تاہم جسنے گناہ نہ کیا۔ ہم تیری منت کرتے ہیں کہ تمام ممالک کے نوجوانوں پر اپنی محبت کی نظر رکھ اور روشنی کے ہتھیاروں سے انکو مسلح کر۔ ہم تیرے فضل کے اُن چُنے ہوئے ظروف کے لئے تیرا شکر کرتے ہیں جنہوں نے اپنی جوانی کے دِنوں میں دُنیا کے سامنے تیرا اچھا اقرار کیا ہے اور جو ایسے دانشمند تھے کہ انکو اپنی اور دوسروں کی نجات کا فکر لگا رہا کہ انہوں نے بہتوں کی رہنمائی سچائی کی جانب کی۔ ہم ان تمام نوجوانوں کے لئے دُعا کرتے ہیں جو سخت آزمائش میں ہیں۔ انکے لئے جو بے دینی میں سرگردان ہیں۔ اور ان سب کے لئے جو اپنی جوانی کے گناہوں کے سبب دِل شکستہ ہو رہے ہیں اور انکے لئے بھی جو بڑی بڑی مصیبتوں میں مسیح کے وفادار بندے بنے رہے ہیں ہم تیری منت کرتے ہیں کہ اپنے بندوں کو راستبازی کے لئے دلاور بنا۔ انجیلی ایمان میں انکو مضبوط رکھ اور انکو وہ فتح دے جو دنیا پر بھی غالب آتی ہے۔ اَے نور کے باپ اور تمام علم کے چشمے ہم تیری منت کرتے ہیں کہ تمام مکتبوں۔ دارالعلوم اور تعلیم و تربیّت کے مدرسوں کو برکت دے اور بخش کہ تمام نوجوانوں پر صداقت کی روشنی زیادہ زیادہ چمکتی رہے تاکہ ہمارے زمانہ میں دانشمندی اور علم برقائم رہے اسکی خاطر سے جو راہ اور حق اور زندگی۔ تیرا بیٹا۔ ہمارا نجات دینے والا یسوع مسیح ہے۔ آمین۔

شُکرگذاری کی دُعا

اور یہ شکرگذاری کی دُعا کتنوں کے ذاتی تجربہ کا اظہار ہے:-

"اور یاں اور اسوقت ہم تیرے تخت کے سامنے ہر ایک زندگی کے لئے تیرا شکر ادا کرتے ہیں جسکے لئے جوانی کے خطروں میں تُو نے اس کام کو خطرے سے بچانیوالا۔ غم و رنج کے وقت میں تسلی دینے والا۔ شریف زندگی بسر کرنے کے لئے تحریک دلانے والا اور اندھیرے سے نکل کر تیری عجیب روشنی میں آنے کے لئے ایک رُوحانی راہ بتانے والا ٹھہرایا ہے۔ آمین +

شمالی امریکہ کی ینگ منس کرسچن ایسوسی ایشن کی جوبلی

(پچاسویں سالگرہ)

مجمع مسیحی نوجوانان

منعقدہ شہر بوسٹن جون ۱۱-۱۷- ۱۹۰۱ء

کسی شخص یا مجمع کی زندگی میں پچاس سال کی خدمت کا عرصہ کوئی معمولی واقعہ نہیں۔ بوسٹن کے لفٹننٹ گورنر صاحب نے بجا فرمایا کہ جب میں ایک ایسے مجمع کے وکلاء کے چہروں پر نظر ڈالتا ہوں جو نصف صدی سے قائم ہے تو گو مجھے پہلے سے اسکی نسبت کچھ بھی واقفیت نہ ہو۔ اسی واقعہ سے خواہ مخواہ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوگا کہ اس مجمع میں ضرور کوئی ایسی بات ہوگی جو لوگوں پر اثر رکھتی ہے ورنہ یہ اتنی دیر تک قائم نہ رہتا۔ ہاں ایسے موقعہ پر بالکل شایاں ہے کہ ہم ذرا ٹھہر کر پیچھے کو نظر دوڑائیں اور آگے دور تک دیکھنے کی کوشش بھی کریں۔ بدیں لحاظ اس مبارک تقریب پر جتنی دھوم دھام کی گئی وہ سب بجا تھی۔

امریکہ پہلی ایسوسی ایشن بمقام مانٹریال ۱۸۵۱ء میں قائم ہوئی۔ اور تین ہفتے بعد شہر بوسٹن میں۔ بوسٹن کونونشن سے دو روز پہلے مانٹریال میں خاص عبادتیں ہوئیں۔

۲۱۰۱ ڈیلیگیٹ اس جلسے میں حاضر تھے۔ جنکی تفصیل اس طرح پر ہے: کہ

انگلستان ۲۳ - سکاٹ لینڈ ۴ - آئرلینڈ ۱ - ہالینڈ ۳ - اٹلی ۲ - فرانس ۹ - آسٹریا ۲ - فن لینڈ ۲ - روس ۲ - سوٹزرلینڈ ۵ - جرمنی ۷ بلجیم ۱ - ناروے ۲ - سویڈن ۱ - آسٹریلیا ۱ - سپانیہ ۱ - پرتگال ۲ - برازیل ۱ - چین ۱ - جاپان ۳ - ڈنمارک ۱ - ہندوستان ۲ - جنوبی افریقہ ۲ - کیوبا ۱ + کل ۸۱ کینیڈا سے ۹۴ - ممالک متحدہ سے ۱۹۲۱ + ڈیلیگیٹ بحیثیت عہدہ ۱۰۶ + کل میزان ۲۱۰۱

کمرہ مجلس میں دنیا بھر کی قوموں کے جھنڈے لہرا رہے اور یوں انجمن کے کام کے وسیع احاطہ کا پتہ دے رہے تھے۔

دُنیا بھر کی اسوسی ایشنوں کی پرانی اور نئی عمارتوں اور ممبروں وغیرہ کی ساٹھ ہزار تصویریں کئی کمروں میں بڑے قرینے سے سجی تھیں - اگر یہ تصویریں اور نقشجات پہلو بہ پہلو رکھے جائیں تو انکی لمبائی گیارہ میل ہو -

ہر صبح ساڑھے آٹھ بجے مجلس دعائیہ ہوئی تھی - اِس کے علاوہ جلسوں کی ترتیب یُوں تھی :-

جون ۱۱ - منگل - بوقت گیارہ بجے صبح افتتاحی جلسہ ہوا جس میں صرف ڈیلیگیٹ شامل تھے اس موقعہ پر انٹرنیشنل کمیٹی کی رپورٹ پڑھی گئی - ممالک متحدہ و کینیڈا میں اسوقت ۱۴۷۶ مجمع مسیحی نوجوانان ہیں جنکے ممبروں کی تعداد ۲۶،۸۴،۷۷ ہے تو انمیں سے ۲،۲۳،۸۸۷ کام کرنیوالے ممبر ہیں اور ۳۸،۹۰۲ کسی نہ کسی کمیٹی کے ممبر ہیں اسوسی ایشن کی ۱۳۹۱ عمارتیں ہیں جنکی مالیت ۶۴۳۳۶۱۴۵ روپیہ کی ہے

ان اسوسی ایشنوں کے متعلق ۲۲۱۵ سکرٹری ملازم ہیں - پچھلے سال کا خرچ ۹۱،۷۴،۸۴ روپیہ ہے - کمیٹی کے کام کے ہر صیغہ میں تسلی بخش ترقی ہوئی ہے لیکن بالخصوص بیبل کلاسوں اور بیبل کے مطالعہ اور نوجوانوں اور لڑکوں کی فلاح بہبودی کے لئے شخصی کام میں یہ ترقی نمایاں ہے - پچھلی کونونشنوں میں یہ تجویز ہوئی تھی کہ اس جوبلی کی یادگار میں تیس لاکھ روپیہ کا مستقل سرمایہ جمع کیا جائے - پندرہ لاکھ روپیہ کا ابھی سے وعدہ کیا گیا ہے بشرطیکہ کل روپیہ اسی سال میں جمع کیا جائے -

تین بجے دوپہر ٹرنٹی اپسکوپل چرچ میں حمد و شکر گذاری کی عبادت ہوئی - مختلف کلیسیاؤں اور فرقوں کے خادم الدینوں نے اس میں حصہ لیا - ڈاکٹر چارلس ہال صاحب نے جو اگلے سال ہیکل لیکچرار ہو کر ہند میں آنیوالے ہیں وعظ کہا - یہ عبادت مسیحی اتحاد کا عمدہ ثبوت تھا - شام سات بجے بوسٹن کے میئر اور لفٹنٹ گورنر و دیگر نامی اصحاب نے "ویلکم" کی تقریریں کیں اور مہمانوں کے شہر بوسٹن میں آنے پر خوشی کا اظہار کیا - بعد میں آنریبل مسٹر جان میکوک کے ایک دلچسپ تقریر میں شمالی امریکہ کے مجمع میں بڑے بڑے مسیحی نوجوانوں کے نصف صدی کے کام میں بڑے بڑے واقعات کا ذکر کیا"

(۱) یہ کام کے بین نے سرانجام دیا ہے جو مسیحی کام میں ایک غیر معمولی بات ہے -

(۲) اسسے فرقہ بندی کا زور کم ہوا ہے اور عملی اتحاد بڑھا ہے۔ مختلف کلیسیاؤں کے ممبر باہم کام کرتے ہیں (۳) گو بدنی ریاضت اور دماغی تعلیم پر توجہ دی گئی ہے۔ خدا کا شکر ہو ان سب کی بُنیاد رُوحانی تعلیم پر مبنی ہی (۴) (۱) شہروں کی انجمنوں اور تجارتی پیشہ نوجوانوں میں کام کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ انجمن ہر قسم کے نوجوانوں کے لئے مفید ہے۔ (ب) دارالعلوم کالجوں اور سکولوں کے طالب علموں کے لئے الگ انجمن ہیں۔ دنیا میں اسوقت کالجوں کے متعلق ۱۵۰۰ انجمن ہیں اِن میں سے ۶۵۰ صرف شمالی امریکہ میں ہیں (ج) پھر ملازمان ریل کے درمیان الگ کام ہوتا ہے (د) فوجی سپاہیوں اور ملاحوں کے لئے الگ (ہ) کانوں میں کام کرنے والے اور دیگر اہل حرفت وغیرہ کے لئے بھی انتظام ہے۔ (و) حبشیوں اور جنوبی امریکہ کے اصلی باشندوں کے لئے بھی انجمن ہیں (۵) اِس کام کی نگرانی بطور احسن ہوتی ہے۔ لیکن المختصر (۶) سب سے بڑا واقعہ یہ ہے کہ یسُوع ہمارا خداوند تمام روئے زمین کا مالک ہے اور کہ ہم ایک مسیحی انجمن ہیں اور کہ ہم مسیح کے ہیں اور ہماری رسالت نوجوانوں کو اُسکی بادشاہت میں لانا ہے۔

جون ۱۲۔ چہارشنبہ صُبح کچھ ضروری کارروائی سرانجام دینے کے بعد مانٹریال کے مسٹر ہربرٹ ایمس نے بیان کیا کہ شہری مشکلات کے حل کرنے میں انجمن نے کیا حصہ لیا ہے آپ نے خوب واضح طور پر بتایا کہ مسیحی شخصوں کی ہر جگہ کیسی ضرورت ہے اور کہ کرسچن اسوسی ایشن کی سی انجمنوں کے ممبروں کو لازم ہے کہ شہروں کے انتظام کے سدھارنے میں حصہ لیں۔ اِس کے بعد جج سلڈن سپنسر نے ایک بڑی موثر تقریر میں انجمن کے خاص مقاصد اور اس کی بڑی بھاری کامیابی کا ذکر کیا۔ اور پچاس سال خصوصًا پچھلے چند سال کے کام سے چند دلچسپ تواریخی واقعات سُنائے۔ مسٹر شونی نے بتایا کہ انجمن نے اہل حرفت اور تجارت پیشہ لوگوں کی بہبودی بڑھانے میں کیا کچھ کیا ہے۔ پریزیڈنٹ سٹینلی ہال نے جوانوں کی بدنی ترقی کے متعلق اسوسی ایشن کے کام کا ذکر کیا۔ بعدہ شام کو بری اور بحری

فوج کے کام پر بحث تھی - کرنیل کرٹس گلڈ میر مجلس تھے - آپ نے اپنے مشاہدات سے بیان کیا کہ ہسپانیہ کے ساتھ جنگ کے دنوں میں کیوبا میں انجمن کی طرف سے کیا کام کیا گیا - میجر جنرل جوزف وہیلر - اڈمیرال ہگنس اور اڈمیرل والٹسن نے بھی اپنے ذاتی علم سے اسوسی ایشن کے کام کی خوبی کا اعتراف کیا - اسی موقعہ پر مسز میک ایبن نے بیان کیا کہ فوجی سپاہیوں اور ملاحوں میں عورتوں کی انجمن کی طرف سے کیا کچھ کیا گیا ہے - کپتان ووہمس نے اسوسی ایشن کے اُس کام کا ذکر کیا جو افواج بحری اور ممالک غیر میں ہو رہا ہے آخر میں کپتان ہابسن نے بڑی پُرزور تقریر کی - جنگ آنا پولس - جنگ ہسپانیہ اور چین اور فلپائن میں آپ مسیحی انجمن کے کام میں بڑا حصہ لیتے رہے ہیں - رات کیوقت زنانہ انجمن کی طرف سے صنعت وحرفت کے عالیشان عجائب گھر میں ڈیلیگٹوں اور دیگر نامی اصحاب کو دعوت دی گئی - اس موقعہ پر چھ ہزار صاحبان کا مجمع تھا -

جون ۱۳ - جمعرات کے روز مسٹر برتھیر ڈنے جو پچیس ۲۵ سال تک انٹرنیشنل کمیٹی کے پریزیڈنٹ رہے ہیں - مسیحی انجمن کے کام کے بنیادی اصولوں کا ذکر کیا - پریزیڈنٹ فانس اور ڈاکٹر فرانسس کلارک نے بڑی معنی خیز تقریروں میں بتایا کہ انجمن کا چرچ کے ساتھ کیا تعلق ورشتہ ہے - یاں بطور جملہ معترضہ ہم اس امر کا اظہار بھی کیا چاہتے ہیں کہ عام طور پر کلیسیائے انگلستان کے پادری صاحبان انجمن کی طرف سے بدظن ہیں - اور ان کی بدظنی اُنکی ناواقفیت کا نتیجہ ہے - انگلستان تو رہا درکنار ہمارے اس ہند میں بھی بعض مشنری صاحبان مُفت میں چرچ ! چرچ ! اور انتظام ! کا رونا رو رہے ہیں اور یہ وُہی بزرگ ہیں جو خود نوجوانوں کے لئے خاص طور پر کرتے کچھ بھی نہیں -

دوپہر کے وقت گورنر صاحب نے ڈیلیگٹوں کو شاہی مکان میں مدعو کیا - اڑھائی بجے اولڈ سوتھ چرچ میں ایک خاص عبادت ہوئی اور جوبلی کی یادگار میں لوح کے افتتاح کرنے کی رسم عمل میں لائی گئی - اس پر یہ کتبہ کندہ ہے -

"نوجوانوں کے لئے پچاس سال کی خدمت کے خاتمہ پر یہ لوح اس واقعہ کی یادگار میں نصب کیا جاتا ہے کہ ۲۹ دسمبر ۱۸۵۱ء کے روز اس گرجا کے چیپل میں بوسٹن ینگ منس کرسچین اسوسی ایشن قائم ہوئی۔ ممالک متحدہ میں یہ پہلی انجمن ہے"۔

ڈاکٹر الگزنڈر میکنزی نے ایک بڑی موثر تقریر کی جسکا خلاصہ کسی آیندہ پرچہ میں دیا جائے گا۔

ساڑھے چار بجے فینیل ہال میں جو شہر بوسٹن کی ایک مشہور تواریخی عمارت ہے اور جہاں شہر والوں نے پہلے پہل آزادی کا اعلان مشتہر کیا اس رسم افتتاح کے متعلق ایک اور جلسہ ہوا۔ اس موقعہ پر وہاں کے لفٹننٹ گورنر اور لنڈن کے لارڈ کینیرڈ اور ہندوستان کے ڈیلیگیٹ نے تقریریں کیں۔ شام کے جلسے میں ایسوسی ایشن کے سیمنریل کے کام کا بیان کیا اور پرنس ہل کاف روس کے محکمہ ریل کے وزیر کی طرف سے مبارکبادی کا پیغام پڑھا گیا۔

جنت نشین پریزیڈنٹ میکنلی صاحب نے بھی شریک کونوشن ہوکر تقریر کرنی تھی لیکن مسز میکنلی صاحبہ کی ناسازی مزاج کے باعث آپ تشریف لا نسکے۔ اور بذریعہ تار کونوشن کی کامیابی کے لئے اپنی دعا کا اظہار کیا۔ آلی۔ قیصر جرمنی۔ سوس ریپبلک کے پریزیڈنٹ اور شاہ ایڈورڈ ہفتم کیطرف سے بھی مبارکبادی کے پیغام موصول ہوئے اور اس موقعہ پر پڑھے گئے۔

جون ۱۴۔ جمعہ کی صبح ڈاکٹر کینن فیلڈ نے لڑکوں کے کام کا حال سنایا۔ پروفیسر باسورتھ نے ایک موثر تقریر میں بتایا کہ نوجوانوں کی روزانہ زندگی پر خدا کی صداقت کا اطلاق کیسے ہونا چاہیے۔ ڈاکٹر کیون نے بیان کیا کہ کتاب مقدس کے ٹھیک طور پر سمجھنے کے لئے روح القدس کی تاثیر کیسے ضرور ہے۔ ڈاکٹر وائٹ صاحب نے جن سے پنجاب بالخصوص لاہور اور گورداسپور کے مسیحی بخوبی واقف ہیں بتایا کہ کلام اللہ کے سمجھنے اور اسیر ایمان

کے قائم رکھنے میں پاک زندگی کا ہونا ضرور ہے۔ دوپہر کو شہر کے چند مختلف مقامات میں کام کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے کے لئے جلسے کئے گئے۔ کالجوں کے ڈیلیگیٹوں کو ہارورڈ یونیورسٹی کی انجمن کی طرف سے دعوت دی گئی۔ قریباً سو ڈیلیگیٹ شامل تھے۔ یہ جلسہ نہایت ضروری تھا۔ کئی اصحاب نے بڑی مفید تقریریں کیں۔ شام کا مضمون یہ تھا کہ یونیورسٹیوں (دارالعلوم) اور کالجوں کی اخلاقی اور مذہبی زندگی کے بڑھانے میں انجمن کا کیا حصہ ہے۔ مسٹر ایل۔ ڈی۔ وشرڈ نے جو کالجوں کے متعلق کمیٹی کے بانی ہیں اس بحث کو شروع کیا۔ پرنسٹن یونیورسٹی کے پریزیڈنٹ فرانسس پیٹن نے ایک عالمانہ تقریر میں پرنسٹن کالج کمیٹی کے کام کا اعتراف کیا۔ آپ نے اس امر کی طرف بھی اشارہ کیا کہ نوشتوں کے الہام کی نسبت رائے صائب کا حاصل کرنا کیسا امر ضروری ہے۔ منی سوٹا یونیورسٹی کے پریزیڈنٹ نارتھرپ نے بھی اسی مضمون پر تقریر کی۔ آپکا کالج کے کام سے پچیس سال سے تعلق ہے۔ ٹسکےگی کے پریزیڈنٹ بوکرٹی واشنگٹن نے حبشی کالجوں میں اسی ایشن کے کام کا ذکر کیا اور اپنی قوم کے جوانوں کے لئے بڑے جوش سے اپیل کی۔

جون ۱۵۔ سنیچر کے روز ڈاکٹر بکلے نے جنکا اسوسی ایشن سے چالیس برس سے تعلق ہے اُن طاقتوں کےخلاف جو نوجوانوں کو تباہ کر رہی ہیں سخت جنگ کرنیکی ضرورت کا بیان کیا مسٹر ڈگلس نے جوبلی فنڈ کی ضرورت خوب واضح کی۔ اسکے بعد مسٹر رابرٹ سپیئر نے فرمایا کہ کیونکہ ہمارے کام میں مسیح کی زیادہ پہچان پانے کی ضرورت ہے بوسٹن کے روزانہ اخبار کی رائے میں کونوشن کی سب سے بہتر تقریر یہی تھی۔ بلاریب کسی اور تقریر و وعظ سے ڈیلیگیٹوں پر اتنا اثر نہ ہوا۔ اسکا خلاصہ کسی وقت ہدیہ ناظرین کیا جائیگا۔ شام کے وقت پریزیڈنٹ سلوکم نے اُس کام کا ذکر کیا جو قصبوں اور دیہات کے ستر لاکھ لڑکوں کے درمیان ہو رہا ہے۔ آنریبل مسٹر اکیلس نے ہمارے بڑے بڑے شہروں کے ان بے گنت نوجوانوں کا ذکر کیا۔ جنکو ابھی تک مسیح کی خبر نہیں ملی"۔ آخر میں مسٹر ہنری مور نے جو امریکہ کے ایک بڑے بزرگ

اور ایسوسی ایشن کے مددگار ہیں تقریر کی۔

جون ۱۶۔ اتوار کی صبح نے اولڈ ساوتھ چرچ میں ڈیلیگیٹوں کے لئے ایک خاص عبادت ہوئی۔ دوپہر کے وقت صرف مردوں کے لیے ایک جلسہ ہوا۔ پانچ ہزار مردوں کا مجمع تھا اس جلسہ کا اہتمام انٹرنیشنل کمیٹی کے ایک سکرٹری مسٹر فرڈ سمتھ کے ہاتھ میں تھا وعظ کے خاتمہ پر کمرے کے مختلف حصوں سے سیکڑوں نوجوان آگے بڑھ آئے اور مسیحی ہونے کی آرزو کا اظہار کیا۔ جلسے سے پیشتر انجمن کے پانسو ممبر کمرے کی مختلف جگہوں میں تعین کئے گئے تھے سارا ہفتہ اس جلسے کے لئے خاص دُعائیں ہوتی رہی تھیں۔ اُن کے شخصی کام اور مسٹر سمتھ کی مؤثر وعظ اور مومنین کی دُعاؤں کا یہ نتیجہ تھا۔ اسیوقت شہر کے مختلف حصوں میں لڑکوں اور عورتوں وغیرہ وغیرہ کے لئے الگ جلسے کئے گئے۔ شہر بوسٹن میں صبح و شام دو دو وقت کی عبادتوں میں اکثر ڈیلیگیٹوں نے وعظ کہے۔

اتوار کی شام کو نونشن کا الوداعی جلسہ تھا۔ جج سلٹن سپنسر میر مجلس تھے۔ جلسے کے شروع میں ممالک غیر کی انجمنوں کے وکلار پلیٹ فارم پر آکھڑے ہوئے۔ اُنمیں ڈیلیگیٹوں نے اُنیس مختلف زبانوں میں اس آیت کو دُہرایا کہ تمہارا ھادی ایک ھی ھے یعنے مسیح اور تم سب بھائی ہو۔ تاہم تیس سے کچھ اُوپر مختلف قوموں میں انجمن کا کام ہورہا ہے۔ بعد ازیں ہندوستان میں طالب علموں کے درمیان کام کرنے کی ضرورت پر کلکتہ کے مسٹر کیمبل وائٹ اور ہندوستانی ڈیلیگیٹ نے تقریریں کیں اور روپیہ اور آدمیوں کے لئے اپیل کیا۔ انکے بعد مسٹر جان ماٹ نے جو ماہ دسمبر میں دوسری بار ہندوستان آنیوالے ہیں۔ ممالک غیر کی ضرورتوں کو بڑے واضح طور سے پیش کیا۔ قریب پچاس ہزار روپیہ اسی وقت چندہ جمع ہوا۔

جون ۱۷۔ پیر کے روز ڈیلیگیٹوں اور انکے احباب نے جنکا شمار تین ہزار سے کچھ اوپر تھا پلیمتھ کا تیرتھ کیا۔ پلیمتھ شہر بوسٹن سے قریب پچاس میل کے فاصلہ پر وُہ مقام ہے جہاں اہل امریکہ کے آبا واجداد اوّل اوّل خشکی پر اُترے۔ جس چٹان پہ یہ بزرگ پہلے ٹھہرے تھے

وہ اب بڑی حفاظت سے رکھا ہے اور اس پر ایک مینار کھڑا ہے۔ اگر یہ پتھر کسی مشرقی ملک میں ہوتا تو ہر روز سیکڑوں لوگ آکر اُسکے آگے جبین سائی کرتے اور اپنے لبوں سے اسکو چاٹتے مگر یہاں ہر ایک ڈیلیگیٹ کو باری باری اس پتھر پہ چڑھایا گیا اور اس معصوم کو چھ ہزار بوٹوں کی برداشت کرنی پڑی۔ تاہم ہمیں پورا یقین ہے کہ وہ پتھر اپنے دل میں ضرور کہتا ہوگا کہ امریکہ جیسے آزاد اور با اقبال ملک میں جوتیاں کھانا منظور پر مشرقی ممالک کی غلامی لوجہالت میں رہکر جھوٹے حُبّ الوطنوں کے بوسے لینے گوارا نہیں۔ ڈاکٹر الگزنڈر میکنزی نے اسی چٹان کے پہلو میں کھڑے ہوکر بڑے دلربا و دلسوز پیرایہ میں ان بزرگوں کی مصیبتوں اور تکلیفوں اُنکی ہمت اور بلند حوصلگی اُنکی دلاوری اور دینداری کا تذکرہ سُنایا اور اپنے سامعین کو اُبھارا کہ ان بزرگوں کی سی ہمت اور مزاج اور رُوح حاصل کریں۔

اس مختصر مضمون میں ہم نے ہفتے بھر کی کارروائی کا صرف خاکہ دیا ہے۔ وقتاً فوقتاً ہم تقریروں سے اقتباس درج کرتے رہینگے۔ اس مضمون کو ہم ہندوستانی ڈیلیگیٹ کے اظہار رائے سے ختم کرتے ہیں جو اسنے ایک ایڈیٹر اخبار کے تین سوالوں کے جواب میں قلمبند کی۔

(۱) اس امر سے مجھ پر بڑا اثر ہوا کہ اسوسی ایشن کے کام کا احاطہ کیسا وسیع ہے اور اس واقعہ سے بھی کہ ہم باہم کیسے مضبوط کھڑے ہیں۔ تمام تختۂ دُنیا پر ایک ہی کام میں کتنے لوگ باہم متفق ہیں۔

(۲) امریکہ میں اسوسی ایشن کا کام بیشک عجیب اور بے نظیر ہے اور اسنے مجھے بڑی اُمید پیدا ہوتی ہے کہ اگر امریکہ میں ایسا بڑا کام سرانجام پا سکتا ہے تو ہندوستان میں پچاس سال کے کام کے بعد ہم اسنے بھی زیادہ نتیجہ کی اُمید رکھ سکتے ہیں۔

(۳) شاید ہر جگہ اسوسی ایشن کی بڑی ضرورت ساری دُنیا کی ضرورتوں کا ایسے طور پر محسوس کرنا ہے کہ اسنے ایک ایسا عالمگیر مقصد پیدا ہو کہ نوجوانوں کی بہتری و بہبودی کے لئے کمال محنت و کوشش کیجائے۔

خط و کتابت

دیسی مسیحی اور انجیل کی اشاعت

ڈیئر ایڈیٹر صاحب

تسلیم۔ ایک مسیحی بزرگ سے دو امور کا ذکر آیا جنکی تفصیل ذیل میں ہے۔ ان دو امور کے بارہ میں میری یہ التماس مسیحی نوجوان تعلیم یافتگان اور دیسی مسیحی بزرگان سے ہے کہ اپنی رائے پیشکش فرمائیں۔

اوّل۔ میں نے یہ عرض کی تھی کہ اگر دیسی تعلیم یافتہ مسیحی اشاعتِ انجیل کے لئے غیر ممالک میں مثلاً فارس۔ ٹرکی۔ عرب۔ مصر۔ جزیرہ ہائے میں بھیجے جائیں تو یورو پین مشنریوں کی نسبت زیادہ مدت تک کام کر سکینگے اور زیادہ آسانی سے کر سکینگے اور کم خرچ پر۔ اس طریقے سے سوسائٹی کو بہت بچت ہوگی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ایسے اشخاص کی تعلیم و تربیت و آزمائش پہلے ہو جائے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا دیسی مسیحی ہندوستان سے باہر جانے پر رضامند ہونگے یا نہیں۔ میرا اپنا خیال ہے کہ بہت تعلیم یافتہ مسیحی اس کام کے لئے اپنے تئیں پیش کرینگے جب انکے بھیجنے کا کوئی پختہ اور معقول انتظام کیا جائیگا۔

دوم۔ صاحب موصوف نے فرمایا کہ ہندوستان میں ابھی تک اشاعتِ انجیل کی بہت ضرورت ہے اس لئے ہندوستانیوں کو پہلے مسیحی بنانا چاہیئے۔ میرا خیال انکی نسبت یہ ہے کہ اوّل تو یہ دلیل درست نہیں۔ اگر یہ دلیل درست ہوتی تو کوئی مشنری سوسائٹی قائم نہ ہوتی کیونکہ یہ اپیل اور عذر وہاں پیش کیا جاتا (اور پیش کیا گیا) کہ پہلے اپنے ملک کو مسیحی بنالو پیچھے غیر ممالک کا خیال کرنا۔ لیکن شکر ہے کہ ایسے عذر کو نظر انداز کر کے غیر ممالک میں اشاعتِ انجیل کا بیڑا اٹھایا گیا۔

سوم - ہندوستان میں دیسیوں اور پردیسیوں کا ایک عجیب قسم کا تعلق پیدا ہوگیا۔ جسکے باعث تعلیم یافتہ مسیحی اس کام کے لئے اپنے تئیں پیش کرنے سے جھجکتے ہیں اور بعض اوقات سُننے میں آیا ہے کہ بعض صاحب سمجھاتے ہیں لیکن مجبور ہیں دم زدن کی مجال نہیں۔

چہارم - اسوقت ہندوستان کی سب سے بڑھ کر ضرورت غیر اقوام کو منادی سنانا نہیں۔ بلکہ جو مسیح کے کلیسیا میں آگئے ہیں اُنکی تعلیم وتربیت واصلاح کی اعلیٰ ضرورت ہے۔ اگر اُنکی فکر کیجائے اور یہ مسیحی زندگی میں ترقی کرجائیں تو خود بخود ہر مسیحی بجائے خود ایک مؤثر منادہ ہوگا۔ اگر مسیحیوں کی طرف سے لاپروائی کیجائے اور خالی منادی پر زور دیا جائے تو اس سے عوام پر اُلٹا اثر ہوتا ہے۔ جیسا کہ بہتوں کی زبان سے سُنا جاتا ہے کہ آجکل کا مسیحی دین اور مشنری کام ایک پولیٹیکل دین اور خدمت ہے۔ نہ وُہ جسکی تعلیم مسیح اور اُس کے رسُولوں نے کی +

(پادری) جان علی بخش

---

(۱) ہمارے ڈونٹی کالجوں کا تو یہ حال ہے کہ پروفیسر تین ہیں تو طالب علم دو۔ اس مبارک خدمت کے قابل ہندوستانی تو ملتے نہیں۔ ممالک غیر کو مشنری بنکر جانے والے نوجوان کہاں چھپے بیٹھے ہیں۔ شائد ہمارے نامہ نگار بتا سکیں۔

(۲) ہندوستانی کلیسیا کی زندگی میں اب وُہ وقت آپہنچا ہے کہ کلیسیا کے بزرگ اور بہی خواہ کلیسیا کے مضبُوط کرنے اور اُسکو خالص اور عُمدہ تعلیم دینے میں اپنی ساری تقدّس شدہ طاقت خرچ کردیں۔ اگر مشنری منادی کا کام بالکل چھوڑدیں تو مضائقہ نہیں۔ اگر وُہ کمیٹیوں میں اپنا عزیز وقت ضائع نہ کریں تو بہت ہی اچھا کریں۔ اُنکا سب سے مقدم اور اعلیٰ فرض یہ ہونا چاہئے کہ کلیسیاؤں کو مضبُوط کریں اور پھر کلیسیائیں انجیل کی اشاعت کا بیڑا خود اُٹھائینگی۔ امریکہ اور انگلستان کی یونیورسٹیوں کا مُلاحظہ کرنے اور وہاں کے طالب علموں کے ساتھ واقفیت رکھنے کے بعد یہ امر ہمارے خوُب دل نشین ہوگیا ہے کہ ہماری تعلیم ہر پہلو سے بالکل ناقص اور ادھوری ہے اور ہمارے کیرکیٹر ابھی ایسے پختہ نہیں ہوئے کہ ہم ممالک غیر میں مشنری بنکر جائیں۔ ابھی یروشلیم میں ٹھہرنیکا وقت ہے۔

الاصلاح

مرقومہ پادری بوٹن حافظ لال صاحب ایم اے

اے مشعل درد در بازارِ جاں انداختہ — گوہر ہر سود در جیب زباں انداختہ
از حیرت و شب اندیشۂ اوصاف تو — بس ہمایوں مرغِ عقل از آشیاں انداختہ

نظامِ عالم میں چار سو قوانینِ فطرتی کا عمل ہو رہا ہے۔ ہر ایک درخت اپنے وقت پر پھولتا اور پھلتا ہے۔ اور ہر ایک پھل اپنے وقت پر پکتا ہے۔ ہر ایک چیز اپنے وقت پر اپنی بہار دکھاتی اور بے موسم کہیں نظر بھی نہیں آتی۔ اور ساتھ ہی اس کے یہ بھی سچ ہے کہ لوگ کانٹوں سے انگور اور اونٹ کٹاروں سے انجیر نہیں توڑتے۔ لوگ گدھے سے گھوڑوں کا کام نہیں لیتے اور نہ کوے سے بلبل کا۔ گرمی کی تاثیر اور ہے اور سردی کی اور۔ گل کو گل ہی سمجھتے ہیں اور خار کو خار۔ ہر شے کے ساتھ اُس کے خواص لگے ہیں اور ہر موصوف کے ساتھ اس کی صفات۔ کوئی کام بے سبب اور بے مطلب نہیں ہوتا۔ ورنہ اپنے وقت سے پہلے

جب ہم زمانۂ اصلاح کے حال کو بنظرِ امعان پڑھتے ہیں۔ تو علے الخصوص دو باتوں سے ہمیں سخت حیرت ہوتی ہے۔ اوّل مارٹن لوتھر سے پہلے جو مصلح ہوئے اُن کی جانیں کیوں گئیں؟ کیا وہ لوتھر کی مانند سرگرم اور ایماندار نہ تھے۔ اور کیا خداوند کی روح ہر وقت اُن کے ساتھ نہ تھی؟ دوم مارٹن لوتھر کیوں ایسے سنگین اور وسیع کام کو تنہا انجام دے سکا؟ ذیل کی سطروں میں ہم ان دو سوالوں کا جواب بالاختصار دیتے ہیں +

جس طرح سے بیج فقط گرمی یا روشنی۔ مٹی یا پانی سے نشو و نما نہیں پاتا۔ بلکہ یہ چاروں مل کر اس کی بالیدگی کے باعث ہیں۔ اسی طرح تاریخ کے اکثر امور و واقعات کے کئی سبب ہوتے ہیں۔ زمانہ اصلاح میں بہت سے اسباب و وسائل ایسے موجود تھے جن سے عقلمند مصلح خداوند کی مدد کو حاصل کرکے اپنے کام کو انجام دے سکتا تھا۔ پندرھویں صدی میں بہت بڑے بڑے انقلاب لوگوں کے خیالات میں واقع ہو گئے تھے۔ یورپ کے عنقریب تمام ممالک میں مسیح کی پرستش ہوتی تھی۔ پر جس جہالت وظلمت کی زنجیروں نے ایک عرصہ

سے نہیں باندھ رکھا تھا۔ اس کے بند اب ڈھیلے ہو چلے تھے۔ گو یا رات گذر تی جا رہی تھی
اور صبح صادق کی روشنی افق پر نمودار ہو چلی تھی۔ جس گھنگھور گھٹا کا سایہ اُن کے سر پر مدتوں
سے تھا وہ پھٹنے لگی اور آنکھوں کے سامنے نور تہذیب جلوہ گر ہونے لگا۔ اور پندرھویں صدی
ختم نہ ہونے پائی تھی۔ کہ ان نئے خیالات کی طاقتیں چاروں طرف اپنا اثر دکھانے لگیں
پر جن اسباب نے خاص کر مارٹن لوتھر کے ہاتھ میں پڑ کر یورپ کی صورت و رنگ کو بدل دیا وہ یہ ہیں +

اوّل ۔ تیرھویں صدی میں خاندان عثمانیہ کے بازو نے بغداد کو سر کیا اور خلیفۂ
اسلام کو تخت شاہی پر سے اُتار کر عنان کشور کشائی کو اپنے ہاتھ میں لیا اور تاج خسروانہ
اپنے سر پر رکھا ترکوں کے جنگجو شہسواروں سے چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو تہ و بالا کروایا
اور ایک عالمگیر اور عظیم الشان سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ یہ بلا کے پُتلے جب وسطی ایشیا اور
ایشیائے کوچک کو زیر کر چکے تو اپنے پہاڑی گھوڑوں کے سم سے مشرقی یورپ کی زمین
کھودنے لگے۔ حرص جہانگیری کی گدگداہٹ نے انہیں بہت شجاع اور جرّی بنا دیا
اور مسیحیوں کے ملکوں کی آراستگی و زرخیزی نے ان کے دندانِ طمع ایسے تیز کئے۔ کہ
اُنھوں نے مسیحیوں کے مقبوضات پر اپنا تسلط جمانا شروع کر دیا۔ اور مار دھاڑ اور جنگ و جدال
کا بازار ایسا گرم کیا۔ کہ تمام مسیحیوں کے دل دہل اُٹھے اور ایک عالم میں تہلکہ مچ گیا۔ سلیم و سلیمان
کے علم تلے لاکھوں ترکوں کی تیغ بُرّان بجلی کی طرح چمکتی تھی۔ اور جس طرف اس کا وار ہوتا۔
آگ اور گندھک برستی تھی۔ اور موت اپنا کام کرتی تھی۔ رفتہ رفتہ یہ ایسے بڑھے۔ کہ
بایزید یلدرم نے قسطنطنیہ کو فتح کرنے کا قصد کیا اور اگر تیمور لنگ اس کے ٹڈی دل
لشکر کو شکست دیکر اسے اسیر نہ کر لیتا تو وہ اپنے ارادہ کو ضرور پورا کرتا۔ مسیحی اسی تکبر میں
بھولے اور اسی بیہودہ زعم میں بھولے بیٹھے تھے۔ کہ خداوند کے بندوں پر کافر ہرگز غالب
نہ آئینگے۔ اُن کے ہاتھ پر ہاتھ دھر کے بیٹھنے کا نتیجہ یہ ہُوا کہ ترکوں کے پرچم جھنڈے مشرقی
یورپ کے قلعوں پر لہرانے لگے۔ اب تک تو انہیں کان نہیں ہوئے تھے۔ پر اس بڑا صوبہ

واقع کے دیکھتے ہی اُن کی آنکھیں کھلیں اور لگے اپنے بچاؤ کی تدبیریں کرنے۔ ترکوں کو ایسے مسیحیوں کی بزدلی نے نہایت ہی دلیر بنا دیا۔ لہٰذا کبھی وے حملہ کرتے کبھی انکے شہروں کا محاصرہ۔ ان متواتر یورشوں سے فایدہ یہ ہُوا کہ مسیحیوں کے بہت سے اوہام باطلہ اُڑ گئے اور جو بھروسہ اُن کا کلیسیائی روم کے مقلدوں کی جھوٹی تعلیم پر تھا ٹوٹ گیا۔ آخرکار جب ۱۴۵۳ء میں قسطنطنیہ کی دیواروں پر تکبیر مبارزان اسلام کی صدا بلند ہوئی تو کل یورپ کانپ اُٹھا اور عوام کے ہوش اُڑ گئے۔ وہ بادل جس کی کڑک اور گڑگڑاہٹ برسوں سے سننے میں آرہی تھی اب اُن کے سروں پر آگرجا۔ ہزاروں اپنی جان و سرمایۂ ایمان کو اپنے ساتھ لے کر یورپ کے مختلف ملکوں میں پناہ گزین ہوئے۔ ان میں بہتیرے یونانی۔ عبرانی اور لاطینی کے بڑے مشہور عالم تھے۔ ان فاضلوں نے جوانوں کو یونانی اور عبرانی پڑھانا شروع کیا۔ اُن کی تعلیم نے ایسی عجیب آگ اُن کے دلوں میں بھڑکائی۔ جس کے شعلے روم کی کلیسیا کے تعصبات اور لغو تعلیمات کو بھسم کرنے والے تھے۔ اب تو لوگ عبرانی و یونانی سیکھ کر توریت و انجیل کا مطالعہ اصلی زبانوں میں کرنے لگے۔ اس علم کی تحصیل کا نتیجہ یہ ہُوا کہ عوام الناس کی طبیعت میں پوپوں کی لچر دپوچ باتوں اور انجیل کی خالص تعلیم کے درمیان امتیاز کرنے کا صحیح مذاق پیدا ہوگیا۔ اور انجیل پر عمل کرنے کے شوق و جوش نے بے طرح دلوں کو اُبھارا۔

دوم جب لوتھر ۱۴۸۳ء میں پیدا ہُوا اس وقت فرانس اور جرمنی کے اکثر حصوں میں چھاپے خانے تھے۔ اس فن کے ایجاد ہونے سے فائدہ یہ ہُوا کہ انجیل کئی زبانوں میں ترجمہ کی گئی اور اس کے ہزاروں نسخے چھپ چھپ کر لوگوں کے ہاتھ میں پڑے جو خود بخود اُس کا مطالعہ کرکے اُس کے نفس مضمون سے واقف ہوگئے۔ اس ایجاد سے پہلے انجیل کی قلمی نقلیں تھیں پر وہ بہت قیمت کی ہوتی تھیں۔ چونکہ غریبوں میں اس کے خریدنے کا مقدور نہ تھا۔ لہٰذا وہ اس کے اصلی مضمون سے بھی ناواقف تھے۔ علاوہ بریں پہلے یک

وقت اور بھی تھی ۱۲۲۸ء میں پوپ نے ایک حکم اس مضمون کا صادر کیا کہ کوئی مسیحی جب تک کہ بسیٹ کے عہدہ پر مامور نہ ہو انجیل نہ پڑھے۔ یہ ممانعت شاق نہ گذری کیونکہ قلمی نسخے بہت مہنگے تھے۔ پر جب وہی انجیل بہت تھوڑی قیمت پر بکنے لگی تو ہزاروں اُسے خرید نے اور پڑھنے لگے۔ اس مطالعہ نے لوتھر کے لئے راستہ صاف کیا اور خداوند اور رسولوں کی تعلیم کو دلوں پر نقش کیا +

سوم۔ روم کی کلیسیا میں اس وقت ہر طرح کی خرابی تھی نہ فقط وہ از روئے تعلیم ملامت کے لائق تھی بلکہ اُس کے مقتدوں کے اخلاق بھی حد سے زیادہ بگڑے ہوئے تھے روح اور راستی کی سچی عبادت کی جگہ لوگ بزرگوں اور مقدسوں کی قبروں اور شہیدوں کے مزاروں پر گور پرستوں کی طرح جمع ہوتے تھے اور نے لا نفع خداوند یسوع مسیح کی قربانی اور شفاعت کو نظر انداز کر کے اُن کی شفاعت کے خواستگار ہوتے اور جو چیزیں وہ اپنے عین حیات میں استعمال کرتے اُن کو چھونا اور اگر ممکن ہو۔ تو اپنے پاس رکھنا مبارک سمجھتے۔ گنڈے تعویذ بناتے اور پہنتے اور جادو ٹونے کے قائل تھے۔ شیطان انہیں ہر ہر قدم پر قسم قسم کی صورتوں میں دکھائی دیتا اور اس سے بچنے کیلئے جو کوئی جو کچھ بتاتا وہی کرتے اور ان سے بھی بدتر حالت ان خادمانِ دین کی تھی جو انہیں اور بھی زیادہ بت پرستی کی تعلیم دیدیکر بگاڑتے تھے۔ لوگوں کے دل میں ایسے ہادیوں کی طرف سے دو وجہ سے نفرت پیدا ہوئی اوّل اُن کی تعلیم بہت بیہودہ تھی۔ دوم۔ ان کی چال اور بھی ابتر۔ وہ عموماً خود غرض۔ جاہل بے دین۔ دُنیادار اور نفس پرست ہوتے تھے۔ نہ انہیں انسان سے شرم تھی نہ خدا سے خوف۔ اور یہ عیب فقط انہیں میں نہیں تھا۔ بلکہ جو مقدس پطرس کے جانشین کہلاتے تھے یعنی پوپ وہ ان سے بھی بدرجہا بڑھکر بداخلاق ہوتے تھے علانیہ بدبینی اور حرامکاری اور خون کرتے اور اپنے محلوں کو بنانے کے لئے فریب و دغا بازی سے روپیہ حاصل کرتے۔ عوام اُن کے قدموں کو چومتے اور اُن کو بمنزلہ خُدا سمجھتے۔ گناہوں کے معاف کرنے کا دم بھرتے بھرتے وہ چھپے ہوئے ٹکٹ بھی بیچنے لگے تاکہ جو کوئی انہیں خریدے وہ آسمان کی بادشاہی میں ضرور شامل ہو۔ ایسے چھپے ہوئے پرچوں کے بھلاوے میں لوگ ہر طرح کی ناپاکی کرتے اور یہ خیال رکھتے کہ زر کے دینے سے معافی حاصل ہو جائیگی۔ ہائے ہائے سے

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

متفرقات

سٹوڈنٹس کانفرنس نارتھ فیلڈ امریکہ منعقدہ ۲۹ جون ۷ جولائی ۱۹۰۱ء کی موقعہ پر جو تقریریں کی گئیں اُن میں سے چند یاد رکھنے کے قابل باتیں

کوئی شخص بھی ہر ایک کام جو وُہ خود کرنا چاہتا ہے سرانجام دے نہیں سکتا۔ لیکن ہر ایک شخص ان تمام کاموں کو پُورا کر سکتا ہے جو خدا چاہتا ہے کہ وُہ کرے۔ (رابرٹ ای سپیئر)

خود پسندی کا اصول خود غرضی ہے۔ محبت دوسروں کو اپنے سے بہتر سمجھنا ہے۔
(آرتھر ٹی۔ پیئرسن)

خدا کوئی کام کسی شخص کے لئے فرض نہیں ٹھہراتا جب تک کہ اس میں اس کے لئے کوئی عمدہ موقعہ نہ ہو۔ (پروفیسر باسورتھ)

تاریخ کے بڑے بڑے واقعات شخص ہیں۔ دُنیا کی تاریخ کا سب سے اعلیٰ واقعہ سب سے اعلیٰ شخص یسوع مسیح ہے (پروفیسر ایچ۔ سی کنگ)

جو شخص اپنے کام کے لئے مرنے کو تیار نہیں وُہ اُسکے لئے جینے کے بھی لائق نہیں (رابرٹ سپیئر)

دُعا خدا کی مہموں میں حصّہ لینا ہے۔ (پروفیسر باسورتھ)

جوش و سرگرمی کے مسیحی معنے یہ ہیں کہ مسیح کا مزاج انسان میں کام کرے۔ (آرتھر ٹی پیرسن)

اپنی زندگی میں جو ہم ہر ایک قدم اُٹھاتے ہیں چاہئے کہ وُہ پہلے قدم اُٹھانیکا نتیجہ اور اگلے قدم اُٹھانے کی تیاری ہو۔ (ڈاکٹر الگزنڈر میکنزی)

جو شخص اپنے کام میں ایسا مصروف ہے کہ دُعا کے لئے وقت نہیں نکال سکتا وُہ اس جہاز کی مانند ہے جسکو جانے کی ایسی جلدی پڑی ہے کہ کوئلہ لینے کی فرصت نہیں (پروفیسر باسورتھ)

جو کام تم نے کل کیا تھا وُہی آج نہ کرو۔ اُسے کچھ بہتر کرو۔ کل کی نسبت آج کوئی بہتر کتاب پڑھو۔ (الگزنڈر میکنزی)

اگر ہماری زندگیوں کا کل اہتمام یسوع کے چھدے ہاتھوں میں ہو تو وہ کیسی بدل جائیں (آرتھر ٹی پیرسن)

اگر تم کسی بات کو دُوسری یا تیسری مرتبہ کرنا نہیں چاہتے تو اسکا سب سے یقینی علاج یہی ہے کہ اسکو پہلی بار بھی نہ کرو۔ (رابرٹ سیبر)

کیریکٹر (سیرت) کا مسئلہ خود ضبطی کا مسئلہ ہے۔ خود ضبطی کا مرکز ارادہ ہے۔ اور ارادہ کا مرکز توجہ۔ (پروفیسر کنگ)

مسیح کے افلاس کا اندازہ تم تبھی لگا سکتے ہو اگر تم کو اس کی دولت کی خبر ہو اور اسکی فروتنی کا خیال تم تب ہی پا سکتے ہو اگر اسکے جلال کا اندازہ لگا سکو (آرتھر ٹی پیرسن)

خدا ہمارے ظاہر پر نظر نہیں کرتا۔ وُہ یہ نہیں دیکھتا کہ ہم جلسِ و عائیہ لورنٹمے سکول میں کتنی بار جاتے ہیں بلکہ ہمارے پھلوں سے ہم کو پہچانتا ہے (کیمبل مارگن)

اگر شہر کے آباد حصّوں میں گرجے خالی پڑے رہیں تو اسکا سبب یہ ہے کہ مسیح وہاں سے غیر حاضر یا چھپا ہے۔ جہاں مسیح ہوتا تھا وہاں تو لوگ خواہ مخواہ کھینچے آتے تھے اور جو لوگ اسکے پاس آتے تھے انکو اُسکے شاگردوں سے تسلی ہوتی تھی۔ (کیمبل مارگن)

پھر وُہی پُرانا جھگڑا ۔ دہلی کے ایک بزرگ مشنری صاحب مدراس کے بشپ صاحب کا وہ جواب جو آپ نے سالی کے ساتھ شادی کے بارے میں میموریل پیش کرنے والوں کو دیا ارسال فرماتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ مجھے یقین ہے کہ آپ بے تعصب اور بے رورعایت ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں اسلئے امید ہے کہ آپ اس مضمون کی ضرورت کے لحاظ سے اسکا دوسرا پہلو بھی دکھائینگے خصوصاً جبکہ وہ اس مرسلہ خط میں ایسی قابلیت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے مجھے اُمید ہے کہ آپ اسکو شائع کرینگے"۔ افسوس ہے کہ ہم مدراس کے بشپ صاحب کے جواب کو شائع نہیں کر سکتے کیونکہ اوّل تو وُہ نور افشاں میں شائع ہو چکا ہے اور پھر ہم اُس میں کوئی خاص بات نہیں دیکھتے جسپر ہم نے اپنے گذشتہ مضمون میں مختصر طور پر رائے نہیں دی۔ اس سے یہ بہتر ہوگا کہ کوئی صاحب ہمارے اُس مضمون کا قابلِ اطمینان جواب تحریر فرمائیں اگرچہ ہم اس بحث کا خاتمہ کر چکے ہیں مگر کوئی جواب جو درج کرنے کے قابل ہو بشرطِ گنجائش ضرور درج ہوگا۔

دنیا کی مردم شماری بلحاظِ مذاہب

یورپ میں ۳۰ کروڑ ۵۴ لاکھ مسیحی۔ چھیاسٹھ لاکھ محمدی اور پینسٹھ لاکھ یہودی ہیں۔ کُل
امریکہ میں بارہ کروڑ چونسٹھ لاکھ مسیحی ہیں۔ یہودیوں اور غیر اقوام کی تعداد نامعلوم ہے۔ ایشیا
میں ایک کروڑ چھبیس لاکھ مسیحی۔ دس کروڑ پچانوے لاکھ محمدی۔ دو لاکھ یہودی اور چھیاسٹھ
کروڑ ۰۰ لاکھ بُت پرست ہیں۔ افریقہ میں چوالیس لاکھ مسیحی تین کروڑ ساٹھ لاکھ محمدی۔
چار لاکھ یہودی اور نو کروڑ ۱۰ لاکھ بُت پرست ہیں۔ رومن کیتھلک و پروٹسٹنٹ و یونانی کلیسا
کے ممبروں کا شمار حسب ذیل ہے۔ گریٹ برٹن میں چون لاکھ کیتھلک و تین کروڑ بتیس لاکھ
پروٹسٹنٹ۔ فرانس میں تین کروڑ سینتیس لاکھ کیتھلک اور سات لاکھ پروٹسٹنٹ۔ جرمنی میں
ایک کروڑ چھیاسی لاکھ کیتھلک اور تین کروڑ ستائیس لاکھ پروٹسٹنٹ۔ روس میں تراسی
لاکھ کیتھلک اور اکنیس لاکھ پروٹسٹنٹ اور سات کروڑ ۳۸ لاکھ یونانی ہیں۔ آسٹریا میں تین کروڑ
اٹھتیس لاکھ کیتھلک اکتالیس لاکھ پروٹسٹنٹ اور تینتیس لاکھ یونانی۔ اٹلی کے تین کروڑ
۱۱ لاکھ ساٹھ ہزار باشندوں میں سے صرف ۶۰ ہزار پروٹسٹنٹ ہیں اور سپانیہ اور پرتگال کے
دو کروڑ ستائیس لاکھ میں سے صرف دس ہزار پروٹسٹنٹ ہیں۔ سکنڈینیویا میں بانوے
لاکھ نوے ہزار پروٹسٹنٹ ہیں اور صرف دس ہزار کیتھلک۔ بلجیم اور ہالینڈ میں نواسی لاکھ
نوے ہزار کیتھلک اور ستائیس لاکھ دس ہزار پروٹسٹنٹ۔ بالکن کی ریاست میں انیس لاکھ
کیتھلک اکتالیس لاکھ تیس ہزار پروٹسٹنٹ اور ایک کروڑ چوبیس لاکھ یونانی۔ کل یورپ
میں ۱۷ کروڑ ۰۰ لاکھ کیتھلک نو کروڑ انیس لاکھ پروٹسٹنٹ اور نو کروڑ پچانوے لاکھ یونانی۔
ضلاع متحدہ امریکہ میں چھ کروڑ تیس لاکھ پروٹسٹنٹ اور ۹۹ لاکھ کیتھلک ہیں۔ کینیڈا اور
اسکے قرب وجوار کے جزیروں میں ستاون لاکھ کیتھلک اور دو لاکھ پروٹسٹنٹ ہیں۔ تمام
دنیا میں چھبیس کروڑ کیتھلک اور سولہ کروڑ تینتیس لاکھ پروٹسٹنٹ ہیں اور نو کروڑ

تراسی لاکھ یونانی ایک ارب چون کروڑ پینتالیس لاکھ نو ہزار باشندوں میں سے پچاس کروڑ سولہ لاکھ مسیحی ہیں + یہ ایک عجوبہ ہے کہ پروٹسٹنٹ تعداد میں کیتھلک کی نسبت بہت جلد ترقی کر رہے ہیں -

۱۸۹۲ء سے ۱۸۹۷ء تک تیئس لاکھ ساٹھ ہزار کیتھلک زیادہ ہوئے حالانکہ پروٹسٹنٹ تیس لاکھ اسی ہزار بڑھے + یہ تخمینہ لگایا گیا ہے کہ ۱۸۲۵ء سے ۱۸۹۵ء تک روسی ظلم کے باعث پچاس لاکھ کیتھلک یونانی کلیسیا میں شامل ہوگئے اور یہ بات تسلیم کی گئی ہے کہ حال میں صرف بیس لاکھ کیتھلک روس میں بستے ہیں۔ کلیسیائے انگلستان میں بہ نسبت دیگر پروٹسٹنٹ کلیسیاؤں کے تعداد کمی ہوئی ہے ۔ ۱۸۶۰ء میں نو اور ایک کی نسبت تھی اور اب مشکل سے تین اور ایک کی ہے + انگریزی بولنے والے ملکوں میں صرف ایک آئرلینڈ ہی ہے جس میں کیتھلک کا شمار بڑھ رہا ہے + کیتھلکوں کا شمار حسب ذیل ہے۔ انگلستان میں چہار فیصدی سکاٹ لینڈ آٹھ فیصدی آئرلینڈ میں ۸۰ فیصدی کینیڈا چالیس فیصدی اضلاع متحدہ میں چودہ فیصدی اور آسٹریلیا میں بائیس فیصدی انگلستان میں اصحاب ذی رتبہ کا میلان فرقہ رومن کاتھلک کیطرف زیادہ ہے۔ سنہ ۱۸۵۰ء سے لے کر چار سو چنتالیس اکسفورڈ ۔ اور دو سو تیرہ کیمرج اور ۱۴۳ دیگر کالجوں کے اعلیٰ تعلیم یافتہ اصحاب سے اور ستائیس امراء دو سو چوالیس ارکان سلطنت ایک سو باسٹھ مصنف اور ایک سو انتیس پارلیمنٹ کے ممبر کیتھلک ہوگئے تاہم یہ حالت اب بدل رہی ہے + ان نو مریدوں میں سے چار سو چھیالیس پادریوں کے ماتحت کارندے ہیں + سب میں امیر کیتھلک کلیسیا فرانس کی ہے + نپولین اول کی تاخت و تاراج کے بعد اُسنے خاصکر دینی حاکموں کے حکم سے دولت سمیٹنی شروع کی + یہ خادمان دین آجکل چوسٹھ کروڑ بیس لاکھ روپیہ کے جاگیر دار ہیں + ۱۸۷۶ء میں جبکہ یہ سب موقوف کیے گئے تو گورنمنٹ نے ایک ارب ستائیس کروڑ پچاس لاکھ روپیہ جائداد ضبط کرلی تریسٹھ کروڑ ساٹھ لاکھ روپیہ کی غیر منتقل جائداد کے علاوہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ فرانس کے خادمانِ دین کے پاس آجکل کم سے کم ارب ۴۸ کروڑ روپیہ ذاتی مال ہے +

ان سب سے زیادہ جولیس کی ماں مصیبت میں گرفتار تھی۔ اُس کے دل میں کبھی یہ سوال نہیں پیدا ہُوا تھا۔ کہ اس معاملہ میں قصور کس کا ہے۔ وہ فقط یہ جانتی تھی۔ کہ میرا عزیز اور محبوب بیٹا کس مصیبت میں گرفتار ہو رہا ہے۔ بیچاری پھر اپنے خاوند کے پاس گئی اور منت سماجت کر کے اپنے بیٹے کی معافی کے لئے کوشش کی۔ مگر جووینل نے اس کی ایک نہ سنی بلکہ اُلٹا اُسے لعنت ملامت کی۔ کہ یہ سب خرابی اُسی کی برپا کی ہوئی ہے۔ اور آخرکار غصہ میں آکر اُسے مارنا شروع کیا۔ مگر اس بیچاری نے اس مار پیٹ کا کچھ خیال نہ کیا۔ اور پھر اپنے بیٹے کے پاس جا کر اُسے ترغیب دینی شروع کی۔ کہ اپنے باپ سے معافی مانگے۔ اور اس سے یہ وعدہ بھی کیا کہ اگر وہ اس کی بات کو مان لیگا۔ تو وہ اپنے خاوند کی اطلاع کے بغیر اسے جس قدر روپیہ کی ضرورت ہے بہم پہنچاویگی۔ اس بات پر جولیس راضی ہو گیا۔ اور اب اس نے پھر جا کر جووینل کی منت سماجت شروع کی۔ کہ اپنے بیٹے کو معاف کر دے۔ پہلے تو جووینل راضی نہ ہُوا بلکہ ماں بیٹے دونو کو خوب صلواتیں سُنائیں۔ لیکن آخرکار اس شرط پر معاف کرنے پر راضی ہُوا کہ جولیس اپنی زندگی کو سدھارے اور ایک دولتمند سوداگر کی لڑکی سے شادی کرلے اور کہنے لگا۔ کہ "میں اُسے سب کچھ جو اُس کے لئے ضرور ہے دونگا۔ اور اُس کی بیوی کے لئے زمین الگ دونگا۔ بشرطیکہ وہ بھلے مانسوں کی طرح زندگی بسر کرنا اختیار کرے۔ اگر وہ میرا حکم مانیگا۔ تو میں اُسے معاف کر دونگا۔ لیکن بالفعل اُسے کچھ نہیں دونگا۔ اور اگر پھر مجھے اس امر کی خبر ملے کہ اُس نے اور کوئی شرارت کی ہے۔ تو میں اُسے فی الفور حکام کے حوالہ کر دونگا۔

جولیس ان شرائط پر راضی ہو گیا۔ اس نے اپنی زندگی درست کرنے اور نیز شادی کرنے کا وعدہ کر لیا۔ مگر دل میں اُس کا مطلق ارادہ نہ تھا۔ کہ ان میں سے ایک بات کو بھی پورا کرے۔

اب اس کی زندگی بالکل ناقابل برداشت ہو رہی تھی۔ اس کا باپ چھوٹے مُنہ سے بھی اس سے کلام نہ کرتا تھا۔ بلکہ اس کی ماں کو اس کے بیٹے کے سبب سے سخت طعنے دیتا رہتا

تھا۔ بیچاری ماں زار زار روتی تھی۔ مگر محبت کے خون سے مضبوط تھی۔ اور ایک دن اُس نے جولیس کو بلا کر ایک قیمتی پتھر جو اُس نے اپنے خاوند کے مال سے چُرایا تھا۔ اُس کے حوالہ کیا۔ اور کہنے لگی +

''جا اور اُسے بیچ لے۔ لیکن یہاں نہیں۔ بلکہ کسی اور جگہ۔ میں حتے الامکان اس چوری کو چھپانے کی کوشش کرونگی اور اگر تیرے باپ کو معلوم بھی ہوگیا۔ تو کہدونگی۔ کہ کسی غلام نے چرالیا ہے''۔

اس بات نے جولیس کے دل پر بڑا گہرا اثر کیا۔ اس کو اپنی ماں کی اس حرکت پر نہایت دہشت آئی۔ اور اُس نے کچھ نہ لیا۔ بلکہ چپ چاپ گھر سے چل دیا +

وہ نہیں جانتا تھا۔ کہ کہاں جاتا ہے۔ شہر سے نکل کر وہ بہت دور نکل گیا۔ اور سوچتا جاتا تھا۔ کہ اب کیا کروں۔ آخر کار وہ درختوں کے ایک جھنڈ کے پاس جہاں ڈاینا دیوی کا مزار تھا جا پہنچا۔ پہلے تو اُس کے دل میں خیال آیا۔ کہ چل کے دیوی سے دعا مانگو۔ شاید وہ میری کچھ مدد کرے۔ مگر پھر اُسے خیال آیا۔ کہ میں تو دیوی دیوتا کو مانتا ہی نہیں۔ بلکہ جانتا ہوں۔ کہ وہ میری یا کسی کی مدد کرنے کی کچھ طاقت نہیں رکھتے۔ لیکن پھر خیال آیا۔ کہ اگر یہ طاقت نہیں رکھتے تو اَور کون ہے جو طاقت رکھتا ہے۔ وہ اپنی گذشتہ زندگی کو یاد نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس سے اُسے خوف پیدا ہوتا تھا۔ اور اس کی روح نہایت تاریکی اور پریشانی کی حالت میں گرفتار تھی۔ مگر اس کے سوا اَور کوئی چارہ نظر نہیں آتا تھا۔ کوئی چیز اس کے دل میں کہتی تھی۔ کہ تمہیں ضرور اپنی زندگی کو فتوے کے لئے اپنے ضمیر کے سامنے پیش کرنا چاہئے۔ اور جب اُسنے غور کرنا شروع کیا۔ تو اُسے معلوم ہُوا۔ کہ میں کیسا سخت شریر اور احمق ہوں؟ میں کیوں اپنے کو ایذا دے رہا ہوں؟ میں کیوں اپنی زندگی کو برباد کر رہا ہوں؟ اس زندگی سے مجھے کیا حاصل ہُوا ہے؟ اگر ایک پاؤ بھر خوشی ملی ہوگی۔ تو شاید من بھر مصیبت۔ اور پھر اسے اپنی تنہائی کا خیال آیا۔ ایک وقت تھا کہ ماں باپ دوست

رفیق سب تھے - اب بالکل تن تنہا ہے - کسی کو بھی اُس کی پروا نہیں - بلکہ سب پر بھاری ہو رہا ہے
اُس کے سبب سے اس کے جان پہچان اور رفیق بھی مصیبت میں گرفتار ہو رہے ہیں - اُس کی
ماں بیچاری الگ اپنی جان کو رو رہی ہے - باپ نے بڑی محنت مشقت سے جو روپیہ جمع
کیا تھا - وہ الگ اُس نے لٹا دیا - اس کے دوست اس کی صورت سے بیزار ہیں +

آخر کار اُسے پمفلس کا خیال آیا - اور وہ سب باتیں جو گذشتہ ملاقات میں اُن کے درمیان
ہوئی تھیں یاد آگئیں - دفعتاً اُس کے دل میں خیال آیا کہ شاید سب سے عمدہ بات یہ ہوگی
کہ گھر بار چھوڑ کر عیسائیوں کے ہاں چلا جاؤں اور اُنہیں کے ہمراہ زندگی بسر کروں +

وہ سوچتا تھا - کہ اب زندگی میں اور کوئی امید باقی نہیں - اور جب اُس نے اپنی گذشتہ
زندگی پر غور کرنا شروع کیا - تو اُسے یقین ہوگیا - کہ دنیا بھر میں تو کوئی مجھ سے محبت رکھتا
ہے نہ میں کسی سے محبت رکھتا ہوں اور اس خیال سے ایک عجیب قسم کی مایوسی اور حیرت
اس کے دل میں پیدا ہوگئی - میرے ماں باپ اور دوست آشنا میری کچھ پروا نہیں
کرتے بلکہ شاید اگر میں آج مرجاؤں تو سب خوشی منائینگے - در خود میں - بھلا میں بھی کی
کی پروا کرتا ہوں ؟ کیا میں بھی کسی دوست آشنا سے درحقیقت محبت کرتا ہوں ؟ ہرگز نہیں
وہ تو سب کے سب میرے رقیب اور ہیچ ہیں اور مجھے مصیبت میں دیکھ کر ترس کھانا تو ایک
طرف اُلٹا بیرحمی سے پیش آتے ہیں - کیا مجھ باپ سے کچھ محبت ہے ؟ جب اُس نے اپنے دل
پر نظر کی تو اُس کی حالت دیکھ کر وہ نہایت دہشت زدہ ہوگیا - کیونکہ اُسے معلوم ہوگیا - کہ
وہ فقط یہی نہیں کہ وہ اپنے باپ سے محبت نہیں رکھتا - بلکہ اُس سے سخت نفرت اور
کینہ رکھتا ہے - اور اُس کی موت کو اپنی زندگی کی بہتری اور خوشحالی کے لئے ضروری سمجھتا
ہے - وہ اپنے دل سے پوچھنے لگا - کہ " بھلا اگر مجھے یقین ہو کہ اگر میں اپنے باپ کو مار ڈالوں
تو کسی کو اس بات کی خبر نہ ہوگی - تو کیا میں ایک ہی ہاتھ میں اُس کا کام تمام کرنے کو
تیار ہوں یا نہیں " تو اُسے جواب ملا - " ہاں اگر ایسا ہو - تو بیشک میں اسے مار ڈالوں "

اوراس خیال سے وہ اَور بھی دہشت زدہ ہوگیا +

"میری ماں - کیا مجھے اُس سے کچھ محبّت ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ مجھے اُس کی اس حالت کو دیکھ کر افسوس تو ہے - مگر تو بھی خواہ وہ مرجائے مجھے اس بات کی کیا پروا ہے میں فقط اس کی مدد چاہتا ہوں - نہ اُسے - مَیں تو ایک جنگلی حیوان سے بھی بدتر ہوں۔ مگر پھر بھی مجھ میں اور اُن میں ایک بات کا فرق ہے - اگر مَیں چاہوں تو اس زندگی کو ترک کرسکتا ہوں - مَیں چاہوں تو اپنے کو ہلاک کرسکتا ہوں - مَیں اپنے باپ سے کینہ رکھتا ہوں - اور کوئی بھی نہیں - خود ماں اور خواہ کوئی اور دوست جس سے مجھے کچھ بھی محبت ہو - شاید پمفلس کے سوا۔" اور اب اس نے پھر پمفلس کو یاد کرنا شروع کیا۔ اس نے گذشتہ ملاقات کو یاد کیا اور ساتھ ہی اُس کو یہ بھی یاد آگیا - کہ اُس وقت اُس نے اُس شخص کے کلام میں سے جسے مسیحی لوگ مسیح کہتے ہیں - ایک قول نقل کیا تھا - کہ "اُے سب لوگو جو تھکے اور بھاری بوجھ سے دبے ہو سب میرے پاس آؤ - کہ میں تمہیں آرام دونگا" - کیا یہ بات سچ ہے؟ اسے پمفلس کی بے خوف اور خوش و خرم صورت یاد آئی اور اس کے دل میں خواہش پیدا ہوئی - کہ کاش میں بھی اس کی مانند ایمان لاسکوں اور اپنے دل میں کہنے لگا - میں کیا ہوں - میں ایک انسان ہوں اور خوشی و آرام کی تلاش میں ہوں - میں نے اُسے عیش و عشرت میں تلاش کیا - مگر نہ پایا - اور نہ کسی اور کو دیکھا ہے جس نے اس طور سے اُسے پایا ہے - ہم سب کے سب ایک مصیبت میں گرفتار ہورہے - اور ایک دوسرے سے نفرت رکھتے ہیں - مگر پمفلس؟ وہ بالکل خوش و خرم نظر آتا ہے کیونکہ وہ کسی چیز کی خواہش نہیں رکھتا اور کہتا ہے کہ اور بھی بہت سے لوگ ہیں جو اُس کی مانند ہیں - بلکہ سب لوگ اگر چاہیں تو ایسے بن سکتے ہیں بشرطیکہ اُس کے استاد کی تعلیم پر کاربند ہوں۔ غرض کرو - کہ یہ بات سچ ہے؟ مگر خواہ سچ ہو یا جھوٹ - اس مسیحی تعلیم میں کوئی ایسی بات ہے جو میرے دل کو کھینچ رہی ہے - اور میں چاہتا ہوں کہ چل کر دیکھوں کہ وہ کس طرح رہتے سہتے ہیں"+

اب جولیس نے اپنے دل میں مصمم ارادہ کر لیا کہ گھر نہیں جاؤنگا اور وہ وہاں سے اُٹھ کر مسیحی گاؤں

آپ اپنے کو جو بچا نہ سکا
قدرت نامہ دکھا نہ سکا
کر کے نفرت بتوں سے اب ہیہات
اسکی کرتے ہیں بندگی بزات

فیبس کہنے لگا بصد نفرت
جس نے کی تھی مسیح سے محبت
اک مسیحی نودکیس ہے فقط
جس سے رکھتا ہوں بظاہر خلط

ہورشیس تمز کی بر نادانی
عقل پر آپکے ہے حیرانی
ہیں نئی پائی خبر یہ اکثر سے
اپنی بیٹی کو اسکی دختر سے

سُنکے دیتے ہو ہاتھ ہائے غضب
ہو سو تر دل اسکا کیا ہے عجب
ہورشیس تھا جو غیر مذہب
اس سے کہنے لگا کہ اے صاحب

میری بیٹی سے یہ بعید ہے بات
دین ابا کو چھوڑ دے ہیہات
ہیں جو بزدل مزاج کی مجذوب
ہونگے وہ ان فسانوں کے مغلوب

پر نہ اسکو یہ بات یاد آئی
فیبس خود ہو چکا تھا عیسائی
سُنتے ہی یہ کلام سخت درشت
خون اُتر آیا چہرہ پر اک لخت

تو بھی سمجھیگی سو یونہی للا
گو کہ ایسا نہ کوئی ہو بھولا
تو بھی ممکن ہے کہ کوئی صاحب فہم
جس پہ حاوی نہو سکا یہ وہم

ایک مدت کبھی نہیں ہوتی
ہوگی تب گو ابھی نہیں ہوتی
کیجیے تو خیال دل میں ذرا
کون ہے گا نودکیس سا بھلا

وہ تو عالی خیال ہے کہ نہیں
اسکو حاصل کمال ہے کہ نہیں
اس سے بڑھ کر ہے اور کون بشر
ایسا دلدادہ دین عیسوی پر

ہمدیسیتس نے دیا تب اسکو جواب
بات یہ ہے قرین رائے صواب
زندہ اس امر کی مثال وہ ہے
عقل میں صاحب کمال وہ ہے

میں آزاد ہیں صاحب بزاے
ہے یہ ممکن کہ دام میں پھنس جائے
ہو کسی شخص میں اگر یہ شرف
لائے مجھ کو مسیحیت کی طرف

تو وہ بیشک نودکیس ہوگا
ایک دو کے لئے یہ بس ہوگا
لیکن اب مجھ کو ہے یہ اطمینان
سو یہی کار کا دلی فرمان

نظر عورتیں جو لا بینگے
بدعتی ہوش میں سب آئینگے
میرا اکیٹولیس بڑا بیٹا
روم سے جلد واپس آئیگا

اُسکی بیٹی سے اسکی ہے نسبت
ناصری سے دلائیگا نفرت
اور اگر وہ مسیحیت میں ہے
اس سے شادی نہ ہونے دونگا کبھی

ہورشیس ابھی سے فیبس تب بولا
آپ کا تو شریف ہے بیٹا
اپنے مذہب پہ ہے یہ دلدادہ
ایسی شادی پہ کب ہو آمادہ

یہ نہیں ہے سے کرسکیگا پسند
جب وہ خود ہے مسیح میں پیوند
ہورشیس جوش میں پکار اُٹھا
میرا جنگی مزاج ہے بیٹا

قتل میں سائیوں کے وہ تنہا
زندگی کاٹیگا نہیں بیکار
نرسس بھی نہ ہوگا عیسائی
قتل اکٹاولیس سے نہ بچائی

دیوبہ نے جب سنا یہ نام سنا
ہو رہا تھا جو کچھ کلام سنا
اُسکے چہرہ پہ چھا گئی زردی
سُنکے تقریر ظلم و بیدردی

ہو کے آپ سے وہ گیا حیرت
نرسس کا سنا جو سخت بیان
فخر کے ساتھ جب کیا اس نے
ظلم اُنپر کیا تھا کیا اس نے

سایہ دھان سن کے ہی تھی وہ درد
اس بہادر جوان کی گرد اگرد
دیوبہ گر ہی پڑتی غش کھا کر
اٹھ نہ جاتی اگر وہ گھبرا کر

جا کے چپ چاپ آہ و زاری کی
رو برو حق کے اشکباری کی
یہ دعا کی کہ مجھ کو طاقت دے
کہیں مصیبت اوٹھاؤں ہمت دے

ذہن سے اسکی بہت ہوئی تسکین — پھر وہاں سے اٹھی وہ غم آگین — اپنے بستر پہ جا کے لیٹ رہی — چپ رہی اور کچھ نہ بات کہی

مارکس اس سوچ کر کہ اب — ہے ملاقات دفعتاً کا سبب — گیت گانے کو ویویہ سے کہا — راز مخفی مگر چھپا ہی رہا

ناگہانی آفت

روح اقدس یہی بتاتی ہے — آفت ناگہاں ب آتی ہے — دوسرے دن علی الصباح بعد — فیبس و ہورٹینس ملے آکر

مارکس خیریت سے گھر آیا — فیبس اس جشن کی خبر لایا — ہورٹینس نے بھی اتفاق کیا — شوق سے ظاہر اشتیاق کیا

فیبس نے تب یہ پرشیہ سے کہا — شان میں ویویہ کے لاؤں بجا — خاص رسمی تکلفات ضرور — تاکہ حاصل ہو دل کو نور و سرور

پرشیہ نے کہا کہ میں خوش تھی — میں ہوں راضی جو آپکی مرضی — پھر یہ پرشیہ سے فرمایا — کیا کہا فیبس نے سمجھ پایا

ویویہ کے لئے بنا پوشاک — اور اپنے لئے بھی لا پوشاک — ہوئی لکرشیہ کی حالت غیر — ماتھا ٹھنکا کہ بس نہیں اب خیر

جانتی تھی کہ ویویہ تو ضرور — نہ کریگی پسند یہ دستور — اس سے ہونگی خرابیاں پیدا — سخت تر اضطرابیاں پیدا

مصلحت ہائے عیب پوشی بھی — اسکے دل کو امید تھی یہ بھی — اس خوشی میں وہ بھول جائیگی تمام — جو پہیلی سے سن چکی ہے کلام

عقل دیگی جو حوصلہ اسوقت — دل سے کریگی فیصلہ اسوقت — شوہر و خاندان کی معبود — چھوڑ دوں یا نہیں ہے کیا مقصود

دل میں خوش تھی کہ کچھ اثر تو ہوا — میرا منصوبہ کارگر تو ہوا — کیا کروں حال ویویہ کا رقم — پھٹ پڑا دل پہ رنج کے کوہ الم

اپنے شوہر سے دل کی بعض اوقات — بھول جاتی تھی ویویہ وہ بات — تو بھی نادیر یہ نہ تھی حالت — بار بار اسکی تھی وہی حالت

اپنے خطرونکو بھولتی کیونکر — تھا مصیبت کا خوف خطر دل پر — گفتگو کرتے وقت شوہر سے — دل میں کیا کیا خیال اٹھتے تھے

پر محبت بھری نگاہیں آہ — دیکھینگی دشمنی کی راہیں آہ — نہ آواز کی روش ہوگی — سخت کڑوی غضب ترش ہوگی

آگئے اب پرشیہ کے کہنے پہ — گھر میں ہورٹینس کے سب یہ — ویویہ اور مارکس باہم — تھے رضامند ہم نفس باہم

ویویہ کا خیال تھا کہ ابھی — چپ رہوں راز پھر کھلیگا کبھی — کام نکلے اگر محبت سے — کیوں بگاڑوں بنی کو عجلت سے

مارکس سمجھ یوں رہے مشغول — کرے شاید مسیحیت کو قبول — یوں وہ آئندہ غم کو ٹالتی تھی — پر یہ کمزوری وہم ڈالتی تھی

تو بھی رکھتے ہیں ہم اسے معذور — جبکہ اس حال میں وہ تھی مجبور — اس ملاقات کی خوشی کا سبب — مارکس کو ہوئی تعجب اب

سبب ویسی نہ پایا دریا — قرب بیند کیا کسی نے کہا — اجنبی کی وہ گفتگو تھی عجب — تھی اسے وہم کی فریب قریب

پھر کہا گو ہو یہ عجیب سمے — گھر تو آنا ہوا نصیب مجھے — یہ تو سچ ہے کہ تھا وہ متغیر — دیکھ کر دیویہ کو متفکر
جب وہ کہتا پھرے ہمارے دن — چین سے اب کٹیں گے سارے دن — کیونکہ کچھ دن تلک نہ دیکھو اب — میری خدمات ہیں نہیں مطلوب
تب وہ آنکھوں میں اشک بھر لاتی — مارکس کو مگر یہ یاد آتی — میری فرقت میں غم جو کھایا ہے — سوزِ فرقت نے دل جلایا ہے
بس وہ ڈرتی ہے سوچ کر دل میں — پھر نہ فرقت بنائے گھر دل میں — مارکس کے وطن پہنچنے پہ — آیا روس بھی ختم کر کے سفر
جب وہ اس سے کلام کرتا تھا — مارکس کو یہ شک گذرتا تھا — یہ نہ ہو کوئی خیال ہے شاید — پھر کہا یہ محال ہے شاید
اب گھر ہی جشن کی تھی تیاری — حالتِ دیویہ عجیب ہوئی — سوچتی تھی کہ جشن میں جا کر — بت پرستی کی رسم پیش آئی
دی تھی اُس کو پسٹر نے صلاح — ایسے موقع پہ خاموشی ہی فلاح — راز اپنا ابھی عیاں کرو — جبکہ موقع نہیں بیان کرو
جشن میں تم شریک ہو بے شک — نامروا امر کچھ نہ ہو جب تک — اِس سے بڑھ کر وہ اور کیا کرنا — اُسکے حق میں فقط دعا کرنا
دیویہ بھی بصد خضوع و خشوع — حق تعالیٰ سے تھی عامل رجوع — حق پہ کر کے بھروسہ آخر کار — جشن کیواسطے ہوئی تیار
جب وہ پہنے ہوئی سفید لباس — آئی بن ٹھن کے مارکس کے پاس — ہو گیا باغ باغ دل اسکا — تھا مزاج اب نہ مضمحل اسکا
تھا کمر بند موتیوں سے جڑا — قدر و قیمت میں بیش اور بڑا — بال اُس کے سیاہ چمکیلے — کیا بندھے تھے سلیقہ قرینے سے
موتیوں کی گلے میں مالا تھی — خوبیٔ حسن جس سے بالا تھی — دیویہ زیورات کیا پہنے — خوشنما چاند خود ہی تن گہنے
تو بھی خاوند کی خوشی کا خیال — لایا اس وضع پر اُسے فی الحال — پردہ شیشہ کر رہی تھی نور کو ماند — ایلوا بھی تھی چودھویں کا چاند
ہو فنیس اور مارکس بھی ہم — کیا سجاوٹ میں تھے کسی سے کم — الغرض سب کے سب یہ چل چل کر — فنیس کے گھر گئے سواری پر
تھا وہاں جشن کا عجب سامان — جس سے دل کے نکل سکیں ارمان — دیویہ نے ہزار کوشش کی — خوش بنے - بار بار کوشش کی
مضمحل طبع دل تھا افسردہ — صورتِ گل مزاج پژمردہ — تاہم اُس نے بہت ہی ضبط کیا — کوئی سمجھا نہ اسکی ماں کے سوا
ہو رہا تھا اُدھر یہ حال عجیب — اور اِدھر اب تو میں گھڑی کے قریب — ساز آواز سے بجائے گئے — جتنے مہمان تھے بلائے گئے
فنیس لیکر بہو کا ہاتھ یہاں — اُس طرف کو چلا خوشی کو ساتھ — ایک مسند بچھی ہوئی تھی جہاں — ساتھ اپنے اُسے بٹھایا وہاں
میز پر تھے چنے ہوئے کھانے — اُسکی لذت جو کھائے وہ جانے — بت بھی ایک ایک دھرا ہوا تھا وہاں — پہلے کھانے سے پوجیں مہماں
دیویہ دیکھ کر یہ گھبرائی — ہائے میں کس لئے یہاں آئی — دل میں کہتی تھی اب جو چپ ہی رہی — تو نے گویا اجازت اسکی دی
لیکن اِس کام سے جو تھی وہ مُصر — دیکھنا صرف کر لیا منظور — دل میں کہتی تھی وقت نازک ہے — راز کردوں گی فاش میں سب پر

بن تھی اب التو اسی کو دیکھیں جو تھی یوں دُعا سے دل میں بخش یہ کام اے خدا نہ کروں آج اقرار ظاہر انہ کروں

اپنی طاقت پہ گو نہ ہو بیتی مدد حق میں بھی تھی شکتی اُٹھے مہماں ہوئی جو دعوت ختم جیسے تیسے ہوئی ضیافت ختم

سب اِدھر سے اُدھر ٹہلنے لگے روش باغ پہ ٹہلنے لگے دیویہ سوچ کر کچھ آپ ہی آپ اپنے کمرہ میں اُٹھ گئی چپ چاپ

مدد نو ہاتھوں سے اپنے منہ کو چھپا عرض کرنے لگی حضورِ خدا ایسے عمدہ مکان کی نسبت جس میں ہے شان کی بڑی برکت

ہوتی معدود جھونپڑی یا کٹی نظر آتی ہیں شاد و بشاش دم ہے جیسے مسیح بھر سکتی خدمت اپنے خدا کی کر سکتی

کاش عیسائی مارکس ہوتا ہر نفس دل سے ہم نفس ہوتا اپنی بندی پہ کر نظر مولا دے دُعا کو مری اثر مولا

میں ہوں آزاد یا بقید شدید تیرے ہی نام کی کروں تمجید پا کے اپنی دُعا کا دل میں جواب دیویہ تب اُٹھی وہاں سے شتاب

عزم اُسنے کیا مروں کہ کٹوں اپنے اقرار سے کبھی نہ ہٹوں لاکھ تکلیف ہو کہ غم ہو ہزار نہ کروں گی مسیح کا انکار

اپنے کمرہ میں دیویہ خاموش اور سب سیر باغ میں مدہوش مارکس اپنے باپ کے ہمراہ شغل میں رسم آخری کے تھا

ایسا مصروف تھا بشوق تمام کہ ڈھلا دن قریب آئی شام وہ یہ سمجھا کہ دیویہ بھی ضرور ہو گئی گلگشت باغ میں مسرور

نور کیوں تیرگی میں جانے دو ہو گیا آفتاب سُرخ غروب روشنی سے جو دل ہوا مانوس جابجا باغ میں جلی فانوس

اپنے کمرہ میں دیویہ بھی اِدھر چاند پہ بے طرح لگائی نظر چاند کی زرد زرد تھی جو کرن فیس کے باغ کے لئے جوبن

دیویہ دیکھ کر بغور تمام بولی اس میں نہیں ذرا بھی کلام کیا ہی تنویر آسمانی ہے نور قندیل دہر فانی ہے

نور مہتاب آسمان جہان ہے ضرور اس سامعنی کا نشان جو مسیحی کی روح پائیگی جب مصیبت سے چھوٹ جائیگی

ناگہاں کان میں یہ آئی صدا دیویہ دیویہ کی خوش آواز وہم جاں کب اُبھارتا تھا اُسے مارکس خود پکارتا تھا اُسے

اُٹھی فوراً ذرا نہ گھبرائی اُسکے ملنے کو تا بدر آئی بولا وہ راہ تکتے ہارے ہیں سب کھڑے منتظر تمہارے ہیں

کہکے یہ اسکو اپنے ساتھ لیا ایک مجمع کے سمت لیکے گیا سنگ مرمر کا خوشنما مندر تھا منیرا کا بُت کھڑا اندر

دیویہ جب قریب جا پہنچی بولی دل میں مصیبت آپہنچی ہائے اسکا خیال تھا کب سے رنگ چہرہ کا اُڑ گیا اب سے

ایک مذبح بنا تھا اسکے حضور جسپہ ترا تھا او شرابِ بخور ایک کاہن بھی تھا وہاں موجود حاضری کا یہ جسکے تھا مقصود

ہاتھ سے دیویہ کے گرزائے نند دیوی کو گو نہ من مانے حالت دیویہ پہ کر کے نظر لوگ سمجھے کہ ہو گئی پتھر

بیہ دوسہ نے سحر کر ڈالا اسکے سرنے غضب اثر ڈالا بعد ازاں دیویہ کی جو نگاہ غم و اضطراب و شدت و آہ

ایک مجمع نوجوانان آپکی زیر صدارت منعقد ہوگا ۔ دسمبر ۲۶-۳۱ بمقام الہ آباد ینگ مینس کرسچن ایسو
ایشن کی نیشنل کونونشن ہوگی ۔ اس سے پہلے ۱۴ روز تک کل سکرٹریاں کا مجمع ہوگا ۔ انبالہ پریسبٹیرین چرچ
کے ماسٹر پادری درگا پرشاد اپنے مالک کی خوشی میں داخل ہوئے ۔ ۱۸۸۲ء میں آپنے مسیح کو قبول
کیا اور ہر سال اسکی پہچان اور فضل میں بڑھتے گئے ۔ ان دنوں جاپان کے مسیحی جو ترقی کر رہے
ہیں اسکے لئے خدا کا شکر ہو ۔ روحانی جلسے منعقد ہو رہے ہیں جن میں واں کی پارلیمنٹ کے
پریزیڈنٹ مسٹر کاٹو کا اور آنریبل ڈوکوٹا رو الدو اور آنریبل ایس ۔ نے سے تو جیسے سربرآوردہ
اصحاب حصہ لیتے ہیں ان جلسوں کے ذریعہ چار ہزار لوگوں نے مسیح کی پہچان پائی ۔ صرف
شہر ٹوکیو میں پانسو لوگ مسیح پر ایمان لائے ۔ ان جاپانوں کیلئے خدا کا شکر ہو ۔ آنریبل سی ایم
ریواز پنجاب کے آئندہ لفٹننٹ گورنر ہونگے ۔ انکے آنے پر پنجاب کے دیسی مسیحیوں کی طرف سے ایک متحدہ ایڈریس دیا جائے تو کیا بہتر ہو ۔
ہمارے لاہور کے سربرآوردہ مسیحی اپنی بعض تجویزوں میں عضلات کے مسیحیوں کو شریک نہیں کرتے اور یوں اپنی طاقت کو
کم کر رہے ہیں ۔ انکو چاہیے ۔ ابھی سے اس امر کا بیڑا اٹھائیں اور پنجاب کی تمام کلیسیاؤں کو اپنے ساتھ ملائیں ۔
آنریبل سر ولیم میکورتھ ینگ میں نو برس سے دیندار مسیحی اور شریف لیکن ہیں ذرا بزدل ۔ مسیحیوں کی مدد کرنے سے
ڈرتے رہے ہیں ۔ چاہیے کہ ہم اپنے آنیوالے لاٹ صاحب کو اپنی قوم کی حالت کیطرف توجہ دلائیں ۔ ہندو
مسلمان اور سکھوں کی طرف سے سیکڑوں ایڈریس پیش کئے جائینگے ۔ مسیحیوں کی طرف سے ایک متحدہ
ایڈریس کا پیش کیا جانا ہی بجا ہے ۔ خود انکی مضبوطی اور قومیت کا ثبوت ہوگا ۔ ماہ دسمبر میں بمقام
لکھنؤ ہندوستانی مسیحیوں کی طرف سے ایک نمائش دستکاری حرفت منعقد ہوگی ۔ امید ہے ہر صوبہ کو مسیحی انکی
مدد کرینگے ۔ سنڈے سکول کونونشن کا سالانہ جلسہ بمقام سیالکوٹ بتاریخ ۲۰، ۲۱ اکتوبر ہوگا ۔ خرچ خوراک چار آنہ
فی یوم ۔ جن اصحاب نے ابتک مسیحی کی سال حال کی قیمت ادا نہیں کی انسے التماس ہے کہ جلد اپنا حساب
بیباق فرمائیں ۔ اور جن کرمفرماؤں نے کئی سال سے کوڑی ادا نہیں کی وہ بھی توجہ فرمائیں ۔ ڈیڑھ
روپیہ سالانہ چندہ آپکی حیثیت سے زیادہ نہیں ہوسکتا ۔ مسیحی کے لئے مضامین وغیرہ بنام ایڈیٹر
مسیحی امرتسر آنے چاہئیں ۔ اخبار کے متعلق دیگر خط و کتابت بنام مینجر مسیحی پریس لاہور ۔

THE MASIHI,

AMRITSAR.

Vol. VI. *September, 1901.* *No. 9.*

CONTENTS.

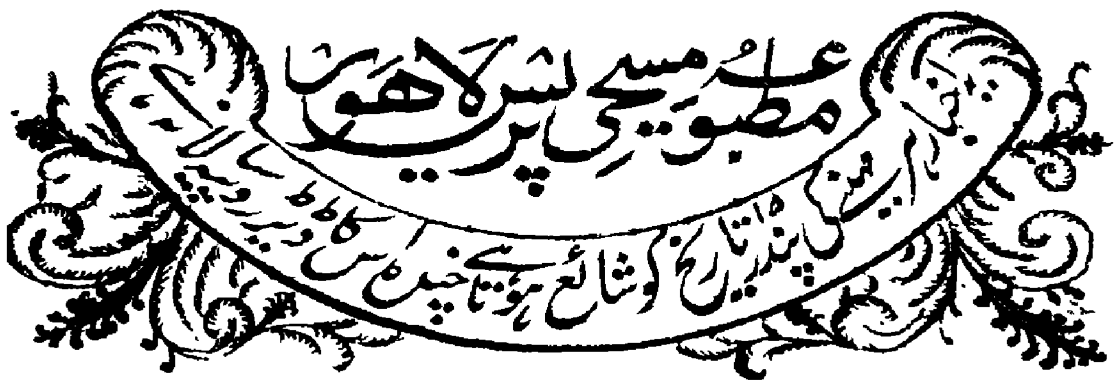
Literary Communications *alone* should be addressed to the Editor, *Masihi, Amritsar*, Remittances and business letters to the Manager, *Masihi Press, Lahore.*

Annual Subscription *strictly in advance*—
India and Ceylon, Rc. 1-8-0. } Post free.
England and America, 2s, }



۱۵-اکتوبر-۱۹۰۱ء

فہرستِ مضامین



گلدستۂ اخبار

ستہ ماہ حال کو امیر کابل اس دار فانی سے چل بسے۔ اور سردار حبیب اللہ خاں اُن کے وارث
اپنے والد کے جانشین قرار دئے گئے۔ یہ موقعہ خاص طور پر دعا کرنے کا ہے۔ کہ خدا اس نئے
انتظام سے اپنی انجیل کے لئے اُس ملک میں ایک دروازہ کھول دے —— ہولی ٹرینٹی چرچ
لاہور کی چرچ کمیٹی نے بڑے مدبّرانہ غوض و فکر کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ گرجا کے
گھنٹوں میں ایک گھنٹہ ہندوستانی چرچ آف انگلینڈ کی طرف سے ملکہ مرحومہ کی یادگار
میں قائم کیا جائے۔ ہم اس کی نسبت پیشتر اپنی رائے کا اظہار کر چکے ہیں۔ افسوس ہے
کہ باوجود مجوزوں کے نہایت پیچیدہ دلائل کے ہم اب تک قائل نہیں ہوئے۔ اور نہ ابھی
یادگار میں کوئی مناسبت یا موزونیت دیکھتے ہیں۔ ہاں اگر کسی خاص گھنٹہ کی شدومد کو شہ
کا حامیٔ دین ہونا یاد دلائے تو اور بات ہے —— فرقہ برہمو سماج کے پیشوا بابو پرتاپ چندر
موزومدار نے ایک چٹھی بشپ ولڈن صاحب کی طرف مخاطب ہو کر لکھی ہے جس میں
انہوں نے ہندوستان میں مسیحی مذہب کے پھیل جانے کی نسبت اپنے خیالات کا اظہار
کیا ہے۔ کوئی مسیحی اُن کے تمام خیالات کے ساتھ اتفاق نہیں کر سکتا۔ مگر یہ فقرہ نہایت غور
طلب ہے۔ کہ ہندوستان میں سب مسیحیوں کو حقیقتاً مسیح کے بندے ہونے دو اور پھر
دیکھنا کہ ہندوستان کیونکر ایک سرے سے دوسرے سرے تک مسیحی ہوتا ہے —— دنیا
بھر میں شاہ ابی سینا ہی ایک ایسا مسیحی بادشاہ ہے جو گورے رنگ کی اقوام میں سے نہیں
ہے —— مدراس کی مسز ستیانادھن ایم۔ اے نے ایک ماہواری رسالہ خاص ملک ہند
کی مستورات کے لئے زبان انگریزی میں جاری کیا ہے۔ جس میں ہندوستانی مسیحی خاتونوں
کے عمدہ مضامین شائع ہوتے ہیں۔ قیمت صرف للعہ سال ہے۔ نہایت دلچسپ اور مفید
رسالہ ہے مگر قدر شناسوں کا محتاج ہے —— ایک صدی کا عرصہ مسیحی مشنوں میں کس قدر

اکتوبر ۔ ۱۹۰۱ء

نوٹ اور رائیں

سی ۔ ایم ۔ ایس میں چرچ کونسل کا آغاز ۔ جس چرچ کونسل کی خستہ حالت پر ہم پنجاب میں افسوس کا اظہار کیا کرتے ہیں اُسکا آغاز ایک دلچسپ واقعہ سے ہُوا ۔ ذکر ہے کہ ۱۸۵۵ء میں ایک حبشی سوداگر معہ اپنے خاندان کے علاقہ سیرالیون (افریقہ) سے انگلستان میں وارد ہوا ۔ اُسوقت پادری ہنری وین صاحب سی ۔ ایم ۔ ایس کے آنریری سکرٹری تھے ۔ آپ نے سوداگر مذکور کو مدعو فرما کر بڑی خاطر تواضع سے اسکی مہمان نوازی کی ۔ اور سفر کے حالات دریافت کئے ۔ یہ سوداگر بڑا مالدار آدمی تھا ۔ اثنائے گفتگو میں وین صاحب نے دریافت کیا کہ آپ اپنی خداداد دولت کو اپنے علاقہ کی مسیحی کلیسیا کے لئے کس طور پر خرچ کرتے ہیں ۔ سوداگر نے بڑے جوش میں آکر جوابدیا کہ "بیشک ہم بہت کچھ کرنا چاہتے ہیں ۔ مگر جب تک آپ لوگ ہم کو بچے سمجھکر برتاؤ کرتے ہیں ہم بچے ہی رہینگے اور نہ فقط ہم کچھ نہیں کرینگے بلکہ آپکو ہماری نازبرداری اور پرورستش کرنی پڑیگی" ۔ یعنے افریقہ کے حبشی مسیحی نہ فقط اوروں کو فائدہ نہیں پہنچا سکینگے بلکہ غیر ممالک کے مشنریوں کے سر پر ایک گراں بار ہو نگے اور اُنکے کام میں سدِراہ ہونگے ۔ بعد ازاں اس نے کہا کہ ہمارے ساتھ ایسا سلوک کرو جیسا کہ بالغ آدمیوں سے کیا کرتے ہیں اور ہم بھی یقیناً آدمیوں کی طرح کام کرکے دکھائینگے ۔ ہم اپنا زر اپنے پر صرف کرتے ہیں محض اس لئے کہ آپ اسکو مسیح کی خاطر خرچ کرنے کا انتظام نہیں کرتے ۔ جب تک چرچ مشنری

سوسائٹی اپنے پیسہ سے کام چلاتی ہے اور ہر ایک انتظام خود کرتی ہے تو ہمیں اب کیا کرنا باقی ہے۔ ہم کو اپنی کلیسیا کے انتظام میں حصہ دو۔ پھر دیکھنا کہ ہم خدا کے لئے کیا کچھ کر سکتے اور کیا کچھ دے سکتے ہیں یہ دین صاحب کے دل پر اس بات کا بڑا اثر ہوا۔ ۱۸۶۲ء میں علاقہ سیرالیون کی کلیسیا ایک حبشی بشپ صاحب کے زیر نگرانی آزاد کلیسیا قرار دیگئی۔ اسوقت وہ اپنے پاؤں پر کھڑی ہے۔ اُسکے ۱۹ دیسی خادمان دین اور قریب اُنیس ہزار مسیحی تیس ہزار روپیہ سے زیادہ مسیح کی خدمت کے لئے سالانہ دیا کرتے ہیں۔ افریقہ کے بعض دیگر علاقوں میں اسی قسم کی کلیسیائیں قائم کی گئی ہیں۔ اور یہی طریق ہندوستان میں بھی جاری کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مگر ویسی ہی نمایاں ترقی نہیں ہوئی جیسی کہ افریقہ کی کلیسیاؤں میں ہوئی ہے۔ علاقہ مدراس کی نسبت ہم سُنتے ہیں کہ خاطر خواہ ترقی کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ مگر ہمارے علاقہ میں معاملہ دگرگوں ہے چرچ کونسل کی کشتی دریا ے اور یا میں ٹکرا رہی ہے۔ جب تک ہمارا کوئی "چرچ" نہ ہوگا کونسل بھی نہیں ہو سکتی۔

پنجاب کی مردم شماری میں ترقی بلحاظ مذاہب کے۔ پنجاب کی آبادی گذشتہ مردم شماری کے مطابق سوا دو کروڑ باشندوں کی ہے جنکی تفصیل بلحاظ مذاہب مندرجہ ذیل ہے۔

مذہب	موجودہ آبادی	ترقی	تنزل (گذشتہ دس سال کے عرصہ میں)
ہندو	۸۰۰۸۵۲۰	۲۶۵۰۵۲	
محمدی	۱۲۷۸۳۶۱۱	۱۱۴۹۴۱۹	
سکھ	۱۳۴۵۱۱۰	۱۵۵۱۷۶	
جین	۴۲۷۸۲	۳۳۰۵	
بدھ	۴۱۸۲	—	۱۵۸۶
پارسی	۴۹۱	۱۳۴	
یہودی	۱۲	—	۱۹
مسیحی	۷۱۰۸۴	۱۷۴۹۷	

فیصدی کے حساب سے گذشتہ دس سال کے عرصہ میں ہندو ۴ر۳ محمدی ۹ر۹ سکھ ۲ر۱۱

اور مسیحی ۲۲۰۰ بڑھ گئے ہیں۔ محمدیوں کی ترقی کوئی اصلی ترقی نہیں ہے انکی تعداد سے دھوکا کھانے
کا احتمال ہو۔ بات حقیقت میں یُوں ہے کہ سرحدی علاقوں کے الحاق سے محمدیوں کی تعداد میں اضافہ
ہو گیا ہے۔ سکھوں کی ترقی میں ایک عجیب بات ہے کہ باوجود اسکے کہ ضلع انبالہ میں پینتیس ہزار سے
زیادہ تعداد سکھوں کی کم ہو گئی ہے تو بھی بحیثیت مجموعی ۱۱٫۲ فیصدی کی ترقی ہو گئی ہے۔ اس سے قیاس
کیا جاتا ہے کہ یہ اس فرقہ کی آسودہ حالی کی علامت ہے۔ سب سے زیادہ ترقی مسیحی کلیسیا کی تعداد میں ہوئی ہے
اس میں انگریزی فوجیں شامل نہیں ہیں۔ اس لئے کل ترقی یورپشین اور دیسی مسیحیوں میں سمجھنی چاہئے۔
ہمارے مدراسی ہمعصر کے خیال میں دیسی مسیحی ہندو اور محمدیوں میں سے نومرید ہوئے ہونگے مگر جب تک
ہم مہتروں کو ہندوؤں یا محمدیوں کے فرقے تصور نہ کریں یہ قیاس درست نہیں ہو سکتا۔ بہر صورت عام طور
پر یہ کہنا درست نہیں کہ مسیحیوں کی ترقی ہندوؤں یا محمدیوں میں نومرید حاصل کرنے سے ہوئی ہے۔ اگر
غور سے پڑتال کیجائے تو شاید اوّل پانچ سال میں بہ نسبت دوسرے پانچ سالوں کے زیادہ ترقی ثابت
ہوگی ۔ اگر مسیحی کلیسیا میں شمولیت کی شرائط ویسی ہی سخت رہیں جیسی کہ اسوقت ہیں اور روز بروز
بڑھ رہی ہیں۔ تو آئندہ اسی حساب سے ترقی کی توقع نہیں رکھنی چاہئے۔

ہندوستانی مشنوں میں حرفت اور فنِ زراعت کی تعلیم۔ گذرے قحط نے
مغربی ہند کے مشنوں کے سر پچیس ہزار یتیم اور لاوارث بچے ڈالدئے ہیں۔ اوّل مشکل تو اُنکی پرورش
کی نسبت تھی اور دُوسری یہ تھی کہ اُنکو کس کام پر لگایا جائے جس سے وہ اپنی اوقات بسری کر سکیں۔
عارضی گزارہ کی صورت تو قحط کے فنڈ سے نکل آئی۔ بعد ازاں امریکہ اور انگلستان کے بعض مخیر
اشخاص نے کم از کم ایک تہائی تجویز کا خرچ ادا کرنا اپنے ذمّہ لیا۔ پھر سرکار نے بھی دو یا تین موقعوں
پر خاص امداد دی۔ مگر اب تک یہ مشکل پُورے طور پر حل نہیں ہُوئی۔ دُوسری مشکل پر بہت غور و فکر کیا گیا۔
آخر احمد نگر میں یہ تجویز کیگئی کہ ان بچوں کو حرفت اور زراعت کی تعلیم دیجائے۔ چند چیدہ لڑکوں کو
قالین بافی اور کارچوبی وغیرہ میں لگایا گیا۔ بعض کو شہر کے متصل زراعت کے متعلق مویشی کی پرورش
وغیرہ کی تعلیم کے لئے منتخب کیا گیا۔ چار مقامات پر قطعات اراضی بھی اسی غرض سے خریدے گئے

باوجود اس کوشش کے اصلی شکل جوں کی توں رہی اور بات بنتی نظر نہ آئی۔ ماہ فروری گذشتہ میں شہر نیو یورک کے دو گمنام اشخاص نے ایک معقول رقم احمد نگر کے مشنری صاحبان کے پاس ان یتیموں کی امداد کے لئے بھیجی۔ اس خداداد زر کے ہاتھ آجانے سے یہ فیصلہ ہوا کہ دو ماہران فن طلب کئے جائیں جو اس اسٹیشن میں حرفت اور زراعت کی تعلیم دیا کریں اور اگر ممکن ہو تو تمام مشن میں فنون کی تعلیم کو رواج دیں چنانچہ دو قابل اشخاص دستیاب بھی ہوگئے ہیں۔ ایک فنون میں پختہ ہے اور دوسرا زراعت کے علم وعمل میں کمال رکھتا ہے۔ اس انتظام کو دیکھ کر جناب گورنر بمبئی نے اپنی گرہ سے پانسو روپے اوّل سال میں عطا کئے ہیں اور بعض پارسی اصحاب نے اس کار خیر میں آپ کی تقلید کی ہے۔ فی الحال یہ ہر دو اصحاب تین سال کے معاہدہ پر ہندوستان میں آتے ہیں مگر اگر انکے کام میں کامیابی ہوئی تو امید کیجاتی ہے کہ شاید انکو واپس جانے نہیں دینگے۔ اور اس سے بڑھ کر یہ بھی اُمید کی جاتی تھی کہ باقی مشنوں میں بھی اس تعلیم کا رواج اور چرچا شروع ہوجائیگا۔ اور یہ اُس بڑے اہم مسئلہ کا حل ہوگا کہ ہندوستانی کلیسیا اپنے پاؤں پر کیونکر کھڑی کیجائے۔

ہماری روحانی ترقی کی مجالس ۔موسم سرما کی آمد کے ساتھ ہماری دینی مجالس کا انعقاد بھی شروع ہوگیا ہے۔ بعض مقامات پر کانفرنسیں اور کنونشنیں ہوچکی اور بعض جگہ ہونیوالی ہیں یہ سالانہ مجالس ہمارے گرجوں کی عبادت پر طعن اور ہماری روحانی زندگی کے لحاظ سے ایک امید افزا نشان ہیں افسوس ہے کہ زیادہ لوگ ان سے مستفید نہیں ہوتے یقین ہے کہ جو لوگ ان میں شریک ہوتے ہیں انکی تبدیل شدہ روحانی حالت کو دیکھکر آئندہ ایسی مجالس کا زیادہ چرچا ہوجائیگا۔ جو مسیحی صاحبان انکی نسبت بے پرواہ ہیں ہم انکو بزرگ پادری تو دین صاحب کے مندرجہ ذیل الفاظ یاد دلاتے ہیں:۔

ان مجالس میں مومنین ایک دوسرے میں مسیح کو دیکھتے ہیں وہ اس کے کلام کو پڑھتے اس کی آرزوؤں کو پورا کرتے اور اس کے ارادوں کی انجام دہی میں مشغول رہتے ہیں وہ ان کی سیرتوں میں جو اُس کے نمونہ پر بنی ہیں ظاہر رہتا ہے۔ اس کلام میں جو وہ پڑھتے سنتے اور مانتے ہیں وہ سدا موجود ہے ان کی گفتگو کا موضوع بھی وہی ہے۔ وہ اس کی زندگی اور اس کی مصیبتوں اور محبت پر خوب غور و فکر کرتے ہیں۔ روح کے وسیلے جو اس کو ان پر ظاہر کرتی ہے وہ حاضر ہے +

ایسوسی ایشن اور چرچ کا باہمی تعلق

پچھلے پرچہ میں ہم نے وعدہ کیا تھا۔ کہ بوسٹن جوبلی کونونشن کی تقریب پر جو تقریریں ہوئی ہیں اُن کا خلاصہ وقتاًفوقتاً ہدیۂ ناظرین کرتے رہینگے ۔مضمون مذکورۃ الصدر معمول سے بڑھ کر ضروری معلوم ہوتا ہے۔اس لئے ہم فی الحال دو تقریروں کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔کسی اَور وقت اس پر پھر لکھینگے ۔ براؤن یونیورسٹی کے پریزیڈنٹ ڈبلیو۔ ایچ۔ پی فانس صاحب ڈی ڈی نے فرمایا۔ کہ ینگ مینس کرسچن ایسوسی ایشن کا کلیسیاؤں کے ساتھ کوئی دینی رشتہ نہیں ہے ایسوسی ایشن کسی خاص عقیدہ کی تلقین نہیں کرتی۔ نہ اس کے ممبروں کو کوئی خاص مسائل دین ماننے ہی پڑتے ہیں ۔ کوئی چرچ اس کی مدد نہیں کرتا۔ اور نہ کوئی چرچ اس کی مدد کا طلبگار رہی ہے ۔ تاہم یہ رشتہ ٹوٹنے والا نہیں۔ ضرور ہے کہ ایسوسی ایشن کا ہر ایک ممبر کسی نہ کسی اینونجیلیکل چرچ کا ممبر ہو۔ چونکہ انجمن کے ممبر کسی نہ کسی کلیسیا کے ممبر ہیں۔ اس لئے اس کا خاص کام کئے بین (مشن سے باہر مسیحیوں) سے کام لینا ہے۔ اوراس بارے میں بڑی کامیابی ہوئی ہے۔ اسی انجمن کے ذریعہ کلیسیاؤں میں باہمی اتحاد اور رفاقت کا رشتہ مضبوط ہُوا ہے۔ اسی کے وسیلے کلیسیاؤں نے ایسے ایسے امور سرانجام دیئے ہیں۔ جن کا کلیسیا میں پورا کرنا شاید قرین مصلحت نہ ہوتا۔ مذہب کا کام انسان کو موت کے لئے تیار کرنا نہیں۔ بلکہ آنے والی زندگی کے لئے۔ مسیحیت بعض نئی سے نئی باتیں اختیار کر رہی ہے۔ لیکن کلیسیا کے لئے کوئی بات نئی نہیں۔ چاہئے کہ ایسوسی ایشن ایسی وسیع ہو۔ جیسی یسوع مسیح کی کلیسیا وسیع ہے روایات اور دستور پرستی کی زنجیروں سے کبھی جکڑی نہ جائے۔ بلکہ روز بروز وسیع اور کشادہ دل ہوتی جائے۔ اور نوجوانوں کی تربیت گاہ ہو۔ مسیح نے ہر ایک شخص کو انجیل سنانے کی کوشش نہیں کی۔ لیکن مسیحی خدمت کے لائق بنانے کو نوجوانوں کو تربیت

دینے کے لئے اُسنے اپنی زندگی کے تین برس دے دیئے +

کرسچن انڈیور سوسائٹی کے پریزیڈنٹ فرانسس ای کلارک صاحب ڈی ڈی نے لکھا کہ کلیسیا صرف خدا کا خاندان ہے۔ خاندان میں کئی بچے ہوتے ہیں۔ ینگ مینس کرسچن ایسوسی ایشن ان بچوں میں سب سے مضبوط۔ قوی اور جنگجو بچہ ہے۔ ہر زمانہ میں کلیسیا ایسے خاندان کو محدود کرنے کی کوشش کرتی رہی ہے۔ خصوصاً اس کا یہ خیال ہے۔ کہ اس خاندان میں اَور بچے پیدا نہیں ہو سکتے۔ ہر ایک فرقہ کے تنگ خیال ممبر اپنے آپ کو ہی خدا کی موعودہ رحمتوں کا وارث ٹھہراتے رہتے ہیں۔ ہر ایک فرقہ یہی فخر کرتا ہے۔ کہ ہم ہی سب سے قدیم اور حقیقی فرزند ہیں اور ہر ایک نئی انجمن کو وہ بدظنی کی نظروں سے دیکھتے اور خاندانی دستر خوان پر بیٹھنے کے اس کو لائق نہیں سمجھتے۔ سنڈے سکول کا یہی حال تھا۔ ینگ مینس کرسچن ایسوسی ایشن کے ساتھ بھی یہی ہُوا۔ لیکن صبر و برداشت اور پچاس سال وفاداری سے کام کرنے کے بعد اُس نے ثابت کر دکھایا ہے۔ کہ یہ خدا کی مرضی سے قائم ہوئی اور خدا کے خاندان میں شمار کئے جانے کا حق رکھتی ہے۔ اگر یہ ایسی عزت و منزلت کی حقدار ہے۔ تو ہم یہ بھی امید رکھ سکتے ہیں۔ کہ اس کا کام بھی عجیب اور نرالا ہوگا۔ ہاں ایک ایسا کام جو ابھی تک خاندان کے دیگر شرکا سے ہو نہیں سکا۔ ینگ مینس کرسچن ایسوسی ایشن کی نسبت یہ بالکل صادق ٹھہرتا ہے۔ اس کی رسالت یہی ہے۔ کہ نوجوانوں کو سکھائے۔ کہ وہ کیونکر نوجوانوں کو مسیح کی طرف کھینچ لائیں۔ یہ تو ایک صاف بات ہے۔ نوجوان ہی بطور احسن نوجوانوں کی مشکلات کو سمجھنے اور اُن کی مدد کر سکتے ہیں +

ایسے لوگوں سے مجھے ذرا بھی ہمدردی نہیں جو یہ رونا روتے رہتے ہیں۔ کہ ہائے کلیسیا کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ حالانکہ اصل یہ ہے۔ کہ ممبروں کو مختلف کام دئے جاتے ہیں یا سب سے بہتر وسائل سے کام لیا جاتا ہے۔ مناسب تو ہے۔ کہ کلیسیا کی طاقتیں اور کام

ایسے طور پر تقسیم کئے جائیں کہ احسن سے احسن طور پر کام سرانجام ہو۔ لیکن ابھی تک ایسا نہیں ہوا اس دقیانوسی خیال کو دور کرو۔ کہ کلیسیا کے اتحاد و یگانگت کے لئے ضرور ہے۔ کہ اس کے تمام ممبر ایک ہی بات ایک ہی وقت اور ایک ہی طریق پر کریں !

ینگ مینس کرسچن ایسوسی ایشن نے خوب کیا۔ جو اس امر کو ظاہر کر دیا۔ اور سچ تو یہ ہے۔ کہ رسولوں کے دن سے لیکر آج تک اس واقعہ کا ہمیشہ ظاہر ہوتے رہنا ضرور ہے کہ کام مختلف لیکن روح ایک ہی ہے +

ینگ مینس کرسچن ایسوسی ایشن کی سی انجمن کے لئے خدا کا شکر ہو۔ کہ جس نے حقیقی اتحاد کو قائم رکھکر اس اختلاف کو پہچان لیا ہے اور کلیسیا میں کسی قسم کا رخنہ ڈالے یا نیا فرقہ قائم کرنے کے بغیر نوجوانوں کو نوجوانوں کے بچانے کے کام میں لگا دیا ہے +

پھر ینگ مینس کرسچن ایسوسی ایشن نے اپنے آپ کو کلیسیائی خاندان کا ایک لائق ممبر ثابت کیا ہے اس اعتبار سے کہ وہ انسانی سیرت کے ہر ایک حصہ جسم۔ دماغ اور روح کی ترقی پر برابر زور دیتی ہے۔ اب وقت آگیا ہے۔ کہ اس واقعہ کا اظہار کیا جائے۔ اور کلیسیاؤں کے نوجوانوں سے بڑھکر اور کون اس کو انجام دے سکتا ہے ؟ ہر زمانہ میں اس امر کا خطرہ رہا ہے۔ کہ کہیں مذہبی زندگی کے صرف ایک ہی پہلو پر اتنا زور نہ دیا جائے۔ کہ اور اطراف سے تساہل ہو۔ ینگ مینس کرسچن ایسوسی ایشن نے رسولوں کی اس دعا کو حقیقت بناکر کلیسیا کی بڑی خدمت کی ہے۔ کہ خداوند یسوع مسیح کے آنے تک تمہاری روح اور جان اور جسم بے عیب محفوظ رہیں۔ ان دنوں جبکہ شہر کے کونے کونے پر مدرسہ پایا جاتا ہے اور ہر مدرسہ کے پیچھے کھیل کود کا میدان ہے۔ اس امر کا ذرہ بھی خطرہ نہیں۔ کہ جسمانی اور ذہنی قواء کے بڑھانے کی طرف سے کسی قسم کا تساہل ہو۔ لیکن کلیسیا کو فکر کرنا چاہئے۔ کہ روحانی زندگی کی طرف سے بے پروائی نہ کی جائے +

جنّت نشین مس تھوبرن صاحبہ

مرقومہ مس لیلاوتی سنگھ ایم۔ اے

احباب تقاضا کر رہے ہیں۔ کہ میں مس تھوبرن صاحبہ کا کچھ حال لکھوں۔ پر دل شکستہ ہے اور اس حالت میں ان کے اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ کا بیان کرنا محال ہے۔ کہاں شروع کروں اور کہاں ختم کروں۔ اس وقت میں اُن کے کمرے میں جہاں برسوں سے میں نے انہیں لکھتے بیٹھے دیکھا بیٹھی ہوں۔ انہیں کی میز۔ انہیں کا سیاہی دان۔ انہیں کا قلم۔ وہی سیاہی۔ جذب کرنیوالا کاغذ جو آپنے گذرے ہفتے استعمال کیا۔ اور جس پر آپ کی لکھائی صاف دکھائی دیتی ہے غرضیکہ سب کچھ موجود ہے۔ پر آپ نہیں! دل کہتا ہے کہاں گئیں کیا کرتی ہیں۔ سچ مچ وہ ایسے وطن کو گئیں جہاں سے کوئی مسافر پلٹتا نہیں +

گذرے مارچ کی چھٹی تاریخ ۲۲۔ برس ہوئے۔ کہ میں اس مدرسہ ازبیلا تھوبرن کالج لال باغ) میں آئی۔ مجھے وہ پہلا روز خوب یاد ہے۔ جب مس تھوبرن نے بڑی شفقت سے مجھ سے باتیں کیں اور بورڈنگ میں مجھے لے گئیں۔ ۱۸۸۰ء کے شروع میں آپ ولایت چلی گئیں۔ اور پھر میں نے ۱۸۸۲ء میں انہیں دیکھا اور تب سے آج تک وہ مجھ بے ماں لڑکی کے ساتھ ایسے پیش آتی رہیں۔ کہ میں بھول گئی کہ آپ انگریز اور میں ہندوستانی ہوں۔ وہ سچ مچ میری ماں کی جگہ تھیں۔ جو کچھ میں آج ہوں۔ وہ سب ان کی اور مس رو صاحبہ مرحومہ کی دُعا اور کوشش کا نتیجہ ہے +

آپ نہ صرف کتب درسی ہمیں پڑھاتی تھیں۔ بلکہ سب سے بڑھ کر فکر آپ کو یہ لگا رہتا تھا۔ کہ اپنی لڑکیوں کو مسیح کے پاس لائیں۔ میں بڑی شریر لڑکی تھی اور مجھے خوب یاد ہے۔ کہ آپ بار بار رات کے وقت کمرے میں لے جا کر میرے ساتھ دعا کیا کرتی تھیں آج کسی کام سے میرا اُس کمرے میں جو جانا ہُوا تو دل میں آپ سے آپ خدا کا وہ کلام یاد آیا جو اس نے

مراقبات

از تصنیفات بوڈن صاحب

خداوند ... نے مسیح میں ہو کر۔ ۲ قرنتیوں ۵ : ۱۹ +

کسی شخص کی بابت تمہارے دل میں غلط خیال جم گیا ہے۔ اور وہ بھی ایک ایسے شخص کی نسبت جسے دلی محبت رکھنا اور جس کی سچی اطاعت کرنا تمہارا فرض ہے۔ اس کے دعووں کو تم پہچان نہیں سکتے اور اس کی قدر و منزلت تمہاری نظروں سے چھپی ہے۔ اور تمہارا متعصب دل سوائے فضائل بد کے اس میں کوئی خوبی دیکھ نہیں سکتا تمہارے اس تعصب کو دیکھ کر وہ کسی ادنےٰ شخص کے بھیس میں تمہارے پاس آتا اور تمہاری ملازمت اختیار کرتا ہے۔ رفتہ رفتہ تم اس خادم کی صفات حمیدہ اور اس کی جان نثاری پر عش عش کر جاتے ہو۔ وہ بغیر کسی دکھلاوے کے تمہاری راہ سے ایک ایک پتھر کو دور کرتا ہے وہ تمہارے گھر کو عمدہ عمدہ پھولوں سے آراستہ کرتا۔ وہ تمہارے دسترخوان پر ایسی خوراک چنتا ہے جو فرشتے کھاتے ہیں۔ وہ کئی طریقوں سے تمہارے بچوں کو بہلاتا اور عمدہ سے عمدہ تعلیم سے اُن کے دلوں کو مالا مال کرتا ہے۔ وہ ہمیشہ کسی نہ کسی خطرے کو تمہارے گھر سے دور کرتا اور کسی نہ کسی کی جان بچاتا رہتا ہے۔ تم کسی خوشی کے وقت میں اس کی سیرت کی برملا تعریف کرتے اور آسمان کو شاہد بناتے ہو۔ کہ اُس سے ہمیشہ محبت رکھو گے اسی وقت اُس کا بھیس اُتر جاتا اور تمہارا وہ آقا جسے تم نے نقصان پہنچایا۔ تمہارے سامنے کھڑا نظر آتا ہے۔ جس آقا کے خلاف تم نے ایسی سرکشی کی۔ وہ اس بے نظیر خادم میں ظاہر ہوتا ہے۔ تمہارے تعصب اور سنگدلی سے اُسے کوئی اور طریق نہ رہا۔ کہ تمہارے پاس آ کر تمہارے تعصب کو دور کرے۔ اب تم سوائے اس کے بھلا اور کیا کر سکتے ہو۔ کہ تائب اور شرمسار ہو کر اس کے قدموں پر گرو۔ اور رو رو کر گناہوں کی معافی چاہو۔ اپنی پہلی بیوقوفی اور بدی پر متاسف ہو اور ایسے مالک اور آقا کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو کلیہ طور پر تصدق کردو +

یہاں ایک صوبہ ہے۔ جو اپنے شہنشاہ کی اطاعت کا بڑا دم بھرتا تاہم اُس کے تمام قوانین

پشیمانی توڑتا اور یہ دلیل پیش کرتا ہے۔ کہ اوّل تو شہنشاہ نے یہ قوانین بنائے ہی نہیں اور اگر بنائے بھی ہوں تو اُن پر عمل درآمد کرانے کا اُسے ذرا بھی خیال نہ تھا اور جب شہنشاہ کے کسی خادم نے آن کراُن سے خراج طلب کیا۔ تو اُنہوں نے اسے یہ کہتے ہوئے قتل کیا کہ تو اپنے نام سے آیا ہے اور شہنشاہ تو ہم سے کسی قسم کا خراج طلب نہیں کرتا۔ شاید اُنہوں نے چند لنگڑے اور بیمار جانوروں کو جو اُن کے کسی کام نہ تھے۔ جہاز پر چڑھا کر دارالخلافہ کو روانہ کر دیا۔ اور پھر اپنی اطاعت اور جاں نثاری اور خراج دینے کی بڑی بڑی ڈینگیں مارنے لگے۔ آخر کار ایک اجنبی آن کر اُن میں رہنے لگا۔ اس کا رویہ ان سے بہت مختلف تھا۔ کیونکہ وہ بے عیب تھا۔ وہ انہیں سکھاتا اور نمونہ سے بھی بتاتا ہے۔ کہ ایک دوسرے سے محبت کرنی چاہیئے۔ ان تماشے کی جگہوں میں جہاں جانے کی ممانعت ہے وہ جانے سے انکار کرتا ہے اور کسی طرح سے بھی قانون کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ وہ انہیں شہنشاہ کا حال احوال سناتا۔ اور انہیں بتاتا ہے کہ میں نے اس کے دربار میں کیا کچھ دیکھا اور کیا کچھ نہیں دیکھا۔ وہ لوگوں کو یقین دلاتا ہے کہ اگر وہ اب بھی تائب ہو کر شہنشاہ کی اطاعت قبول کریں۔ تو وہ اُن سے نہ صرف نرمی بلکہ بے حد شفقت سے پیش آئیگا۔ لیکن اگر وہ اپنی ہٹ پر قائم رہیں تو آکر انہیں اپنے غضب میں نیست و نابود کر دیگا۔ چھوٹے سے بڑے سب لوگ اس کی یہ باتیں سنتے۔ اور تمسخر اور حقارت کے نعرے بلند کرتے ہیں۔ روز بروز ان کا غصہ ان کے اختیار سے باہر ہوتا جاتا ہے۔ آخر کار وہ اس اجنبی کو پکڑ لیتے اور اسے بڑی سخت اور شرمناک موت مارنے کا ارادہ کرتے ہیں اور آپس میں یوں کہتے کہ ہم دنیا کو اس کفر گو سے پاک کرینگے۔ جو ہمارے بادشاہ کی عزت پر یونہی بہتان لگاتا ہے وہ اپنی اذیت کے اوزاروں سے اُسے تکلیف دینا شروع کرتے ہیں کہ اتنے میں اس کی شاہی فوج پہنچکر اُسے ان جابروں کے ہاتھ سے چھڑا لیتی ہے اُس کے وزرا اور اُمرا اُسے شاہی لباس پہناتے اور اسکے حضور سر تسلیم خم کرتے ہیں اور وہ سرکش ہکا بکا کھڑے رہ جاتے ہیں خود شہنشاہ اس اجنبی کے لباس میں تھا اور وہ یہ شہنشاہ

کی بیت۔ اور اُس کی کلام اور افعال سے نفرت کرتے تھے۔ مسیح میں ہو کر خدا ہم میں ظاہر ہُوا +

جہاں دو یا تین میرے نام پر اکٹھے ہوں۔ وہاں میں اُن کے بیچ ہوں متی ۱۸: ۲۰ +

مقدس جگہوں کی جاترا کے لئے ہم خشکی اور بحری سفر اختیار کرتے اور بڑی خوشی سے اس خستہ حال شہر کو دیکھتے ہیں۔ جہاں مسیح مارا گیا اور آپس میں ہم یوں کہتے ہیں۔ کہ یہ نالا اس نے عبور کیا اس پہاڑ پر کھڑا ہُوا ہوگا۔ اس وادی سے گذرا اور اس کنارے پر بیٹھا ہوگا۔ اس شہر میں وہ پیدا ہُوا اور اس جگہ میں اس کی پرورش ہوئی۔ لیکن اس کی نسبت کہ مسیح کہاں تھا۔ یہ سوال نہایت ضروری ہے۔ کہ وہ اب کہاں مل سکتا ہے۔ دنیا اب مجھے نہیں دیکھتی اور میری پچھلی باتوں ہی کا خیال کرتی ہے۔ لیکن تم تو مجھے دیکھتے ہو۔ وہ وقت آتا ہے کہ تم نہ تو اس پہاڑ پر اور نہ ہی یروشلم میں باپ کی پرستش کرو گے۔ بلکہ سچے پرستار رُوح اور راستی سے باپ کی پرستش کریں گے۔ مومنوں کی جو چھوٹی چھوٹی جماعتیں بالاخانوں اور ادھر اُدھر کی جگہوں میں۔ مسیح کے نام سے۔ اُس کے وعدوں کو یاد کر کے۔ اس کی حضوری کے طالب و خواہاں ہو کر۔ اس کی روح کی ہدایت سے۔ اُس کے کلام کی عزت کرتے ہوئے فراہم ہوتی ہیں۔ ان میں مسیح پایا جاتا ہے +

کیا یہ ممکن ہے۔ کہ کوئی شخص مسیح سے تو محبت رکھتا ہو۔ اور اُن جماعتوں سے محبت نہ رکھے؟ یہ تو ہم بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ وہ دنیا کے نزدیک ایک بار ہیں۔ لیکن افسوس ہزاروں اُس کے ہونے کا دم بھرتے۔ لیکن انہیں مومنوں کی مجالس میں۔ جو مسیح کی عزت اور اُس سے رفاقت رکھنے کے لئے منعقد ہوتیں۔ شریک ہونے کا کبھی خیال بھی نہیں آتا۔ یہ مومن ایک دوسرے میں مسیح کو دیکھتے ہیں۔ وہ اس کے کلام کو پڑھنے۔ اس کی آرزوؤں کو پورا کرنے اور اس کے ارادوں کی انجام دہی میں مشغول رہتے ہیں۔ وہ اُن کی سیرتوں میں جو اُس کے نمونے پر بنی ہیں ظاہر رہتا ہے۔ اُس کلام میں جو وہ پڑھتے سنتے اور مانتے ہیں وہ سدا موجود ہے۔ اُن کی گفتگو کا موضوع لہٰ بھی وہی ہے۔ وہ اُس کی زندگی اور اس کی میعبتو

اور محبت پر خوب غور و فکر کرتے ہیں۔ روح کے وسیلے جو اُسے ان پر ظاہر کرتی وہ حاضرین وہ گناہوں سے قائل ہوتے اس کا اقرار کرتے۔ اور گناہ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ اس کا جلال دیکھتے اور اس میں شادمانی پاتے ہیں۔ ان مجالس میں مسیح کے کلام کے ایسے ایسے نتائج ظہور میں آتے ہیں۔ جو اُن سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہیں۔ جب مسیح خود اپنے بارہ شاگردوں کے ہمراہ تھا۔ وہ ایک راستباز وکیل اور شفیع کی حیثیت سے حاضر ہے۔ وہ اس کے مختار کل ہیں وہی انہیں ہر طرح کی ہدایات دینا اور ساتھ ہی قدرت و اختیار سے ملبّس بھی کرتا ہے۔

اگر مسیح ان مجالس میں ہو۔ تو پھر وہ اس بڑی مبارک تاثیروں کے مرکز ہیں۔ جن سے تمام دنیا پر مبارک تاثیریں ہوتی ہیں۔ ان مجالس کی قدر کو بخوبی پہچاننے کے لئے ضرور ہے کہ ان کی نادانی۔ کمزوری۔ جہالت اور غلطی کے ساتھ الٰہی دانش۔ صداقت۔ قدرت اور محبت بھی ابراد کی جائیں۔ دنیا کی بعض بڑی بڑی تبدیلیوں کا آغاز انہیں مجالس میں پایا جاتا ہے۔

یسوع مسیح گنہگاروں کے بچانے کو دنیا میں آیا اور میں اُن سب میں بڑا گنہگار ہوں۔ ا تمطاؤس ۱: ۱۵

ہر ایک شخص اپنے آپ کو دنیا کے اُن چند برگزیدہ لوگوں میں شمار کرتا ہے۔ جن کی تعداد بہت ہی تھوڑی ہے۔ اگر ایک بڑا بھاری دائرہ کھینچا جائے جو بڑے بڑے گنہگاروں اور بدمعاشوں کے لئے مخصوص ہو اور اُس کے مقابل میں ایک اور چھوٹا سا جو مقابلۃً بھلے مانسوں اور شریفوں کے لئے ہو۔ تو دیکھ لینا کہ کیونکر ساری دنیا ٹوٹ کر چھوٹے ہی دائرہ پر گرتی ہے۔ اس معاملے میں وہ بالکل اپنی ضمیر کے مطابق عمل کرینگے اپنے پندار میں وہ اپنی بھلائی کو بہت بڑا اقرار دیتے اور اپنی بدی کو ناچیز ٹھیرالتے ہیں۔ پھر وہ اپنے چلن کا اندازہ اپنے کاموں سے نہیں لگاتے۔ بلکہ اپنے خیالوں اپنی بلند نظریوں اور اپنی خیالی قابلیتوں سے وہ اکثر لیتے ہیں۔ کہ واقعات نے ہمیں دبا رکھا ہے ورنہ اخلاقی قوت کی سب سے اونچی چوٹی پر پہنچنے کے ہم قابل ہیں۔ وہ اپنی خصائل بد کو امر اتفاقیہ سمجھتے جن کا اُن سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ جیسے جہاز کی تہ میں ریگ کی مچھلیاں چمٹی رہتی ہیں۔ پولوس کی بھی یہی حالت تھی۔

متفرقات

بوسٹن جوبلی کونونشن کی تقریروں میں سے یاد رکھنے کے قابل فقرے

بدمعاشی کو لوگ اس لئے اختیار نہیں کرتے - کہ وہ بدمعاشی ہے بلکہ اس لئے کہ وہ دل
لبھانے والی ہے (ھیگینس) اپنے الفاظ کی نسبت اپنے چلن سے عمدہ نمونہ دکھاؤ (اڈمیرل
واشٹن) جن باتوں کی نسبت ہم متفق ہیں وہ ان باتوں کی نسبت جن پر ہمارا اتفاق نہیں -
ضروری اور شمار میں زیادہ ہیں (جج سینس) ضرور ہے کہ مذہب محض اخلاق سے کچھ بڑھ کر
ہو ورنہ وہ اخلاق بھی نہ رہیگا - یہ نہیں ہو سکتا - کہ ایک جیب میں تو تم اپنا فلسفہ لئے پھرو
اور دوسرے میں اپنا مذہب - ضرور ہے کہ علم اور مذہب دونوں کی نسبت [illegible] باہم ملاؤ
[illegible] ایسوسی ایشن کا کام ہے - بات یوں ہے - کہ یا تو تم کفارہ بخش خون پر اپنا تکیہ رکھو
یا نا امیدی پر [illegible] ینگ مینس کرسچین ایسوسی ایشن کو دنیاوی نہ بناؤ (پریذیڈنٹ پیٹن)
جب ہم دوسروں کے عیب پکڑنے تو ہم میں بھی ضرور کوئی نقص رہے - اس بڑی کونونشن کا
خاص کام یہ ہے - کہ بھولے بھٹکے گمراہ شدوں کو واپس لائے محبت کے کان بڑے تیز ہوتے
ہیں - ہم میں سے اکثر کام کرنے کو تو راضی ہیں - لیکن آخر تک نثار و ایثار کرنے کو تیار نہیں
([illegible] ہلیٹ) آخر کار یہ دنیا اور خصوصاً یہ زمانہ بڑی بڑی ہمتوں کا زمانہ ہے - لوگوں کی قدر اب
اس امر سے نہیں کی جاتی - کہ ان کا علم کتنا ہے یا ان کے جذبات اور ارادے کیا ہیں - بلکہ
اس امر سے کہ وہ دنیا میں کیا کچھ کر سکتے ہیں - محض علم کسی شخص یا قوم کو بچا نہیں سکتا
(پریزیڈنٹ سٹانلی ہال) امریکہ آنے میں ہمارے تین مقصد تھے اور ان میں سے
سب سے بڑا یہ تھا - کہ ہم آپ سے اپنی محبّت کا اظہار کریں - اس ملک میں ہم آپ کی آزادی
[illegible] کرتے ہیں - لیکن سب سے اعلیٰ آزادی یسوع مسیح کے لئے روحیں بچانے کی آزادی ہے
[illegible] زندگی ایک راز ہے - کچھ فرق نہیں پڑتا - کہ یہ راز کہاں تمہارے
[illegible] سائنس دان اپنے حساب میں جہاں تک جا ہیں جائیں - پھر بھی یہ وہی راز

کارازرہتا ہے۔ انسان کا اپنا اختیار ہے کہ زندگی یا موت کو چن لے۔ ایک وقت آئیگا۔ کہ زندگی کو
جلال غالب آئینگے۔ خواہ تمہاری اخلاقی تعلیم کچھ ہی ہو۔ انسانی زندگی کی نسبت تم کچھ ہی رائے
کیوں نہ رکھتے ہو۔ خدا کی بادشاہت میں داخل ہوئے بغیر ہمیشہ کی زندگی نہیں ملتی (ڈاکٹر
مس ھال) جہاں کہیں ینگ مینس کرسچن ایسوسی ایشن کا جھنڈا لہراتا اور حبشیوں اور گورے
رنگ والے دونوں میں کام ہوتا ہے۔ ان قوموں کے درمیان نہ کبھی لڑائی ہوگی نہ ہو ہی سکتی ہے
(بوکر واشنگٹن) یہ ایک امر واقعی ہے۔ کہ ہماری سلطنت ممالک غیر میں پھیل رہی ہے
اس کے لئے ہمیں تیار رہنا چاہیئے۔ توسیع سلطنت کے یہ معنی ہیں۔ کہ ہم اپنے متعلقہ
صوبجات کی حفاظت کے لئے افواج بری پر تکیہ رکھیں اور افواج بری کو مضبوط رکھنے کے لئے
ضرور ہے۔ کہ ان کی اخلاقی حالت ٹھیک رہے۔ اور جیسا بروک لین میں انکے رہنے کے لئے
مکان بنایا گیا ہے اور مکان بھی بنائے جائیں۔ تو ان کی قدر کما حقہ نہیں ہو سکتی ✦

براعظم افریقہ کے ساحل سے ایک شخص نے جان بنین صاحب (مصنف مسیحی مسافر) کے نام معرفت
ریلیجس ٹریکٹ سوسائٹی لنڈن ایک خط لکھا ہے۔ راقم کے خیال میں بنین صاحب سوسائٹی مذکور
کی ملازمت میں ہے اس سے عجیب غلطی اُن ترکی افسروں کی بیان کی جاتی ہے۔ جنہوں نے پولس
کے خطوط کو اس شرط پر ملک میں لانے کی اجازت دی۔ کہ سلطان معظم کو یقین دلایا جائے۔ کہ
پولس رسول مرچکا ہے ✦

کچھ عرصہ گذرا کہ گجرات میں ایک مسیحی فقیر بنام ابامیاں کی موت بہتر سال کی عمر میں واقع
ہوئی۔ یہ شخص ایک معزز محمدی خاندان سے تھا۔ اور فارسی۔ عربی۔ ہندوستانی۔ گجراتی
سندھی وغیرہ زبانوں میں دسترس رکھتا تھا۔ قریب پینتیس سال گزرے کہ اُس نے راجکوٹ
میں بپتسمہ پایا۔ چند سال تک مشن میں رہا۔ بعد ازاں ریاست پالن پور میں افسر مال کے
عہدہ پر مامور رہا۔ پھر سب کچھ چھوڑ کر مسیحی فقیری اختیار کی۔ قریب پچیس سال تک ایسے
علاقوں میں انجیل سناتا رہا۔ جہاں اب تک کسی مشنری کی رسائی نہیں ہوئی تھی۔ وہ آزاد

خیال کا آدمی تھا۔ اور اپنی طرز پر انجیل کی منادی کرتا تھا۔ اپنی خدمت کے لئے تنخواہ لینے سے
انکار کرتا تھا۔ مگر جو کچھ مسیحی بھائی دینا چاہیں خوشی سے قبول کرتا تھا۔ اپنے گذارہ میں نہایت
کفایت شعار تھا۔ اور جو کچھ اپنی ضروریات سے زیادہ ہوتا بانٹ دیا کرتا تھا۔ کلام مقدس کے علم
میں اُس کو عمدہ لیاقت تھی وجہ یہ تھی۔ کہ سوائے پاک نوشتوں کے نہ تو اور کچھ پڑھتا تھا۔ اور نہ
کسی اور بات کا چرچا کرتا تھا۔ وہ اگرچہ موٹا سوتی لباس پہنتا تھا۔ مگر اُس کی صورت سے
ایک قسم کی عظمت نمایاں تھی اور معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ ہمیشہ خدا کے ساتھ چلا کرتا ہے اس بزرگ
کی تصویر میں ہمیں فقیہ ہیکل کی شبیہ نظر آتی ہے۔ ایسے مسیحی فقیر و نیک ذات سے اس ملک کو بہت فائدہ ہوگا +

ڈرہم کے بزرگ بشپ ویسٹ کٹ صاحب جن کی وفات کی خبر مختلف مسیحی اخبارات میں شائع ہو چکی ہے مرتے دم
تک ہوش میں رہے اور اُن کے دماغی حواس میں فرق نہ آیا۔ بستر مرگ پر آپ نے درخواست کی کہ گیت گاؤ
اور عمدہ مزامیر پڑھ کر مجھے سناؤ۔ پڑھنے والے نے بجائے شام کے صبح کے مقررہ مزامیر پڑھنے
شروع کئے۔ بشپ صاحب نے فوراً اُس کو غلطی سے آگاہ کیا +

الاسکا میں جو ایک نہایت سرد علاقہ ہے چھوٹے بچوں کی پہلے سال میں عجیب طور پر پرورش ہوتی ہے۔
یعنی اُن کو بجائے غسل کے چربی سے مالش کی جاتی ہے اور پھر خشک گھاس میں لپیٹ دیا جاتا ہے اس کے
بعد پھر [illegible] اوڑھا کر کسکر باندھ دیا جاتا ہے وہ بیچارہ بالکل ہاتھ پاؤں نہیں ہلا سکتا اور روتا رہتا ہے اگر وہ
زیادہ روئے تو بچہ کی ماں اُس کا سر پانی میں ڈبو کر اُس کو خاموش رہنے کا سبق دیتی ہے۔ ہر روز اسی طریق
پر عمل کیا جاتا ہے اور اگر بچہ خوش قسمتی سے ایک سال کے آخر تک زندہ رہ گیا تو اس کو گھٹنوں پر
چلنے کے لئے چھوڑ دیا جاتا ہے اور وہ مچھلی کی چربی اور خشک گوشت اور سوکھے پھل کھا سکتا ہے +

امریکہ میں ایک بڑے شہر کے نامی سوداگروں سر دفتروں بنک کے منیجروں اور اخباروں کے
ایڈیٹروں سے کامل پرہیزگاری کی نسبت رائے دریافت کی گئی۔ سب کا جواب بلا اتفاق یہ
تھا۔ کہ کوئی شراب پینے والا نوجوان ان کے ہاں ملازم رکھا نہیں جاتا۔ انگلستان کے سوداگروں
نے بھی یہ دریافت نہیں کیا۔ کہ شراب پینے والوں کو اپنے کاروبار کے لئے ہند میں بھیجنے سے ان کی

تجارت کو کیسے نقصان پہنچتا ہے +

قحط کے یتیموں کی نسبت کمیشن قحط نے یہ رپورٹ دی ہے۔ کہ قحط کے مٹ جانے پر بچوں کے رشتہ دار تلاش کر کے ان کے سپرد کر دیئے جائیں۔ اگر ان کے رشتہ دار نہ ہوں۔ تو وہ بچے اسی ذات کے معزز لوگوں کے سپرد کیئے جائیں۔ لاوارث بچوں کو کسی غیر مذہب شخص یا مدرسہ میں دینا نہیں چاہیئے۔ تاوقتیکہ ان ہی کے مذہب کے لوگ اور مدرسے ان کا انتظام نہ کر سکیں۔ سرکاری یتیم خانوں کا معائنہ وقتاً فوقتاً ایک ایسی کمیٹی کیا کرے جس میں سرکاری افسر نہ ہوں۔ بلکہ جس کے ممبر ہر ملت کے لوگ ہوں۔ بچ کے یتیموں کی نسبت یہ رائے دی ہے۔ کہ ہر ایک یتیم کا ایک رجسٹر رکھا جائے۔ جس میں اس کا کل حال درج ہو۔ اور اُس کی نقل وقتاً فوقتاً ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے پاس بھیجی جائے تاکہ وہ اس کے والدین یا دیگر رشتہ داروں کی نسبت تحقیقات کرے۔ اور یتیموں کے رشتہ دار یا وہ جو اپنے تئیں ان کے رشتہ دار کہیں اُن کو ہر وقت اجازت ہو کہ جب چاہیں ان یتیموں کو دیکھیں اور ان کو نکال لیں اور اگر مجسٹریٹ کی رائے میں رشتہ داری ثابت ہو جائے تو اُن کو اُن کے حوالہ کر دیں۔ یہ بھی رائے دی ہے کہ کوئی لاوارث امدادی کام ختم ہونے کے بعد تین مہینہ تک اپنے ضلع سے الگ نہ کیا جائے +

سال گزشتہ میں سی۔ ایم۔ ایس کے متعلق دنیا بھر میں ۵۰۱ اسٹیشن تھے۔ یورپین مشنریوں کی تعداد معہ اُن کی بیویوں کے ۱۲۷۱ تھی۔ دیسی کارندے ۵۱۵۷ تھے جن میں سے ۳۷۵ خادمان دین تھے۔ دیسی مسیحیوں کی تعداد ۲۸۱۶۴۰ تھی اور عشائے ربانی میں شرکا کی ۷۵۸۵۴ سال میں ۱۹۶۹۳ بپتسمے دیئے گئے۔ مدرسے ۲۳۲۵ تھے جن میں ۱۰۴۴۰۱ طالبعلم تعلیم پاتے تھے۔ میڈیکل مشن میں ۱۴۹۳ اندرونی بیماروں کی گنجائش تھی۔ بارہ یورپین مشنری لنڈن میں ڈیکن کے عہدہ پر مقرر کئے گئے ایک یوگنڈا میں اور ایک لاہور میں۔ اور دو مغربی چین میں۔ اسی سال میں ۲۶ دیسی مسیحی خادم الدین ہونے کے لئے مقرر کئے گئے +

موسیٰ سے فرمایا تھا۔ کہ یہ پاک مکان ہے۔ اپنے پاؤں سے جوتی اُتار۔ ہائے میرے لئے تو کُل لال باغ پاک ہے۔ جس طرف جاتی ہوں۔ دل میں یہی خیال اُٹھتا ہے۔ یاں مس تھوبرن نے یہ کہا۔ واں یہ یہ کار خیر کیا +

۱۸۸۲ء میں آپ ہمیں علم ادب پڑھاتی تھیں۔ ان کی بڑی کوشش یہ تھی کہ ہم کو کتابیں پڑھنے کا دلی شوق ہو۔ کچھ دن ہوئے میں نے ایک ولایت کی خاتون کو یہ کہتے سنا۔ نامعلوم کیا سبب ہے۔ کہ ہندوستان کی لڑکیاں کتابیں پڑھنا پسند نہیں کرتیں۔ جب تک تو سکول میں ہیں پڑھنا پڑتا ہی ہے۔ لیکن سکول کے چھوڑتے ہی کتابوں کو الوداع۔ میرا بھی یہی حال تھا۔ لیکن ان کی اور مس رو کی کوشش سے طبیعت بدل گئی۔ جب کبھی کوئی عمدہ کتاب پڑھتی۔ تو اس کا ہم سے ذکر کرتی۔ اور خاص خاص حصے پڑھ کر سناتی تھیں۔ لڑکپن میں ہی۔ ملٹن۔ شیکسپیر۔ ٹینی سن۔ پلیٹو اور سقراط جیسے بزرگوں کا ذکر انہیں سے سنا ان کی باتیں سُن سُن کر دل میں یہ آرزو پیدا ہوتی تھی۔ کہ ہم بھی ان سے ہو جائیں +

۱۸۸۵ء میں میرے والد میری پڑھائی کے خرچ کے متحمل نہ ہو سکے۔ آپ نے مجھے سمجھایا کہ ولایت میں لڑکیاں محنت کرکے اپنی تعلیم کا خرچ ادا کرتی ہیں۔ میں بھی یوں ہی کروں۔ انٹرنس سے ایم۔ اے تک میں برابر پڑھتی پڑھاتی رہی +

۱۸۸۶ء میں آپ کو صحت کی خاطر پھر ولایت جانا پڑا اور پانچ برس یہاں سے غیر حاضر رہیں۔ تاہم اتنے فاصلے سے اُن کی یاد مجھے بُرائی سے روکتی تھی۔ مجھے خوب یاد ہے۔ کہ جب میں سرکاری ملازمت میں تھی۔ تو ایک روز تھیٹر جانے کا شوق ہوا۔ میں نے ٹکٹ بھی خرید لیا تھا۔ لیکن جب قریب آٹھ بجے رات احباب گاڑی لیکر آئے۔ تو میں جا نہ سکی۔ دل میں یہ خیال آیا۔ کہ اگر مس تھوبرن مجھے دیکھ لیں تو کیسی رنجیدہ ہوں۔ ان دنوں مسیح کی محبت کثرت سے دل میں تھی +

۱۸۹۰ء میں جب میں ڈھاکہ کے سرکاری مدرسہ میں پڑھاتی تھی آپ نے مجھے لکھا

کہ گذرے اتوار کو میں نے پولوس رسُول کی بابت ایک وعظ سنا۔ اور میں نے ایک عجیب طرح سے اس زندگی کی قوت و تاثیر دیکھی جو مسیح اور اُس کی انجیل کی خاطر سب کچھ ہیچ سمجھتی ہے۔ اسی قسم کی زندگی میں اپنے لئے تجویز کرتی اور چونکہ ہندوستان کو جلد واپس جانیکی امید ہے۔ دل سے یہی دُعا اُٹھتی ہے۔ کہ خداوند "میری لڑکیوں" کے دل میں بھی یہ شوق ڈال کہ مسیح کی خاطر وہ خود انکاری اور مصیبت کو اپنے لئے قبول کریں اور ہمارے ساتھ آکر اس خدمت میں شامل ہوں +

اس خط سے مجھ پر ایسا اثر ہُوا۔ کہ میں نے جواب میں لکھا۔ کہ میں کالج میں آکر آپ کی مدد کرونگی۔ مسیح سے میری محبت کم اور سرد ہو گئی تھی۔ لیکن اس کمرہ میں جہاں میں اس وقت بیٹھی ہوں انہوں نے دوبارہ مجھے میرے منجی سے ملا دیا۔ ایک رات بارہ بجے تک ہم دونو دُعا کرتی رہیں کون مجھے مسیح کے ایسے قریب لے آئیگا +

دس برس میں نے اُن کے ساتھ کام کیا اور اس عرصہ کا بیان کیونکر لکھوں۔ بار بار کہا کرتی تھیں۔ کہ میری یہی آرزو ہے۔ کہ لال باغ خدا کا مسکن ہو۔ جہاں ہندوستانی اور انگریز ایک دوسرے سے محبت کرنا سیکھیں اور ایک دوسرے کی عزت کریں شاید اسی لئے خدا نے مجھے ہندوستان بھیجا ہے +

ایک دفعہ میں نے اُن سے کہا۔ "مس تھوبرن آپ کو معلوم ہے۔ کہ بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ آپ ہم ہندوستانی لڑکیوں کو بگاڑتی ہیں"۔ آپ نے فرمایا۔ "ہاں میں جانتی ہوں۔ لیکن تم ثابت کرو کہ پیار اور اعتقاد کسی کو نہیں بگاڑتا"۔ بار بار جب سستی اور کام کی طرف سے لاپروائی دل میں آتی تو یہ خیال مجھے روکتا۔ کہ "مس تھوبرن تجھ پر بھروسا رکھتی اور تیری خیر خواہی میں تکلیفیں اُٹھاتی مشقتیں جھیلتی ہے۔ پس وفادار رہ" +

ہم جو دن رات ان کے ساتھ رہتے ان کی خوبیاں جانتے ہیں۔ اگرچہ آپ ایسی دانشمند

اور تجربہ کار تھیں۔ آپ کا مزاج بچوں کا سا تھا۔ کسی پر شک نہ کرتی تھیں +

ان کی خود انکاری اور جاں فشانی کا مبارک اثر ہم پر جو اُن کی ہم خدمت تھیں بہت کچھ ہوا اور ہمارے دل میں یہ بڑی آرزو پیدا ہوئی۔ کہ کاش ہم بھی آپ کی طرح مسیح کی خدمت کر سکیں۔ آخری بیماری میں جب بہت بے چین ہوئیں۔ تو مجھ سے کہا۔ گاؤ۔ میں نے کہا کیا؟ جواب دیا۔ "اے خدا کمال کے چشمے"۔ دو ایک جو کمرے میں تھیں۔ یہ گیت گانے لگیں۔ بعد میں اور گیت گائے گئے۔ جو ان کے خاص دل پسند تھے۔ بے چینی کی حالت میں آپ ہندوستانی زبان میں باتیں کرتی تھیں اس پر میرے دل میں یہ خیال آتا تھا۔ کہ آپ نے بیشک ہمارے ملک کو اپنا ملک کیا اور ہماری زبان کو اپنی زبان بنایا ایسا کہ جان کنی کی حالت میں اسی میں گفتگو کرتی ہیں۔ یوں ہی صبر اور برداشت کے ساتھ گزر گئیں۔ اب اور کیا لکھوں۔ کلیسیا سے عرض ہے۔ کہ ہم یتیموں کے لئے دُعا کرے۔ اگر خدا خاص طور سے ہماری مدد نہ کرے تو ہم کیا کریں گے۔ ہمارا دل ٹوٹ گیا ہے۔ لیکن ہمارا بھروسہ اسی پر ہے۔ اور ہماری یہی دعا ہے۔ کہ جیسے ایلیاہ کی رُوح الیشع پر اتری ویسے ہی اُن کی رُوح۔ ہاں خداوند یسوع مسیح کی رُوح ہم پر اترے +

اگرچہ لال باغ کا ایک ایک کمرہ اور ایک ایک درخت اور ایک ایک لڑکی اور ایک ایک نوکر آپ کے لئے رونا اور کڑھنا ہے۔ تاہم ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہر چند انجیر کا درخت نہ پھولے اور تاکوں میں میوہ نہ لگے اور زیتون کے پھل جاتے رہیں اور کھیتوں میں کچھ اناج پیدا نہ ہو اور غلّہ کاٹ ڈالا جائے۔ اور گائے۔ بیل تھانوں میں نہ رہیں۔ تس پر بھی میں خداوند کی یاد میں خوشی کرونگا۔ میں اپنی نجات کے خدا کے سبب خوش وقت ہوؤنگا۔ خداوند میری قوت ہے +

ہمارا وقت اور ہمارے موقعے

مرقومہ پادری طالب الدین بی-اے

ہم اکثر خیال کیا کرتے ہیں - کہ گویا ہماری زندگی کا کبھی خاتمہ ہی نہیں ہوگا - ہم اس کے سنہلے دنوں میں ایسی بے پروائی سے ساتھ اوقات بسری کرتے ہیں - کہ گویا ہمارے عیش وعشرت کا بازار گرم رہیگا - ہم کبھی نہیں سوچتے اور نہ سوچنا پسند کرتے ہیں کہ عمر کا آفتاب بسرعت تمام مغرب کیطرف اُڑا چلا جاتا ہے - اور بہت جلد غروب ہونے پر ہے - اور اگر ہم بیدا نہ ہوں - تو ہمارا کام ناتمام اور ہماری خدمات بے انجام رہجائینگی - ہماری ساعتیں - اور ہمارے مہینے اور سال برباد ہوتے جاتے - اور ہم خواب غفلت سے بیدار ہو کر اس بات کو نہیں سوچتے - کہ وُہ زرین موقعے جنکو ہماری بے توجہی کھو دیتی ہے - پھر کبھی ہاتھ نہ آئینگے - ہم وقت کی نہایت بے قدری کرتے ہیں - اُس میں سے ہمیں صرف ایک بالشت بھر ٹکڑا ہاتھ آیا ہے - اور جب وُہ تمام ہو چکیگا - پھر اور وقت ہم کو کبھی نہیں ملیگا -

کل آپ نے کونسا ایسا کام کیا - جو ابدیت کے آسمان میں ستارہ کی مانند چمکیگا - کونسی برکت آپ کے وسیلے دوسروں کی زندگی میں پہنچی - کونسا بوجھ کسی زیر بار دل سے دُور کیا - کیا آپ نے کسی رُوح پر اپنی زندگی کے حسن تقدس کا عکس ڈالا - بتایئے آپ کا کل کا روز کہاں ہے ؟

ایک شاعرانہ مزاج آدمی ایک شخص کا حال جس نے اپنے کل کو ضائع کر دیا تھا - ایک عبرت انگیز صورت میں بیان کرتا ہے - وُہ آنسو بہا بہا کے اور آہیں بھر بھر کے اپنے کھوئے دِن کو اِدھر اُدھر ڈھونڈتا پھرتا ہے - جو ملتا ہے - اُس سے پوچھتا ہے -

آپ نے میرا کل کا دن دیکھا؟ وُہ میرے ہاتھ سے جاتا رہا۔ وُہ کھو گیا ہے۔ اس کا کہیں سُراغ نہیں ملتا۔ اگر اُس کا نقش قدم مجھے کسی دل کی سطح پر نظر آجائے۔ اگر کسی کلمہ کے سبب جو میرے مُنہہ سے نکلا۔ یا کسی فعل کے سبب سے جو اُس دِن مجھ سے سرزد ہوا۔ میں کسی رُوح کو جنبش میں دیکھوں۔ تو میں ایسی تاریک اور اندہیری شام میں حیران و سرگردان ہو کر اپنے کھوئے ہوئے دِن کے لئے افسوس اور ماتم نہ کروں +

روشنی میں چلو۔ جبتک روشنی تمہارے پاس ہے۔ نوجوانوں کو خصُوصًا ان لفظوں کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ جوانی دوبارہ نہیں آتی۔ جوانی تیاری کا زمانہ ہے باقی ماندہ زندگی کی بہبودی اوائل عمر کی محنت کشی اور مشقت پر منحصر ہے۔ جب ہم اپنی جوانی کو ضائع کر دیتے ہیں۔ تو اُس کے بعد بدحالی اور بدبختی کا اندھیرا ضرور آتا ہے۔ جوانی وُہ زمانہ ہے۔ جب ہم تحصیل علم میں مصروف ہوتے۔ جب ہم اچھی عادتیں سیکھتے۔ اچھی دوستیاں پیدا کرتے۔ جب یسوع مسیح جو ہماری جانوں کا گڈریا ہے۔ ہم کو آسانی سے مل سکتا ہے۔ یہی وُہ زمانہ ہے۔ جبکہ ہم اُس کی خدمت اپنی لیاقتوں اور طاقتوں سے کرسکتے ہیں۔ پر اگر جوانی اپنے موقعوں کے ساتھ ہمارے ہاتھ سے جاتی رہے۔ اور ہم زندگی کی دوڑ دھوپ اور آزمائشوں کے لئے ناتیار چھوڑے جائیں۔ تب وُہ اندھیرا جو زندگی کو چاروں طرف سے گھیر لیتا۔ واقعی ہم کو آ پکڑیگا۔

بہت سے نوجوان وقت کو مفت کھوئے دیتے ہیں۔ اور اپنے موقعوں کی قدر و منزلت نہیں کرتے وُہ سمجھتے ہیں۔ کہ وقت ہمارے پاس اِس کثرت سے ہے۔ کہ اسکا ذخیرہ کبھی ختم نہیں ہوگا۔ اور نہیں سمجھتے۔ کہ شباب کا جو جو لمحہ ضائع کیا جاتا ہے اسکا نتیجہ بڑھاپے کی خستہ حالی میں نظر آئیگا۔ وُہ نہیں سوچتے کہ وُہ گھنٹے جنہیں وُہ برباد کئے دیتے ہیں۔ وُہ گھڑیاں جو سُستی میں کٹتی ہیں وُہ اُنکی کامیابی کی بیخ کنی کر رہی ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر اُن کی عاقبت اور آئندہ کے لئے بربادی کے سامان تیار کر رہی ہیں۔

بس زیبا ہے ۔کہ نوجوان بڑی ہوشیاری سے چلیں ۔ وقت کو غنیمت جانیں ”وقت کو غنیمت جانیں“۔ یُونانی میں اِس کا یہ مطلب ہے کہ ”موقعوں کو خریدیں“ ۔یعنی ڈھونڈ ڈھونڈکر بھلائی اور ترقی کے موقعہ نکالیں ۔تاکہ وقت ہاتھ سے جاتا نہ رہے۔ اور اندھیرا نہ آگھیرے۔ ہم ایک منٹ بھی نہیں کھو سکتے ۔کیونکہ ممکن ہے ۔کہ اسی ایک منٹ پر آئندہ کا سارا دارومدار مبنی ہو۔

ایک دانشمند شخص کا قول ہے ۔کہ لوگ اِس بات سے دھوکا کھاتے ہیں ۔کہ وُہ اکثر خیال کیا کرتے ہیں ۔کہ یہ گھڑی ۔ یہ گھنٹہ ۔یہ وقت فلاں کام کے لئے اچھا نہیں ۔ لیکن اس بات کو یاد رکھنا چاہئے ۔کہ سال کا ہرایک دن سب سے اچھا دن ہے ۔ وُہ آدمی اپنے وقت کو اچھی طرح صرف نہیں کرسکتا ۔جو یہ نہیں سمجھتا ۔کہ ہرایک دن قیامت کا دن ہے کیونکہ ہم نہیں جانتے ۔کہ کون کونسے بھاری نتائج جنپر ہماری آئندہ زندگی کی بھلائی اور بُرائی مبنی ہے ۔سب سے عام دن کے سب سے عام لمحہ سے وابستہ ہونگے۔ ہر کام کے لیے ایک وقت ہے ۔ لیکن ہمارے پاس وقت تھوڑا ہے ۔ اور جب وُہ گذر جاتا ہے ہمارا کام کبھی پُورا نہیں ہوتا ۔

جب تک تمہاری آنکھیں روشن ہیں ۔ اُنہیں کام میں لاؤ ۔ ایک نوجوان کی نسبت مروی ہے ۔کہ حکیموں نے اُس کی آنکھیں دیکھ کر اس سے کہا ۔کہ آپ کی بصارت چھ ماہ کے عرصہ میں جاتی رہیگی ۔ یہ ہولناک فتویٰ سُنکر اُس نوجوان نے فطرت کی خوبصُورت اور دلپسند چیزوں کو ایک اور ہی نظر سے دیکھنا شروع کردیا ۔ صانع بے چُون وچرا کی صنعتوں کو اُس کے کارخانہ خلقت میں دیکھتا پھرتا تھا ۔تاکہ قرطاس حافظہ پر خوبصُورت نظاروں کی تصویر کھینچ جائے ۔اور پھر علم کا ذخیرہ اُسوقت اُس کے کام آسکے ۔جب اُسکی آنکھوں کی بینائی جاتی رہے ۔

الاصلاح

مرقومہ پادری جوئیل واعظ لعل صاحب ایم۔اے

حق کے سب آخر طالب ہوئے ہیں نت حق کے دعوے غالب ہوئے ہیں
ہوتا نہ ہرگز جگ میں اُجالا حق کا نہ ہوتا گر بول بالا
باغِ جہاں کو چھانٹا ہے اس نے اکثر خزاں کو ڈانٹا ہے اُس نے

ہم گذشتہ ماہ کے مضمون میں تین اسباب ایسے پیش کرچکے ہیں۔ جن سے مارٹن لوتھر کو بہت زیادہ مدد ملی۔ فتح قسطنطنیہ نے گویا معدنِ علم وفضل کا راستہ تمام نوع انسان کو بتادیا۔ چھاپے خانوں نے تہذیب اسلاف اور فضیلت علمائے یونان کے فوائد چند برسوں میں خلق کے دلوں پر آئینہ کردیئے۔ جو بے انتہا خرابیاں اور زشتیاں کلیسیائے روما میں اس وقت پائی جاتی تھیں۔ اُن سے اکثروں کی طبیعت پہلے ہی نفور تھی۔ اب جو فضائل وکمالات کا بازار یک بیک آنکھوں کے سامنے سجا سجایا نظر آیا۔ تو اپنے دین کی رسمیں مکروہ اور بھونڈی نظر پڑیں۔ وہ اشخاص جو پہلے اپنے عقاید پر ایسے مفتون تھے کہ جنت کو اپنی جاگیر سمجھے بیٹھے تھے۔ اب رُخ حقیقت کو دیکھ کر اس کے سودائی ہوگئے بقراط وارسطو کی ہوش ربا تحقیقوں اور سقراط وافلاطون کی دلِ افروز نازک خیالیوں اور بلند پروازیوں نے چکاچوند کا عالم پیدا کردیا۔ اور شانِ ایزدی کی جھلک تحریراتِ متقدمین میں دکھائی دینے لگی۔ جہاں ان کی دھندلی نظر کو دشت پرخار دکھائی دیتا تھا۔ وہاں سے فی الحقیقت گلشن کی ہوا تھی۔ جس شے کو زہر تصوّر کئے بیٹھے تھے۔ اس میں اب امرت کا اثر ڈھونڈنے لگے جلوۂ علم وبقین نے چکیٹ بھری دیوٹ کی قدر کھودی۔ جو اپنے کو تنہا ملکوت کے سزاوار اور آدم وحوا کے سپوت گردانتے تھے انہیں معلوم ہُوا۔ کہ وہ احقر الناس اور خدائے پاک کی سچی عبادت سے منزلوں دور ہیں۔ جو تقلید کو طوقِ گردن بنا کر اس خیال میں اکڑتے تھے۔ کہ کمالات بشر تو ہم پر ختم ہیں اور رحمتِ باری ہم پر وقف وہ اپنی صورت حق کے آئینہ میں دیکھ دیکھ کر خود اپنے سے شرمانے لگے۔ اوّل تو یہی تین سبب جن کا بیان ہم کرچکے ہیں کلیسیائے روما کی بنیادوں کو جڑ سے ہلانے کے لئے کافی تھے۔ پر ان کے علاوہ تین سبب اور بھی ایسے تھے۔ جن سے لوگوں کی آنکھیں اور بھی زیادہ کُھل

گئیں۔ چنانچہ ہم انہیں بالتفصیل قلمبند کرتے ہیں +

چھارم۔ مارٹن لوتھر سے پہلے خاص کر دو اشخاص نے بے طرح مسیحیوں کے دلوں میں ایک نئی
کی آگ بھڑکائی۔ جون حسّ نے بوہیمیا میں اور جون وکلف نے انگلستان میں۔ جون حسّ
لوتھر سے کوئی ایک سو برس پہلے ہُوا۔ اپنے پیشرو زاہدوں کے نقشِ قدم پر چل کر اور اپنے معصر
صالحین کی پیروی کر کے اپنی لَو خدا سے لگائی۔ شہرت و ناموری کا خیال چھوڑ کر اور دنیا کی
زوال پذیر شان و شکوہ کی طرف سے دل کو ہٹا کر گوشۂ عقبےٰ کی طیاری میں بدل و جان مصروف
ہو گیا۔ اگر خلائق سے اپنی قدر و منزلت اور آدر بھاؤ کا خواہاں ہوتا تو آج کے دن بقا۔ بدوام کا
سہرا اُس کے سر سے بندھا نہ ہوتا۔ اپنی جوانی میں عقائدِ روما کو نہایت سخیف و سبک مان کر
انجیل بغور دوبارہ پڑھی اور خداوند کی روح سے معمور ہو کر چشمۂ حیات کا فیض ہزاروں تک پہنچانا
شروع کیا۔ اس وقت کلیسیا کی حالت بدرجۂ غایت بگڑی ہوئی تھی۔ خدا کے برّہ کے نخل
برومند کو گویا ایک طرف سے تو گھن نے کھایا اور دوسری طرف سے اُسے پالا مار گیا جس بعا
کی خاک پر مقدّس پولوس و پطرس جیسے رسولوں کا خون بہا۔ اور جہاں کی مٹی میں ان کا جسدِ
خاکی گل کر راکھ ہُوا۔ جس شہر کی تماشا گاہ کی ریت مقدّسوں کے لہو سے رنگین ہوئی۔ اور جہاں
کا نور ہفت کشور میں روشن تھا۔ اُسے ظلمت کے پردوں نے آ چھپایا۔ جس درخت کی شاخیں
برگ و ثمر سے لدی تھیں اس کی سوکھی لکڑیاں جلانے کا ایندھن ہو گئیں۔ جس جگہ پہلے
ابرِ رحمت کا جھکاؤ رہتا تھا۔ وہاں اب جلتی دھول کے بگولے اڑتے تھے۔ جہاں پہلے مغرس
و آگسٹین جیسوں کی جلالی صورتیں دکھتی تھیں۔ وہاں اب خونیوں کی شمشیر برہنہ اپنا وار کرتی جس
جس جا طرطلین اور لیو اور گرگری جیسے طوطی زبان بلیغوں کی آتش دہانی سنگدل خطاکاروں
کے آہنی کلیجے موم کی طرح گداز کر کر کے گھلاتی تھی وہاں اب عشقیہ مضامین چھڑتے اور بزم
عشرت کی غزلوں کی الاپ سنائی دیتی۔ ہائے۔ صیحون کی شاہزادی بابل کی ماں کیسے ہو گئی
اس چھوکری نے بابل کی ندیوں کے کنارہ صیحون کی غزلیں کیونکر سنائیں۔ جون حسّ

نے ان خرابیوں کو دیکھ کر اپنی آواز بلند کر کے ملامت شروع کی اور بہنوں کے سوتے ہوؤں کو اشتباہی
کے لئے بیدار کیا۔ پر صداقت کے مذبح پر خداوند کو اس کی جان کی قربانی لینی تھی لہذا بڑی سیاست
و لوتیت کے ساتھ جلایا گیا ایک ٹوپی جس پر شیاطین کی تصویریں کھینچی تھیں اُس کے سر پر دھری
گئی اور بڑی سنجیدگی کے ساتھ اس پارسا کی روح کو ستانے والوں نے ابلیس اور نارسعیر کے سپرد
کیا۔ پر جس آگ کو بجھانے کی غرض سے ہُس کو دہکتے شعلوں میں جلایا اور خاک کیا وہ اور بھی زیادہ
سلگی اور مہکی۔ ملک بوہیمیا میں سیکڑوں اپنے استاد کی تعلیم کی اشاعت کا بیڑا اٹھا کر
کمریں باندھ باندھ شہید ہونے کو طیار ہو گئے۔ یہاں ہمیں اپنے پہلے سوال کا جواب ملتا
ہے۔ کہ لوتھر سے پہلے جو مصلح ہوئے ان کی جانیں کیوں گئیں۔ خداوند یسوع مسیح صلیب پر
ایلی ایلی پکارتا ہُوا مرا پر اس کی موت ہی اس کی عین کامیابی ہوئی۔ غیر قوموں کا رسول پولس
جب روما میں شہید ہُوا اور اس کے خون پر ریت ڈالی اور لاش کو کانٹے سے گھسیٹ کر بھیڑیوں
کے حوالہ کیا۔ تو کیا خداوند کی خدمت رک گئی؟ علے ہذا القیاس جب شہیدوں نے اپنی جانیں
دیں تو کیا اُن کی شہادت کا کوئی پھل ظہور میں نہ آیا؟ نادان ہیں وہ جو یہ سمجھتے ہیں۔ کہ زندگی
میں جو چاہیں کریں بعد مرگ کچھ نہیں ہوتا۔ قسام ازل نے ہر ایک کے لئے خاص خدمت مقرر
کی ہے۔ کوئی اپنے غرض کو اپنی حیات ہی میں پورا کر لیتا ہے۔ اور کوئی اپنے غرض کی تکمیل اپنی
موت سے کرتا ہے۔ پس ایسوں کے کام اجل روکتی نہیں۔ بلکہ پورا کرتی ہے۔ اور اگر موت
نہ آجائے تو وہ کام ناتمام رہ جائے۔ جون ہُس اور اُس کے ساتھیوں کو خدا نے یہ حصہ دیا
تھا۔ کہ جب اپنا وعدہ پورا کر لیں۔ تو اپنی جانیں بھی نثار کریں۔ بہت سی اور طاقتیں اپنا بھروپ
دکھلا رہی تھیں پر اُن کے ساتھ یہ بھی اپنی بے لوث زندگی اور بے خوف موت سے اپنے آسمانی وطن
کی خبر عالم کو سنا رہے تھے۔ اُنھوں نے لاکھوں کروڑوں کی صحیح و خالص تعلیم دی۔ اور موت تک
ایماندار رہ کر مخالفوں پر غالب آئے۔ کمزوروں کو شہادت کا نمونہ دکھایا اور زندگی کا تاج اپنے محبوب
و شفیع سے حاصل کیا۔ لہذا ان کی تعلیم اور اثر نے لوتھر کی آواز کی طرف شنوا ہونے کو انگشت بگوش

کے دوں کو طیار کر رکھا تھا۔ اور جب ایمان کی لڑائی کے لئے بلاہٹ ہوئی تو لاکھوں ایک دم سے بول اُٹھے +

پنجم۔ پندرھویں صدی کے ختم ہونے سے پہلے اہل ہسپانیہ کو ایک نئی دنیا کی خبر کولمبس نے لاکر دی۔ ایزابلا اور فرڈ ننڈ کے دربار میں ایسے ایسے عالی حوصلہ جہازران اور سیاح موجود تھے جن کی اولوالعزمی سے اندلس میں بے قیاس دولت فراہم ہوگئی۔ موروں نے بغداد کی سی حشمت وعظمت کے سامان غرناطہ میں مہیا کر رکھے تھے۔ اور اپنی زیبکی اور تیز فہمی سے اندلس کو کشمیر جنت نظیر کا ہم پلہ بنا رکھا تھا فرشِ خاک کو گلزاروں سے مزین اور برجوں کی چوٹیوں کو اپنے غدار شہروں اور حصاروں سے منور کیا تھا۔ اُن کی شان کے جلوے نے تزک جہانگیری اور تجمل شاہجہانی کو بھی مات کیا۔ وہ اندلس سے کیا گئے گویا دولت واقبال کی بہار بھی سایہ کی طرح اُن کے قدموں کے ساتھ رخصت ہوگئی۔ فرڈ ننڈ کے تند خو سپاہ سالاروں اور مجاریوں نے اپنے جوشِ غضب میں اُس مرغی کو مارا جو سونے کے انڈے دیتی تھی۔ اُن کے چلے جانے سے سپین بالکل ویران ہوگیا اور اب سچ مچ ہ ہر اک فراق مکیں میں مکان روتا ہے +

وہ کیا نکلے گویا سپین کے کوہساروں سے عقل کے دانے غائب و معدوم ہوگئے۔ ۱۴۹۱ء میں جب وہ بدیسی مہمان اپنے قلعوں کی کنجیاں فرڈ ننڈ کو سپرد کرنے لگے۔ تو ایک دفعہ حسرت بھری نگاہ سے اُن شہروں کو دیکھا۔ جنہیں اُن کے آباواجداد نے سات سو برس پیشتر آباد کیا تھا۔ اور ماتم بھری سرد آہ کھینچکر اپنی پشت پھیری اور جس راہ سے فتاحوں کی طرح اندلس میں آئے تھے۔ اسی راہ سے لُٹے بنجارے کی طرح شمالی افریقہ کو لوٹ گئے۔ اُس آہ کی صدا اب تک گنبد گردوں میں گونج رہی ہے۔ وہ ہمائے سعادت جس کا بسیرا اندلس کے پہاڑوں پر تھا۔ آپ پرواز کر گیا۔ اور اپنے آشیانہ کو اُجاڑ اور سنسان چھوڑ گیا۔ وہ باغ جہاں مور موروں کی طرح ناچتے نظر آتے تھے۔ اب سونے ہوگئے۔ غرناطہ والحمبو و مدینہ الزہرہ میں اک آواز ہے۔ جو کبھی تھمتی نہیں۔ گریہ و نالہ کی آواز جو آپ روتی ہے اور اوروں کو رلاتی ہے اور سیاحوں

کے دلوں کو چھیدتی ہے۔ اُن کے کھنڈروں کے باقیماندہ نشانوں پر سیلانیوں کا یہ حال ہوتا ہے۔
کہ ؎ انگشتِ حیرت در دہان نیمہ دروں نیمہ بروں ؎ اے عرب کے غزال۔ تو اندلس کے پہاڑوں
پر مارا گیا! ان موروں کو سپین سے رخصت ہوئے پورے ۹ برس نہ ہوئے تھے۔ کہ شمالی و
جنوبی امریکہ کی دولت سمٹ کر وہاں آنے لگی اور نئی دنیا کی سرخ اندام قوموں کی تہذیب
و شائستگی اہل سپین کے ورثہ میں آئی۔ جو خیالات پہلے نوعِ انسان کی نسبت تھے وہ
اب وسیع و کشادہ ہونے لگے۔ اور کلیسیا کے باہر غیر قوم بت پرستوں میں مسیحی پروردگار
عالم کے انکشاف کے آثار دیکھنے لگے۔ جس خدا کی رحمت کو شعار ان روما نے محصور و محدود
کر رکھا تھا۔ اس کی نعمتیں اور بخششیں چاروں طرف ہر ایک قوم پر ہر زمانہ میں برستی
نظر آئیں ؎

سنہ۔ ادھر کولمبس اور ڈیسپکی نئی نئی سلطنتوں کو منہدم کرتے اور اُن کے عجائب
غرائب سے جہازوں کو لاد لاد سپین کو لوٹتے اور کورٹیز کے کرتب کی داستانیں اور نئے نئے جزیرے
بصورت فرڈیننڈ کے شاہی دربار میں سنانے اُدھر گالی لیو اپنی دوربینوں کے ذریعہ
آسمان کے گوشوں کو چھانتا اور کواکب و سیار کے اسرار و گردش کا سراغ لگا رہا تھا
جب اُس نے خوب تحقیق کر کے یہ خبر دی۔ کہ زمین سورج کے چوگرد گھومتی ہے۔
تو جاہل پادریوں نے خیال کیا۔ کہ بس اب الہامی کلام کی صداقت دور ہوئی۔
یہ بات سچ نکلی۔ جو گالی لیو کا حال ہوا۔ وہ تو سبھوں کو معلوم ہے۔ پر اس جا فقط
اتنا لکھنا کافی ہے۔ کہ طلوعِ آفتابِ حق شروع ہو گیا تھا۔ جس کی شعاعوں نے
رفتہ رفتہ جہالت کی تاریکی اور تعصب کی کہر کو اڑا دیا۔ اور کلیسیائے روما کی قلعی
کھول دی۔ اِن مذکورۂ بالا امور نے لوگوں کے دل و دماغ کو ایسا بنا دیا۔ کہ
جب لوتھر پوپ کے خلاف اُٹھا۔ تو گویا اس کے ساتھ لاکھوں کا دل ایک
ہو گیا ؎

آخری دن

ایک عبرت دلانے والی کہانی

مترجمہ مسز سراج الدین صاحبہ

اس دنیا میں ہمارے واسطے سب سے بڑا دن ہماری موت کا دن ہے۔ ہاں وہ عجیب اور ہولناک دن جب ایسی بھاری تبدیلی ہوتی ہے۔ کیا کبھی آپ نے اُس کبھی نہ ٹلنے والے اور یقینی دن کی بابت سوچا ہے +

ایک شخص کا ذکر ہے۔ کہ دنیا کی نظروں میں وہ صادق اور ایماندار تھا۔ کلام اللہ اُس کی زندگی کا قانون تھا۔ اور خدا کا ایک غیرت مند خادم بھی تھا۔ ایک دن ملک الموت ڈراؤنی صورت بنائے اُس کے بستر کے پاس آن کھڑا ہوا۔ اور اُس کے پاؤں کو چھو کر کہا۔ "وقت ہو لیا۔ میرے پیچھے چلے آؤ"۔ یہ سُنتے ہی اُس کے پاؤں برف سے ٹھنڈے ہو کر اکڑ گئے۔ پھر ملک الموت نے اُس کے ماتھے اور دل پر ہاتھ رکھا۔ دل کی حرکت بھی اُسی وقت بند ہو گئی۔ اور روح ملک الموت کے پیچھے چلنے کو آمادہ ہوئی۔ دم نزع میں اُس جان بلب شخص کے سامنے اُس کی تمام زندگی کے حالات پھر گئے۔ ان پر نظر ڈالنے سے اُس کا دل خوف کھاتا تھا۔ اور لاکھوں ستارے اور آسمانی صورتیں ایک لا محدود اور بے انتہا وسعت میں گھومتی ہوئی اُس کو نظر آنے لگیں +

ایسے وقت میں گنہگار تھر تھراتا ہے۔ کیونکہ اُس کو کوئی چیز سہارا دینے والی نظر نہیں آتی۔ پھر نیک آدمی اپنا سر سلامتی اور آرام سے جھکا کر بچوں جیسے مضبوط ایمان کے ساتھ یہ کہتا ہے "کہ اے میرے باپ تیری مرضی ہو"۔ اس شخص نے کبھی بچوں والے ایمان کی حقیقت نہیں پہچانی تھی۔ وہ اپنے آپ کو ہمیشہ ایک بڑا آدمی جانتا تھا۔ اُس نے اپنے تئیں ایک گنہگار کی طرح کبھی پست نہیں کیا تھا۔ کیونکہ وہ اپنے عقیدہ پر یقین رکھتا تھا۔ مذہب کی ہر ایک

رسم کو وہ پورے پورے طور پر ادا کیا کرتا تھا۔ وہ جانتا تھا۔ کہ لاکھوں شخص ہونگے۔ جو ہلاکت کی طرف جا پہنچے۔ نہیں صرف اتنا ہی نہیں۔ بلکہ اگر ہو سکتا۔ تو وہ آگ اور تلوار سے خود اُن کی روحوں کو ہلاک کرتا۔ پر وہ اپنی بابت یہ سمجھتا تھا۔ کہ میرا راستہ بہشت کی طرف جاتا ہے جس کے دروازے قفل موجود سے میرے واسطے کھلے ہوئے ہیں +

رُوح ملک الموت کے پیچھے پیچھے ہولی اور آخری بار اُس بستر پر نظر کی جہاں مٹی کا پُتلا کفن میں لپٹا پڑا تھا +

وہ دونو ایک بڑے دالان کے بیچ میں سے جو ابھی کچھ کچھ ایک جنگل کی مانند نظر آتا تھا گذرے۔ ملک الموت نے اُس شخص سے مخاطب ہو کر کہا "یہی انسانی زندگی ہے" وہاں سب لوگوں نے کوئی نہ کوئی بھیس بدلا ہُوا تھا۔ جو لوگ زرّین اور مخمل لباس پہنے تھے وہ سب سے اعلےٰ اور شریف نہ تھے۔ اور نہ سب سے غریب اور کمینوں نے مفلسی کا لباس پہنا تھا یہ ایک عجیب قسم کی نقاب پوشی تھی۔ ہر ایک شخص کسی نہ کسی حیوان کو بڑی ہوشیاری کے ساتھ اپنے دامن کے نیچے دوسروں کی نظروں سے چھپانے کی بے فائدہ کوشش کر رہا تھا۔ بے فائدہ! کیونکہ جو کوئی اس کے سامنے آتا اُس کے دامن کو پھاڑ کر اُس حیوان کو ظاہر کر دیتا تھا۔ بعض میں بندر کی صورت اور بعض میں بدشکل بکرے یا زہریلے سانپ کا سر یا چپچپی مچھلی کی صورت نکلتی تھی۔ یہ ہر ایک آدمی کی حیوانی خصلتیں تھیں۔ جو اپنے آپ کو ظاہر کرنے کے لئے اس قدر کوشش کر رہی تھیں۔ سب لوگ اپنے اپنے لمبے دامن اُن پر پھیلانے کی بہت کوشش کر رہے تھے۔ پر ایک دوسرے کے کپڑے کو پھاڑتا اور کہتا تھا۔ "وہ دیکھو اس میں بندر ہے۔ اور اُس میں سانپ ہے۔ ایک شخص دوسرے کی بُرائی ظاہر کرتا تھا +

روح نے یہ دیکھ کر ملک الموت سے سوال کیا۔ کہ مہربانی سے بتائیے۔ کہ مجھ میں کون سا جانور چھپا تھا۔ فرشتے نے سامنے ایک بہت مغرور صورت کی طرف اشارہ کیا۔ بہشت سی خوبصورت رنگین شعاعوں کا دائرہ اُس کے سر کے گرد اُسی وقت دکھائی دیا۔ ایک مور کے

پنجے نے اُس کے دل کو مضبوطی سے قابو کیا ہُوا تھا۔ وہ خوبصورتی صرف اُس جانور کی پھیلی ہوئی دُم تھی +

جس وقت وہ آگے بڑھے جاتے تھے بڑے بڑے پرندے انسانی اور سخت کڑی آوازوں سے درختوں کی ٹہنیوں میں چلا چلا کر یہ کہتے ہوئے سنائی دئے۔ "اے موت کے سفر کرنے والے۔ کیا تم ہمیں نہیں پہچانتے۔ کیا تم ہم کو بھول گئے ہو"۔ یہ اُس شخص کی زندگی بھر کے ناپاک اور بُرے خیال تھے۔ جنہوں نے اپنی اپنی ٹھیک صورت اختیار کی تھی۔ انہوں نے اس روح کو اُس کے کام اور خیال یاد دلائے +

وہ رُوح تھر تھرا اُٹھی۔ کیونکہ وہ ہر ایک آواز کو پہچانتی تھی۔ وہ ہر ایک بُری خواہش اور ارادے اور مکروہ خیال کو جو اُس کے برخلاف گواہی دینے کو کھڑے ہوئے تھے جانتی تھی +

وہ رُوح زور سے چلّائی۔ "کہ کوئی اچھی چیز ہمارے گنہگار جسم میں نہیں رہتی تھی۔ یہ یہ تو صرف میرے خیال اور ارادے ہی تھے۔ میں نے اُن کو پورا تو نہیں کیا۔ دنیا نے اُن کے برے اشارہ نتیجے اور پھل تو نہیں دیکھے۔ وہ روح یہ کہہ کر جلدی سے آگے بڑھی۔ کہ ان کلیجہ پھاڑنے والی آوازوں کو نہ سُن سکے۔ پر وہ بڑے بڑے پرندے اُس کے گردا گرد اڑنے لگے اور ایسا شور مچایا۔ کہ اُن کی آواز دنیا کی چاروں اطراف میں سنائی دینے لگی۔ پھر اس شخص کی روح ایسے جانور کی طرح بھاگ نکلی جس کے پیچھے شکاری دوڑ رہے ہوں۔ ہر ایک قدم پر تیز پتھروں سے اُس کے پاؤں ٹھوکر کھاتے اور زخمی ہوتے تھے۔ وہ سخت مصیبت میں مبتلا ہو کر کہنے لگی یہ کیسے پتھر ہیں جو گری ہوئی پتیوں کی طرح زمین پر بکھرے ہیں۔ ملک الموت نے جواب دیا۔ یہ وہ سخت الفاظ ہیں جو تم نے کئی دفعہ استعمال کئے جن سے تمہارے بھائیوں کے دلوں کو سخت چوٹ لگی +

رُوح نے کہا۔ "میں نے کبھی اس بات کا خیال نہیں کیا تھا"۔ اس پر ہوا میں سے ایک آواز زور سے یہ کہتی ہوئی سنائی دی۔ "الزام نہ لگاؤ - کہ تم پر بھی الزام لگایا جائے +

تب روح نے کہا "ہم سب گنہگار ہیں - میں نے شریعت اور انجیل کے مطابق کیا ہے میں جو کچھ کر سکتا تھا میں نے کیا - میں دوسرے لوگوں کی طرح نہیں ہوں" ہوتے ہوتے ملک الموت اور وہ روح دونو بہشت کے دروازے پاس پہنچے - وہاں کے فرشتے نے اُس سے کہا " تُو کون ہے - اپنا ایمان مجھ کو بتا اور اپنے کاموں کے ذریعے ظاہر کر" +

روح بولی "میں نے دس حکموں کی تعمیل کی ہے - میں نے اپنے آپ کو دنیا کی نظروں میں عاجز کیا ہے - اور میں نے گناہ اور گنہگار کو سزا دی ہے" +

فرشتہ "اچھا تو پھر تو محمد کا پیرو ہے" +

روح "میں ! خدا ایسا نہ کرائے" +

" نوشتوں میں لکھا ہے - کہ جو کوئی تلوار اُٹھائے - تلوار ہی سے مارا جائیگا یہ تیرا عقیدہ نہیں - کیا تو بنی اسرائیل میں سے ایک ہے - جو کہتے ہیں - کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت ہاں جو کہتے ہیں - کہ خدا صرف ہمارا ہی خدا ہے +

روح "میں مسیحی ہوں" +

فرشتہ "میں یہ تیرے کاموں سے نہیں دیکھتا - مسیح کی تعلیم تو ہے - معافی - محبت اور فضل +

اُسی وقت آسمان کے بیچ میں سے بڑے زور کے ساتھ ایک آواز یہ کہتی ہوئی سنائی دی کہ "فضل" - اور اُس کے ساتھ ہی بہشت کے دروازے فوراً کھُل گئے اور روح چمکتے اور روشن جلال کی طرف پرواز کر گئی - پر اُس کی چمک ایسی تیز اور ہر ایک بات کو کھول کر ظاہر کرنے والی تھی - کہ وہ روح ذرا جھجک گئی جیسے کوئی ننگی تلوار سے جھجکتا ہے - اور ایسی شیریں آوازیں جو زمین پر کبھی سنائی نہیں دیتیں ہر طرف سنائی دینے لگیں - روح کانپتی اور پیچھے کو ہٹتی جاتی تھی پر آسمانی جلوے نے اُس کو بیچوں بیچ کھینچ لیا - اور پہلی دفعہ اُس کو اپنے غرور - سخت کلامی اور گناہ کا بوجھ جو برداشت سے

ہر تھا۔ معلوم ہُوا اور نور نے فتح پائی +

پھر وہ رُوح قائل ہوئی۔ کہ دنیا میں جو بھلائی میں نے کی وہ میں نے صرف اس لئے کی۔ کہ اُس کا کرنا مجھ پر فرض تھا۔ اور میں اُس سے چُھٹ نہیں سکتی تھی۔ پر جو بُرائی میں نے کی وہ میری اپنی ہی تھی +

رُوح اُس تیز چمکدار نور کو دیکھکر اندھی سی ہوگئی۔ اور اپنے تئیں آسمان کے نالائق جان کر اپنی شرم کے بوجھ کے نیچے دبی ہوئی اور خدا کی راستی اور انصاف کا خیال کرتی ہوئی دعا مانگنے کی ہمّت بھی نہ لا کر اوندھے منہ گر پڑی +

لیکن فضل۔ وہ فضل جس کی اُس کو کچھ امید بھی نہ تھی اس وقت اُس کی امداد کو آیا۔ خدا کا بہشت اُس پر ظاہر ہُوا اور خُدا کی محبّت نے اُس کو اپنی بے بہا بھرپوری میں شامل کیا۔ اور اُس کے چاروں طرف یہ گانے کی آواز سنائی دی۔ "اے رُوح آدم زاد تو پاک۔ جلالی۔ محبّت والی اور ازلی ہوگی۔ ہاں تو ایسی ہی ہوگی" +

ہم بھی آخری دن اس رُوح کی مانند آسمانی جلال اور رونق سے شرم اور خاکساری سے سر نیچے جھکائینگے۔ خدا کرے۔ کہ محبّت اور فضل پر سہارا کر کے ہم جلال کے ساتھ اُس کی بادشاہت کے لئے تیّار کئے جائیں۔ اور اُس نئی زندگی میں داخل ہو کر ہمیشہ کے لئے ابدی نور میں بسیں +

ہر ایک شہر میں ایسوسی ایشن کی اتنی عمارتیں ہونی چاہئیں جتنے وہاں پولیس کے تھانہ ہوں۔ (امیس) +

ملّاح کے لئے سب سے شیریں راگ اس کی بیوی کی دعاؤں کی آواز اور بچّوں کا ہنسنا کھیلنا ہے۔ (کپتان وڈ ہس) +

اگر ایسوسی ایشن نے فرقہ بندی کی دیواروں کو بالکل مسمار کر نہیں دیا تو ان پر سے کانٹے تو ضرور اتار دئے ہیں۔ (ڈاکٹر کلارک) +

تعبیر و تبدیل کر دیتا ہے۔ سو سال گزرے کہ دنیا بھر میں دو سو پروٹسٹنٹ مشنریوں سے بھی کم تھے۔ آج دس ہزار سے زیادہ ہیں۔ اُس وقت سالانہ خرچ ایک لاکھ اسی ہزار روپیہ تھا۔ اب پانچ کروڑ بیس لاکھ روپیہ ہے۔ اُس وقت دیسی مسیحیوں کی تعداد دس ہزار تھی۔ آج کے دن فقط عشائے ربانی کے شرکا کی تعداد قریب ۱۳ لاکھ ہے — امریکہ کی بائبل سوسائٹی نے سال گزشتہ میں ۱۵۵۴۱۲۸ جلدیں کتاب مقدس اور اُن کے صحائف کی چھاپ کر شائع کیں۔ جن میں سے قریب پونے نو لاکھ جلدیں ممالک غیر میں تقسیم ہوئیں — دنیا بھر میں یہودیوں میں سے ۱۲۵۱ اشخاص اس وقت مسیحی خادمان دین ہیں — لاہور کے ڈاکٹر ایونگ جزائر فلپائن اور جاپان سے واپس آ گئے ہیں۔ آپ کا بیان ہے کہ صرف شہر ٹوکیو ہی میں پندرہ ہزار کے قریب مزید و متلاشی دین ہیں — ڈرہم یونیورسٹی کے پادری اے ڈنکن ڈکسی پنجاب کے سی۔ ایم۔ ایس مشنوں کے متعلق انجیلی مجمع منعقد کرنے کے لئے مقرر ہوئے ہیں — حیدرآباد میں پادری ولیم برجیس کے کام کے متعلق ایک خاندان کے تین شخصوں نے بتاریخ ۱۹۔ اپریل ۱۸۹۸ بپتسمہ پایا۔ اب اس ضلع میں ۵۴ جماعتیں ہیں۔ جن کے شرکاء کا شمار ۲۰۵۲ ہے — امریکن یونائیٹڈ پرسبٹیرین چرچ کی زیر نگرانی — قاہرہ میں غریب بچوں کے لئے ایک مکان تعمیر ہونے والا ہے۔ کل خرچ کا بیڑا امریکہ کے ایک مسیحی مسٹر جان فالر نے اٹھایا ہے۔ شرط صرف یہی ہے۔ کہ خداوند یسوع کی الوہیت اور مقدس نوشتوں کے الہام کے خلاف کسی قسم کی تعلیم نہ دی جائے — پچھلے ۸۵ سال میں امریکہ کے مسیحی لوگوں نے بائبل سوسائٹی کے کام کے لئے ۹۱۸۱۶۱۷۰ روپیہ چندہ دیا — اس وقت ۲۹۸۷۰۰۰۰ کے کرنسی نوٹ ہند میں رائج ہیں — ۱۹۰۰ء–۱۹۰۱ میں ۵۰۴۳۶۶۵ پونڈ سونا ہند میں آیا — جنوری ۱۸۹۹ء سے لیکر ۳۱ مارچ ۱۹۰۱ء تک ۶۷۵۰۰۰۰ سونا پبلک کے ہاتھ میں آیا۔ ۸۰۰۰ پونڈ سونا ممالک غیر میں بھیجا گیا۔ اور ۲۰۰۰۰ پونڈ سیاح اپنے ساتھ لے گئے ۔

THE MASIHI,

AMRITSAR.

Vol. VI. *October, 1901.* *No. 10*

CONTENTS.

Literary Communications *alone* should be addressed to the Editor, *Masihi, Amritsar.* Remittances and business letters to the Manager, *Masihi Press, Lahore.*

Annual S[illegible] strictly in advance—
[illegible] Re. 1-8-0. } Post free.
England [illegible] America, 2s, }

ہم یسوع کو دیکھنا چاہتے ہیں

مسیحی

جلد ۶ امرتسر نمبر ۱۱

نومبر سنہ ۱۹۱۶ء

فہرست مضامین

مطبوعہ مسیحی پریس لاہور

یہ اخبار ہر ماہ کی پندرہ تاریخ کو امرتسر سے شائع ہوتا ہے اسکا چندہ [illegible]

گلدستہ اخبار

پنجاب سی ایم ایس کے ایک دیسی پادری اپنے علاقہ کے بشپ صاحب کو ملنے بنگلہ پر ملنے گئے تو اردلی نے ان کو برآمدہ میں باغ کے نوکروں کے ساتھ فرش پر بٹھایا۔ اردلی کو معلوم تھا کہ یہ پادری حبشی ہیں۔

سکاٹلینڈ میں ۵۵۰۰ سبت سکول۔ ۵۶۰۰۰ استاد اور ۵۵۰۰۰۰ طالب علم ہیں۔ ان سکولوں کے ذریعہ ۲۵۰۰۰۰ روپیہ مشنوں کے لیے چندہ جمع ہوا۔ حساب کیا گیا ہے کہ دنیا میں ۲۵۰۰ مختلف زبانیں ہیں جن میں سے ۳۰۰ میں انجیل کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ ٹوکیو (جاپان) کی ۱۵ کلیساؤں میں ۲۰۵۰ نو مریدانوں شامل ہوئے ہیں۔

کلکتہ کے بشپ صاحب کا علاقہ ۵۲۰۰۰ مربع میل ہے جس کی آبادی ۱۱۰۰۰۰۰۰ سے کچھ اوپر۔ ممالک وسطی کے لیے علیحدہ بشپ کی تقرری پر کلکتہ کے علاقہ اسقفی میں ۴۰۰۰۰۰۰ شخص جائینگے تجویز ہے کہ آسام کے لیے بھی علیحدہ بشپ ہو آسام ۴۹۰۰۰ مربع میل ہے آبادی ۶۰۰۰۰۰۰ اور قریباً چالیس پچاس ہزار شخص ہر سال ممالک غیر سے آ کر یہاں آباد ہوتے ہیں آبادی میں سے آدھے ہندو ایک چوتھائی مسلمان اور باقی جن بھوت کے پوجنے والے ہیں ۱۸۹۱ء کی مردم شماری کے مطابق کلیسیائے انگلستان کے شرکا کی تعداد تیرہ یا چودہ سو تھی ویسلین پریسبیٹرین چھ یا سات ہزار لیکن بپٹسٹ چار ہزار اور لوتھرن ۲۰۰۔ امریکہ کے ایک مشہور کالج کے پرنسپل پروفیسر نکل راولپنڈی گارڈن کالج کے پرنسپل ہو کر آئے ہیں کالج مذکور کی تواریخ عجیب ہے۔ اول اول مشن نے حساب لگایا کہ آٹھ ہزار روپیہ خرچ سے کالج کھل جائیگا۔ اس رقم کے لیے دعا کی گئی لیکن کچھ جواب نہ ملا۔ پھر اس امر پر فکر کیا گیا تو بارہ ہزار روپیہ کی ضرورت معلوم ہوئی اس رقم کے لیے خداوند سے پھر دعا کی گئی لیکن کچھ جواب نہ ملا کچھ مدت بعد مشن نے پھر سوچ بچار کی تو فیصلہ ہوا کہ کالج کیلئے چالیس ہزار روپیہ درکار ہے اس کے لیے پھر دعا کی گئی۔ چند ہفتوں میں روپیہ مل گیا اور اس کام کے لائق آدمی بھی۔ امریکن یو پی مشن کی طرف سے راولپنڈی میں اعلیٰ ذات کی لڑکیوں کے لیے ایک مدرسہ کھلنے والا ہے۔ اس مشن کا مڈل کلاس گرلز سکول بمقام سیالکوٹ اٹھا دیا گیا ہے۔ اس مدرسہ میں انگریزی پڑھائی جاتی ہے۔ پنجاب مشن نیوز شاکی ہے کہ سبت سکول کے کام میں سی ایم ایس کے مشنری بالکل دلچسپی نہیں لیتے۔ سبت سکول امتحان کے نتیجے سے بھی یہ امر ظاہر ہے۔ مسیحی کتابوں کی بکری ۱۹۰۰ء میں ۱۸۹۹ء کی نسبت دگنا تھی۔ اور دگنا کتابیں شائع ہوئیں۔ لکھنؤ کی نمائش صنعت و حرفت کا سی ڈی ایس بجائے دسمبر ۱۹۰۱ء کے فروری ۱۹۰۲ء میں ہوگی۔

نوٹ اور رائیں

بنگالی کرسچن کانفرنس: ۱۰۔ ماہ گذشتہ کے روز اس کانفرنس کا آغاز دعا کے ساتھ ہوا۔ روز بروز نہایت دلچسپ مضامین پر بحث ہوتی رہی جن کے درج کرنے کی یہاں گنجایش نہ ہوگی۔ مگر دو ایک باتیں ایسی مفید مطلب ہیں کہ ان کا مختصراً ذکر کرنا فایدہ سے خالی نہ ہوگا۔ ۱۹۔ تاریخ کے اجلاس میں غور طلب مضمون یہ تھا کہ بنگالی مسیحی جماعت کی کیا حالت ہے اور اُس کو کیونکر سدھار سکتے ہیں۔ دو تقریر کرنے والوں نے دو مختلف پہلوؤں سے اس پر اپنی رائے اور تجاویز پیش کیں۔ عام طور پر کل تجاویز کا خلاصہ مفصلہ ذیل تھا۔ یعنی (۱) ماؤں کو تحریک دلانی چاہیے کہ اپنے بچوں کو زندگی کے رستہ پر چلنا سکھائیں (۲) ہر ایک کلیسیا کے متعلق ایک ینگ مینز ایسوسی ایشن ہونی ضرور ہے (۳) تعلیم یافتہ نوجوانوں کو پاسٹر بننے کے لئے شوق دلانا چاہیے (۴) غیر ملک کے روپیہ پر سہارا قطعی طور پر ترک کر دینا چاہیے کیونکہ بنگالی کلیسیا میں یہی نفاق کی جڑ ہے (۵) برگشتہ مسیحیوں کو واپس لانے کے لئے خاص کوشش ہونی چاہیے (۶) روحانی زندگی کو تازہ کرنے کی غرض سے زیادہ مجالس ہونی چاہیے (۷) دیندار اشخاص کی سوانح عمریاں طبع کرا کر شایع کرنی چاہیے (۸) گانے بجانے والوں اور واعظوں کی جماعتیں قایم ہونی چاہیے — جو ادھر اُدھر کلیسیاؤں میں پھر کر ان کو ابھاریں۔ ۲۰ تاریخ کو دو نہایت عملی مضامین پیش ہوئے یعنی مسیحی نوجوانوں کی آزمائشیں اور ان پر کیونکر غالب آنا چاہیے اور مسیحی جوان اپنی کلیسیا کے لئے کیا کر سکتے ہیں۔ بعد ازاں پاسٹر اور کلیسیا کے فرایض پر دو نہایت عمدہ مضامین سنائے گئے۔ جن میں چند کار آمد باتیں یہ تھیں۔ کہ (۱) پاسٹر اپنی کلیسیا سے اور کلیسیا اپنے پاسٹر سے حد سے زیادہ توقع رکھتی ہے۔

(۲) شیطان چاہتا ہے کہ تم اپنے پاسٹر کے عیبوں کو دریافت کرو تاکہ وہ کلیسیا کو برباد کرے (۳) پاسٹر اور گلہ دونوں کو معاف کرنے والا ہونا ضرور ہے (۴) پاسٹر کو اپنی خبرداری کرنی چاہیئے (۵) ضرور ہے کہ وہ مسیح کے ساتھ لگا رہے تاکہ اس کی بابت اوروں کو بتا سکے۔ (۶) اس کو روحوں کے لیئے بھوکا پیاسا ہونا لازمی ہے (۷) چاہیئے کہ پاسٹر یہ کہہ سکیں کہ تم میرے نقش قدم پر چلو۔ (۸) ضرور ہے کہ گلہ اپنے پاسٹر کی امداد بذریعہ دعا اور ہمدردی کے کرے۔

بشپ ولڈن صاحب اور غیر مسیحی اخبارات:- افسوس کی خبر ہے کہ بشپ ولڈن صاحب کا اس ملک میں واپس تشریف لانا علالت طبع کی وجہ سے ملتوی کیا گیا ہے۔ بشپ صاحب موصوف کی خوبیاں اظہر من الشمس ہیں اس لیئے بار بار ان کا ذکر کرنا فضول ہے۔ آپ کے جید الرائے ہونے میں کسی کو کلام نہیں مگر جو صفت آپ میں اوروں سے بڑھکر نمایاں ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنی رائے کا صاف صاف اظہار کر دیتے ہیں خواہ ان کو برا بننا پڑے اگرچہ آپ نہایت وسیع خیالات کے آدمی ہیں اور جو کچھ خوبی دوسرے مذاہب میں دیکھتے ہیں اس کا اعتراف کھلم کھلا کرتے ہیں تو بھی ان سے بڑھکر ہندوستان کی بت پرستی اور باطل پرستی کے خلاف کہنے والا کوئی نہ ہوگا اگر آپ مسیحی مذہب کی برکات میں ہندوستان کو شریک ہوتے دیکھنا چاہتے ہیں تو یہ عین مسیحی روح کے مطابق ہے اور کوئی راستی پسند شخص اس کو برا نہ سمجھے گا۔ اس پہ تعجب ہے کہ اس ملک کے غیر مسیحی اخبارات صاحب موصوف کے بعض خیالات پر کس قدر چیخ رہے ہیں ہندوستان میں یہ عجیب بات سمجھی جاتی ہے کہ ایسا بڑا لاٹ پادری مشنریوں کے ساتھ نہ فقط ہمدردی ظاہر کرتا اور مشنری روح کو مسیحی کلیسیا کی جان سمجھتا پر خود مشنری خدمت کو اپنے لیئے موجب فخر جانتا۔ اور حتی المقدور اوروں کو انجیل کی تاثیر سے مستفیض کرنے کی تجاویز پیش کرتا ہے۔ یہی اخبارات جو ملک کی اصلاح کا دم بھرتے ہیں حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے اور کہتے ہیں کہ انگریزی راج میں تو ایسا کبھی دیکھنے میں نہیں آیا کہاں وہ زمانہ جب گورنمنٹ مشنریوں کو ہندوستان میں قدم رکھنے نہ دیتی تھی۔ اور کہاں یہ زمانہ کہ مدارس میں بائبل کی تعلیم کی تجویز پیش کی جا رہی ہے اور حکما ایسی رائے پیش کرنے والے کا گلا نہیں دبایا جاتا۔ معلوم نہیں ہم اس قسم کی تحریروں کو اپنی سرکار کی ہجو سمجھیں یا تعریف خیال کریں

ہم تو بشپ والٹن صاحب ایسے دلیر اور راست انداز خادم کے لئے خدا کا شکر کرتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ خدا ان کو جلد صحت بخشے تاکہ وہ اس تاریک ملک میں نور پھیلانے کا ذریعہ ہوں۔ صاحب موصوف اگر ہندوستان میں واپس نہ بھی آسکیں تو بھی وہ اپنے فرض سے سبکدوش ہو چکے ہیں اور یقین ہے کہ ان کے جانشینوں کے لئے دلیرانہ مسیح کو پیش کرنے کے لئے رستہ صاف ہو گیا ہے۔

علاقہ تناولی میں سی ایم ایس مشن:۔ ناظرین کو یاد ہو گا کہ احاطہ مدراس میں تناولی کا علاقہ بلحاظ مسیحی آبادی کے نہایت شاداب ہے۔ شاید ہندوستان بھر میں کسی اور علاقہ کو اس سے بڑھ کر یہ فخر حاصل نہیں کہ اس کے ۱۰۳۲ دیہات میں سی ایم ایس مشن کا کام جاری ہے۔ مسیحیوں کی تعداد ۴۰،۰۰۰ ہے جن میں سے ۱۳،۰۰۰ عشاء ربانی کے شرکاء ہیں۔ ۴۰ ہندوستانی خادمان دین ہیں اور کیٹکسٹوں اور منادوں کی تعداد ۱۰۰۰ ہے کل مشن کے کارندوں کی تعداد ۱۳۰۰ ہے کچھ عرصہ گذرا کہ مدراس کے بشپ صاحب اس علاقہ میں تشریف لے گئے۔ جہاں ایس ایس کلیسیا کی طرف سے آپ کے پیش کیا گیا اس میں یہ بیان کیا گیا کہ سال گذشتہ میں مسیحیوں نے قریب ساڑھے تینتالیس ہزار روپیہ کل اخراجات کے لئے جمع کیا اور خرچ قریب نوّے ہزار روپیہ کے اٹھا۔ اب وہی سیلف سپورٹ والا سوال رونما ہوا کہ جب سوسائٹی اپنا سالانہ گرانٹ کم کرتی جا رہی ہے تو مشن کا خرچ کیونکر چلے گا۔ اس کے لئے ایک تو یہ تجویز پیش کی گئی کہ ہر ایک پاسٹر اور گرجے کے لئے زمین وقف ہونی چاہئے اور اس کے بارے میں جناب بشپ صاحب سے رائے طلب کی گئی۔ پھر آنریری کارندوں کو کلیسیا میں خدمت کرنے کی طرف تحریک دلانی چاہیئے۔ اس کی طرف تناولی میں توجہ شروع ہو گئی ہے۔ پھر بعض متمول اشخاص خرچ کیٹکسٹوں اور منادوں اور ایک پاسٹر کو اپنی گرہ سے تنخواہ دیتے ہیں۔ اگرچہ عموماً مسیحی غریب ہیں مگر اب ان کی حالت بہتر ہوتی جا رہی ہے۔ حرفت اور فنون کی تعلیم کا سوال ابتک زیر بحث ہے سالانہ فصل کے موقعہ پر شکر گذاری کے ہدیئے بڑے دلی جوش سے دیئے جاتے ہیں چنانچہ سال گذشتہ میں قریب اڑھائی ہزار روپیہ اس صورت پر جمع کیا گیا حالانکہ آٹھ سال پیشتر فقط قریب ساڑھے چار سو روپیہ دیا گیا تھا جا بجا یہ کوشش کیجاتی ہے کہ اپنے خرچ سے پکے گرجے تعمیر کیے جائیں۔ چنانچہ ڈیڑھ سو گرجوں کی عمارت کے

بنائے گئے ہیں جس میں مشن فنڈ سے بھی کچھ امداد ملی ہے۔ قریب ہر ایک جماعت کا اپنا تقدیس شدہ قبرستان ہے۔ علیٰ ہذا القیاس کئی ایک اور طرح سے بھی اندرونی ترقی ہو رہی ہے۔ مگر دوسری طرف بعض قابل افسوس امور بھی ہیں مثلاً سبت کی قدر و عزت بہت کم نظر آتی ہے۔ برادرانہ محبت کی روح عموماً مفقود ہے۔ ذات پات کے علاوہ اور ہر طرح کے جھگڑے اکثر ہوا کرتے ہیں۔ بہتوں کو ناجائز شادیوں کی وجہ سے کلیسیا سے خارج کرنا پڑتا ہے چنانچہ گذرے سال میں کم از کم ۴۴۱۱ آدمی اکثر اسی علت سے خارج کئے گئے۔ آخر میں بشپ صاحب سے استدعا کی گئی کہ کوئی دیسی اسسٹنٹ بشپ مقرر کیا جائے اور کہ ایک پنشن فنڈ ضعیف اور عمر رسیدہ کارندوں کے لیئے کھولا جائے۔

چھانگا مانگا کیمپ پر چند مشاہدات:۔ اس کیمپ کے حالات دوسرے رسالہ میں درج کئے گئے ہیں۔ مگر بعض امور بطور ضمیمہ کے مختصراً کچھ لکھنا ضرور معلوم ہوتا ہے۔ کیمپ کے لیئے اس مقام کو نہایت مناسب و موزوں موقعہ کہا گیا ہے۔ مگر گھنے جنگل کی دیواروں کے اندر ہوا ایسی بھاری اور مرطوب تھی کہ بعض حاضرین بخار میں بعض زکام میں مبتلا ہوگئے ایسے مقام پر خیموں میں شب بسر کرنا گویا ایسی بیماریوں کو دعوت دینا تھا۔ تعداد حاضرین کی اس سال پیشتر کی نسبت زیادہ تھی۔ شاید اس سے بھی قیاس کرنا تقاضائے محبت کو پورا کرنا ہوگا کہ عام مسیحی اس کیمپ کے فواید سے مستفیض ہونیکا شوق رکھتے ہیں۔ مگر چاہیے فقط چند خاص اشخاص ہیں جہاں تک اس کیمپ کا حلقہ محدود معلوم ہوتا ہے۔ کلیسیاؤں کے لحاظ سے چرچ آف انگلینڈ اور مشنوں سے کچھ پیچھے رہا ہوا معلوم ہوتا ہے کہتے ہیں کہ اس سال گذرے سال کی نسبت کلیسیا کے بزرگوں نے مجالس کی تقریروں میں زیادہ حصہ لیا بعض کے نزدیک ایسے کیمپ میں معمر بزرگوں کو بلانا اس کے اصلی مدعا کو زائل کرنا ہے مگر بزرگوں کی موجودگی نہ فقط برکت کا باعث ہے بلکہ جوانوں کے لیئے پختہ روحانی تجربوں کو حاصل کرنے کا اچھا موقعہ ہے۔ اور سنجیدگی قایم رکھنے کے لحاظ سے کلیسیا کے بزرگ ایسے کیمپوں کا نمک ہیں۔

ہم نے جو ماہ گذشتہ کے رسالہ میں اپنے مسیحیوں کو اپنے گرجوں کی عبادت پر طعن کیا تھا۔ اس پر ایک مشنری صاحب رقمطراز ہیں کہ کیا یہ مسیحی کی زبردستی نہیں ہے۔ بلا ریب اگر ہم سب کامل ہوتے تو ہمکو کسی خاص کوشش کی ضرورت نہ ہوتی مگر میرے خیال میں اکثر یہی پایا جاتا ہے کہ وہی لوگ جو گرجے کی عبادتوں میں زیادہ شریک ہوا کرتے ہیں ایسی خاص کانفرنسوں سے بھی زیادہ فایدہ اٹھاتے ہیں۔ ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ مگر ہمارا مدعا یہ تھا کہ ہمارے گرجوں کی عبادتیں تیار کرنے میں اسقدر وقت اور محنت نہیں کیجاتی اور نہ کلیسیا کو ابھارنے و شخصی طور پر زور دینے کی کوشش کیجاتی ہے جیسے کہ ان کانفرنسوں میں ہوا کرتی ہے۔ تاکہ بعض لوگ دنیاوی شور و غل سے علیحدہ ہو کر سلسلوں میں اپنے خداوند کیساتھ ملاقات کرنیکو چلے آتے ہیں گویا عموماً یہ حال نہیں ہے تاکہ سال بھر کی سرد زندگی کے بعد ان کانفرنسوں کو گرمی حاصل کرنیکا موقعہ سمجھا جاتا ہے اس کے سبب اگر ہر سال ایک شخص کی روحانیت کو بھی فایدہ حاصل ہو تو اس کا سالانہ تعداد لگایا نہ ہوگا جاراوے نہ بیاس میں کئی جلسے اگر ان کا عشر عشیر بھی پورا ہو سکے تو ہندوستان میں مسیح کا راج بہت جلد قایم ہو جائیگا۔

چھانگا مانگا میں سٹوڈنٹس کیمپ

از پادری آر۔ ایم پٹرسن صاحب گجرات

لاہور سے بذریعہ ریل دو گھنٹہ کا سفر طے کرکے ایک بڑا جنگل برلب نہر باری دوآب واقع ہے جسکے درمیان کچھ حصہ میدان کا محکمہ جنگلات کے بنگلہ کے لیئے وقف کیا گیا ہے۔ اس کوٹھی کے چاروں طرف سبزہ زار اور پھولوں کی کیاریاں نہایت صفائی سے بنائی گئی ہیں ینگ مین کرسچن اسوسی ایشن کی کونشن کے انعقاد کے لیئے یہ مقام نہایت موزون تھا اور شاید یہی وجہ ہے کہ اس سال اسقدر رونق نظر آتی تھی یعنی قریب اکیس بیس اشخاص اس موقعہ پر فراہم ہوئے اسسال ایک خاص بات قابل لحاظ یہ تھی کہ کئی ایک بزرگ سفید ریش ہم میں موجود تھے جنکے دل اور روح جوان تھے ہم نے ان کے پختہ تجربہ سے بہت کچھ حاصل کیا۔

کونشن کا آغاز پادری ڈاکٹر ایونگ صاحب نے ۱۹ اکتوبر بروز شنبہ صبح کے وقت دعا سے کیا صاحب موصوف مشرقی سمندروں کے سفر کے بعد حال ہی میں واپس تشریف لائے تھے اور حسب معمول سابق تندرست اور تر و تازہ نظر آتے تھے آپ نے دعا کی ضرورت پر زور دیا یعنی وہ ایسی طاقت ہے جو زندگی بلا کثرت سے زندگی کو کھینچ لاتی ہے (اس کنونشن میں یہی زندگی کا مضمون غور کے لیئے مقرر تھا) مثال کیطور پر آپ نے ملک جاپان کی سر نو تازگی کا بیان کیا کئی سال تک گرجے خالی پڑے تھے اور لوگ بے پرواہ تھے مگر کچھ عرصہ ہوا کہ مسیحیوں نے ملک تازگی بخش ایام کے لیئے بدل و جان دعا مانگنا شروع کیا دعا کی مجلسیں بڑی سرگرمی سے ہوا کرتی تھیں مگر کچھ نتیجہ نظر نہ آیا باوجود اس کے وہ زیادہ مستعد ہوکر دعا میں لگے رہے آخر متلاشی حق آنے لگے اور ان کی تعداد روز بروز بڑھتی گئی حتی کہ گرجے معمور ہوگئے اور ہزاروں کو انجیل پڑھنے کا شوق دامنگیر ہوا۔

صبح کی میٹنگ میدان میں بڑے بڑے درختوں کے سایہ کے نیچے منعقد ہوئی جسکے صدر مجلس پادری ورگرم صاحب تھے آپ نے بیان کیا کہ اس کونشن کے مقررہ مضمون کے تین پہلوؤں پر بالترتیب

روزانہ غور کیجاتی تھی یعنی اول روحانی زندگی کیونکر حاصل ہوتی ہے۔ دوئم اس زندگی کو پرورش اور ترقی کیونکر ہوتی ہے اور سوم یہ زندگی کیوں ملتی ہے۔ بعدازاں آپنے ان قوانین کا ذکر کیا جن کے تابع زندگی ہے اور فرمایا کہ عالم فطرت میں زندگی اس لگاؤ یا مطابقت کا نام ہے جو چاروں طرف کی اشیائے کیساتھ پائی جاتی ہے اور جہاں یہ تعلق نہیں وہاں موت ہے۔ مثلاً پتھر اپنے اردگرد کی اشیا کیساتھ کوئی مطابقت یا لگاؤ نہیں رکھتا اس لیئے وہ مردہ ہے پھر زندگی کا ایک یہ اصول ہے کہ جسقدر زیادہ تعلق گردونواح کی اشیاء کے ساتھ ہوگا اسیقدر زندگی کا اعلیٰ درجہ ہوگا۔ ہم نظام قدرت میں تین عالم پاتے ہیں یعنی نباتات جمادات اور حیوانات کسی ادنیٰ طبقہ کی شے میں یہ اندرونی طاقت نہیں کہ اپنے سے اعلیٰ درجہ کی زندگی میں شریک ہو سکے وہ خود بخود اوپر نہیں اٹھ سکتی۔ ہاں اعلیٰ درجہ کی زندگی میں یہ طاقت ہے کہ اپنا ہاتھ بڑھا کر ادنیٰ زندگی کو اوپر اٹھا سکے مثلاً درخت پتھر کو توڑ کر اس کے اجزا کو اپنے میں شامل کر سکتا ہے علی ہذالقیاس حیوان درخت کے پتے کو کھا کر اپنی زندگی میں شریک رکھتا ہے اس مثال سے ایک بات تو ظاہر ہے کہ پہلے مراحل وجہ پیشتر اس کے کہ پتھر درخت کا جزو بن جائے ضرور ہے کہ وہ مرے اور درخت کو بھی حیوان کی زندگی میں شامل ہونے کے لیئے موت لازمی ہے۔ روحانی زندگی کے حصول کیلئے بھی یہی قوانین ہیں[1]۔ مابعد کی تقریر کرنے والوں نے بار بار اس مثال کی طرف اشارہ کیا۔

جسمانی خوراک بھی ویسی ہی لطیف اور مختلف اقسام کی تھی جیسی کہ روح کے لیئے مہیا کی گئی تھی کھانیکا بندوبست برآمدہ میں کیا جاتا تھا اور محکمہ سرشتہ کا انتظام حسب دستور سابق قابل تعریف تھا۔ اکثر کھانے ہندوستانی وضع کے تھے مگر ایسے عمدہ کہ ہر ایک شخص انکو کھا سکتا تھا۔ اجلاس اور کھانوں کے اوقات کو بڑی خوبی سے ترتیب دیجاتی تھی عموماً اوقات کی تقسیم حسب ذیل تھی۔ دعائی مجلس چھوٹی حاضری۔ صبح کی میٹنگ۔ حاضری۔ بائبل کی تلاوت کے مجمع۔ بعد دوپہر کا ناشتہ۔ شام کی میٹنگ اور پھر کھانا۔ رات کے دس بجے چراغ کے گل کرنے کا وقت تھا کیونکہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ بات چیت کرنے کے لیئے نہیں بلکہ اپنے خدا کی ملاقات کی غرض سے جمع ہوئے تھے علی الصباح سب کے سب بیدار ہوتے تھے نوجوانوں کو بائبل

[1] اس دلچسپ تقریر کے مفصل نوٹ پادری وگرم صاحب نے مسیحی ناظرین کیلئے عطا کئے ہیں جن کو اس رسالہ کے صفحہ ۲۱ پر درج کیا جاتا ہے (ایڈیٹر)

کے مطالعہ کی مجلسوں میں حاضر ہونے کی ہدایت کیجاتی تھی جس سے بہتوں کو فایدہ ہوا۔

سنیچر کی شام کی میٹنگ بنگلہ کے گول کمرے مین منعقد ہوئی جس میں تین تقریر کرنے والوں نے اس بھاری مضمون پر زور دیا کہ روحانی زندگی کیونکر قبول کی جاتی اور کیونکر رد کی جاتی ہے سامعین نے ان تقریروں کو بڑی توجہ سے سُنا۔

اتوار کی صبح کی عبادت بزرگ ڈاکٹر چیرچی صاحب نے کرائی۔ کونوشن میں یہ موقعہ ان اوقات میں سے تھا جس کی بڑی زبردست تاثیر دلوں پر ہوئی۔ سب کو ان کی شانتی سب پر چھائی ہوئی معلوم ہوتی تھی اور سب سامعین گویا ہمہ تن گوش ہوکر دم بخود تھے "کیونکہ زندہ رہنا میرے لیئے مسیح ہے" یہ پولوس کا مقولہ یا مرکز یا ہدف تھا۔ اس مقولہ کو اختیار کرنے کی وجوہات یہ بیان کی گئیں۔ کوئی تعلیم مسیح کی تعلیم کے برابر نہیں کسی کی زندگی مسیح کی زندگی کی طرح نہیں اس کی موت جہان کے جذب کیلئے تھی یہ تقریر کونوشن میں قابل یادگار موقعہ تھا بہتوں نے اس تحریک کو غور سے سنا کہ مسیح کو اپنی زندگی کا ہدف اور مرکز بنانے کا وقت ہے جس بزرگ نے اس نصیحت کو پیش کیا وہ خود اس پر عمل کرنے کا زندہ نمونہ معلوم ہوتا تھا۔ دوپہر کے وقت ڈاکٹر ایونگ صاحب نے جزیرہ فلپائن اور جاپان کے مشاہدات کی نسبت ایک نہایت دلچسپ ایڈریس سُنایا فلپائن میں رومی کلیسیا کے پریسٹوں کی مطلق العنانی اور عوام کی جہالت کا حال سنکر ہمارے دلوں میں اپنی آزادی اور روشنی کیحالت کے لیے خدا کا شکر پیدا ہوا۔ اس جزیرہ میں جن مردوں کے لواحقین یا دوست ان کے قبرستان میں مدفون رہنے کے لیئے پریسٹوں کو روپیہ دینے کی توفیق نہیں رکھتے ان کی ہڈیاں اکھاڑ کر ایک ہڈی خانہ میں پھینک دیجاتی ہیں اور شادی کیلئے فیس ایسی بھاری مقرر کیجاتی ہے کہ عوام کو ناجائز رشتے قایم کرنے پڑتے ہیں۔ ان دستوروں کے جو کچھ نتایج ہیں۔ وہ بیان کے محتاج نہیں مگر اب وہاں نور چمکنے لگا ہے اور لوگ اس کی طرف شوق سے متوجہ ہوتے ہیں ہم نے شکر گذاری کے ساتھ سنا کہ دو بڑے بھاری نتایج پیدا ہوئے ہیں اول یہ کہ اس جزیرہ کو پانچ مشنوں نے خدمت کے لحاظ سے بالاتفاق تقسیم کر لیا ہے اور دوسرا یہ تجویز کیا گیا ہے کہ وہاں کی کلیسیا کو فلپائن کی انجیلی کلیسیا کا نام دیا جائے یہ عارضی انتظام فقط پانچ سال کے لیئے ہے مگر امید کیجاتی ہے کہ

اس سے اتحاد و اتفاق زیادہ قایم ہو جاینگا تو اتوار کی شام کو چند اصحاب خاص دعا کے لئے جمع ہو سکینگے یہ کونونشن کسی جوان کے لیے محض ایک تفریح کا موقع تھا بعض بھائیوں نے خدا کے سامنے سرنگوں ہو کر اس عرض کو پیش کیا اس سے سارے کونونشن کی کایا پلٹ گئی شام کے وقت جب ہم ملکر خداوند کی موت اور دکھ کی یادگاری میں شریک ہوئے تو نہایت تنگ کا سماں تھا۔

پیر کے روز اس مضمون پر غور کی گئی کہ زندگی کیونکر قایم رہ سکتی ہے اس بات پر زور دیا گیا کہ ہمیں ہر روز اپنے لیے مرنا اور اپنے آپ کو مردہ سمجھنا ضرور ہے ہم ہر صبح کو گویا اپنی قبر میں سے نئی زندگی کے لئے جی اٹھتے ہیں تقدیس یافتہ روح کا یہی ہدف ہے کہ وہ اپنے خداوند کے نقش قدم پر چلے شام کا مضمون جو ہمارے گرد نواح کی اشیا کے ساتھ مطابقت رکھنے کے لحاظ سے نہایت موزوں تھا پہلے زبور میں سے چنا گیا تھا اسکا بڑا گہرا اثر ہمارے دلوں پر ہوا۔ ہمارے لیے ضرور ہے کہ پانی کی نہروں کے کنارے پر لگائے جائیں نہ یہ کہ بہشتی ہر روز پانی کی مشک ہمارے اوپر ڈالدیا کرے بلکہ ضرور ہے کہ ہماری جڑیں پانی تک پہنچ جائیں پھر یہ کہ خدا ہمارا محکم قلعہ ہے اگر ہم اس میں پناہ گزیں ہوں تو جو تیر ہماری طرف چھوڑے جائیں وہ سب اس کو لگیں گے۔

منگل کا دن بڑی سنجیدگی کے ساتھ شروع ہوا کیونکہ اسکے خاتمہ پر ہمکو ایک دوسرے سے جدا ہونا تھا صبح کی میٹنگ دعا و مناجات میں صرف کی گئی دعا کی نسبت جو الفاظ کہے گئے وہ نہایت موزوں اور بامحل تھے بعض اصحاب نے دعا کی درخواستیں پیش کیں جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کے لئے ان برکات میں شریک ہونیکی تمنا کیجاتی تھی جو ہم سب کو حاصل ہو رہی تھیں چیرمین صاحب نے بیان کیا کہ اس کونونشن کے مضامین رومیوں کے خط میں موجود ہیں چنانچہ ابتدائی ابواب میں اس بات کا بیان ہے کہ زندگی کیونکر حاصل ہوتی ہے وسطی حصہ میں اس بات کا کہ یہ زندگی کس طور پر کثرت سے ملسکتی ہے اور آخر میں اس مضمون پر بحث ہے کہ یہ زندگی کیوں حاصل ہوتی ہے (خدمت کے لیئے) بعد ازاں ایک اور صاحب نے ان روحانی قوانین کا ذکر کیا جنکے مطابق مسیح ہم میں پایا جا سکتا ہے اس نے بیان کیا کہ ایک محمدی نے میرے پاس آکر اللہ اکبر یعنی خدائے عظیم ہونیکا دعوی کیا اور کہا کہ تم بھی مسیح بن جاؤ گے۔

یعنی تم مسیح کی پیروی کرتے ہو۔ پولس کو ور ملے تھے کہ مسیح اوروں میں صورت پکڑے۔ کیا ہمیں بھی اوروں کی خاطر یوں درد لگتے ہیں یہ دکھایا گیا کہ مسیح کی زندگی اپنے آپ کو خالی کرنے اور صلیب کی زندگی تھی ویسے ہی ہماری زندگی کو ہونا لازم ہے جیسا کہ دنیا نے اس وقت مسیح کو مار ڈالنے کی کوشش کی تھی اسی طرح وہ اب بھی مسیح کے قتل کے درپے ہے مگر جیسا وہ دنیا کی زندگی تھا ویسا ہی ہمیں بھی ہونا چاہیئے۔ آخری تقریر کنندہ نے مسیحی اتحاد کا بیان کیا۔ اُس نے دکھایا کہ خودی کسی نہ کسی صورت میں تمام نفاق کی جڑ ہے۔ اسی دیوار کو مسیح نے گرا دیا ہے۔ اور ہم سب فقط اسی میں ہو کر ایک دوسرے سے ملاپ رکھ سکتے ہیں۔ خدا کے تجسم کا فقط یہی مدعا تھا۔ مسیح کی محبت کا نمونہ ہمارے پیش کیا گیا تو وہ ایک دریا کی مثال ہے جو ہمارے گناہوں اور ناپاکی کو اپنے میں چھپا کر ہم سے دور لے جاتا ہے اور کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیتا اور نہ اسکا چرچا کرتا ہے۔ ہمیں بھی اسی طرح محبت کرنا ضرور ہے اور جبھی ہم میں اتفاق ہوگا اور ہماری زندگی کا بڑا بھاری مقصد دنیا پر منکشف ہو جائیگا اور ہم مسیح کو اوروں پر ظاہر کرنے والے ہونگے۔

اسوسی ایشن کے کاروبار کے متعلق اجلاس نہایت خوبی کے ساتھ سرانجام دیا گیا۔ ہر ایک سوال کا جواب نہایت صفائی کے ساتھ دیا جاتا تھا۔ بعد ازاں جنرل سکرٹری صاحب نے بڑے زور سے پیش کیا کہ ہندوستان کی نیشنل کونوشن کے لیے جو کرسمس کے ہفتہ میں موٹ صاحب کے دوسرے ہندوستانی دورہ کے متعلق الہ آباد میں منعقد ہونے والی ہے دعا کیجائے ہم پنجاب میں رہنے والے جو اس پہلے دورہ کی نسبت واقف ہیں کہ کس قدر برکت اس سے حاصل ہوئی چاہئے کہ وہ اس آئندہ کونوشن کے لیے شکرگذاری کے ساتھ دعائیں لگے رہیں۔

الوداعی مجلس ایسی موثر تھی کہ کوئی اس کو بھول نہیں سکتا۔ مختلف تقریر کنندوں نے چار بیتوں کا ذکر کیا جن میں سے ایک کے بغیر بھی ترقی ناممکن ہے۔ ایک ان میں سے صبح کے وقت یاد ہو ہے (اس کے بعد ہر ایک اسوسی ایشن کو اسی مضمون کا ایک ایک انگریزی رسالہ تقسیم کیا گیا)۔ کلام اللہ کی تلاوت ایک دوسرا پیتہ ہے۔ کونوشن کے اختتام پر بزرگ مشنری پادری ٹمین صاحب نے

ایک نہایت باموقعہ تقریر کی۔ آپ نے بڑے دلی جوش کے ساتھ ان ایام کا ذکر کیا جب تیس سال کا عرصہ گذرا آپ پنجاب میں تشریف لائے تھے امرت سر میں صرف دو نومریدمسیحی تھے۔ لاہور اور ملتان میں ایک بھی نہ تھا۔ بنوں اور سرحدی مشن کے سٹیشن ندارد تھے کسی مسیحی کی صورت دیکھنے کے لیے میلوں سفر کرنا پڑتا تھا۔ پولس رسول کے الفاظ جو تھسلنیکیوں کے دوسرے باب اور ۱۳ آیت میں مندرج ہیں کیسے حسب موقعہ ہیں کہ "تمہارے بارے میں اے بھائیو خداوند کے پیارو ہر وقت خدا کا شکر کرنا ہم پر فرض ہے"۔ تم بھائی ہو نہ کہ فرزند کیونکہ تم ہمارے وارث نہیں ہو بلکہ ہم سب ملکر مسیح کے ساتھ وارث ہیں۔ آپ نے بڑی محبت کے ساتھ اس امر کا بیان کیا کہ خدا نے ہمکو کیوں چن لیا۔ ایسے شخص کے یہ محبت بھرے الفاظ جس نے اپنے خداوند کی خدمت میں اپنی زندگی صرف کردی سامعین کے دلوں کو اپنی زبردست تاثیر سے گداز کر رہے تھے۔

آخر کانفرنس برخاست ہوئی بعض اصحاب جو زیادہ عرصہ تک ٹھیر نہ سکتے تھے وقتاً فوقتاً روانہ ہوتے رہے۔ باقی لوگ کونوشن کے خاتمہ پر ملکر رستہ میں اور ریل کے اسٹیشن پر خدا کی حمد و ثنا کے گیت گاتے ہوئے رخصت ہوئے۔ ہماری درخواست ہے کہ خاص طور پر اس تازگی بخش موقعہ کے لیے دعا کیجاے کہ خدا اس کی تاثیر کو قایم رکھے تاکہ یہ اس شیشہ گھر کی طرح نہ ہو جس میں مصنوعی طور پر پھولوں کی زندگی کو قائیم رکھا جاتا ہے۔ بلکہ خدا کے پہاڑوں کی مانند ہو جہاں صاف ہوا تازگی اور زندگی بخشتی ہے۔ ہم میں سے اکثروں نے محسوس کیا کہ خداوند خود ہم کو فرما رہا ہے کہ اٹھو یہاں سے چلیں۔

جو شخص خود کام نہیں کرتا بلکہ اوروں سے بھیک مانگتا پھرتا ہے۔ وہ روٹی پانے کا مستحق نہیں اسی طرح جو شخص اوروں سے درخواست کرتا ہے کہ میرے لیے دعا کرو اور خود دعا نہیں مانگتا کبھی برکت حاصل نہیں کریگا۔

زندگی خدا کی بخشش ہے

(ذیل کی تحریر اس مضمون کا خاکہ ہے جو پادری وگرم صاحب نے چھانگا مانگا کیمپ کی پہلی میٹنگ میں غور کے لیے پیش کیا۔)

میں اس لیے آیا کہ وہ زندگی پائیں اور کثرت سے پائیں۔ یوحنا ۱۰ باب ۱۰ آیت

یہ مضمون ہر طرح سے غور کے لائق ہے۔ کیونکہ درحقیقت زندگی سب سے اعلیٰ نعمت ہے جو انسان کو حاصل ہو سکتی ہے۔ ہر ایک کے دل میں طبعی طور پر زندگی کی محبت موجود ہے اور ہر ایک آدمی طبعی طور پر موت سے نفرت کرتا ہے۔ یہ نفرت اور یہ محبت خود خدا نے انسان کے اندر رکھدی ہے۔ وہ قدیم محاورہ جو ہم کتاب مقدس میں بار بار پڑھتے ہیں کہ "اے بادشاہ تا ابد جیتا رہ" محض خوشامد کے الفاظ نہیں ہیں۔ بلکہ اپنی خداداد زندگی کی محبت کا اظہار ہیں۔ اب اگر کسی شخص سے پوچھا جائے کہ تم کیا بننا پسند کرو گے پتھر یا درخت۔ درخت یا چڑیا۔ چڑیا یا انسان تو وہ ہمیشہ اول کی نسبت دوسری چیز کو پسند کریگا۔ اور یہ اس لیئے کہ وہ زیادہ زندگی رکھنا چاہتا ہے۔ ہم یہاں اسی غرض سے جمع ہوئے ہیں کہ اس مضمون پر غور کریں کہ سب سے زیادہ زندگی کیونکر حاصل ہو سکتی ہے۔ ہماری سند کی آیت میں مندرج ہے کہ مسیح اس لیئے اس دنیا میں آیا ہے کہ ہم نہ فقط زندگی پائیں بلکہ کثرت سے پائیں۔ چاہیئے کہ ہماری دعا ہو کہ اے خدا ہم میں زندگی کی خواہش بڑھا۔ ہمکو زندگی بخش۔ ہمکو کثرت سے زندگی عطا کر۔

کیا آپ نے کبھی سوچا کہ زندگی کیا چیز ہے۔ اگر ہم اس کی تعریف کرنے کی کوشش کریں تو شاید ہم اس کی نسبت کچھ نہ کچھ سمجھ سکیں گے۔ مگر یہ آسان بات نہیں ہے۔ اب غور کیجئے کہ انسان اور درخت میں کونسی بات مشترک ہے۔ انسان چل پھر سکتا ہے۔ اس کے حواس ہیں وہ ذی عقل شے ہے۔ مگر درخت میں یہ صفات پائی نہیں جاتیں باوجود اس کے وہ دونوں زندہ ہیں سائنس کے بڑے بڑے عالم کہا کرتے ہیں کہ جب کوئی چیز اپنے اندر ایک ایسی طاقت رکھتی ہے جس کے

ذریعہ سے وہ اردگرد کی چیزوں سے تعلق رکھ سکتی ہے تو اس چیز میں زندگی ہے۔ مثلاً۔ پتھر اپنے چاروں طرف کی اشیاء کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا اس لیئے وہ مردہ ہے۔ پھر درخت اپنی جڑوں کو زمین کے اندر لیجاتا اور وہاں سے اپنی خوراک کو کھینچ لیتا ہے۔ وہ اپنے پتوں کے ذریعہ ہوا میں سانس لیتا ہے اس لیئے درخت میں کچھ زندگی موجود ہے۔ مگر یہ زندگی محدود ہے۔ درخت اپنے کاٹنے والے کو نہیں دیکھ سکتا۔ اور اگر دیکھ بھی سکے تو اس کا تعاقب نہیں کر سکتا۔ پھر ایک چڑیا کو دیکھو۔ اس کا گھونسلا درخت پر بنا ہے اس کے تعلقات اردگرد کی چیزوں کے ساتھ بہت زیادہ ہیں وہ اِدھر اُدھر اُڑ سکتی اور معلوم کر سکتی ہے کہ پہاڑ کی دوسری جانب کیا ہے۔ وغیرہ۔ اس لیئے اس میں درخت سے بھی زیادہ زندگی موجود ہے۔ آخر الامر انسان پر غور کیجیے۔ اس کے تعلقات چاروں طرف کیسے وسیع ہیں۔ وہ اپنے علم کے زور سے ستاروں تک پہنچ جاتا ہے۔ ہم ان کے فاصلے دریافت کر سکتے اور ان کے اجزا کو معلوم کر لیتے ہیں۔ اس لیئے خدا کا شکر کرو کہ تم انسان ہو۔ تمہارا تعلق بہ نسبت حیوانات اور نباتات کے زیادہ وسیع ہے۔ اسی وجہ سے تم میں سب سے زیادہ زندگی ہے۔

باوجود اس کے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا تم میں پوری زندگی ہے۔ جہاں تک ہم اپنے چاروں طرف کی اشیاء کے ساتھ تعلق نہیں رکھتے اسی درجہ تک ہم میں موت موجود ہے۔ مثلاً درخت دیکھ نہیں سکتا تو حرکت نہیں کر سکتا۔ اس لحاظ سے وہ مردہ ہے۔ چڑیا سائنس اور علم تواریخ اور طب کی نسبت کچھ نہیں سمجھ سکتی۔ وہ اس بے علمی کے لحاظ سے مردہ ہے۔ کیا انسان کا بھی کوئی مردہ حصہ ہو سکتا ہے۔ میں نے ایک شہر کے لوگوں کا حال پڑھا ہے جو بڑے دانا اور مالدار اور خوشحال تھے مگر باوجود اس کے مردہ تھے (دیکھو مکاشفہ ۳ : ۲) اسی طرح پولس رومیوں کے خط کے ۸۔ باب کی ۶ آیت میں فرماتا ہے کہ "جسمانی نیت موت ہے مگر روحانی نیت زندگی اور اطمینان ہے"۔ اور پھر افسیوں کے خط کے دوسرے باب کی پہلی آیت میں لکھا ہے کہ "اس نے تمہیں بھی زندہ کیا جو اپنے قصوروں اور گناہوں کے سبب مردہ تھے"۔ یہ موت اور مردہ ہونا کوئی ذہنی محاورہ نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ہم سائنس سے دریافت کرتے تو وہ ہم سے کہیگا کہ اگر کوئی آدمی روحانی عالم سے تعلق نہیں رکھتا تو وہ بلحاظ روحانی

حالت میں مردہ ہے۔ حاصل کلام انسان ہر چند زندہ اور زندگی کے تعلقات میں دلچسپی رکھنے والا ہے اس کے حق میں نہ فقط یہ درست ہے کہ گناہ کی مزدوری موت ہے جو شاید آئندہ سزا کی طرف اشارہ ہے، بلکہ اس وقت بھی اگر وہ روحانی عالم کے ساتھ حقیقی تعلق نہیں رکھتا یعنی خدا کے ساتھ اس کی رفاقت نہیں تو وہ مردہ ہے "ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ کو جانیں"۔ اس لئے اگر میں اس کو نہیں جانتا تو میں زندہ نہیں ہوں۔

اس لئے اس کیمپ کے حاضرین کے لئے اول سوال یہ ہے کہ کیا مجھے ہمیشہ کی زندگی ملی ہے اور اگر نہیں تو وہ مجھے کیونکر مل سکتی ہے۔ پہلے ہم اول سوال کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ کیا مجھے ہمیشہ کی زندگی ملی ہے کیا میں فی الحقیقت خدا کو جانتا ہوں۔ کوئی پوچھے گا کہ اس کی کیا پہچان ہے دیکھو ا یوحنا ۲ باب ۳ و ۴ آیات۔ اگر ہم اس کے حکموں پر عمل کرینگے تو اس سے ہمیں معلوم ہوگا کہ ہم اسے جان گئے ہیں۔ جو کوئی یہ کہے کہ میں اسے جان گیا ہوں اور اس کے حکموں پر عمل نہ کرے وہ جھوٹا ہے اور اس میں سچائی نہیں"۔ یعنی اگر ہم خدا کے حکموں پر عمل کریں تو ہم فی الحقیقت خدا کو جانتے ہیں اور اگر ہم اس کو جانتے ہیں تو اس کی نجات کی طاقت کو بھی جانتے ہیں اور اس کو کام میں لاتے ہیں یہی حقیقی زندگی کے نشان ہیں۔ کیا وہ مجھ میں موجود ہیں یا میں یہ کہا کرتا ہوں کہ ہائے میں کیسا کمبخت آدمی ہوں۔ اس موت کے جسم سے مجھے کون چھڑائیگا۔

اب دوسرا سوال غور طلب یہ ہے کہ میں ہمیشہ کی زندگی کیونکر حاصل کرسکتا ہوں۔ کیا کوئی مردہ شے خود بخود زندہ ہوسکتی ہے۔ اس کو تو یہ بھی معلوم نہیں کہ زندگی بھی کوئی چیز ہوا کرتی ہے۔ مثلاً پتھر کہہ سکتا ہے کہ میں نہیں مانتا کہ درخت میں زندگی ہے۔ سورج کے طلوع وغروب سے گرمی اور سردی کا اثر مجھ پر ضرور ہوتا ہے مگر میں کسی اندرونی طاقت کا قائل نہیں ہوں۔ علی ہذا القیاس درخت کہہ سکتا ہے کہ میں چڑیا کی زندگی کو نہیں مانتا۔ بصارت کس کو کہتے ہیں۔ تبدیل مقام کی نسبت میں یہی جانتا ہوں کہ جہاں میں قائم ہوں وہی جگہ دنیا میں ہے اور کوئی جگہ ہے ہی نہیں۔ اسی طرح بعض آدمی ہیں جو روحانی زندگی کی نسبت یقین نہیں کرتے۔

وہ نہیں مانتے کہ خدا کے ساتھ رفاقت بھی ہوا کرتی ہے۔ مگر سب کا یہی حال نہیں ہے۔ بعض اُس زندگی کو رکھتے ہیں جس سے یہ سوال دل میں پیدا ہوتا ہے کہ مجھے بھی وہ کیونکر دستیاب ہوسکتی ہے۔ کیا قدرتی انسان روحانی بن سکتا ہے۔ اس کا یہی جواب ہے کہ ہر ایک شئے فقط اپنی نوع میں سے پیدا ہوسکتی ہے۔ یعنی درخت سے درخت اور چڑیا سے چڑیا اور گھوڑے سے گھوڑا۔ وغیرہ۔ اس جواب سے بظاہر مایوسی پیدا ہوتی ہے۔ اسی تفریق کے لحاظ سے دنیا پر مختلف عالم ہیں۔ یعنی پتھر معدنیات میں سے ہے۔ درخت نباتات میں ہے بھیڑ حیوانات میں ہے اور آدمی انسان کی نوع میں ہے۔ اور ایک طبقہ کی شئے اپنی کسی کوشش سے اپنے سے اعلیٰ طبقہ میں شامل نہیں ہوسکتی۔ مثلاً پتھر کبھی درخت نہیں بن سکتا اور بھیڑ کبھی انسان نہیں ہوسکتی۔ بعینہ اسی طرح جسم اور خون کا عالم روحانی عالم سے بالکل مختلف ہے۔ اور خواہ کیسی ہی کوشش کیوں نکرو تم ایک عالم سے دوسرے میں خود بخود نہیں اٹھ سکتے۔ مگر کیا ایک طبقہ سے دوسرے میں چڑھنا بالکل ناممکن ہے۔ ذرا اوپر کی مثال پر غور کرو۔ پتھر درخت کی زندگی تک اوپر نہیں جاسکتا مگر کیا یہ بھی ناممکن ہے کہ درخت اپنی جڑ پتھر تک پہنچا کر اسکو توڑ ڈالے اور اُس کے اجزا کو اپنے تنے اور شاخوں اور پتوں میں چڑھا لیجائے۔ اب وہ پتھر مردہ پتھر نہیں رہا۔ بلکہ زندہ درخت کا جزو ہوگیا ہے۔ بعینہٖ یہی حال درخت اور حیوانات کی زندگی کا ہے۔ درخت کے پتے خود بخود اپنے سے اعلیٰ عالم میں نہیں چڑھ سکتے۔ لیکن اگر بکری پتوں کو کھا جائے تو وہ اس کے جسم کا حصہ بن سکتے ہیں اسی طرح انسان بکری کو کھا کر اس کو اپنے بدن کا جزو بنا سکتا ہے۔ ورنہ کسی حیوان کا اپنی کوشش سے انسان کے درجہ تک سرفراز ہونا ناممکن ہے۔

ان مثالوں سے ہم دو قوانین اخذ کرتے ہیں۔ اول یہ کہ ادنیٰ زندگی جب اعلیٰ زندگی میں شامل ہوسکتی ہے جب اعلیٰ زندگی گویا ہاتھ بڑھا کر اس ادنیٰ زندگی کو پکڑے اور اپنے میں شامل کرے۔ چنانچہ درخت پتھر کو اٹھاتا۔ بکری درخت کا پتا کھا کر اس کو اپنا جزو بنا لیتی۔ انسان بکری کو کھا کر اس کو اپنے میں شامل کر لیتا ہے۔ دوسرا قانون یہ ہے کہ پیشتر اس کے کہ ادنیٰ

ات کی چیز اعلیٰ ذات میں شامل ہو جائے تو اسے ادنیٰ ذات کے اعتبار سے مرنا ہی چاہئے یہ ناممکن ہے کہ پتھر پتھر ہی رہے اور درخت کا جزو بن جائے۔ اسی طرح ضرور ہے کہ پتے کو چبا کر پیا جائے پیشتر اس کے کہ وہ کسی حیوان کے جسم کا حصّہ بنے۔ ہر ایک مثال میں ادنیٰ شے موت کے وسیلہ اعلیٰ زندگی میں شامل ہوئی ہے۔ فی الحال اول قانون پر زور دیا جائیگا۔ جیسا نیچی اشیاء کا حال ہے بعینہٖ اسی طرح روحانی عالم میں بھی یہی قانون ہے کہ تم خود بخود اعلیٰ زندگی کو حاصل نہیں کر سکتے لیکن اگر اوپر سے کوئی ہاتھ بڑھایا جائے جو تم کو اٹھالے تو جو کام انسان کے نزدیک ناممکن ہے خدا کے نزدیک ممکن بلکہ آسان ہو جاتا ہے۔

اب ذرا یوحنا ۳ : ۳ کا ملاحظہ کرو۔ نئے ترجمہ کے حاشیہ کے مطابق یہ آیت یوں ہے کہ جب تک کوئی اوپر کی طرف سے پیدا نہ ہو" گویا اعلیٰ زندگی اپنا ہاتھ بڑھا کر ادنیٰ کو اٹھالیتی ، ہے اپنے میں شامل کر لیتی ہے یا جیسا ۲ پطرس ۱ : ۴ میں لکھا ہے "ذات الٰہی میں شریک کرتا" بھائیو کیا آپ نے سمجھ لیا کہ تم میں سے ہر ایک کے لیئے خدا کا یہی منشا ہے۔ تم روحانی زندگی حاصل کرنی چاہتے ہو۔ کیوں ؟ کیا اس لیئے کہ روحانی زندگی سے مراد معافی اور دوزخ سے چھٹکارا ہے۔ ہاں یہ بھی ہے مگر اس سے بہت بڑھکر بھی ہے۔ اس کا مطلب پورا اطمینان پاکیزگی اور فتح ہے۔ مگر اس سے بڑھکر کچھ اور بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ خدا اپنا ہاتھ اوپر سے بڑھا کر تمکو پرانی دُنیا میں سے اٹھالیتا اور ایک نئی دنیا میں بٹھاتا ہے۔ وہ تم کو اپنی ذات میں شریک کر لیتا اور اس طور پر تمکو ہمیشہ کی زندگی بخش دیتا ہے۔ خدا کی بخشش ہمارے خداوند یسوع مسیح کے وسیلہ ہمیشہ کی زندگی ہے۔ کیا یہ بخشش تمکو حاصل ہوئی ہے۔ کیا تم اسی وقت اس کو حاصل کرنا چاہتے ہو۔ شاید کوئی دل میں کہیگا کہ میں نہیں مانتا کہ یہ ایسی آسان بات ہے۔ ضرور ہے کہ پہلے اس کو حاصل کرنے کے لیئے تیاری کروں۔ خدا میری موجودہ حالت میں مجھکو قبول نہ کریگا۔ مگر نظام قدرت سے ایک سبق سیکھو کہ تم خود بخود تیاری نہیں کر سکتے ہو۔ اور خدا تمکو یہ انعام ابھی دینا چاہتا ہے۔ ہماری سند کی آیت میں کیا لکھا ہے۔ میں اس لیئے آیا کہ وہ زندگی پائیں۔ ۱۰ : ۱۰ اسی

مقصد سے آیا ہے۔ اس لیئے اب یہ سوال بے فایدہ ہے کہ کیا خدا کوئی ہاتھ نیچے کو بڑھائیگا۔ اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا ہے۔ یسوع مسیح جو حق انسان اور حق خدا ہے وہ خدا کا ہاتھ ہے جو اوپر سے پھیلایا گیا ہے تاکہ تمکو اٹھا کر نئی زندگی میں شامل کرے۔ اور تاکہ تم الٰہی ذات کے حصّہ دار بن جاؤ۔ مگر کیا وہ آرزومند اور مشتاق ہے کہ تم کو اوپر اٹھائے۔ ہاں اُس نے آسمان کو اسی واسطے چھوڑا اور اپنی مرضی کو ظاہر کر دیا۔ اب وہ نہایت اشتیاق رکھتا ہے کہ تم کو زندگی بلکہ کثرت سے زندگی بخشے وہ کہتا ہے آؤ اور اس کی روح کہتی ہے آؤ اور ہم جنہوں نے اسکا مزا چکھا ہے کہتے ہیں آؤ آب حیات مفت پی لو۔

کونسی شے تمکو روکتی ہے۔ کیا تم دوسری شرط سے ڈرتے ہو کہ تمکو زندگی حاصل کرنے سے پیشتر مرنا پڑیگا۔ خدا ہمیشہ کی زندگی پیش کرتا ہے۔ تمہیں فقط شکرگذاری کے ساتھ اُسکو قبول کر لینا ہے۔ مگر تمہیں خوف ہے کہ تمہیں پرانی زندگی کی نسبت مرنا پڑیگا۔ ہاں بے شک یہ مشکل ہے اگرچہ یہ موت کچھ حاصل کرنے کی عوض سے ہے تو بھی مشکل ضرور ہے۔ مگر جو کچھ تمہارے نزدیک ناممکن ہے خدا کے نزدیک ممکن ہے۔ وہ تمہیں ہر طرح کی طاقت دینے کو تیار ہے۔ اُسی کی مدد سے خدا کی اس بخشش کو لے لو۔

خدا کے تخت کے گرد دھنک ہے۔ ہم سب کو خدا کی مسند عدالت کے سامنے کھڑا ہونا پڑیگا۔ اگر ہم اپنی طرف دیکھیں تو ہمیں سراسر ناامیدی حاصل ہوگی۔ مگر آسمان کی طرف نگاہ کرنے سے ایک دھنک خدا کے تخت کے اوپر نظر آئےگی۔ اس سے خدا کی محبت ہمیں یاد دلائی جاتی ہے کہ اگرچہ ہم نالایق ہیں مگر اس کے بیٹے یسوع مسیح میں ہو کر ہم مقبول ہیں۔ خدا کثرت سے رحیم اور مہربان ہے یہی وجہ ہے کہ اس کی کمان میں جو حقیقت میں غضب کا ایک نشان ہونا چاہیئے کوئی ڈوری نہیں۔ اب وہ تخت کے اوپر اسی طرح لٹکائی ہوئی ہے جیسے قدیم زمانہ کے ہتھیار بطور یادگار دیواروں پر آویزاں کیئے جاتے ہیں۔ پھر اس کمان میں کوئی تیر کا نشان نہیں جس سے ظاہر ہے کہ ہمارے نجات دہندہ نے خدا کے غضب کو فرو کر کے موت اور گناہ کی ڈنک توڑ ڈالا ہے اور گویا خدا کی عدالت کا بازو گرا دیا ہے اور یہ کمان تخت کے گرد ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ خدا کا رحم اس کی عدالت پر غالب ہے۔ اور اگرچہ وہ اپنی صفات میں کامل ہے مگر اس کی محبت اور شفقت سب صفات سے افضل ہے۔ (المربی)

ہر بُرائی میں بھلائی دیکھی

"وہ بجلی مینہ کے لئے بناتا ہے" زبور ۱۳۵: ۷

بیشک خصوصاً زبور کی کتاب میں جابجا ایسے فقرے اور محاورے پائے جاتے ہیں جو بادی النظر میں بےمعنے معلوم ہوتے ہیں۔ عنوان کی آیت "وہ بجلی مینہ کے لئے بناتا ہے" کے بار بار پڑھنے سے بھی اس کی اندرونی خوبصورتی سمجھ میں نہیں آتی۔ "وہ بجلی مینہ کے لئے بناتا ہے" اس کے کیا معنی؟ خدا بجلی کو بناتا ہے یہ تو صاف ہے۔ لیکن وہ بناتا کیوں ہے؟ اگر ہم یونان اور روما کے فیلسوفوں سے بجلی کی بابت دریافت کریں تو وہ یوں بتلاتے ہیں کہ یہ مشتری کا ایک آلہ جنگ ہے جسے وہ اپنے دشمنوں پر فتح پاتا ہے۔ ہند کے رشیوں کا بھی کچھ ایسا ہی خیال تھا۔ وہ بجلی کو آسمان کے دیوتا اندرا کی محدود حفاظتی کا ہتھیار قرار دیتے ہیں۔ جائے غور ہے کہ دراں حالیکہ یونان۔ روما اور ہند کے فیلسوف بجلی کی اصلیت کے بارہ میں بالکل تاریکی میں تھے۔ اسرائیل کا گڈریا بادشاہ جو خدا کی روح سے ملہم ہوکر اس کی حمد و نعت کے گیت گاتا تھا بخوبی جانتا تھا کہ بجلی کے پیدا کرنے کا خاص مدعا کیا ہے۔

بےدین لوگ کہتے ہیں کہ خدا کی کتاب سائنس کے خلاف۔ عقل کے متضاد اور پُرانی ہے۔ یہ وقت سے پیچھے ہوگئی اور حال کے زمانہ کے لائق نہیں رہی۔ لیکن حق تو یہ ہے کہ خدا کی کتاب انسانی عقل سے ہمیشہ برتر اور آگے ہی رہتی اور ہمارے بڑے بڑے فاضل فیلسوفوں کی علمی دریافتیں اس سے بہت ہی پیچھے ہیں۔ اس واقعہ کی ایک عمدہ مثال اسی آیت میں پائی جاتی ہے۔ یہی الفاظ جو ملحد فیلسوفوں کے نزدیک ان کی جہالت بھری دانائی کے رو سے بےمعنے ہیں۔ بڑے گہرے علمی اصولوں سے پُر ہیں۔ یہ دریافت ابھی ابھی تھوڑے ہی عرصے سے ہوئی ہے۔ پر ہزاروں برس گذرتے ہیں کہ راقم مضمون اس سے بخوبی واقف تھا۔ ہاں یہ پرانی کتاب ہمیشہ ہراول ہی میں رہتی۔ وہ رہیگی بھی۔ اور اس کی الہٰی خاصیت کا یہ عجیب ثبوت ہے۔

یہاں ہم ان طریق کا جن سے مینہ آسمانوں پر بنتا مفصل بیان نہیں لکھ سکتے۔ اتنا لکھنا ہی کافی ہوگا کہ سب سے عمدہ اور سرسبز کرنے والا اور بکثرت مینہ بجلی کے سبب ہوتا ہے۔ بڑے بڑے مستند اور یادگار زمانہ سائنس دانوں نے

تھوڑے ہی دنوں سے یہ امر دریافت کیا ہے کہ مینہ کی پیداوار میں خاص کارندہ قوت کہربائی ہے۔ اور فضا کی کیمیائی خاصیتوں کی یوں صورت بدلنے کے لئے کہ جس سے بادل اپنے قیمتی شمولات کو زمین پر پھینکیں بجلی اشد ضروری ہے۔ یہ امر کچھ عجیب سا معلوم دیتا ہے کہ پانی کی پیداوار کے لئے بجلی درکار ہو کیونکہ ایک عنصر دوسرے کے بالکل متضاد دکھائی دیتا ہے۔ ڈاکٹر کے اس آیت کا یوں ترجمہ کرتے ہیں کہ "وہ بجلی کو مینہ کی خدمت کے لئے یا مینہ کے ساتھ ساتھ رہنے کو بناتا ہے"۔ اور اس واقعہ کی نسبت یوں تحریر فرماتے ہیں کہ "فطرت (نیچر) کے کارخانہ کیمیاگری میں یہ ایک عجیب بندوبست ہے"۔ پھر آپ ایک مستند سائنسدان کی یہ رائے بھی نقل کرتے ہیں کہ "بخاری قطروں کی کہربائی کشش میں تبدیلی قائم ہونے سے بارش ہوتی ہے۔ تجربہ سے یہ بھی دریافت کیا گیا ہے کہ گرجتے بادلوں سے جو بارش ہو وہ زیادہ سرسبزی بخش ہوتی ہے کیونکہ اور بارشوں کی نسبت اس میں اموینا زیادہ ہوتا ہے۔ اس اموینا کا فائدہ یہ ہے کہ کہربائی کشش فضا کے نائیٹرجن کو بخارات کے کچھ حصہ ہیڈروجن سے ملادیتی ہے"۔

ڈاکٹر بروز اپنی کتاب رہنمائے علوم جدید میں اس سوال کا کہ بجلی چمکنے کے بعد عموماً بارش کیوں ہوتی ہے یوں جواب دیتے ہیں۔ "اس لئے کہ یہ ہوا کی طبعی حالت میں ایسی تبدیلی پیدا کردیتی ہے کہ وہ پہلے جتنا پانی اپنے میں رکھ سکتی تھی پھر اتنا رکھ نہیں سکتی اور یوں اپنے پانی کا کچھ حصہ موسلادھار مینہ کی صورت میں اپنے سے مندفع کرتی ہے"۔

اس امر کے ثبوت کے لئے کہ خدا بجلی مینہ کے لئے بناتا ہے" اور کثرت سرسبزی بخش وہی مینہ ہوتا ہے جو بیاہ گرجتے بادلوں سے گرے۔ یہ علمی ثبوت ہی کافی ہوگا۔

ہوا کی اس کہربائی کے ذریعہ جو ایک بادل سے دوسرے بادل تک زندہ آگ کے روشن شعلے میں چمکتی ہے زمین کو اور بھی بڑے بڑے فائدے پہنچتے ہیں اور اس میں سے ایک یہ ہے کہ بجلی فضا کی ہوا کو جو زہریلے عنصر سے بھری ہو بالکل صاف کردیتی ہے کچھ عرصہ گذرتا ہے کہ سینٹ پٹیرزبرگ دارالخلافہ روس میں ہیضہ کا بازار خوب گرم تھا۔ ڈاکٹر بھی ہمت کی کمریں توڑ بیٹھے تھے۔ شہر کی بڑی صفائی کی گئی۔ اور ہر ایک طرح کی احتیاط بھی پیش نظر رکھی گئی پر کچھ نہ بن پڑا۔ ایک رات بڑے جوش وخروش سے بجلی اور کڑک کا طوفان آیا۔ صبح کو ہیضے کا کہیں نام ونشان بھی نہ تھا اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہیضہ ہمیشہ ہوا کے بگڑ جانے سے ہوتا ہے۔

پس اس خوفناک بیماری کے دور کرنے کا سب سے بہتر علاج بجلی کی چمک ہی ہوا۔

ان علمی صداقتوں کے علاوہ یہ آیت اخلاقی تعلیم سے بھی بھری ہے۔

یہی بجلی جسے خدا نے انسان کے لیے برکت والی بنایا ہے بڑی خوف دلانے والی اور دہشت انگیز ہے اور ہمارا یہ ڈرنا بے وجہ نہیں ۔

اوّل یہ خوف دلانے والی ہے۔ آسمان پر جب یہ کوندتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا موت کے فرشتے کے ہاتھ میں وہ دو دھاری چمکیلی تلوار ہے۔ بے دین فیلسوف بھی بجلی کی چمک کو ایسا ہی جانتے تھے ان کے خیال میں یہ ایک سخت لڑائی کا آلہ تھا جسے آسمانی معبود کام لیتے تھے۔ بےشک ہم سب کو یہ خوفناک معلوم دیتی اور ہمارے دلوں میں ڈر پیدا کرتی ہے ۔

دوم۔ یہی عنصر جو کہ بارش کا باعث ہوا سبب ہے اکثر بڑا خطرناک ہوتا ہے خصوصاً اگر وہ ہماری زمین کے بہت نزدیک آجائے۔ اسی ڈر سے خشکی اور تری پر بجلی سے محفوظ رکھنے والے تار لگائے جاتے ہیں ۔

سوم۔ علاوہ ازیں۔ یہ بڑی تباہی خیز ہے۔ جو کوئی مادی چیز اس کے مقابلے میں آجائے یہ یا تو اسے پھاڑ ڈالتی یا اسے جلا دیتی ہے سوائے ان چیزوں کے جو بجلی سے محفوظ رکھنے والی ہوں اور کہربا کو زمین میں پہنچا دیں لوگوں کے جان اور مال کی اس کو کچھ بھی پرواہ نہیں ۔

چہارم۔ بجلی سے نیٹرک ایسڈ پیدا ہوتا ہے اور یہ ایسڈ تازہ دودھ اور نئی شراب بیر وغیرہ کو سخت نقصان پہنچاتا ہے۔

یوں ہم دیکھتے ہیں کہ جو چیز بذاتہٖ دنیا کے لیے بڑی بھاری برکت کا ذریعہ بارش پیدا کرنے والی ہے کئی حالتوں میں خطرناک نقصان دہ اور تباہی خیز بھی ہوتی ہے۔ پر یہ نقصان اور تباہیاں قدرتی کی نسبت زیادہ تر اتفاقیہ ہوتی ہیں۔ اور اس فائدوں کے سمندر کے مقابلے میں جو اس ہولناک صورت بجلی کی چمک سے نکلتا ہے صرف چند گندے قطرے ہیں۔ بجلی کے قدرتی نمود اور اس کے فائدوں اور خطروں کے بارے میں بس یہی کافی ہوگا

لیکن کیا خدا ایک سے زیادہ معنوں میں مینہ کے لیے بجلی نہیں بناتا؟

ہاں وہ بناتا ہے اور ہم میں سے بہتوں نے اپنی اپنی زندگیوں میں کم و بیش اس کا تجربہ کیا ہے۔

ایسے ایسے سیاہ، خوفناک اور تباہی خیز واقعات بھی ہمیں مشیت ایزدی میں ملتے ہیں جو خوفناک بجلی کی چمک کی صورت میں نظر آتے ہیں کہ ہم ان کے سامنے ڈر کے مارے غرق ہوئے جاتے ہیں۔ ہاں یہ خوفناک اور نقصان دہ واقعات خدا کے پیغامبر ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ اکثر اس خاصیت کے ہوتے کہ صرف خدا ہی انہیں بھیج سکتا اور وہی انہیں قابو میں رکھ سکتا ہے۔ لیکن ایک مسیحی کے نزدیک جو خدا سے ڈرتا ہو۔ گو یہ واقعات خوفناک بجلی کی چمک کی مانند ہوں تو بھی یہ وہ بجلی ہے جو برکتوں کی بارش کے لیئے جو ہماری پیاسی روحوں پر آنے والی ہے۔ راستہ صاف کرنے کے لیئے بھیجی گئی ہے۔

اس آیت کا یہ نتیجہ ہے "وہ بجلی مینہ کے لیئے بناتا ہے" یعنی خدا ہمارا باپ ہمیں غم دیتا ہے تاکہ وہ ہمارے لیئے خوشی لائیں۔ وہ ہمیں فایدہ پہنچانے کے لیئے گھاٹا دیتا ہے۔ وہ ہماری روحوں میں مصیبتیں پیدا کرتا ہے تاکہ ہمیں امن و سلامتی کے اصلی بندرگاہ تک پہنچائے۔ کلام اللہ کا یہ بالکل سچ اور بڑا تسلی بخش اصول ہے مبارک ہیں وہ جو اسے سمجھتے اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔

خدا کا اپنے قدیمی لوگوں سے برتاؤ جیسا کہ بائیبل میں لکھا ہے۔ اس تعلیم سے پُر ہے۔ انہیں مصر میں اپنے دشمنوں کی سخت خدمت کرنی پڑی۔ لیکن ان کی یہ مصیبت اس لیئے تھی کہ وہ مصر کی غلامی چھوڑنے اور زمین کنعان میں جانے کو رضامند ہوں۔ خدا نے موسیٰ اور ہارون کے ہاتھ سے بحر قلزم تک ان کی رہنمائی کی۔ وہاں تباہی ان کے عین سامنے اپنا جلوہ دکھا رہی تھی۔ لیکن اس سیاہ نا امیدی سے جو گرجتے بادل کی طرح انہیں گھیرے تھی خدا نے اسرائیل کے لیئے رہائی بخشی۔

بیابان میں بار بار ان کا تنگی و مصیبت سے سامنا ہوا پر خدا صرف مینہ کے لیئے بجلیاں بنا رہا تھا۔ کیا وہ پانی کے لیئے پیاسے ہوئے اور یہ کہکر مارہ کے کڑوے پانیوں پر روئے "ہم کیا پئیں۔ ہم کیا پئیں" ہاں خدا صرف یہ دکھانا چاہتا تھا کہ میرے پاس ایک درخت ہے جو اس کڑوے پانی کو شیریں کر سکتا ہے۔ نیز وہ انہیں مارہ سے ایلیم لے گیا جہاں پانی کے بارہ کنوئیں تھے اور وہاں اپنی میراث کو آرام دیا۔
انہیں ایلیم اور کنعان کے مابین سخت خشک اور بنجر بیابان سے گذرنا پڑا جہاں نہ کوئی ہریالی اور نہ ہی کوئی درخت تھا۔ فاقہ اور موت خدا کے لشکر کو چاروں طرف سے گھیرے معلوم دیتی تھی۔ لیکن یہ صرف مینہ سے پہلے

بائبل کہتی ہے کہ خداوند نے حکم دیا اور روٹی آسمان سے بکثرت آئی۔

المختصر عبرانی قوم کی ساری تاریخ یعقوب سے لیکر مسیح تک اسی قسم کی ہے ان سب میں ہم خدا کو مینہ کے بیچ بجلیاں بناتے دیکھتے ہیں۔ یا دوسرے لفظوں میں۔ ہم صاف صاف دیکھتے ہیں کہ وہ وہ ہولناک مصیبتیں جن میں سے اسرائیل گذرے خدا نے ان کی سلامتی اور نجات کے لیئے راستہ کھولنے میں استعمال کیں۔

اب بھی ایسا ہی ہو رہا ہے۔ جیسے تیجرستی ویسا ہی فضل ہیں جیسا ابراہیم کی قدرتی نسل سے۔ ویسے ہی روحانی سے بھی۔ خدا اب بھی تکلیف ورنج اور مصیبت بھیجتا ہے تاکہ اس سے بھی بڑھکر ازلی جلال کا حصہ ہمارے لیئے پیدا کرے۔

اب ہم ان چند مصیبتوں اور آزمائشوں پر غور کرتے ہیں جو خدا اپنے بندوں پر بھیجتا ہے تاکہ ان کو ان برکتوں کے لیئے تیار کرے جو وہ بخشنا چاہتا ہے۔

یہ مصیبتیں قسم قسم اور طرح طرح کی ہوتی ہیں لیکن ہمیشہ ان لوگوں کے مناسب حال ہی ہوتی ہیں جن کے فائدے کے لیئے بھیجی جاتیں۔

ہم ان کو دو قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں +

دنیوی مصیبتیں اور روحانی آزمائشیں۔ خدا اکثر ان دونوں کو ہمارے فائدے کے لیئے کام میں لاتا ہے۔

دنیوی مصیبتیں تین باتوں سے تعلق رکھ سکتی ہیں۔

۱۔ دنیوی کاروبار سے۔

۲۔ جسمانی حالات سے۔

۳۔ خاندانی تعلقات سے۔

۱۔ ہمارے دنیوی کاروبار ہم سے بڑا گہرا تعلق رکھتے اور ہم پر بڑا اثر ڈالتے ہیں ہم ان میں خاص دلچسپی اور زندگی رکھتے۔ ان کے بارے میں ہر دم فکرمند رہتے اور بعض اوقات تو ان کو اتنی توجہ اور وقت دیتے ہیں کہ اس بات کا ڈر رہتا ہے کہ کہیں یہ ہمارے دل کی مقدس جگہ پر جو روح القدس کا ہیکل ہے قابض نہ ہو جائیں۔

ایسی حالت میں ہمارا باپ دیکھتا ہے کہ دنیوی کاروبار میں کامیابی کی وجہ سے ہمارے روحانی کاروبار میں حرج ہو رہا ہے۔ تو ہمارے دنیوی کاروبار میں نقصان واقع ہونے دیتا ہے تاکہ ہم روحانی باتوں میں فائدہ حا

کریں۔ یہ نقصان بجلی کی طرح ہماری دنیوی کامیابی کی تدبیروں اور منصوبوں کے لیے نقصان دہ اور تباہی خیز ثابت ہو سکتے ہیں۔ شاید خدا کو یہ ضروری معلوم ہو کہ ہمارے تمام سہاروں کو اٹھا لے تاکہ ہم صرف اسی کو اپنی پشت و پناہ سمجھ کے اسی کے قدموں پر جا پڑیں۔ ایسے مسیحی بھی ہیں جو دیکھنے میں آئے ہیں جن کے پاس دنیوی دولت بہت تھی لیکن اب نسبتاً تنگ دست ہیں۔ تو بھی انہوں نے ان تمام مصیبتوں کو بڑی عمدگی سے برداشت کیا اور ایمان سے بخوبی دیکھ سکتے تھے کہ سب کچھ ان کی بہتری کے لیے ہے۔ گویا ان کا مہربان باپ صرف مینہ کے لیے بجلیاں بنا رہا تھا۔ بجلی کے نقصانات اس ابدی اور مضبوط فائدے کے مقابلے میں جو برکتوں کی ابدی بوچھاڑ اپنے ہمراہ لائیں بالکل کم اور چند روزہ تھے ہاں ہمارا باپ اکثر ہمارے بڑے بڑے عالی منصوبوں کو برباد اور تباہ کرتا ہے تاکہ اس کے بعد ہمارے ازلی جلال پانے کے لیے راستہ کھولے۔

کیا ان سطور کے ناظرین میں سے کوئی ایسا ہے جو یوں لاٹھی کے نیچے ہے؟ کیا کوئی ایوب کی طرح اپنا سب کچھ کھو بیٹھا ہے؟ کوئی ایسا ہے جس کی دنیوی کامیابی پر ادبار کی بجلی ایسے زور سے گری ہے کہ سب کچھ تباہ ہو گیا ہو۔ ایسے لوگ بیشک ہوں گے۔ خدا کے ایسے بندوں سے میں کہتا ہوں:۔ بھائی یاد رکھ کہ خدا مینہ کے لیے بجلیاں بناتا ہے" اس پر تو بڑے اطمینان اور خاطر جمعی سے تکیہ کیے رہ کہ فضل کی ان سرسبزی بخش بوچھاڑوں کے لیے جو خدا سیاہ بادلوں سے تجھ پر برسائیگا۔ یہ ادبار و تباہی مشیت ایزدی کا ضروری طریق ہے۔

اے مقدسو! حوصلہ کرو یہ بادل جن سے تم ڈرتے ہو رحم سے بھرپور ہیں یہ تم پر برکتیں برسائیں گے"

۲۔ دوسری قسم کی آزمایش وہ ہے جو ہمارے جسمانی حالات پر اثر کرتی ہے بدن ایسا نازک ظرف ہے کہ امر بڑا ہی حیرانی بخش ہے کہ وہ اپنی صحت کیونکر بحال رکھ سکتا ہے۔ بعض حالتوں میں بڑی مدتوں تک ایسی سخت اور تکلیف دہ بیماریاں سہنی پڑتی ہیں کہ مسیحی اکثر حیران ہوتا ہے کہ کیوں میں ایسی مصیبت میں ہوں حالانکہ بے دین اور خدا فراموش گناہ کے بندے۔ گناہ اور شیطان کی خدمت کرنے کے لیے ایسے ہی ہٹے کٹے بنے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ راقم زبور بھی شریروں کی بہبودی پر ٹھوکر کھانے والا ہی تھا۔ ان کی قوت کامل ہے۔ اور آدمیوں کی طرح ان پر بپتا نہیں پڑتی اور ان کے دل کے تصورات حد سے بڑھے ہیں حالانکہ وہ خود بے آرام رہتا اور ہر صبح کو تنبیہ پاتا تھا۔

ہاں اس کے کام ایسے ہی ہیں اور ہمیں عجیب معلوم دیتے ہیں۔ بارہا ہم بھی مصیبت زدہ ایوب کی طرح خدا سے خفے ہو کر یہ پکار اٹھنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں "مجھے بتلا کہ تو مجھ سے مقابلہ کیوں کرتا ہے" آہ میرے مصیبت زدہ بھائی اس کا جواب تو یاں لکھا ہے "وہ بجلی مینہ کے لئے بناتا ہے" تیری روح خشک اور بے پھل تھی خدا اپنے فضل سے تجھے دولتمند کیا چاہتا ہے۔ اس کی برکتوں کے راستے میں کچھ رکاوٹیں تھیں۔ اس نے تجھے بھاری مصیبتوں کے بستر پر ڈال دیا ہے تاکہ تیری روح کو صحت بخشے۔ سوچ تاکہ تو اس بیماری کو بیفائدہ نہ جانے دے۔ اس تازگی بخش مینہ کے لیے جو وہ جو سیاہ بادلوں پر سوار ہے تجھ پر برسانے والا ہے۔ تو منتظر رہ۔

اپنی اس حالت پر شکر کر کیونکہ وہ بجلی جسنے تیری بدنی قوت کو مرجھا دیا ہے۔ یہ زور کو چھاڑوں کی نشان ہے جس سے تیرا باپ تیری مرجھائی روح کو پھر تازہ دم اور سرسبز کریگا۔ کیونکہ "وہ مینہ کے لیئے بجلیاں بناتا ہے" بیماری اور غم کے طوفان سے وہ تیری روح کو امن و خوشی کے بندرگاہ میں پہنچا ئیگا"۔

۴۔ خاندانی مصیبتیں۔

خدا کے بعض لوگوں کو اپنے خاندانی تعلقات میں بڑی بڑی مصیبتیں اٹھانی پڑتی ہیں۔ لاریب ان سے بڑھکر کوئی اور مصیبت ناقابل برداشت نہیں۔ اگر ہمارے اپنے ہی گھر اور خاندان میں امن امان سلامتی آرام۔ ہمدردی اور محبت نہیں تو دنیا میں ہم اور کہاں سے ان کی امید رکھ سکتے ہیں۔ اگر ہمارے اپنے ہی دوست محبت بھری نگاہوں یا خوش کن لفظوں۔ یا تبسم جبیانہ سے ہمیں خوش رکھنے اور زندگی کے غموں کو رفع کرنے کی کوشش نہ کریں تو ہم لوگوں میں "غم کے بلسان" پانے کی کیونکر امید کر سکتے ہیں۔

ایک سچ مچ خوش و خرم خاندان آسمانی برکتوں کا نمونہ ہے۔ لیکن ایک ایسے گھر میں رہنا جہاں ہر دم لڑائی جھگڑا ہی رہتا ہے۔ ایک ایسی مصیبت ہے جو بہادر سے بہادر روح کو بھی گھبرا دیتی اور شکستہ دل کر دیتی ہے۔ باہر کی دنیا کا ہمیں چین نہ دیں ہو کر دیکھنا بیشک برا اور ناپسند ہے پر ہمارے اپنے ہی گھروں کے آسمانوں کا خشک اور خطرے کے عنصروں سے بھر جانا بیشک ناقابل برداشت ہے۔ جہاں کہ ہمیں ہر طرح با امن اور چپ چاپ رہنا چاہیئے۔ وہاں طوفان لہریں مارتا اور غصے کا جوش بجلی کی طرح چمکتا ہے۔

بیشک یہ برداشت سے باہر ہے پر یہ یاد رہے کہ خدا برائی سے بھلائی نکال سکتا اور خانگی زندگی کی مصیبتوں سے بھی ہمارے روحانی فائدے نکل سکتے ہیں۔ ان سیاہ بادلوں سے خدا ایسا تازگی بخش مینہ برساتا۔ جو اس کے فرزندوں میں خاکساری اور صبر اور محبت کا فضل پیدا کرے۔ اور یوں روح اُس اعلیٰ خوشی کی تلاش کرتی ہے جو دنیا ہرگز ہم پہنچا نہیں سکتی۔ اس بات پر بھروسہ رکھ کہ پیالے میں ہر ایک کڑوے قطرے کی ضرورت ہے۔ اور خداوند کے کڑوے پانیوں کو تیری روح کے لیئے تازگی بخش شربت سے بدل سکتا ہے۔

اس کے علاوہ خانگی تکلیف کا ایک اور سبب ہے جو کم و بیش تمام خاندانوں میں عام ہے اور دلی غموں کا باعث ٹھہرتا ہے۔

لڑائی جھگڑے کے بادل عموماً سبھی خاندانوں پر کم آتے ہیں پر بیماری اور موت کا تمام گھرانوں میں یکساں برتاؤ رہتا ہے۔ خاندانی غموں اور نقصانوں کی جھونک سے کوئی بھی نہیں بچا جب ہمارے عزیز بستر مرگ پر پڑتے اور موت کی گھنگور گھٹائیں ان گھروں پر جو کبھی شادماں تھے چھا آتی ہیں تو آہ باقی گھر والے کے دل کیسے ٹوٹ جاتے ہیں۔

خاندانی مصیبتوں کی بجلی سچ مچ ہماری برداشتوں سے باہر ہے کیونکہ یہ مضبوط رشتوں کو دم بھر میں توڑ ڈالتی اور ہماری نکیلی اور عرش رسیدہ امیدوں کو ہمیشہ کے لیئے خاک میں ملا دیتی ہے اور چاروں طرف سے آنکھوں میں دُنیا تاریک ہو جاتی ہے پھر آنسوؤں کی گہری گہری بدلیاں۔ غموں کی لق و دق وادیاں فکروں کی بڑی بڑی آندھیاں آکر ڈرانے لگتی ہیں۔

ہم سبھوں نے ان بجلیوں سے جو سیدھی آسمان سے آتی ہیں مصیبتیں اٹھائی ہیں۔ پر میں پوچھتا ہوں۔ کیا انہوں نے برکتوں کی بوچھاڑوں کے لیئے راستہ صاف نہیں کیا؟ کیا انہوں نے انسان پر بھروسہ رکھنے کی نادانی ہم پر ظاہر نہیں کی؟ کیا انہوں نے زمین پر امن و سلامتی حاصل کرنے کی غلطی ظاہر نہیں کی؟ کیا انہوں نے ہمارے اُجڑے ہوئے دلوں اور دکھی روحوں کو خدا کے نزدیک نہیں پہنچایا؟ کیا انہوں نے ہمیں نہیں سکھایا کہ اوپر کی طرف نگاہ رکھیں اور امن و سلامتی کی تلاش اُس خوش و خاص سرزمین میں کریں جہاں کوئی نہ کہیگا کہ "میں بیمار ہوں اور وہاں موت بھی نہ ہوگی" ہاں! انہوں نے ایسا ہی کیا ہے۔ جب یہی حال تھے

کیا ہمیں یہ کہنا دیا جائیں کہ اس کا ہر ایک شکستہ دہ بجلیاں مینہ کے لیئے بناتا ہے کہ

۳- روحانی طوفانوں کا بھی جن سے بڑے بڑے عمدہ نتیجے نکلتے ہیں۔ ہم مختصر بیان لکھتے ہیں۔

جیسے ہماری دنیوی مصیبتیں مختلف قسم کی ہیں ویسے ہی روحانی بھی۔

۱- بعض کو تو ضمیر کی خاطر دشمنوں کا غصہ سہنا پڑتا ہے +

”شہیدوں کی نورانی فوج“ کا جن کی روحیں جلتی آگ میں سے آسمان کو پرواز کر گئیں ہاتھوں نے تذکرہ پڑھا ہوگا۔ خدا نے ان کے دشمنوں کو اجازت دی کہ انہیں تکلیف پہنچائیں اور ان کے غصے کی تباہی بجلی کی سی تیز تھی لیکن اس کا کیا ذکر ہے کیا مصیبتوں کی تباہی جس نے جسموں کو خراب کیا۔ روح کو نقصان پہنچایا یا زمین پر صداقت کو تباہ کر ڈالا۔ نہیں نہیں بلکہ اس کے برعکس اس نے مقدسوں کو پاک شہادت کا تاج پہنایا اور زمین پر مسیح کی سلطنت کو ترقی دی۔ یہ بجلی دیکھنے میں بڑی خطرناک تھی۔ اپنی رو میں تباہی اور موت لیتی گئی پر مینہ کے لیئے راستہ بھی صاف کر دیا جس سے زمین خدا کی انجیل کے جلال سے بھر گئی ہے کیونکہ ”وہ بجلیاں مینہ کے لیئے بناتا ہے“

۲- دوسری قسم کا روحانی طوفان ضمیر کا گناہ کی پہچان پانا ہے۔

یہ بھی ایک آزمائش ہے جو خدا کے لوگوں کو کم و بیش اٹھانی پڑتی ہے۔

گناہ بڑی کڑوی اور بری چیز ہے اور جوں ہی کہ روح خدا کی ماہیت اور گناہ کی برائی کی پہچان پاتی وہ اپنے آپ کو ملزم اور قابل سزا ٹھہرا لیتی ہے۔ خدا کی شرع کی روشنی کو ذرا روح میں چمکنے دو تو اتنی برائی اور شرارت اپنے آپ ظاہر ہوگی کہ بیچارہ گنہگار بجز ناامیدی میں ڈبکیاں لینے لگے گا۔ سینا ابھی تک ہولناک پہاڑ ہے اور جو اس کے نزدیک جاتے وہ ٹوٹی ہوئی شرع کی دھندلی روشنی کو تباہی اور موت ظاہر کرتی ہوئی دیکھے گا۔

لیکن یہاں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارا خدا ”مینہ کے لیئے بجلیاں بناتا ہے“ کیونکہ جوں ہی گنہگار شرع کی روشنی میں اپنے گناہوں کو دیکھتا کہ پناہ کے لیئے صلیب مسیح کی طرف بھاگتا ہے اور یوں فضل کی ان بوچھاڑوں کے قبول کرنے کے لیئے جو خدا تائب اور ایماندار گنہگار پر برساتا تیار ہو جاتا ہے

صاف ظاہر ہے کہ زمین کی سخت سے سخت مصیبتوں کو آسمان کی میٹھی میٹھی برکتوں سے بدل دینا خدا ہی کا

کام ہے کیا ہم اس کی دانائی کی تعریف اور اس کی نیکی کی ستایش نہ کریں جو بجلیاں مینہ کے لیئے بناتا جو قہر الٰہی کے غضب سے اپنی ستایش کرواتا ہے جس کے حکم سے ساری چیزیں ان کی بھلائی کے لیئے جو خدا سے محبت رکھتے ہیں مل کے فایدہ بخشتی ہیں"؟

چونکہ خدا ایسا ہے میں ہر مصیبت زدہ مقدس سے کہتا ہوں کہ اپنی حالت کو سخت نہ جان۔ بلکہ خوب یاد رکھ کہ زندگی کی ہر ایک مصیبت ایک بدلی ہوئی برکت ہے۔

تو اپنی مصیبتوں کی اندھیری اور پر طوفان راتوں کے لیئے اس کا ایسا ہی شکریہ ادا کریگا۔ جیسے خوشی کے روشن اور چمکیلے دنوں کے لیئے۔ بے شبہ تو اس امر کو آپ معلوم کر لیگا۔ کہ تیرا باپ مینہ کے لیئے بجلیاں بناتا ہے"۔

چونکہ خدا ایسا ہے۔ میں گنہگار سے کہتا ہوں کہ اپنی حالت پر نہ فخر کر۔ خدا کو غافل مالک نہ جان۔ وہ تیرے راستے میں بیشک کانٹے اگا سکتا ہے۔ وہ تیری زمینی خوشیوں یا دنیوی کامیابی کی عمدہ سے عمدہ بیلا کو خاک میں ملا سکتا ہے۔ وہ تیری روح کو موت کے دروازوں تک بھی نیچا کر سکتا لیکن یاد رکھ کہ یہ سب کچھ تیرے فایدے ہی کے لیئے ہے۔ چونکہ تو اس پاس خدا کا نہیں جاتا بلکہ دنیا کی کمینی چیزوں ہی سے وابستہ ہے۔ سو وہ ان زنجیروں کو جو تجھے دنیا سے باندھے ہیں خاک میں پامال کریگا اور تیری روح کو سلامتی کی جگہ پہنچانے کے لیئے مصیبتوں کا طوفان بھیجے گا۔ لیکن ہمیشہ یاد رکھ کہ "وہ بجلیاں مینہ کے لیئے بناتا ہے"

اب اسی دانا خدا کی ہمیشہ تک تمجید ہو۔ آمین۔

یوناہ نبی کے عبرت انگیز قصے میں سے چند سبق جو ہم کو حاصل ہوتے ہیں سو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ کلیسیا کے کسی عہدہ پر مامور ہونے ہی سے انسان گناہ میں گرنے سے نہیں بچ سکتا۔

۲۔ اپنے دینی فرایض ادا کرنے ہی سے کوئی شخص گناہ میں گرنے سے محفوظ نہیں ہے۔

۳۔ بنی اسرائیل کی خود پسندی کے مقابلہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ شہر نینوہ اس سے بہتر نکلا۔ ہندوستان میں اکثر اوقات غیر مسیحیوں کا چال چلن مسیحیوں کی نسبت بہتر ہوتا ہے۔

۴۔ شہر نینوہ خدا کے ہاتھوں میں بالکل محفوظ تھا۔ خدا انسان کی نسبت زیادہ عادل ہے۔

۵۔ سارے قصے کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا کا جلال اور اس کی حمد ہو۔ اس لیئے یہ انسان کے لیئے فائدہ مند ہے (مسعود)

جو اسباب نوجوانوں کی زندگیوں کو تباہ کر رہے ہیں ان کے بخلاف زیادہ مستعدی کے ساتھ جنگ کرنیکی ضرورت

یہ ایک تقریر کا خلاصہ ہے جو بوسٹن جوبلی کونونشن کے موقعہ پر کی گئی - مترجمہ مسٹر سراج الدین

یہ مضمون نہایت سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کے قابل ہے ۔

وہ اسباب جو نوجوانوں کی زندگیوں کو تباہ کر رہے ہیں پہلے نوجوانوں کے نقطہ پر غور کرو - فرض کرو کہ ہم یوں کہیں کہ جو اسباب بوڑھوں کی زندگیوں کو تباہ کر رہے ہیں یہ بھی ایک دردانگیز مضمون ہوگا - اور اس کی بابت بہت کچھ کہا جا سکتا ہے پر اس وقت ہم نوجوانوں کی تباہی پر غور کرنا چاہتے ہیں - نوجوانوں کی تباہی ایک ایسی چیز ہے جو نہ صرف آج ہی کے لیئے ہے بلکہ کل کے لیئے اور ہمیشہ کے لیے - ان کی تباہی میں فرداً فرداً اور گھرانے اور سوسائٹی اور کلیسیائی تباہی ہے - کیا وہ اسباب ظاہر ہیں یا چھپے ہوئے ؟ کیا ان میں سے کوئی ایسے بھی ہیں جو اس زمانے اور ملک کے واسطے نئے ہوں ؟ کیا پرانے اسباب کی طاقت بڑھ گئی ہے ؟ ان سوالوں پر ہمیں غور کرنا ہے -

پھر ہم نے کہا کہ زیادہ مستعدی کے ساتھ جنگ کرنے کی ضرورت ہے - ہم پوچھتے ہیں کیا اس سے پہلے مستعدی کے ساتھ جنگ ہو رہا ہے ؟ کیا سچ مچ کوئی جنگ ہو بھی رہا ہے یا نہیں ؟ اگر ہو بھی رہا ہے تو سمجھ بوجھ کے ساتھ اور استقلال اور کامیابی کے ساتھ ہو رہا ہے ؟ یا بے ٹھکانا طور پر اور بے استقلالی اور ناکامیابی کے ساتھ ؟ -

کسی مسیحی ملک کی سب سے اعلےٰ حالت کیا ہونی چاہیئے ؟ بنیادی بات یہ ہے کہ گھرانا مسیحی گھرانہ ہونے - ماں باپ اور ان کی اولاد سب کے سب خدائی محبت میں ایک ہونے چاہئیں - آباؤ اجداد کی تاثیر بھی ہو - اگر ایسا ہو تو پھر اکثر بلکہ سارے کے سارے بچے بغیر ٹھوکر کھانے یا گمراہ ہونے کے خدا کی بادشاہت میں داخل ہونگے - اور اگر کوئی ان میں سے بھٹک بھی جائے تو سابقہ اس کے

واسطے فکرمند ہوں گے۔ اور اس لئے اس کے ساتھ پیار زیادہ کرینگے۔ اس طرح سے وہ بھی اپنے بزرگوں کے رستے پر آجائے گا۔ اور فرشتے آسمان پر خوشی منائینگے۔ جو کلیسیا ایسے گھرانوں سے ملکر بنی ہو وہ باہر کے لوگوں کو خوشی سے قبول کرنے کے لیئے ہر طرف اپنے ہاتھ پھیلائیگی۔ وہ اسیحا جو نوجوانوں کی زندگیوں کو تباہ کر رہے ہیں وہ صرف بہت کم ہی نہیں۔ بلکہ غائب ہو جائیں گے اور صرف ان کا نام ہی نام رہ جائیگا۔ پر افسوس ہے کہ گھرانوں کی حالت ابھی تک ایسی نہیں۔ کیا یہ سچ نہیں کہ اس کے برخلاف ہم گھرانوں میں اور سوسائٹی میں اور کلیسیا میں اور ایک دوسرے میں جدائی اور نفاق کی حالت دیکھتے ہیں۔

نوجوانوں کی عام حالت

چونکہ ہم جانتے ہیں کہ اکیلا آدمی صاف طور پر ایک وسیع میدان پر نظر نہیں دوڑا سکتا اس لیئے ٹھیک اندازہ لگانے کے واسطے ہم نے کئی ایک مختلف عمر اور منصب کے لوگوں سے مثلاً کالج کے طالب علموں اور انجمنوں سے اور پیشہ ور لوگوں سے۔ وکالت پیشہ اور حکمت پیشہ لوگوں سے۔ شہر اور دیہات کے لوگوں سے۔ مختلف کلیسیاؤں کے لوگوں سے نوجوانوں کی عام حالت کے بارے میں دریافت کیا ہے۔ ہر ایک نے اپنی اپنی طرز پر اس بات کا جواب دیا۔ اُن کو یہ علم نہیں تھا کہ ہم ان واقعات سے کس بات کا اندازہ لگانا چاہتے ہیں۔ پر سب کے سب مختلف حالتوں کے رستے متفق ہو کر اس دردناک امر کا بیان کیا کہ نوجوانوں کی کثیر تعداد ایسی کثیر کہ بہت تھوڑے اس سے باہر رہ جاتے ہیں خدا کی نسبت اور خدا کے کلام کی نسبت بے پرواہ ہے۔ وہ خدا کے کلام کے اخلاقی اور مذہبی قانون ہونے کے بارے میں اور اس کے الہی کلام ہونے کے بارے میں شک لاتے ہیں جس کو وہ بعض وقت صاف طور پر ظاہر کر دیتے ہیں اور اکثر ان کے مذمتی اشاروں میں یہ شک چھپا ہوا ہوتا ہے۔ آج کل کے بہت زیادہ نوجوان محض دنیاوی مصالح کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ اور کئی ایک جسمانی خوشیوں میں مصروف ہیں۔ بعضے دولت کے جمع کرنے یا شہرت حاصل کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ کئی ایک یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ دل کی تبدیلی کی

ضرورت نہیں۔ اور سبت کو آرام اور عبادت کا دن جانکر ماننے کی ضرورت نہیں۔ اس رائے میں سب کا متفق ہونا غور کے قابل ہے۔ اور جن دو نیک حالتوں میں لوگوں نے اس واقعہ کا انکار کیا ہے۔ اُن حالتوں میں بھی انکار کرنے والوں کے خیالوں سے ثابت ہوا کہ یہی واقعہ سچ ہے۔ کیونکہ ان لوگوں کا خیال تھا کہ وہ باتیں جو سمجھی جاتی ہیں پہلے ضروری سمجھی جاتی تھیں وہ اصل میں بے فایدہ ہیں۔

اس لیے یہ بات کا جاننا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کسی نوجوان کے تباہ ہو جانے سے کیا مراد ہے
کسی نوجوان کا تباہ ہونا کیا ہے؟

فرض کرو کہ ایک ایسا نوجوان ہے جو کسی قانونی جرم کا مرتکب نہیں ہوتا۔ اس کی عادات دلفریب ہیں۔ اس کی طبیعت ہر شخص کو بھاتی ہے نہ تو وہ شرابی ہے اور نہ عیاش ہے۔ ساری مجلسوں میں ہر دل عزیز ہے اور اپنے خاندان میں سب کا پیارا ہے اور اس کی آمدنی بھی معقول ہے۔ کیا ایسے آدمی کی نسبت کہہ سکتے ہیں کہ وہ تباہی کے رستہ پر جا رہا ہے۔

اب فرض کرو کہ اس کو خدا کا مطلق خیال نہیں اور اس کی خواہش سوا اس کے کچھ نہیں کہ خوشی میں وقت کٹ جائے اور کوئی چیز اس کی خوشیوں کو روکنے والی واقع نہ ہو۔ اور دنیاوی ترقی کی سیڑھی پر ایک ایک قدم آگے بڑھتا جائے۔

انجیل بتلاتی ہے کہ ایسا آدمی تباہ ہو رہا ہے وہ آدمی جو سب سے پہلے خدا کی بادشاہت کی تلاش نہیں کرتا خواہ وہ طالب علم ہو خواہ سوداگر ہو خواہ پیشہ ور آدمی ہو وہ روحانی موت کے رستے پر چل رہا ہے۔

جب پہلے پہل ینگ مینس کرسچن ایسوسی ایشن قایم کی گئیں تھیں سب کلیسیائیں اس سچائی کو بالاتفاق مانتی اور سکھاتی تھیں۔ جب ۱۸۵۸ء و ۱۸۵۹ء میں ایک بڑی روحانی تازگی ہوئی جس کے وسیلے سے ایسوسی ایشنوں میں پہلی دفعہ ایک بھاری جوش پیدا ہوا۔ اس موقعہ پر نوجوانوں نے نہ صرف موٹے موٹے گناہ ترک کئے بلکہ چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بھی کنارہ کیا۔ اس وقت اس بات پر زور دیا گیا تھا کہ اُن کو

دنیا کی بندشوں میں سے بالکل آنا ضروری ہے۔ اس سے میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ انہوں نے
چند ایک مصنوعی بندشوں کو چھوڑ دیا بلکہ ساری زندگی کی تجویزوں میں تبدیلی واقع ہوئی
پابندیاں ٹھیک طور پر مانی گئیں۔ خدا کے کلام کی تعلیم ہونے لگی۔ اور کلام کی صاف صاف عبارتوں
سے شک والی باتوں کے فیصلے کئے گئے۔ اپنی اپنی زندگیوں کے امتحان کرنے سے کئی ایک کے
دلوں میں آئندہ زندگی کی بابت فکر پیدا ہوا اور رحم کے سبب کئی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

کیا خدا کی نظر میں چھوٹے چھوٹے اور موٹے موٹے گناہوں میں کچھ فرق ہے۔ اُس کی
شریعت کی نسبت متکبرانہ طور پر بے پروائی کرنے میں اور اس کے حکموں کی بیباکانہ نافرمانی
میں کچھ فرق ہے۔

ناپاکی شراب خوری قماربازی اور کفر

تباہ کرنے والے اسباب کئی ایک پرانی صورتوں میں ترقی کر رہے ہیں۔ ان میں مختلف قسم
کی ناپاکیزگی شامل ہے۔ اگر کوئی فرانسیسی امریکہ سے ہوکر پیرس کو واپس جائے۔ یا اہل جرمن
برلن کو۔ یا اہل آسٹریا۔ وائنا کو اور وہاں جاکر یہ بیان کرے کہ امریکہ کے شہر یورپ کے شہروں پہ
عیب نہیں لگا سکتے تو اُس کا کہنا سراسر جھوٹ نہ ہوگا۔

نشہ انگوری کی عادت سوشل مجلسوں میں اور اکثر یونیورسٹی کے لوگوں میں کچھ نمودار ہو رہی
ہے۔ اُس درجے تک تو نہیں پہنچی جیسے پہلے وقتوں میں تھی۔ پر اس کی زیادتی نے یونیورسٹیوں
کے مربیوں۔ صلاح کاروں اور کارکنوں کے دلوں میں خطرہ ڈال دیا ہے۔

قماربازی نے سوشل زندگی میں اور قماربازی کی خصلت نے تجارتی کاروبار میں اس قدر
زور آور وسعت حاصل کی ہے جیسے کوئی وبائی بیماری پھیل جاتی ہے۔

علاوہ بریں کلیسیا کی چال ایسی نہیں جیسی ہونی چاہئے۔ وہ جس کو انجیل دنیا کے نام سے
تعبیر کرتی ہے۔ وہ اور کلیسیا نہ صرف ایک دوسرے کے دوست ہی ہیں بلکہ اکثر آپس میں دوع نوع کا
نکاح کا رشتہ رہتا ہے۔ پس اس میں کوئی شک نہیں کہ زیادہ مستعدی کے ساتھ جنگ کرنے کی

ضرورتیں۔

موجودہ کوششیں گناہ اور دنیاداری کی آگ کو بجھا نہیں رہی ہیں۔ موجودہ پشتے سمندر کے موج زن پانیوں کو روک نہیں رہے۔ کام کے موجودہ طریقے ناقص ہیں۔ کلیسیائیں نوجوانوں کو سنبھال نہیں رہیں۔ ینگ مینز کرسچن ایسوسی ایشن میں علمی، سوشل اور جسمانی طرف پر زیادہ زور دیا جاتا ہے اور انجیلی بشارت کا کم خیال کیا جاتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ فرداً فرداً لوگوں میں کام کیا جائے۔ اور جہاں کوئی شخص جائے اس کا پیچھا کر کے مسیحی کام اس کے ساتھ جاری رکھا جائے صرف دلیلوں سے اور خوش بیانی سے کام نہیں چلتا جب تک اس کے ساتھ زندگی اور چال چلن کی شہادت نہ دی جائے۔

اگر ینگ مینز کرسچن ایسوسی ایشن کا ٹھیک طور پر انتظام کیا جائے تو وہ اس کام کو کر سکتی ہے۔ ایسوسی ایشن کا سکرٹری غیر معمولی سمجھ، بیداری، ہوشیاری اور مذاق کا آدمی ہونا چاہیئے نوجوان جو اونچے سوشل منصب پر ہوں ان کو ایسے کارندے حاصل کرنے میں مدد دینی چاہیئے جو ان کی طرح لیاقت والے ہوں اور سوشل درجے میں ان سے کسی قدر نیچے ہوں۔ جو ممبر کارخانوں اور دکانوں میں کام کرتے ہیں ان کو پادری کا نام رکھنے کے بغیر انجیل کے مبشروں کی روح کے ساتھ کام کرنا چاہیئے +

کامیابی کے لئے چند عملی ہدایتیں۔ شروع کرنے سے پیشتر کسی کام کو چھوڑ نہ دو۔ طبیعت کو قابو سے جانے نہ دو۔ کسی بات میں مبالغہ نہ کرو۔ اصلی واقعات بیان کرو۔ اپنے رفیق کو ہی سارے وقت بولنے نہ دو۔ کسی امر سے ہمت نہ ہارو۔ کبھی بھی شکست یا ایمان کی کمی کا اظہار نہ کرو۔ کج بحثی نہ کرو جو امر ماننے والا ہو اس کو مان لو۔ جہاں کہیں جاؤ اپنی نسبت لوگوں کے دلوں میں اچھے خیال پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ بیہودہ کاموں میں اپنا عزیز وقت ضائع نہ کرو۔ ایسے لوگوں کو یکنے نہ دو کہ خدا تمہیں برکت دے جن کے اقوال اور افعال میں مطابقت نہ ہو۔ ان سے کہو کہ میں تم سے عملی برکت چاہتا ہوں۔

دیسی مسیحی اور انجیل کی اشاعت

جناب ایڈیٹر صاحب۔

اسی عنوان کا مضمون ماہ ستمبر کے مسیحی میں پادری علی بخش صاحب کی طرف سے شائع ہوا جس پر آپ نے بھی رائے زنی کی ہے میں ان کے ساتھ بہت باتوں میں متفق ہوں۔ مگر یہ جو وہ فرماتے ہیں کہ میرا اپنا خیال ہے کہ بہت تعلیم یافتہ مسیحی اس کام کے لیے اپنے تیئں پیش کریں گے جب ان کے بھیجنے کا کوئی پختہ اور معقول انتظام کیا جائیگا میری ناقص رائے میں اگر اسی وقت ایسا انتظام ہو جائے تو بہت سے تعلیم یافتہ مسیحی تو نہیں نکلیں گے جو جانے کو تیار ہوں۔

میں آپ کی رائے پر بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں میرے خیال میں آپکے اعتراض تو وہی ہیں جو راقم مضمون خود بھی بیان کرتا اور ان کے جواب بھی دیتا۔ آپ نے کوئی نئے اعتراض پیش نہیں کیئے۔ آپکے پہلے اعتراض کا جواب مضمون کے تیسرے حصّہ میں مل سکتا ہے۔ اور دوسرے اعتراض کا جواب حصّہ دوم چہارم میں۔

اب میری اپنی ناقص رائے یہ ہے۔

یہ خیال ایک ایسا ہی نوخیز ہے جیسے ہماری ہندوستانی کلیسیا اور جیسے ہم مسیحی تعلیم یافتہ نوجوان۔ اور جیسے ہر ایک نوخیز امر کو تمسخر و حقارت کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہی اس کا بھی حصّہ ہے۔ باریک بینوں کو واجب ہے کہ خیال پیش کرنے والوں کا اور نوخیزی کا ہی خیال کر کے ایسے دلچسپ اور زندہ خیال کو نظر سے نہ گرا دیں۔

اگر انجیل کی اشاعت مسیحیوں کا ایک خاص فرض ہے اور اگر خدا اس کیلئے ہمیشہ مناسب و معقول وسائل مہیا کرتا ہے۔ تو اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ فارس عرب افغانستان وغیرہ میں انجیلی بشارت کا کام ہندوستانی مسیحیوں کی نسبت اور کوئی اچھی طرح نہیں کر سکے گا۔

ہم ان ممالک کے باشندوں کو جانتے۔ ان کی طبیعتوں کو پہچانتے اور اوروں کی نسبت انکے مذہبوں سے بھی زیادہ واقف ہیں۔ ہم ان کی زبانوں سے بآسانی واقف ہو سکتے اور ہمارے اور انکے درمیان مدت سے ایک عجیب تعلق چلا آیا ہے۔ ہمارے اور ان کے ملکوں کی آب و ہوا میں بھی بہت کچھ موافقت ہے۔ ان کی خورش اور راہ و رسم ہم سے بہت کچھ ملتی۔ غرض یہ ساری باتیں اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ اگر خدا کی مرضی ہو تو ہم ان میں انجیل کو اوروں کی نسبت آسانی اور عمدگی سے پھیلا سکتے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یروشلم میں ٹھہرنا اچھا ہے اور ٹھہرنے کیلئے ایک مدت بھی ہو سکتی ہے پر میرے خیال میں ابھی جبکہ ہم یروشلم میں ہی ہیں تو باہر نکلنے کا ارادہ تو باندھنا چاہیئے کیونکہ بیٹھے بیٹھے سستی بھی نمایاں ہو جائیگی اب ادھر ہی چلی اور ایک معقول انتظام کا انسداد ہونا چاہیئے پھر جب نکلیں گے تو میری امید ہے کہ ہم پر اور ہماری کلیسیا میں بلوغت کے اور ترقی کے آثار نمایاں ہونگے انگلستان کے لوگ بھی تھوڑی دیر یروشلم میں بیٹھنا چاہتے تھے لیکن ان کو معلوم ہوا کہ خدا کی مرضی اور تھی پانی جب بہیگا تب خود بھی مصفی اور اوروں کو بھی صاف کریگا حقیقی کامیابی کا بھید اسی میں ہے کہ ہم سیکھیں کہ دینا لینے سے بہتر ہے۔

جلال

ترقّی

ایک اردو ماہوار علمی - اخلاقی - اور مذہبی رسالہ جو شروع سال سنہ ۱۹۲۰ء سے

ایک روپیہ سالانہ قیمت پر لاہور سے جاری ہوگا حجم ۲۰×۲۶/۸ کے پیمانہ کے ۲۰ صفحے ہو

اس رسالہ کے مضامین کی ترتیب حسب ذیل ہوگی -

الف - چار صفحے مذہبی مضامین و مراسلات -

ب - کم سے کم ۱۲ صفحے - عام دلچسپ مضامین - دلچسپ قصے کہانیاں مشہور و معروف اشخاص کی سوانح عمریاں علم حیوانات معدنیات ہیئت وغیرہ کے دلچسپ رسالے - اقوام و ممالک کے حالات - معہ تصاویر -

ج - علمی دنیا کی خبریں - نئی نئی دریافتیں اور ایجادیں - کتابوں کے ریویو اور اشتہارات -

قیمت معہ محصولڈاک ایک روپیہ سالانہ - تین کاپی ایک ہی پتہ پر دو روپیہ آٹھ آنہ ۱۰ کاپی نو روپیہ -

نوٹ - چونکہ مضامین مسلسل ہونگے اسلئے مناسب ہے کہ پہلے پرچہ سے خریداری شروع کی جائے — درخواستیں حتی الامکان ۱۵ دسمبر سے پہلے بھیجنی چاہئیں جو صاحب ۱۵ دسمبر سے پہلے قیمت بھیجدینگے ان کو ابن حسیو دیاس گلشتی مسیح کی پیروی - یاد محبوب - مکتب مسیح - طریق تسلیم - ہندوستان وغیرہ میں سے ایک جلد بطور انعام کے دیجائیگی بشرطیکہ ۲ آنہ محصولڈاک کے ارسال کئے جائیں -

اسسٹنٹ سکرٹری
پنجاب ریلجس بک سوسائٹی

انارکلی - لاہور

THE MASIHI,

AMRITSAR.

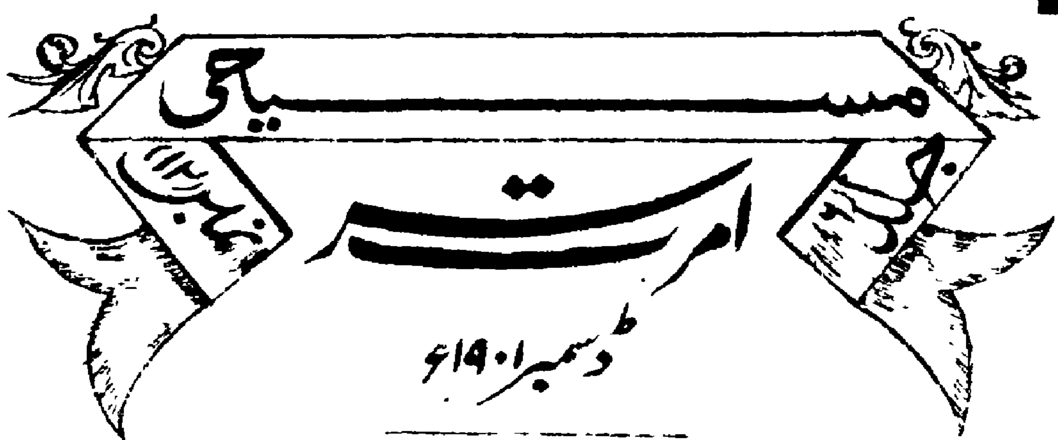
Vol. VI. *November 1901.* *No. 11.*

CONTENTS.

Literary Communications *alone* should be addressed to the Editor, *Masihi, Amritsar.* Remittances and business letters to the Manager, *Masihi Press, Lahore.*

Annual Subscription *strictly in advance*—

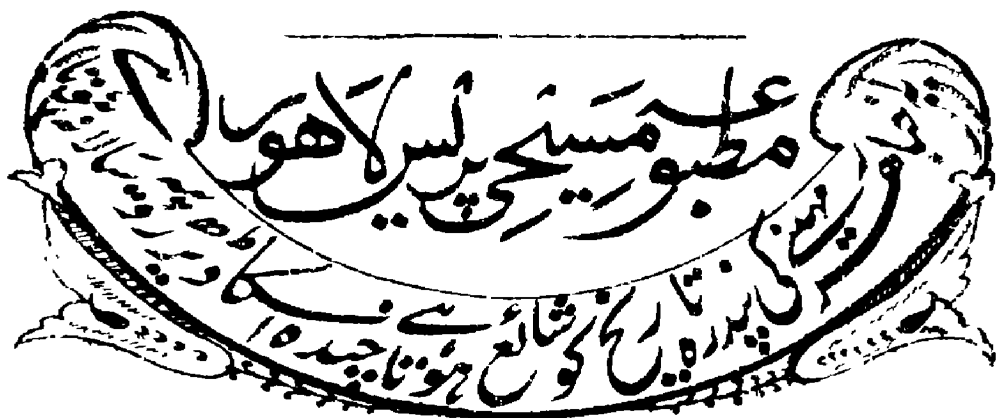
India and Ceylon, Re. 1 8 0. } Post free.
England and America, 2*s*, }



دسمبر ۱۹۰۱ء

فہرست مضامین

گلدستۂ اخبار ضمیمہ سرورق کی پشت پر



گلدستۂ اخبار

مسیحی کے تمام خریداروں۔ ایڈیٹر کے رفیقوں۔ مسیحی ہمعصروں اور دیگر پڑھنے والوں کو نیا سال
مبارک ہو۔ ہم سب اس کی پہچان میں ترقی کریں۔ اس کی مرضی کو بجا لائیں۔ اس کی خدمت
سچے اور پورے دل سے کریں اور اوپر آسمانی بارگاہوں میں بلائے جائیں تو اس کے حضور
باہم پائے جائیں۔ ہمیں پوری امید تھی یا یوں کہو کہ منیجر مطبع کا وعدہ تھا کہ یہ پرچہ اس
سے پہلے چھپ نکل جائیگا لیکن ہم کو پھر شرمندگی اٹھانی پڑی۔ منیجر مسیحی پریس کی پچھلے
تین سال کی جانفشانی اور محنت ہم کو اجازت نہیں دیتی کہ ناظرین سے ان کا گلہ کریں۔ نہ
ہم جانتے ہیں کہ کس منہ سے نئے وعدے کریں۔ اس وقت ہم منیجر کا شکریہ ادا کرتے ہیں
ان کی بلا معاوضہ خدمت کے لئے خریداراں کا ان کی ہماری کوتاہیوں سے درگذر کرنے
اور دیگر احباب کا ان کے صلاح مشورہ اور خصوصاً قلمی امداد کے لئے۔ اگلے سال سے گو
رسالہ حسب معمول مسیحی پریس ہی میں چھپیگا پر اس کا طبع یا منیجر مطبع سے کسی قسم کا تعلق نہ ہوگا
آئندہ کو ہر قسم کی خط و کتابت اس پتہ پر ہونی چاہئے :۔

مسٹر ایم۔ ایل۔ رلیا رام۔ بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ وکیل امرتسر

اور بعض خریداروں سے بھی ہمیں گلہ ہے۔ بعض صاحب نے تین تین چار چار سال
کا چندہ ابھی تک ادا نہیں کیا۔ اور پریس کا قریب چار سو روپیہ ہمارے ذمہ واجب الادا
ہے۔ اگر سب خریدار اپنا حساب بیباق کر دیں تو یہ رقم فوراً ادا ہو سکتی ہے۔ ہم آپ سے
کسی قسم کی مہربانی نہیں چاہتے۔ ہم آپ سے بھیک نہیں مانگتے۔ صرف اپنا فرض پورا کرو
اپنا فرض ادا کرو۔ یاد رہے کہ مسیحی کا سالانہ چندہ معہ محصولڈاک [illegible]
ہے۔ اگر آپ کو ۱۹۰۲ء کے لئے رسالہ کی خریداری منظور ہے تو مہربانی سے [illegible]
ورنہ اپنا پچھلا حساب بیباق کرکے منیجر کو لکھ بھیجئے کہ آپ کے نام پرچہ بند کر دیا جائے۔

مسیحی

دسمبر ۱۹۰۱ء

بڑا دن اور نیا سال مبارک

دلوں کے گرجوں کو اب سجاؤ وہیں ہے منت ظہور عیسیٰ

خبر دو بیت اللحم کے اندر ہوا ہے سرا میں ظہور عیسیٰ

خبر دو سارے جہاں میں جا کر کہ ہم نے دیکھا ہے نور عیسیٰ

خبر دو سب کو تمہارا آیا خدا کا پیارا دلارا آیا

گرے ہوؤں کا سہارا آیا بفضلِ ربِّ غفور عیسیٰ

خبر دو اندھوں کو روشنی کی خبر دو مُردوں کو زندگی کی

خبر دو بندھوؤں کو مخلصی کی کھڑے ہیں در آ کے حضور عیسیٰ

وہ دیں خوشی منائیں خوشی سے نغمہ خوشی کے گائیں

خوشی کی اونچی کریں صدائیں یہ چاہتا ہے سرور عیسیٰ

دو بچوں کو آؤ آؤ یہ کیسا بچہ ہے دیکھو آؤ

دلوں کے گرجوں کو اب سجاؤ وہیں ہے منت ظہور عیسیٰ

نوٹ اور رائیں

بیسویں صدی کا پہلا کرسمس ہے۔ اس اول کرسمس کو انیس سو سال گزر گئے ہیں
جب آسمانی فرشتوں نے ابن اللہ کی پیدائش پر بڑی خوشی منائی سے خوشخبری انسان کو
خوشی کی خبر سنائی۔ اس مبارک روز سے نئی تواریخ کا سلسلہ دنیا میں شروع ہوا۔ تمام ظلمت
دوزخ میں مبتلا تھی اور دنیا کے نئے سورج ورود کا انتظار ہو رہا تھا مگر یہ بیان تھے کہ انسان کو
گناہ سے رہائی کیونکر نصیب ہوگی اور ابدی خوشی کیونکر حاصل ہو سکتی ہے۔ اس مسئلہ
تو ذہن نے جو آج کے دن سارے کی ایک خفیف روشنی و تاریک چیز فی الحقیقت بڑا ہے۔ اس پردہ
کو آسمان کے رخ پر سے ہٹا کر ایسا نور چمکایا کہ جس کی روشنی باوجود اس قدر عرصہ دراز کے
دنیا کی زندگی اور خوشی کا باعث ہے۔ اور باوجود مخالفت کی دشمنوں اور آندھیوں
کے روز بروز تیز ہوتی جاتی ہے۔ کرسمس ڈے پر ہم تواریخی مسیح کی سالگرہ مناتے ہیں یہ
ایک صداقت ہے کہ ہم کسی خیالی قصہ یا کہانی کے پیچھے نہیں جا رہے۔ مگر آج ہر ایک
انسان کے دل میں بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ جس کو وہی سمجھ سکتے ہیں۔ جنہوں نے سرِ نو
پیدائش حاصل کی ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ خدا اسے قادر ابدیت کا باپ سلامتی کا شاہزادہ
ہمارے دلوں کے اندر رہے۔ ہاں یہ خدا کے فضل سے ہر ایک شخص کے لئے ممکن
ہے۔ آج کے دن ہم جو مسیحی کہلاتے ہیں۔ اس پر غور کریں کہ کیا یہ طاقت دینے والا مسیح
ہمارے اندر پیدا ہوا ہے۔ کہ کیا جب سے ہم نے اس کو اپنا بنایا ہم نے روحانی زندگی میں
ترقی کی یا اب تک کلیسیا کی سطح پر خس و خاشاک کی طرح دھارا کے زور سے بہتے جا رہے ہیں
کیا بیسویں صدی کا اول کرسمس ہماری مسیحی زندگی کی ترقی کا گواہ ہوگا۔ غرض یہ دن
غور و دھیان کا دن ہے کہ کیا تحفے تحائف لینے یا دوستوں سے ملاقات کے لحاظ سے ہم
کرسمس کے منتظر ہیں یا جذبۂ دل بیت لحم کی چرنی کی طرف ہمارا دامن کھینچے لئے جاتا ہے

... عارضی منزل میں ایک کورمیل کا نشان ہے۔ شاید ہم میں سے کسی کے لئے یہ آخری کرسمس
... ہو۔ لیکن اگر ہم نے اپنے کام اور زندگی سے ظاہر کر دیا کہ مسیح نے ہم میں حقیقت
صورت پکڑلی ہے۔ تو ہم بھی سدا ایک کے اُس عنبریں گبرت میں شریک ہوکر ابدالآباد آسمان
پر خدا کی تمجید کیا کریں گے۔ +

مسیحی زندگی کا یقینی نشان:۔ عام طور پر یہ اصول عالم فطرت میں مسلمہ ہے کہ
جہاں زندگی ہے وہاں حرکت یا پیدا کرنے کی طاقت موجود ہے جب رسول فرماتا ہے اگر ہم روح کے سبب
سے زندہ ہیں تو روح کے موافق چلنا بھی چاہئے۔ (گلتیوں ۵: ۲۵) تو اُس کا یہی مطلب ہے
کہ روحانی زندگی کا ثبوت روحانی رفتار سے دینا چاہئے۔ محبت اور ہمدردی کے ساتھ مگر
یہ اصول مسیحی زندگی میں ایک اور صورت سے نمودار ہوتا ہے یعنی جس شخص نے گناہوں
کی معافی اور روحانی صحت مسیح کے وسیلہ حاصل کی وہ ضرور اوروں تک بھی اس خوشخبری
کو پہنچانے پر کمربستہ ہوگا۔ پولس کو مسیح کی محبت مجبور کر دیتی تھی۔ اور جب وہ کرنتھس میں
کلام کی خدمت کرتا تھا۔ تو کلام سنانے کا جوش اُس کو مجبور کرتا تھا (دیکھو اعمال ۱۸: ۵
نیا ترجمہ) شروع کلیسیا میں جب زندگی کا زور تھا۔ تو ہر ایک نومرید ایک مشنری تھا۔
رفتہ رفتہ خاص اشخاص اس کام کو اپنے ذمہ لینے لگے۔ پھر تنخواہ اور مشاہرے مقرر
ہو گئے۔ اور اب تو یہاں تک نوبت آگئی ہے کہ انجیل کی خدمت مشن کے ملازموں
ہی کا فرض سمجھا جاتا ہے۔ اگر ہماری سرگرمی کا ثبوت درکار ہو تو کیا یہی کافی نہیں
کہ ہم مسیح کی انجیل کے خادم بننے سے پہلو تہی کرتے ہیں اور کسی نہ کسی طرح سے اپنے دل
کو تسلی دیتے ہیں کہ ہمارا اس ملک میں مسیحی کہلانا ہی مسیح کی منادی ہے۔ وحشی جزائر
کے نومریدوں کا حال ہم سے ہزار درجہ بہتر ہے جو سادہ ایمان کے ساتھ مسیح کو قبول کر لیتے
اور پھر اُس کو اوروں پر ظاہر کرنے کے لئے کمربستہ ہوتے ہیں۔ ان کی نسبت مشنری
ریکارڈ رقمطراز ہے کہ تمام مشنوں کی تواریخ میں پولی نیشیا کے نومریدوں کے برابر مشنری

رُوح رکھنے والے اور سرگرم مسیحی کہیں نہ ملینگے - ان لوگوں نے نیو گنی میں خدمت کی خاطر اپنے تئیں وقف کر دیا - جب اُنہوں نے جزیرہ میں جانے کا قصد کیا تو کسی نے اُن کو یہ کہکر ڈرایا - کہ اُس جزیرہ میں گھڑیال اور سانپ اور کنکھجورے بکثرت ہیں - اُن میں سے ایک نے دریافت کیا کہ کیا وہاں آدمی بھی ہیں یا نہیں - جواب ملا کہ ہیں تو سہی مگر وہ ایسے سخت وحشی ہیں کہ اُن کے درمیان رہنے کا خیال کرنا بھی لاحاصل ہے - اس پر اُس شخص نے دلیرانہ کہا کہ بس جہاں آدمی ہیں وہاں مشنریوں کو جانا فرض ہے - اور بیس سال کے عرصہ میں ان پولی نیشیا کے منادوں میں سے ایک سو بیس بخار سے مرگئے یا زہر سے مارے گئے یا قتل کئے گئے اور جب ایک مرتا تھا - تو بیسیوں اُس کی جگہ جانے کے لئے تیار ہوتے تھے - یہ مسیحی زندگی کا ظہور ہے - جب زندگی ہی نہ ہو - تو یہ فضول بحث ہے - کہ ہندوستانی نومریدوں کو کس ملک میں انجیل سنانے جانا چاہیئے اور کب جانا چاہیئے - اوّل زندگی ہونے دو - پھر مسیح کی رُوح ہم کو جہاں چاہیگی اُڑا کر لے جائیگی +

ہندوستان میں انجیل کی خفیہ تاثیر - ۲۴ - ماہ گذشتہ کے اتوار کو شہر مدراس میں دو اعلےٰ ذات کے ہندوؤں نے معہ اپنے خاندانوں کے بپتسمہ پایا - جس سے بقول مدراسی ہمعصر کے جنوبی ہند میں تہلکہ برپا ہو رہا ہے - ایک ان میں سے اعلےٰ رتبہ کا برہمن بی - اے اور بی - ایل پاس شدہ اور ڈسٹرکٹ منصف کے عہدہ پر ممتاز ہے - اس تعلیم یافتہ اور صاحب عزت شخص کو مسیحی مذہب اختیار کرتے دیکھ کر عوام حیران ہیں کہ ڈبل روٹی (اور آج میں بھات) کے لئے تو مسیحی ہوا کرتے تھے - مگر اس کو کیا غرض پڑی تھی - مسیح کے پیروؤں کے لئے یہ کوئی فخر یا بزرگی کی بات نہیں کہ بڑی ذات میں سے کسی نے بپتسمہ لیکر کلیسیا میں شراکت حاصل کی - بلکہ یہ مسیحی مذہب کی عظمت اور تعریف ہے کہ رداندہ اور حقیر لوگوں کو اُٹھا کر کھڑا کرنے کی طاقت رکھتا ہے - تس پر بھی اعلےٰ ذات کے بپتسمے اس امر کا ثبوت ہیں کہ مسیح کا مذہب اعلےٰ اقوام میں بھی سرایت کر رہا ہے - اور یہ جو بطور طعن کے کہا جاتا ہے

صرف ادنےٰ اور غریب لوگ ہی مسیحی ہوا کرتے ہیں۔ اُس کے ابطال کے لیئے یہی مدراس کی ونطا ٹر
بڑا دندان شکن جواب ہے۔ یہ نومرید منصف مدتوں سے دل میں مسیح کی تعلیم کا قائل تھا۔ اور اُس کا
اثر اپنے خاندان میں کس درجہ کا ہوگا اس کا اندازہ اسی ایک بات سے ہو سکتا ہے کہ اُس کی
بیوی اور نو بچے بھی اُس کے ساتھ ذات اور برادری کو چھوڑ کر مسیحی مذہب کو اختیار کرنے پر
تیار ہو گئے۔ دوسرا شخص بھی معہ اپنی زوجہ اور دو لڑکیوں کے اُسی اتوار کی شام کو کلیسیا میں
شامل ہوا۔ یہ ہر دو نومرید کسی زمانہ میں مشن کالج کے طلبا تھے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مشن
کے مدارس میں انجیل کی تعلیم بے فائدہ نہیں ہے بلکہ ہم مذکور دعوے سے کہتا ہے کہ
یہ بات دیکھنے میں آتی ہے کہ ہندو نوجوان کسی نہ کسی مشن کے مدرسہ میں ضرور تعلیم پائی ہوتی ہے خدا ان نومریدوں
کو ایمان پر قائم اور مضبوط رکھے اور آوروں کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی طاقت عطا کرے +

مکتی فوج کی ترقی چھتیس سال کا عرصہ گزرا کہ جنرل بوتھ صاحب نے تن تنہا اس طریق کو
شروع کیا۔ اس وقت اس کے متعلق چودہ ہزار افسر اور سترہ ہزار باجا بجانے والے ہیں مکتی فوج کا جھنڈا
دنیا کے پینتالیس ملکوں میں لہرا رہا ہے اور اگرچہ ہر جگہ پوری کامیابی نظر نہیں آتی تو بھی ان ممالک
میں سات ہزار سوسائٹیوں سے زیادہ ہیں جو خود اپنا انتظام کرتی اور بہت کچھ سیلف سپورٹنگ
ہیں۔ فوج کا کام تیس مختلف زبانوں میں کیا جا رہا ہے۔ اور بعض افسر سات یا آٹھ
زبانوں میں کلام کر سکتے ہیں۔ ایک دس زبانیں جانتا ہے۔ علاوہ ان کے ۲۰۰ مقامات ایسے
مقرر کئے ہیں جہاں مختلف اقسام کے مصیبت زدہ لوگوں کو امداد دی جاتی ہے اور
ہر ہفتہ تین لاکھ کے قریب بھوکے مرد و عورت اور بچوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ اگر تعلیم کی
صحت کا اندازہ پھلوں سے ہو سکتا ہے۔ تو اس امر میں کوئی کلام نہیں کہ مکتی فوج نے وہ
قابل قدر کام دنیا میں کر کے دکھایا ہے جو آور بڑی پیچیدہ اور اونچی دکان والے
چرچوں سے نہیں ہو سکتا ہے۔ خدا کے گھر میں ہر قسم کے برتن کارآمد ہو سکتے ہیں۔
مکتی فوج نے اپنی ہستی کے مدعا کو بخوبی پورا کر کے دکھایا ہے +

کرسمس ڈے کا آغاز

مسیحی کلیسیا میں مدت سے یہ بات چلی آئی ہے۔ کہ درحقیقت ہمارا خداوند جاڑے کے موسم میں ماہ دسمبر کی ۲۵ تاریخ کو پیدا ہوا تھا۔ لیکن یقینی طور پر اس کا فیصلہ کرنا مشکل بلکہ ناممکن ہے کیونکہ کلیسیا کی اوّل تین صدیوں میں اس دن کی رسم یا تہوار کا کوئی ذکر نہیں۔ اور یہ معلوم کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔ یہ یقینی بات ہے کہ خداوند مسیح دنیا میں پیدا ہوا۔ خواہ کوئی دن اس واقعہ کی یادگاری کے لئے مقرر کیا جائے۔ تواریخ کلیسیا سے معلوم ہوتا ہے کہ کلیسیا کی رسوم اور تہوار زیادہ تر چوتھی صدی میں شروع ہوئے۔ عید پینتیکوست اور ایسٹر اور ایپفنی کا رواج قریب اسی صدی میں شروع ہوا۔ چوتھی صدی کے درمیان عید صعود کا بیان بھی پایا جاتا ہے اسی وقت کے قریب کرسمس ڈے کا تہوار روما سے شروع ہوا اور بعد ازاں مشرقی کلیسیاؤں میں مروج ہوا۔ کیونکہ مقدس خرسستم جو قسطنطنیہ کا اسقف تھا ۳۸۶ء میں بیان کرتا ہے کہ ابھی دس سال کا عرصہ نہیں گزرا کہ ہمیں اوّل اس دن کا حال معلوم ہوا۔ اس کا آغاز مغربی علاقوں میں ہوا۔ جہاں سے ہمیں اس کا علم حاصل ہوا ہے۔ کلیمنٹ اسکندری بھی بعض ایسے اشخاص کا ذکر کرتا ہے جنہوں نے نہ فقط خداوند کی پیدائش کا سال بلکہ دن تک حساب کر رکھا تھا اس دن پر ابتدا ہی سے کلیسیا میں بڑا بھاری جشن ہوا کرتا تھا۔ تحفے تحائف لئے دئے جاتے تھے اور بچوں کو خاص طور اس دن کی خوشی میں شریک کیا جاتا تھا۔ پہلے پہل کلیسیا کو ان رسوم کا خیال کیونکر آیا ہوگا۔ اس کی نسبت ہمارا دارومدار بہت کچھ تواریخ کلیسیا کے مشہور مورخ نیانڈر کے قیاس پر ہے۔ وہ اپنی تواریخ کی تیسری جلد میں لکھتا ہے کہ سال کے عین ایسے موقع پر بعض رسومات کا رواج روما کی سلطنت میں تھا جو ملکی اور قومی زندگی کا حصہ ہو گئے تھے اور اندیشہ تھا۔ کہ مسیحی لوگ بھی ان تہواروں کی رسوم میں شریک ہوں۔ علاوہ ازیں ان تہواروں کو ذرا الٹ پلٹ کرنے سے ان کو روحانی طور پر ماننا آسان تھا۔

سے اقوال سے بڑے لیا کا مگر وہ تہوار تھا جس میں رومی لوگ گذشتہ زمانہ کی یاد میں خوشی منایا کرتے
تھے۔ یہ تہوار [illegible] سے بھی [illegible] تھے - اور کچھ عرصہ کے لئے غلام اور آزاد میں
فرق مفقود ہو جاتا تھا [illegible] شور و غل اور رنڈیوں کی جنسی [illegible] میں
[illegible] رومی [illegible] اس موقع کے حالات [illegible]
[illegible] جو کچھ انسان میں خوبی اور پاکیزگی [illegible] کی پاک
[illegible] صفت ہو جاتا [illegible] تیج رسوم
[illegible] ہو سکتی تھی [illegible] سال [illegible] رکھا [illegible] کے تعلق پاکیزہ
[illegible] اور اس تہوار [illegible] زمانہ کا یاد [illegible] کیا جب خدا
[illegible] اور انسان [illegible] دوست ایک
[illegible] کر لیا -
چھوٹے بڑے [illegible] کے اختتام پر ایک دن خاص بچوں کے لئے [illegible] تھا کرسمس بھی درحقیقت
بچوں کا [illegible] خاص تہوار ہے - پھر سب سے آخر اسی وقت پر سال کے سب سے چھوٹے
دن کا تہوار [illegible] آتا تھا - جو گویا سورج کی سالگرہ منائی جاتی تھی - مسیحیوں نے اس کو
بھی [illegible] میں لیکر آفتاب صداقت یعنی مسیح کے طلوع کا دن ماننا شروع کر دیا اس
[illegible] جشن کا وقت تو وہی رہا - مگر دستورات میں زمین و آسمان کا فرق ہو گیا
[illegible] درحقیقت اس زمانہ میں نہایت دانائی کا انتظام تھا - مگر مابعد کے زمانہ میں جو آج [illegible]
[illegible] ہے - وہ رومی تہوار سے کچھ کم نہیں - اور یورپ اور امریکہ میں
[illegible] مسیحیوں کے درمیان یہ موقعہ عموماً ہر قسم کی بیہودہ خوشیوں کو جائز ٹھہرا دیتا
ہے - [illegible] جو گناہ کیجئے ثواب ہے آج ہمارے ملک میں مسیحیوں کی تعداد ہنوز بہت کم اور
[illegible] اس لئے کرسمس کا وہ ابتدائی لطف نہیں لیکن اگر سب کلیسیائیں ملکر اس روز ایک
[illegible] میل فراہم کرنے کی کوشش کریں تو کچھ عرصہ میں مغربی ممالک کے بچھڑے ہوئے جرچوں

ہندوستانی مسیحیوں کے لئے بڑے دن کا تحفہ

ملک سکاٹلینڈ کے مشہور و معروف رئیس لارڈ ریڈسٹاک صاحب جو مشن کے معاملات میں حد درجہ کی دلچسپی رکھتے
ہیں اور چند سال کا عرصہ گزرا کہ ہندوستان [illegible] کی خاطر پنجاب میں بھی تشریف لائے تھے یہ تجویز پیش کرتے ہیں کہ ملکہ معظمہ قیصرہ
ہند کی یادگار میں ہندوستانی مسیحیوں میں کتاب مقدس تقسیم کی جائے۔ اس مدعا کو پورا کرنے
کی غرض سے انگلستان کے بڑے بڑے نامی آدمیوں کی ایک کمیٹی مقرر کی گئی۔ جنہوں نے بعد
غور و فکر کے یہ تجویز ٹھہرائی ہے کہ اس بڑے دن پر ہندوستانی مسیحیوں کو اور نیز اُن سب اشخاص
کو جو کتاب مقدس کو پڑھنا چاہیں بائبل کی ایک ایک جلد یا نیا عہدنامہ یا انجیل بطور تحفہ کے
دی جائے۔ چنانچہ اس ملک کے ۱۰۰۰ پادری صاحبان کے نام خطوط بھیجے گئے ہیں کہ اپنی اپنی
جماعتوں کے مسیحیوں کو اس کار خیر میں امداد کی طرف تحریک دلائیں۔ اور حسب توفیق کتاب
مقدس کی ایک ایک جلد بطور چندہ کے دیں جو مختلف مشنوں کے ذریعہ تقسیم کی جائیگی۔ ہر ایک
جلد میں دینے والے کا نام اور پتہ مندرج ہوگا اور گیرندہ سے درخواست کی جائیگی کہ اُس دینے والے
کے ساتھ خط و کتابت کرے۔ اس انتظام سے امید کی جاتی ہے کہ بہت سے لوگ جو بائبل کو کبھی نہیں
پڑھتے مطالعہ کریں گے [illegible] انگلستان کے مسیحیوں کی طرف سے ہندوستان کے لوگوں کا
طرف [illegible] بھی جاری کیا جائیگا اور سال کی آخری [illegible] ہندوستان
اور اُس کے [illegible] تقسیم کی جائیگی ہم اس تجویز کے لئے خدا کا شکر کرتے ہیں اور لارڈ
ریڈسٹاک صاحب و دیگر مسیحیوں کے جو دل سے شکر گزار ہیں جو ہمارے ملک کی [illegible] فکر رکھتے ہیں ہمیں کچھ شبہ نہیں
خدا اس کوشش پر برکت دیگا۔ کتاب مقدس کو مفت تقسیم کرنے میں ایک بڑا بھاری نقص یہ تھا کہ جب
بائبل یا انجیل دی جاتی تھی اُس کی کوئی فکر نہیں کی جاتی اور نہ لینے والا اپنے آپ کو مسیحی [illegible]
سمجھتا اور نہ دیکھتا تھا کہ گیرندہ ضرور پڑھکر فائدہ اٹھائیگا۔ چنانچہ ہم نے پنجاب بائبل سوسائٹی [illegible]
نسبت بھی رائے دی تھی مذکورہ بالا تجویز میں اگر گیرندہ کا نام و پتہ بھی دینے والے کو بتایا جائیگا تو اس سے بہتر تجویز [illegible]

تخت سے چرنی تک

(ڈاکٹر تالمیج صاحب کی تصانیف میں سے)

دنیا نے اپنی ہستی کے اول ہزار سال خدا خدا کر کے کاٹے۔ مگر مسیح ظاہر نہ ہوا۔ دو ہزار سال گزرے اور اب تک اُس کا کوئی نشان نہیں۔ علےٰ ہذالقیاس تین ہزار پھر چار ہزار سال بیت گئے اور ہنوز مسیح نہیں آیا۔ اسوری اور فارسی اور کلدی اور مصری تہذیب پکارتی ہے کہ ہم کو مسیح درکار ہے۔ مگر آسمان ساکت ہے اور زمین سے بھی کوئی جواب نہیں ملتا۔

دنیا کو حکیموں کی کبھی کمی نہیں ہوئی۔ بڑے بڑے مشہور شاعر پیدا ہوئے۔ مگر مسیح جو ان عندلیبوں کا گل ہونے کو تھا نظر نہیں آتا۔ بڑے بڑے مؤرخ گزرے۔ مگر وہ جو دنیا کی تواریخ کا مرکز ہونے کو تھا دکھائی نہیں دیتا۔ بڑے بڑے فاتح نمودار ہوئے۔ مگر زمین و آسمان کا ختم کرنے والا دنیا پر آشکارا نہیں ہوا۔ مگر آخر آہستہ رو صدیوں کا سلسلہ ختم ہوا اور خدا کا وقت آ پہنچا۔ دنیا میں صبح و شام خوشی کے نغمے ہوا کرتے تھے۔ مگر اب آدھی رات کا گیت بھی سنائی دیگا۔ شب تاریک کی سیاہ چلمن اُٹھا کر اور رُخ پر سے بادل کا نقاب ہٹا کر بہشت الحان گانے والوں کی جماعت نے ایسا راگ شروع کیا کہ کوہ و دشت سے عرش ... مرحبا کی صدا بلند ہوئی

قیصر اوگوستس رومی شہنشاہ نے حکم نافذ کیا کہ سلطنت کے تمام صوبوں کی مردم شماری اور ... کا ... کیا جائے۔ بظاہر یہ مردم شماری ماتحت علاقوں پر ٹھیک ٹھیک محصول لگانے ... سے ... مگر مشیت ایزدی میں اس کا یہود یہ میں ہونا کی اُس پیشگوئی کی تکمیل ... جس میں مندرج ہے کہ

اے بیت اللحم یہوداہ کے علاقہ

تو یہوداہ کے حاکموں میں ہرگز سب سے چھوٹا نہیں

کیونکہ تجھ میں سے ایک ایسا سردار نکلیگا
جو میری اُمت اسرائیل پر حکومت کریگا

۲۱ حکم کے جاری ہونے کے وقت یہودیہ رومی سلطنت کا صوبہ تصور نہیں کیا جاتا تھا بلکہ اس کو محض ایک ماتحت علاقہ شمار کرتے تھے۔ ہیرودیس برائے نام یہودیہ کا حاکم تھا وہ فی الحقیقت نائب السلطان اور رومی رعایا میں سے او قیصر کے فرماں کے تابع تھا۔ ملکی آزادی کا دعویٰ ثابت کرنے کی خاطر یہودی رسوم میں دست اندازی ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے قیصر کے حکم کی تعمیل میں احکام جاری کئے کہ ہر ایک خاندان اُس مقام پر اسم نویسی کے لئے پیدا جائے جہاں خاندانی نسب کے شجرے موجود تھے۔ اب چونکہ مریم اور یوسف داؤد کے گھرانے میں سے تھے اُنہیں بیت اللحم کو جانا ضرور ہوا۔ غرض قیصر اوگسطس کے فرمان کا ایسے وقت پر نافذ ہونا جب دنیا میں صلح و امن تھا اور بغیر کسی ضروری سبب کے کیونکہ یہودیہ کے محاصل ہیرودیس جمع کیا کرتا تھا اور ایک مقررہ رقم قیصر کو ادا کرتا تھا، یہ قطعی طور پر ثابت کرتا ہے کہ یہ انتظام مشیت ایزدی کے ہاتھ میں ہتھیار تھا۔ مسیح کی پیدائش کا وقت ایسا قریب تھا۔ کہ خدا نے روما کے شہنشاہ کو میکاہ نبی کی پیشین گوئی کو پورا کرنے کی غرض سے اس اسم نویسی پر آمادہ کیا +

اس حکم کو سن کر یوسف اور مریم بیت اللحم کی طرف جو اُن کے مسکن ناصرت سے جنوب کی سمت تھا۔ روانہ ہونے کو تیار ہوئے۔ انجیل نویسوں نے اس راستہ کا کچھ حال نہیں لکھا مگر جب وہ دو نو داؤد کے شہر میں جو تین ہزار باشندوں کی آبادی تھی وارد ہوئے تو نام لکھانے والے پردیسیوں کی اتنی بڑی جماعت وہاں موجود تھی کہ اُن کو کسی سرائے میں جگہ نہ ملی۔ کیا شاہی خاتون کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ کیا دنیا کے بادشاہ کے بیٹے کو کوئی پلنگ میسر نہیں۔ کیا ڈیوڑھی پر کوئی نقیب نہیں۔ کیا آستانہ پر کوئی قاصد اُس کی آمد کا اعلان کرنے کو نہیں۔ کیا کوئی مخمل بچھا گہوارہ اس نووارد بچے کو رکھنے کے لئے تیار نہیں۔ نہیں۔ ہرگز نہیں

انسان کو حیوانات کی طرح کسی محفوظ جگہ کی ضرورت ہے۔ اس لئے چونکہ کسی ایسی جگہ
کا سامان یہاں نہیں ہے۔ اگر امیروں میں نہ ملے تو غریبوں ہی میں سہی۔ اگر وہاں نہ
[illegible] تو پھر حیوانات کے ساتھ رہنا بھی منظور ہے۔ کیونکہ یہ بیچارے بے زبان حیوانات اُن
[illegible] اور جہاں وہاں تنگی ہو۔ مگر کسی کو اپنے پاس جگہ دینے سے انکار نہ کریں گے۔
چونکہ مریم اور یوسف کو کہیں جگہ نصیب نہ ہوئی۔ مجبوراً [illegible] ان کے ساتھ رہنا پڑا اور
[illegible] اصطبل کی [illegible] جھپلتی پڑیں اور [illegible] اصطبل میں گدھوں اور
[illegible] اور اونٹوں کے درمیان اور [illegible] کے شور و غل کے بیچ مریم اپنا پلوٹھا بیٹا
[illegible] وہ بچہ جو خدا کے ساتھ [illegible] میں شریک اور بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ وہ بچہ جس کی
[illegible] اپنی [illegible] ستارہ انگلی سے اشارہ کر رہی تھی۔ اور جس کا دیدار فرشتوں کو دینے
کی خاطر آسمان کا پھاٹک کھل گیا۔ ہاں یہ وہی بچہ ہے جس کی [illegible] آسمانی [illegible] فلک پر
[illegible] رہی تھیں۔ یہ خوشی کا راگ ہنوز جاری تھا کہ ابن اللہ موٹے کپڑوں میں
بندھا ہوا چرنی میں پوال پر پڑا تھا۔ مریم کے لئے نہ آرام کی صورت تھی نہ تخلیہ تھا غضب
[illegible] لئے گھونسلا اور شیر کے بچہ کے لئے ماند اس سے کہیں بہتر جگہ ہے مگر آسمان کا
غریب الوطن پوال میں لپٹا ہوا ہے۔ آسمان سے نکل کر پہلی رات ہی حقیر جگہ میں بسر
ہوئی۔ آسمانی لباس کو اُتارنے کے ایک گھنٹہ بعد ہی موٹے کپڑے کی پوشاک نصیب ہوئی
[illegible] انسان کے خیال میں یوں ہونا چاہئے تھا۔ کہ مسیح بتدریج آسمان سے اُترتا۔ یعنی اول
[illegible] اور زیادہ قریب دنیا میں نازل ہوتا پھر قیصر کے محل میں آتا پھر کسی بڑے سوداگر
[illegible] پھر بیت عنیا کے کسی گھر میں اس کے بعد مچھوے کی جھونپڑی میں اور سب
[illegible] آخر اصطبل میں آتا۔ مگر نہیں وہ ایک دم سے عرش سے فرش تک پہنچ گیا۔
[illegible] ذرا بیت اللحم کی اُس سرائے کا دروازہ کھول کر اونٹوں کو آگے سے ہٹا دو اور
[illegible] گردیکا لوگوں کی بھیڑ بھاڑ سے آگے نکل چلو کیا اے مریم تیرے پاس کوئی روشنی کا

سامان بھی نہیں۔ وہ جواب دیتی ہے۔ کہ کوئی نہیں سوائے اُس روشنی کے جو دروازہ میں سے آرہی ہے۔ اے مریم کیا تیرے پاس کچھ کھانے کے لئے نہیں۔ وہ کہتی ہے کہ کچھ نہیں سوائے اس سامان کے جو سفر کے لئے تھیلے میں پڑا ہے۔ کوئی بیت الحم کی خاتون جو مدد کے لئے آئی ہے۔ اس بچہ کے منہ پر سے کپڑا ہٹا دے تاکہ ہم اُس کا دیدار کریں دیکھو دیکھو! اور اپنے سروں کو ننگا کرکے اُس کے آگے گھٹنے جھکاؤ۔ سب خاموش ہوجاؤ۔ یہ مریم کا بیٹا ابن اللہ ہے۔ یہ نوزاد بچہ ابدیت کا بادشاہ ہے اُس کا بازو قادر مطلق اور اس کی آنکھ ہمہ داں ہے اُس کی آواز جو اس وقت نہایت دھیمی ہے ایک روز مُردوں کو جگا ئیگی ہوشعنا۔ ہوشعنا۔ خدا کی مجد ہو کہ مسیح تخت سے چرنی تک پست ہوا تاکہ ہم چرنی سے تخت تک سرفراز ہوں۔ اُس نے آسمان کے سب دروازہ کھول دئے ہیں جس راستہ سے وہ آیا ہے اب ہمارے لئے کھلا رہنا ہے مناسب ہے کہ آسمان کے سب نغمہ سرا اپنے اپنے ساز چھیڑتے ہوئے اس خوشخبری کا اعلان کریں کہ دیکھو میں تمہیں بڑی خوشی کی بشارت دیتا ہوں جو ساری امت کے واسطے ہوگی کہ آج داؤد کے شہر میں تمہارے لئے ایک منجی پیدا ہوا یعنی مسیح خداوند"۔

بیت اللحم پہاڑ کے ایک پہلو پر واقع ہے۔ اور نیچے ایک نہایت خوشنما وادی ہے جس میں ہری ہری گھاس کا فرش بچھا ہے اور جہاں مسیح کے زمانہ میں بھیڑوں کے جھنڈ کثرت سے چرتے تھے۔ اور چوپان ان کی حفاظت کے لئے مقرر تھے۔ مدت سے بلکہ شاید داؤد کے زمانہ سے بھی پیشتر گڈریئے اس وادی میں بھیڑوں کو چراتے رہے ہیں۔ یہ لوگ نہایت دیانتدار اور مذہب کے پابند خیال کئے جاتے تھے۔ ان کا پیشہ ہمیشہ سے حلم اور الٰہی حفاظت کا نمونہ ہونے کے لئے ضرب المثل رہا ہے۔ اُن کا عصا کلیسیا میں تسلی اور قسیسوں کے اختیار کا نشان مانا جاتا ہے۔ اس لئے یہ کوئی تعجب کا مقام نہیں کہ ان وفادار نگہبانوں کو سب سے پہلے یہ خوشخبری کیوں سنائی گئی۔ یہ خبر کسی پیدل چلنے والے قاصدوں نے یا کاہنوں یا پرستاروں نے باجوں کے شور کے ساتھ نہیں سنائی۔ اُن کے لئے دن کی جھلک ضرور ہوتی

مگر یہ رات کا سماں ہے ایسی پاکیزہ شب جس میں تمام عالم پر خاموشی چھا رہی ہے اور ستارے گویا عبادت کے شوق سے مشتعل ہو کر مارے خوشی کے ٹمٹما رہے ہیں ہر ایک زبان میں رات تاریکی اور مصیبت کا نشان ہے۔ مگر در حقیقت وہ اکثر خوشی اور روشنی کا وقت ہے۔ میرا مدعا اُس رات سے نہیں جس میں ستاروں کی روشنی نظر نہیں آتی بلکہ ایسی رات جس میں آسمان کی عظمت اور شان دنیا کے سامنے نمودار ہوتی ہے۔ اور گویا وہ گیت جو صلح کے ستارے مدت ہوئی گا نے تھے اب بھی کہکشاں کے درمیان گا رہے ہیں اور خدا کے فرزند خوشی سے نعرہ مارتے ہیں ایسی ہی رات کو ملاح جہاز میں اور صیاد دشت میں اور تھکا ماندہ مسافر سڑک پر اور سپاہی خیمہ میں دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ وہ ایسی ہی شب تھی جب گڈریے میدان میں اپنی بھیڑوں کی نگہبانی کر رہے تھے کہ ملایک نے آسمان کے گھنٹوں کو زور سے بجا بجا کر یہ خوشخبری سنانی شروع کی کہ عالم بالا پر خدا کا جلال ظاہر ہے اور زمین پر اُن آدمیوں میں جنسے وہ راضی ہے صلح"۔ اس مبارک شب میں خداوند کا فرشتہ آسمانی پُر جلال مکانوں سے روانہ ہو کر فلک سے نیچے اُتر آیا اور اپنے ہمراہ نور کی ایک درخشاں ندی جو گویا آفتاب اور ستاروں کا سایہ معلوم ہوتی تھی بہالایا اور اُن سراسیمہ چرواہوں کے سر پر بڑی آب و تاب کے ساتھ آچکا۔ یہ مقدس قاصد جبرائیل تھا جو ایسی خوشی کی خبر لے کر آیا۔ جیسی کبھی پیشتر کسی نے نہ سنی تھی۔ مگر ایسے منور قاصد کو دیکھ کر اُن غریب گڈریوں کے دل کانپ اُٹھے کیونکہ وہ فوراً سمجھ گئے کہ فرشتے کی آمد کا کیا مدعا ہوگا۔ وہ ڈر گئے اور شاید بڑے سے بڑا دلیر آدمی بھی ایسے عجیب نظارہ اور نورانی سمندر میں پُر جلال صورتوں کے مشاہدہ سے ضرور خائف اور ہراساں ہو جائیگا۔ مگر اُس نورانی قاصد نے گڈریوں کو فوراً یہ تسلی بخش الفاظ سنائے کہ ڈرو نہیں۔ کیونکہ دیکھو میں تمہیں بڑی خوشی کی بشارت دیتا ہوں جو ساری اُمت کے واسطے ہوگی کہ آج داؤد کے شہر میں تمہارے لئے ایک منجی پیدا ہوا یعنی مسیح خداوند۔ اور اس کا تمہارے لئے یہ نشان ہے کہ تم اُس بچے کو کپڑے میں لپٹا ہؤا اور چرنی میں پڑا

ہُوا پاؤ گے ۔

اس پاک قاصد کے جلوہ پر ایکایک ایک اور بڑا بھاری نور شعلہ زن ہُوا جس کی روشنی آسمان میں پھیل گئی اور چیرن گڈریوں نے آسمانی رو بت کا ایک نظارہ دیکھا یعنی چمکدار پوشاک پہنے ہوئے فرشتوں کا ایک گروہ جن کی چمک سے ارض و ساحد نگاہ تک منور ہو گئے اور جو کہکشاں کی صورت اپنے بے بیان تجلے سے افلاک کو مرصع کر رہے تھے اور اس مقدس گروہ نے ملکر نہایت خوش انحانی کے ساتھ یہ گیت گایا کہ

عالم بالا پر خدا کا جلال ظاہر ہے۔

اور زمین پر اُن آدمیوں میں جن سے وہ راضی ہے۔ صلح

اعمال کی کتاب کا مطالعہ اگر اُس مدعا کو مدنظر رکھ کر کیا جائے جو مصنف کے پیش نظر تھا۔ تو یہ ابتدائی تواریخ کلیسیا نہایت دلچسپ معلوم ہوگی۔ کتاب کا آغاز جی اُٹھے ہوئے مسیح سے شروع ہوتا ہے اور شاگرد اُس کے گرد جمع ہیں۔ اپنے صعود سے پیشتر وہ اُن کے غلط خیالات کو درست کرتا اور فرماتا ہے کہ "تم یروشلم اور تمام یہودیہ اور سامریہ بلکہ زمین کی انتہا تک میرے گواہ ہوگے"۔ اب اگر غور سے کل کتاب کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا۔ کہ مصنف نے چند واقعات کو بے ترتیب انبار کی صورت میں جمع [illegible] کیا۔ چنانچہ قابل لحاظ ہے کہ کتاب کا پہلا حصہ ۱ : ۵ سے ۶ : [illegible] تک [illegible] انجیل پھیلنے کا بیان ہے۔ دوسرا حصہ ۶ : ۸ سے ۹ : ۳۰ تک یہودیہ اور سامریہ کلام کی اشاعت کی بابت ہے۔ پھر ۹ : ۳۲ سے ۱۲ : ۲۳ تک غیر قوموں [illegible] میں داخل ہونے کا تذکرہ ہے۔ اور بعدازاں پولوس کے سفروں اور ایشیا، یونان وغیرہ میں کلیسیائیں قائم کرنے کا حال مندرج ہے ۔

نئے سال کے لئے چند خیالات

"جیسے تیرے دن ہوں۔ ویسی ہی تیری قوت ہوگی۔ استثنا ۳۳ : ۲۵"

[illegible] اس سے عاماً یہ مراد ہے کہ وقت گذرنے کے ساتھ خدا کے ایماندار بندے اپنی قوت
[illegible] اور طاقت کو کم پانے کی بجائے رُوحانی قوت میں ترقی کرینگے اور دن بدن۔ ماہ
بماہ، سال بسال گناہ کے ساتھ لڑائی کرنے میں زیادہ توانائی اور کامیابی پائینگے [illegible]
ایمان میں زیادہ مضبوطی۔ تحمل اور برداشت میں زیادہ پختگی۔ دل کی حلیمی اور فروتنی
[illegible] کی عبادت میں شوق و سرگرمی اور اس کی خدمت میں زیادہ محبت اور جانثاری
[illegible] اور زیادہ تر غیر کے ہمدرد اور مددگار بنینگے +

اس خیال سے اس نئے سال کے شروع میں یہ پیارے پیارے لفظ ہمارے
[illegible] پر ٹھہر جاتے اور ہم ان کو ایک نیک شگون سمجھ کر دل سے قبول کرتے ہیں۔
[illegible] نئے سال کے دنوں میں ہم توانائی پائیں کہ اپنے مالک کی تمجید کریں۔ بدی پر غلبہ پائیں۔
[illegible] کامل ہوتے جائیں اور آسمان کی طرف کو بڑھتے جائیں۔ پھر تم بیشک مبارک
[illegible] ہوگے + [illegible])

سال یونہی گذرتے جاتے ہیں۔ آہ اگر ہم ہمیشہ یسوع کی ہدایت پر چلتے اور اُس کی مرضی
[illegible] سال کیسے بابرکت ہوتے! ہماری اپنی مرضی کو وہ گناہ آلودہ بھی ہو سکتی نہیں
[illegible] زیادہ انہیں چیزوں پر محدود رہتی ہے جو اس کو عین سامنے نظر آئیں اور
[illegible] بھی اس کو دکھائی دے۔ مسیح کی مرضی ابدی نتیجوں کو خیال میں رکھتی ہے
[illegible] کی چھوٹی سی چھوٹی باتوں کو بھی جن سے ایسے ایسے نتائج پیدا ہوتے
[illegible] جاتے ہیں اور کبھی ختم ہونے نہیں پاتے +

[illegible] بیلا خداوند ہے۔ جو کچھ اُس کی مرضی سے پیدا ہوتا وہ قائم رہتا ہے جو کچھ

اس کی پیدا کرنے والی مرضی کے بغیر کیا جائے اُس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ ہمیں [illegible] مناسب ہے کہ ان آنے والے دنوں میں ہر ایک بات میں اُسّے صلاح [illegible] ہر ایک کام اس کے جلال کے لئے کرنا چاہیئے۔ لیکن اس کے جلال کے لئے وہ [illegible] سلنا۔ جب تک کہ وہ اس کی مرضی کے مطابق نہ ہو +

اے یسوع میری آرزو ہے کہ اس سال میں ایسی زندگی بسر کروں [illegible] میں تجھ ہی پر تکیہ رکھوں۔ کسی کام کو ہاتھ نہ لگاؤں جب تک کہ تو خود اس کی تحریک نہ کرے۔ ہمیشہ تیری آواز کا شنوا رہوں تیرے اشارہ کا منتظر اور تیری محبت [illegible] کی بجا آوری کے لئے تیار رہوں جو کچھ تیرے حکم کے مطابق نہ کیا جائے ضرور ہے کہ وہ تباہ ہو [illegible] نجات دہندہ تو جو حکم کرتا ہے مجھے دے اور جو [illegible] ہے حکم کر میں تیرا ہوں۔ اُوہ ! مجھے بچا لے کیونکہ میں نے تیرے حکموں کی [illegible] کی ہے +۔ (منبن)

جو چیزیں پیچھے رہ گئیں اُن کو بھلا کر آگے کی چیزوں کی طرف [illegible] زور سے دوڑا ہوا جاتا ہوں۔ تاکہ اُس انعام کو حاصل کروں جس کے [illegible] مجھے مسیح یسوع کی معرفت بلایا ہے۔ فلپیوں ۳ : ۱۳ – ۱۴

ایک نوجوان کا ذکر ہے کہ اس کے دفتر میں ایک بڑی گھڑی تھی [illegible] میں یہ صدا آتی تھی کہ "ابدیت! کہاں؟" صدا اس کی تنبیہ کو ایسا سنانے لگی کہ وہ [illegible] نہ کر سکا اور اٹھ کر گھڑی کو بند کر دیا۔ لیکن [illegible] کے سنائے [illegible] آواز [illegible] گونجتی رہی۔ آخر کو ہار کر اس نے ٹھان لیا کہ جب تک اس [illegible] دے سکوں کہ "ابدیت! کہاں؟" دل کو کسی طرف [illegible]

ہم بھی اگر یہ آواز سنیں تو یوں ہی کریں :-

مسیح کی حضوری

[illegible] ڈ ۔ ہنری ڈرمنڈ کی ایک تقریر کا خلاصہ جو آپ نے بوسٹن جوبلی کنونشن

[illegible] میں بیان کی ۔ مترجمہ مولوی سراج الدین صاحب بی۔اے)

[illegible] بات اس سے زیادہ صحیح طور پر بیان نہیں ہو سکتی کہ خداوند یسوع

[illegible] ہے کہ [illegible] عدالت ایسی نہیں جس [illegible] مسیح نے نہ

[illegible] بیان کیا ہو ۔ اُس نے کہا ہے ۔

قیامت اور زندگی میں ہوں

میرے بغیر کوئی باپ کے پاس نہیں آ سکتا

[illegible] زندگی کی روٹی ہوں

[illegible] جہان کا نور ہوں

کوئی پیاسا ہو تو وہ میرے پاس آئے اور پئے

[illegible] ابن آدم کا گوشت نہ کھاؤ ۔ اور اُس کا لہو نہ پیو ۔ تو تم میں زندگی نہیں

[illegible] ممکن ہے [illegible] مسیح نے یہ باتیں لوگوں کے دل بہلانے کے لئے یا بطور استعارہ

[illegible] اخلاقی سچائیوں کو ایسے الفاظ میں بیان کیا ہے ۔ خداوند

[illegible] ترتیب وار تعلیموں کا سلسلہ ہے اور نہ ہی اخلاقی قانون

[illegible] ہے جس سے لوگ خداوند کے اخلاقی اصولوں کو [illegible]

[illegible] تے ہیں ۔ بلکہ فی الحقیقت مسیح کا مذہب مسیح آپ ہے [illegible]

[illegible] یا چال چلن کا قانون جانتا ہے یا ایک ایسے

[illegible] سے اٹھارہ سو برس ہو گئے ہیں ۔ وہ [illegible]

[illegible] کے خالق نہیں سمجھا ۔ یہ بالکل سچ ہے ۔ کہ مسیح

مذہب دنیا میں آج کل ویسا ہی ہے۔ جیسا اٹھارہ سو برس گذرے تھا۔ اُس وقت خدا انسان کی صورت میں موجود تھا۔ اب مسیح انسان کی صورت میں موجود ہے +

اور مذہب بھی اس قسم کے ہیں۔ جن میں اخلاقی تعلیمیں اور اخلاقی اصول پائے جاتے ہیں۔ اور جو کسی ایسی کتاب کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ کہ وہ آدمیوں کو پاک زندگی دینے کا دعوے کرتی ہے۔ لیکن کوئی اور مذہب عیسائی مذہب کی طرح سے کسی ابدی الٰہی انسانی شخص سے وابستہ نہیں۔ جو کوئی سچے طور سے مسیحی مذہب کو مانتا ہے وہ مسیح ہی کو مانتا ہے۔ جیسا مسیح نے خود کہا وہ آدمی لفظاً اور استعارہ کے طور پر مسیح کا گوشت کھاتا اور اُس کا لہو پیتا ہے +

مسیح کی دائمی حضوری :۔ میرے بھائیو! مسیحی ایمان کو ان معنوں میں لینے سے ہمیں ڈرنا نہیں چاہئے میں جانتا ہوں۔ کہ اگر کوئی شخص آج صبح اس مجلس میں کوئی پلید یا نامناسب خیال دل میں لیکر آیا ہے تو اُس کے لئے یہ صداقت بڑی ڈراؤنی معلوم ہوگی۔ ہم میں سے ہر ایک آدمی جو یسوع مسیح کا ہے اور اُس پر زندہ ایمان رکھتا ہے۔ مسیح کو اپنی زندگی میں اپنے ساتھ لے کر آیا ہے اور اُس کو ہر جگہ اپنے ساتھ لے جاتا ہے ہر ایک بُرا خیال جو اس کے دل میں گزرتا ہے۔ اس مسیح کو جو اس کے اندر ہے ذلیل کرتا ہے اگر وہ کسی بدی کی جگہ کو جاتا ہے تو وہ اپنے ساتھ اُس مسیح کو بھی کھینچ کر لے جاتا ہے کہ جسکے ساتھ اسکی زندگی وابستہ ہو چکی ہے بشرطیکہ وہ سچ مچ مسیحی ہو۔ ہم میں سے ہر ایک آدمی جو یسوع مسیح پر سچے طور سے ایمان لاتا ہے۔ وہ مسیح یسوع خدا کے زندہ بیٹے کو ہمیشہ اپنے ساتھ اپنے دل میں اپنے خیالوں میں اور اپنی خواہشوں میں ساتھ لے جاتا ہے۔ اگر خدا کا زندہ بیٹا یسوع مسیح میرے ساتھ نہ ہو۔ تو میرے اور اُن لوگوں کے ایمان میں کیا فرق ہے۔ جو مسیح کو محض انسان سمجھ کر اُس کی تعریف کرتے ہیں یا کسی اور بڑے اُستاد کے اوپر ایمان رکھتے ہیں۔ مسیحی مذہب ایسے معجزانہ واقعات کا مجموعہ ہے جو سچ مچ تاریخی طور پر

وقوع میں آئے۔ مسیحی مذہب اس امر کی شہادت ہے کہ دنیا میں ابدی الٰہی خدا خود آیا ہے۔
نہ صرف یہی کہ مسیح میرا مذہب ہے۔ بلکہ میں اس بات کو جان بھی سکتا ہوں۔ کہ وہ میرا مذہب ہے۔ اور یہ کہ اُس سے میری زندگی میں کیا نتیجے پیدا ہوئے ہیں۔ میں مُقدّس پیٹرک کی طرح کہہ سکتا ہوں:۔

"اے مسیح میرا نور ہو کر مجھے روشن کر اور راہ دکھا +
اے مسیح میری ڈھال بن کر مجھے بچا اور اپنی پناہ میں لے +
اے مسیح تو ہی میرے اوپر ہو اور تو ہی میرے نیچے ہو +
اے مسیح تو ہی میرے پاس ہو۔ میرے دائیں اور میرے بائیں +
اے مسیح تو ہی میرے آگے ہو اور پیچھے ہو اور چاروں طرف +
اے مسیح تو ہی آج میرے اندر ہو اور میرے باہر ہو" +

محبّت طبیعت کے جوش کا نام نہیں ہے۔ جب اُس نے ہمیں پہلا حکم دیا کہ "اپنے خداوند خدا کو اپنے سارے دل اور اپنی ساری رُوح اور اپنے سارے زور سے پیار کرو"۔ تو اُس کا یہ مطلب نہیں تھا۔ کہ ہمیں خدا کی طرف صرف طبیعت کا جوش پیدا کرنا چاہئے۔ اگر میں کسی کو پیار کرتا ہوں تو میں اُسے برابر پیار کرتا رہونگا۔ خواہ میری طبیعت کا جوش کیسا ہی کیوں نہ بدلتا رہے۔ جو محبّت ختم ہو جائے وہ محبت ہی نہیں ہے۔ محبت کبھی جاتی نہیں رہتی۔ محبت کی ابدیت کی یہ وجہ ہے کہ وہ ایسے دو دلوں میں پائی جاتی ہے۔ جن میں خدا کی روح کام کر رہی ہو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہم ہر وقت مسیح کی حضوری میں ایک عجیب قسم کے جوش کو محسوس کرینگے۔ پر میں یہ کہتا ہوں۔ کہ ہر ایک ایماندار کا دل ایسے طور پر مسیح پر لگا رہنا چاہئے کہ وہی اس کی زندگی کے لئے شریعت ہو اور وہی اُس کا اکیلا ہادی بن جائے +

دنیا کے لوگ ایک ایسی آواز سننے کے مشتاق ہیں جو پورے یقین کے ساتھ اُن سے بول سکے میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ اگر کوئی آدمی دل کے یقین کے ساتھ کوئی بات کہے تو

وگ اُس کے شنوا نہ ہوں۔ ایسا یقین ہمارے اندر مسیح کی لگاتار حضوری سے پیدا ہوتا ہے
مسیحی ایک دفعہ اپنے اندر مسیح کی حضوری کو محسوس کر لیں تو ساری دنیا اُن کی باتیں
سننے کے لئے کان لگائیگی۔ مسیح کو محسوس کرنے والی زندگی میں ایک ایسی غالب
آنے والی طاقت ہے کہ جسکے سامنے نہ انسان اور نہ شیطان کا زور کارگر ہو سکتا ہے +

مسیح کی حضوری دل میں سے ہزارہا چیزوں کو جن کے ساتھ وہ اکٹھی موجود نہیں رہ سکتی
باہر نکال پھینکیگی۔ اور جو کوئی آج سے مسیح کی لگاتار حضوری میں رہنا چاہتا ہے اُس کو مسیح کی چیزوں
اور اس کی مخالف چیزوں میں سے ایک کو چن لینا چاہئیے ہم مسیح کی غالب آنے والی حضوری کو
محسوس کرنا چاہتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ایک تو میری اپنی حضوری پر مسیح کی حضوری غالب
آئے۔ کہاں تک ہماری سب سے اچھی خدمت اپنی حضوری کے محسوس کرنے کے نقص کے سبب
سے خراب ہو جاتی ہے ہم مسیح کا جس کی ہم خدمت کرتے ہیں خیال نہیں کرتے اور نہ ہی اُس خدمت کا
خیال کرتے ہیں بلکہ اپنا خیال کرتے ہیں کہ ہم خدمت کر رہے ہیں اُس سب سے پاک ساعت میں جب مسیح ہمارے
پاس آیا اور ہمارے دل اُس کی حضوری میں گھل گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اچانک سارا لطف جاتا رہا اور ہم
اُس کا خیال نہیں کر رہے تھے اور نہ ہی ہماری آنکھیں اُس کے چہرے پر لگی ہوئی تھیں بلکہ ہم
اپنا خیال کر رہے تھے کہ ہم اُس کے چہرے کو دیکھ رہے ہیں اور ہمارے دل اُس کی محبت کا جواب دے رہے
ہیں۔ میں خود مسیح کی ایسی حضوری چاہتا ہوں جو مجھے میرا اپنا آپ بھلا دے۔ میں اُس کی ایسی حضوری
چاہتا ہوں کہ مجھے میری آزمائشیں محسوس نہ ہوں۔ پاکیزگی کی بعض ایسی عادتیں ہیں کہ ایک دفعہ آدمی
پختہ طور پر اُن کا عادی ہو جائے تو اُس کے برخلاف کی آزمائشوں سے بالکل آزاد ہو جاتا ہے کوئی شخص پاکیزہ
زندگی کی عادت ایک دفعہ ڈال لے تو ناپاکیزگی اُس کے لئے آزمائش نہیں رہتی کوئی شخص سچائی کی پختہ
عادت ڈال لے تو دروغگوئی اُس کے لئے آزمائش نہیں رہتی ایسا ہی کوئی شخص خود انکاری کی عادت
ڈال لے تو غرور اُسکے لئے آزمائش کا سبب نہیں رہتا۔ جب ایک دفعہ مسیح یسوع ہماری زندگیوں کی ساری محبتوں
کا مالک ہو جائے تو ہزاروں آزمائشیں مر جاتی ہیں اور ہمارے دل اُن کی بالکل اجابت نہیں کرتے یہ مطلب
جب ہی حصول ہوتا ہے کہ ہمارے دل کا ہر ایک خیال مسیح کی قید میں لایا جائے +

محض ایک لڑکا

ایک کلیسیا کا ذکر ہے کہ ایک دن اس کا ڈیکن عبادت سے کچھ پہلے ہی گرجا میں آبیٹھا تاکہ پاسٹر سے دو چار باتیں کرے۔ اور پاسٹر کے آتے ہی اُس نے کہا کہ آج میں آپ سے ایک خاص امر پر گفتگو کرنے کے لئے آیا ہوں۔ میرے دل میں یہ بات بار بار آتی اور میرے ضمیر کو ستاتی ہے کہ ہماری وعظ و تلقین میں ضرور کوئی نقص ہے کیونکہ اس سال صرف ایک ہی شخص کلیسیا میں شریک ہوا ہے اور وہ بھی محض ایک لڑکا۔ اس پر اُس بزرگ پاسٹر کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اس نے دردانگیز لفظوں میں جواب دیا کہ ہاں مجھے خود اس امر کا خیال ہے۔ لیکن خدا شاہد ہے کہ اپنے فرائض کی بجا آوری میں حتی الامکان کوتاہی نہیں کی۔ پر اس کا پھل خدا کے ہاتھ میں ہے۔ ڈیکن نے جواب میں کہا۔ سچ ہے پر درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ سال بھر کے اندر ایک ہی نیا شگوفہ اور وہ بھی محض ایک لڑکا حقیقی ایمان اور سرگرمی کا کوئی کافی ثبوت نہیں ہے۔ اُس بزرگ نے فرمایا کہ بجا لیکن محبت صابر اور ملائم ہے۔ سب کی برداشت کرتی اور سب چیزوں کی امید رکھتی ہے۔ مجھے اس اکیلے لڑکے رابرٹ سے بہت کچھ امید ہے بعض بیج جو ہم بوتے ہیں۔ دیر میں پھل لاتے ہیں پر وہ بہت بیش قیمت سمجھے جاتے ہیں +

اُس دن اس بزرگ نے کچھ غم زدہ اور شکستہ دل سا ہو کر وعظ کیا۔ اور عبادت کے ختم ہو جانے پر گرجا میں ٹھیرا رہا کہ اکیلے میں خدا کے حضور اپنا دل انڈیلے۔ جب سب چلدیئے تھے تو ایک شخص ہاں محض ایک لڑکا اس بزرگ کی غم زدہ صورت دیکھ کر ٹھیر گیا تھا اور اس کو یوں دعا کرتے دیکھ کر اس کا دل ہمدردی اور محبت سے بھر گیا اور پاس جا کر اُس کا ہاتھ پکڑ لیا +

پاسٹر بولا۔ کہو رابرٹ۔ رابرٹ نے کہا۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اگر میں محنت کر کے علم حاصل

کروں - تو میں مناد ہو سکتا ہوں +

مناد کیا - شاید پادری ہو جاؤ +

دیر تک دونو خاموش رہے - آخر کو پاسٹر نے آبدیدہ ہو کر کہا - رابرٹ تمہارے اس سوال نے بڑے درد دل کو مٹا دیا ہے - اب میں خدا کے ہاتھ کو دیکھتا ہوں - بیٹا خدا تمہیں برکت دے - میں سمجھتا ہوں کہ تم اچھے مناد ہو سکتے ہو +

چند ماہ گزرے کہ افریقہ سے ایک نہایت سن رسیدہ پادری لنڈن میں وارد ہوا - لوگ اس کا نام بڑی عزت و پیار سے لیتے تھے - جس مجلس میں وہ جاتا - لوگ اُٹھ کھڑے ہوتے اور عزت و تعظیم کا اظہار کرتے تھے - اس کی تقریریں بڑی دلچسپی اور شوق سے سنی جاتی تھیں شہزادے اس کے آگے ٹوپیاں اُتار کر کھڑے ہوتے ہر طرف سے امرا و روساء اس کو مدعو کرتے تھے - یہ وہی لڑکا رابرٹ موفاٹ تھا - جس نے افریقہ کا ایک بڑا صوبہ مسیحی کلیسیا میں شریک کیا - بڑے بڑے وحشی حبشی سرداروں کو انجیل کی اطاعت میں لایا اور اُن وحشیوں کے لئے انہیں کی زبانوں میں انجیل کا ترجمہ کیا - علوم جغرافیہ میں نئی نئی باتیں بڑھائیں +

جبکہ پھل نظر نہیں آتے تو ایمان رکھنا ذرا مشکل ہوتا ہے - پر ایمانداری اور نیک نیتی کے پھل یقینی ہیں - وہ بزرگ پاسٹر تو اس عالم فانی میں نہ رہا لیکن آج تک محض اس لڑکے کے سبب لوگ عزت سے اس کا نام لیتے ہیں +

ہاں محض ایک لڑکا +

وہ جڑی بوٹی جو درد دل کا علاج ہے انہار آسمانی کے کناروں پر اُگتی ہے +

(لانگ فیلو)

بلا مرتو مسلمہ ہے کہ تجربہ ایک فصیح واعظ ہے - مگر افسوس ہے کہ بہت تھوڑے لوگ اس کے وعظ کو توجہ سے سنتے ہیں +

(کالٹن)

بڑے دن کا گیت

(راگ انگریزی سینکی صاحب کی گیت کی کتاب نمبر ۴۰۶)

(۱) بیت اللحم کی چرنی سے آج — آئی صدا خوش الحان
دیکھو آج وہ پیدا ہُوا — جو سلطانوں کا سلطان
چھوڑ کے تخت سرفرازی — چھوڑ کے سب آسمانی شان
آج انسان کا جسم لیا — تاکہ بچیں کُل انسان

کورس ——— ہو جلال ——— خدا کو اب

ہیلیلویاہ گاؤ سب
اب چھٹکارا ہے ہمارا
آج ہے جوبل سال مقبول
ہو آزاد گناہ کے قیدی
آیا جوبل سال مقبول

---

(۲) آج گناہ کا بندھن ٹوٹا — "ہو آزاد" یہ ہے پیام
"لو رہائی اے سب لوگو — ہو شیطان کے جو غلام
مفت میں ہے سب کو خلاصی — سُن لو سُن لو یہ پیغام
یسوع دیتا ہے آزادی — لو رہائی کا انعام"

(۳) لوگ چڑھاتے تجھے نذرانہ — سونا خالص مر لوبان
تم بھی اپنا ہدیّہ لاؤ — لاؤ دل و مال و جان
اپنی قوت و لیاقت — ہر ایک سوچ و بات و کام
ہر ایک لمحہ دن و برس — اپنی زندگی تمام

(۴) فلک میں بھی آج ہے خوشی — سنو گونجتا ہے آسمان
سنو! سنو! راگ جلالی — گاتے جو فرشتگان
آج مسیح ہے کیا ہی پیارا — کیا ہی ہے وہ پُر جمال
کیا ہی رونق آج ہے اس کی — کیا ہی حشمت ہے کمال سوکب

تئیسواں زبور

خداوند میرا چوپان ہے .... ملکیت

مجھ کو کچھ کمی نہیں .... جائداد

وہ مجھے ہری ہری چراگاہوں میں بٹھاتا ہے .... جگہ

وہ راحت کے چشموں سے مجھے لے پہنچاتا ہے .... ترقی

وہ میری جان پھیر لاتا ہے .... شخصی

اور اپنے نام کی خاطر .... مقصد

مجھے صداقت کی راہوں پر لئے پھرتا ہے .... ترقی پر ترقی باقاعدہ

بلکہ جب میں موت کے سایہ کی وادی میں پھروں .... جدائی

تو مجھے کچھ خوف و خطر نہ ہوگا .... اطمینان

کیونکہ تو میرے ساتھ ہے .... حفاظت

تیری چھڑی اور تیری لاٹھی وہ بھی
میری تسلی کے باعث ہیں ۔ .... مسافرت

تو میرے دشمنوں کے روبرو
میرے آگے دسترخوان بچھاتا .... شریک

تو میرے سر پر تیل ملتا .... تیاری

میرا پیالہ لبریز ہو کے چھلکتا ہے .... افراط

لاکلام مہربانی اور رحمت عمر بھر
میرے ساتھ ساتھ رہینگی .... سلامتی

اور میں ہمیشہ خداوند کے گھر میں رہونگا .... مکان

سیاہی کا دھبہ

(مسز سراج الدین صاحبہ کا ترجمہ کیا ہوا)

ایک دفعہ انگر کو گھر سے غیر حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ جب تین چار روز گزر گئے تو اُس کی بیٹی شریفہ کو جو والدین کی لاڈلی تھی اپنی گڑیوں کے ساتھ کھیلتے کھیلتے خیال ہوا کہ باپ کو خط لکھے۔ یہ لڑکی ابھی کم سن تھی۔ پر اس کو پڑھنے لکھنے کا بہت شوق تھا ہر روز اپنی چھ سات گڑیوں کو اور باقی کھلونوں کو لیکر بیٹھ جاتی آپ استانی بنتی اور اُن کو اپنی شاگرد بناتی۔ آج اپنے باپ کے کمرے کو کھلا دیکھ کر اُس نے اپنی سب سے پیاری اور پرانی گڑیا کو جس کا نام جمیلہ تھا لیا اور اندر گئی۔ وہاں کوئی نہ تھا سو اس نے ایک موڑھا کھینچا اور جھٹ کرسی پر چڑھ گئی اس کو یاد تھا۔ کہ مشکل الفاظ کے معنی دریافت کرنے کے لیئے اس کا باپ ایک خاص کتاب کا استعمال کرتا تھا۔ اور کئی بار جب وہ کوئی خوبصورت کھلونا یا پھول اپنے باپ کو دکھانے کے لئے لاتی تو وہ یہی کتاب اُٹھا کر اس کو تصویریں دکھایا کرتا تھا۔ جن سے وہ بہت خوش ہوتی تھی۔ یہ لغات کی کتاب تھی۔ اور اب بھی اس نے اسی کتاب کو نکالا کچھ دیر صفحے اُلٹاتے اُلٹاتے اُس کو تصویروں والی جگہ مل گئی۔ تب تو قلم دوات بھی لے بیٹھی اور ان تصویروں کو نقل کرنا شروع کیا۔ خط ختم کر چکی تو لفافہ لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ اتنے گڑیا زمین پر گر پڑی۔ جس کے شور سے وہ چونک اُٹھی اور قلم لغات پر آ گرا اس نے جو دیکھا کہ اتنا بڑا سیاہی کا دھبہ کتاب پر پڑا تو کچھ ڈر سی گئی۔ کیونکہ ایسی ہی باتوں کے باعث اس کو اس کمرے میں اکیلے آنے کی اجازت نہ تھی۔ سو بیچاری شریفہ نے اپنی گڑیا جمیلہ کو جھٹ پٹ اُٹھا لیا اور کتاب کو جس پر سیاہی کا دھبہ ابھی گیلا ہی تھا جلدی سے بند کر پیچھے کے رستے سے باہر کو بھاگ گئی۔ تا کہ کسی کو معلوم نہ ہو جائے کہ وہ کوئی نقصان کر کے آئی ہے ✦

اس کا باپ دوسرے روز واپس آیا تو شریفہ نے وہ خط بھی ڈر کے مارے اُس کو نہ دکھایا کوئی ایک ہفتہ کے بعد اثمر صبح کے وقت اپنی کتابوں کو درست کر رہا تھا کہ اس کی نظر اس لغات پر پڑی۔ اس نے اس کتاب کو کھول کر دیکھا۔ تو دو صفحے چپکے پائے۔ شریفہ اس وقت اپنی گڑیوں کے ساتھ باہر برآمدے میں کھیل رہی تھی باپ نے اسے بلایا کہ بیٹی ذرا ادھر تو آؤ شریفہ دوڑی دوڑی آئی اور دونو ہاتھ باپ کے گلے میں ڈال کر گود میں بیٹھ گئی۔ اثمر نے ان دونو دھبوں کی طرف اشارہ کر کے کہا بیٹی سچ سچ بتاؤ۔ یہ کس نے کیا۔ شریفہ سوچ سوچ کر کہنے لگی۔ آبا جان اس دوسرے دھبے کی بابت تو مجھ کو مطلق خبر نہیں۔ اثمر اچھا بیٹی تم اس کو تو رہنے دو میں اس کی بابت جانتا ہوں۔ صرف اتنا بتا دو کہ یہ دوسرا کس نے لگایا ہے +

یہ سن کر قریب تھا کہ شریفہ رو پڑتی۔ پر اس نے بڑی ہمت کر کے ساری کیفیت کہہ سنائی کہ کیسے وہ خط لکھنے بیٹھی۔ تو اس کی گڑیا کے گرنے سے اس کے ہاتھ سے قلم کتاب پر آ گرا +

اثمر ہاں اور پھر ڈر کے مارے تم نے جلدی سے کتاب کو بند کر دیا اور بھاگ گئیں کہ کسی کو معلوم نہ ہو جائے +

شریفہ آبا جان آپ کو کس نے بتایا ؟

شریفہ ایسی حیران ہوئی کہ اثمر کسی قدر ہنسی کو روک نہ سکا۔ اور دوسرے دھبے کی طرف اشارہ کیا +

شریفہ پر ابا جان میں سچ کہتی ہوں۔ کہ مجھ سے صرف ایک ہی قطرہ سیاہی کا گرا تھا۔ اسکے دوسرے کی کچھ بھی خبر نہیں +

اثمر ہاں بیٹی میں جانتا ہوں۔ کہ تم سچ کہتی ہو۔ پر جب تم نے کتاب کو بند کیا تو اس کے دوسرے صفحے پر بھی سیاہی لگ گئی ابھی تم کو سمجھ آئی یا نہیں +

شریفہ بیچاری بہت شرمندہ ہو گئی تھی پر آہستہ سے کہا جی ہاں ؟

اختر - اچھا بیٹی اگر تم نے سیاہی کے جذب ہونے سے پہلے کسی کو اپنے قصور کی خبر دی ہوتی تو دیکھو کیا ہوتا +

یہ کہہ کر اس نے ایک صاف کاغذ لیا اور ایک قطرہ سیاہی کا اس پر گرایا - پھر اختر نے ایک پیاری چوس کا ٹکڑا لیا اور اس پر رکھ دیا - سب سیاہی اس میں جذب ہو گئی اور وہ کاغذ تقریباً صاف ہو گیا - اس نے ایک اور کاغذ لیا - اس پر بھی پہلے کی طرح سیاہی کا قطرہ گرایا - پھر اس نے ایک اور کاغذ لیکر اس پر رکھ دیا - اختر نے دونو کاغذ لڑکی کو دکھائے کہ ان پر ایک ہی جیسے پر آئے سے بڑے بڑے سیاہی کے تھے +

شریفہ - ابا جان اب مجھ کو سمجھ آئی کہ یہ دو دھبے اس طرح ہو گئے -

اختر نے اس کو سمجھایا کہ جب ہم ایک گناہ کریں تو اس کو چھپانے کے واسطے کتنے اور گناہ ہو جاتے ہیں ہماری نیچوڑے ہیں - سو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ اگر ہم سے کوئی قصور ہو جائے - تو اس کو خدا کے پاس لیجا کر معافی چاہیں - ہم چھپانے میں کئی اور گناہ کرتے ہیں خدا تو ہمارے سب فعلوں سے واقف ہے - پر جب تک ہم خود جا کر اس کو اپنے خیال اور دل سے واقف نہ کریں - تو وہ ہم سے کبھی خوش نہ ہو گا +

شریفہ - ہاں ابا جان میں اس کو یاد رکھونگی اور میں اپنے کام پر بڑا افسوس کرتی ہوں اور میری گڑیا جمیلہ بھی +

اختر - اچھا تو مجھے تم دونو کے قصور کو معاف کرنا چاہئے - یہ کہہ اس نے اپنی بیٹی کو چوما اور اس کے منہ پونچھ کر کہا جاؤ - کھیلو +

شریفہ بہت ہی خوش تھی اور اپنی گڑیا کو پہلے تو خفا ہوئی پھر صاف کر کے کہنے لگی پیاری جمیلہ کیا تم شکر نہیں کرتی اور خوش نہیں ہو کہ میرے ابا جان کو ہمارا قصور معلوم گیا ہے اور اب اُنہوں نے ہم کو معاف بھی کر دیا ہے - اب پھر ایسا کام نہ کرنا - اور میں نے بھی وعدہ کیا ہے کہ کوئی شرارت نہ کرونگی +

میکلیوڈ صاحب نے ایک مرتبہ بیان کیا۔ کہ میں اپنی خدمت کے سال اوّل میں ایک کاریگر کے ہاں گیا اور خاندانی دعا کی ضرورت پر اس کو خوب سمجھایا ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ جب میں اپنے دفتر میں بیٹھا تھا۔ وہ یکایک اندر آیا۔ اور آبدیدہ ہو کر کہنے لگا۔ "جناب آپ کو وہ لڑکی یاد ہے؟ وہ دفعتہً آج قضا کر گئی۔ میں اُمید کرتا ہوں۔ کہ وہ خُدا کے پاس گئی۔ پر اب تو وہ چلی گئی۔ اور مجھے قلق اس بات کا ہے کہ اُس نے اپنے باپ کے گھر میں یا اُس کے منہ سے کبھی دعا نہیں سُنی۔ آہ کاش وہ میرے ساتھ فقط ایک دن کے لئے پھر آسکتی۔ اس بات کا اثر میرے دل پر ایسا ہُوا۔ کہ زندگی بھر میں اُسے نہ بھولونگا۔ کتنے ماں باپ ہیں جو آرزو رکھتے ہیں۔ کہ فقط ایک دن کے لئے ان کی اولاد ان کے ساتھ ہو سکتی پر ان کا کیا حال ہے جن کے پاس خُدا کے فضل سے ان کی اولاد موجود ہے۔ خبردار موقع ہاتھ سے جانے نہ دینا ورنہ عیسو کی طرح رو رو کر پچھتاؤ گے پر نہ پاؤ گے +

اگر تم کو یہ دریافت کرنا منظور ہو کہ تمہارے دوست تمہاری عدم موجودگی میں تمہارا ذکر کس طرح کرتے ہیں۔ تو چاہیئے کہ تم ان باتوں کو بغور سنو جو وہ تمہاری موجودگی میں اوروں کی بابت کرتے ہیں +

نیک ارادہ وہ رونق جو دل میں کسی نیک ارادہ کے جوش یا کسی اعلےٰ عزم کے ولولہ یا کسی کارِ خیر کے شوق سے انسان کے چہرہ پر آتی ہے۔ بناوٹی کوششوں سے ہرگز نہیں آسکتی۔ ورزش جسمانی ایک لمحہ بھر کے لئے چہرہ کو چمکا دیتی ہے بعض غذائیں چہرہ کا روپ دوبالا کرتی ہیں رنگ روغن سے بھی حسین مد لیتے ہیں۔ مگر یہ چمک اُس نور کی روشنی کے سامنے ماند پڑ جاتی ہے جو دل کی گرمی سے چہرے پر ظاہر ہو جبکہ دل میں نیک ارادہ کے جلد پورا کرنے کی آگ بھڑک رہی ہو۔ وہ حقیقت میں روحانی چمک ہوتی ہے اور چونکہ رُوح خود ہر خوبی کا منبع اور حسن کی کان ہے اسلئے اس کا پر تو چہرہ کو نور حقیقی سے منور کر دیتا ہے

قدیم مسیحی زمانہ کا ایک تذکرہ

تیسرا باب

دُنیا کی حکمت

جولیس جوں جوں آگے بڑھا اُس کا دل خوشی اور دلیری سے بھرتا گیا۔ اور جس قدر منزلِ مقصود کے قریب پہنچا اور جس قدر اُسے اُن تمام باتوں کا جو پیتلس نے مسیحیوں کی نسبت اور اُن کی زندگی و طور و طریق کی نسبت اُس سے کہی تھیں خیال کرتا تھا۔ اسی قدر اُس کے دل میں خوشی و خرمی زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ آفتاب غروب ہو رہا تھا۔ اور جولیس سفر سے ماندہ ہو کر چاہتا تھا کہ کسی جگہ تھوڑی دیر کے لئے آرام کرے۔ اتنے میں اُس نے دیکھا کہ ایک شخص ادھیڑ جس کے چہرہ سے ہوشمندی کے آثار نمایاں ہیں۔ ایک درخت کے سایہ میں بیٹھا روٹی کھا رہا ہے۔ جونہی اُس کی نظر جولیس پر پڑی وہ مسکراتا آیا اور سلام کر کے یوں مخاطب ہوا۔ "اے نوجوان، آؤ۔ ذرا تھوڑی دیر سستا لو۔ سفر دور و دراز ہے"۔

جولیس نے اُس کا شکریہ ادا کیا اور اُس کے پاس جا کر بیٹھ گیا +

اجنبی نے پوچھا۔ "تم کہاں جا رہے ہو"+

جولیس نے جواب دیا۔ "مسیحیوں کی بستی کو"۔ اور پھر اُس نے آہستہ آہستہ اپنی زندگی کی ساری کہانی اور اپنے اس عزم کا حال اس اجنبی کے سامنے کھول کر سب بیان کر دیا +

اجنبی بڑی غور سے اُس کی تمام باتوں کو سنتا رہا۔ اور اُسے بہت سے سوال بھی پوچھے مگر جب تک جولیس اپنے سارے کھانے کو ختم نہ کر چکا اُس نے اپنی کوئی رائے ظاہر نہ کی اب اُس نے بچا کھچا کھانا اپنے سے الگ کر دیا اور اپنے کپڑے سنبھال کر یوں گویا ہوا +

یہ کام جو تم نے اختیار کیا ہے اس میں ثابت قدمی نہ کرو - کیونکہ تم اپنے کو دھوکا دے رہے ہو
میں زندگی سے واقف ہو - مگر تم ابھی بچے ہو - میں مسیحیوں کو بھی جانتا ہوں - مگر تم نہیں جانتے
سنو میں تمہاری زندگی اور تمہارے سب خیالات کو تمہارے روبرو دوہراتا ہوں - اور جب
میں سب کچھ بیان کر چکوں تو پھر جو تم کو بہتر معلوم ہو اُس کے مطابق اپنا فیصلہ کرو -
اس وقت تمہارے پاس سب کچھ موجود ہے - جوانی حسن خداداد - دولت - قوت -
غرضیکہ کسی چیز کی کمی نہیں - لیکن تمہارا دل طرح طرح کی امنگوں اور جذبات سے بھرا ہے
اور تم چاہتے ہو کہ کہیں ایسی پناہ گاہ تمہیں مل جائے - جہاں یہ جذبات تمہیں نہ ستاویں
اور نہ اُن کے نتائج تمہیں دکھ دیں - اور تم سمجھتے ہو کہ یہ بات تمہیں مسیحیوں کی صحبت سے
حاصل ہو سکتی ہے - مگر اے میرے پیارے دوست یاد رکھو ان جذبات سے کہیں پناہ
نہیں - نہ قلقبہ میں - نہ روم میں - کیونکہ یہ چیزیں جو تمہیں ستاتی ہیں خود تمہارے دل
کے اندر ہیں - اگر تم خلوت نشین بھی ہو جاؤ - تو وہاں بھی یہ خواہشیں اور جذبات پہلے
کی طرح برپا ہونگے - بلکہ اس تنہائی میں پہلے کی نسبت سینکڑوں گنا زیادہ زور و قوت
کے ساتھ - مسیحیوں کا فریب یا غلطی - جو کچھ کہو - اس امر میں ہے کہ وہ اس معاملہ میں
فطرت انسانی کو شمار میں نہیں لاتے ایک بڈھا آدمی جس میں جذبات کی آگ بجھ چکی
ہے - ممکن ہے کہ اُن کی تعلیم کی کامل طور پر پیروی کر سکے - لیکن تمہارے جیسے نوجوان
کے لئے جو ابھی اپنے کو جانتا بھی نہیں اور نہ ابھی زندگی کا مزہ چکھا ہے اُن کی شریعت
کی پابندی بالکل ناممکن ہے - کیونکہ اُن کی شریعت کا مدار فقط اُن کے اُستاد مسیح کی بیہودہ
تعلیمات پر ہے - جن میں فطرت انسانی کی بنیادی باتوں سے بالکل قطع نظر کی گئی
ہے - مت سمجھو کہ مسیحی ہونے سے تمہاری تکلیفات رفع ہو جائینگی بلکہ یقین جانو کہ وہ
پہلے کی نسبت بھی بڑھ جائینگی - اس وقت تمہارے جذبات کی تیزی تمہیں مشکلات
میں گرفتار کر دیتی ہے - مگر جب تم اپنی غلطیوں سے خبردار ہو جاؤ گے - تو تم اپنی زندگی

سدھار سکو گے - اور اس بات پہ بھی خیال کر کہ باوجود تمہاری تمام تکلیفات کے پھر بھی تمہیں
اس وقت ایک تسلی تو ہے - یعنی یہ کہ تم اپنی طبعی خواہش کو پورا ہوا دیکھتے ہو - جس سے زندگی
ایک گونہ چین ملتا ہے - لیکن اگر تم مسیحی لوگوں میں شامل ہو جاؤ گے - تو تمہیں اپنے تمام
جذبات کو قابو میں رکھنا پڑیگا - اور ایسا کرنے میں تم پھر وہی غلطیاں کرو گے - بلکہ پہلے سے
بھی زیادہ سخت غلطیاں تم سے سرزد ہونگی - اور اس کے علاوہ اُس حالت میں جب تم
اپنے تو اپنی خواہشوں کے پورا کرنے کے ناقابل پاؤ گے تو تم ہمیشہ کی مصیبت میں
گرفتار ہو جاؤ گے - اگر دریا کا پانی اپنے کناروں سے باہر نکل جائے تو وہ کھیتوں کو سیراب
کرتا ہے - لیکن اگر تم اُس کے آگے بند لگا دو - تو وہ آخر کار کبھی نہ کبھی اُس بند کو توڑ کر نکلیگا
اور پھر سیراب نہیں - بلکہ جو کچھ اُس کے سامنے پڑیگا برباد کرتا جائیگا +

انسانی جذبات کا بھی یہی حال ہے - اب دیکھو یہ مسیحی تعلیم کیا ہے ؟ میں آنیوالے
جہاں کی زندگی کا اس وقت ذکر نہیں کرتا - جس سے مسیحی اپنے دل کو تسلی دیا کرتے ہیں
مگر ان کی عملی تعلیم یہ ہے کہ وہ کسی قسم کے زور و زبردستی - لڑائی جنگ - عدالت - یا
حقوق جائداد کو تسلیم نہیں کرتے - بلکہ وہ علم و ہنر اور ہر ایک چیز سے جس سے زندگی کا
حسن و خوبی ہے - بے پروا ہیں - اگر سب لوگ اُن کے اُستاد کی مانند ہوتے تو خیر
گذارہ ہو سکتا تھا - لیکن اب یہ حال نہیں - اور نہ ایسا ہونا ممکن ہے - آدمی شریر اور
بے رحم ہیں اور اپنے جذبات کے غلام ہیں - اور یہی انسانی جذبات کا تماشا ہے جس
سے زندگی مرکب ہے - اور جو ان تمام تمدنی قواعد و مراسم کی بنا ہے جن کا ہم انسانی
سوسائٹی میں رواج پاتے ہیں - وحشی لوگ اپنے جذبات و خواہشوں کے سامنے
کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کرتے - اور اگر دنیا مسیحی خیال کے لوگوں سے پُر ہو - جو برائی کا تماشا
گناہ سمجھتے ہیں - تو ایک ایسا آدمی اپنی خواہش کے پورا کرنے کے لئے بآسانی ساری
دنیا کو تہ و بالا کر سکتا ہے - دیوتاؤں نے ہمارے دل میں ہمارے دشمنوں کی نسبت

غضب اور کینہ اور نفرت کے جذبات ڈالے ہیں۔ کیونکہ یہ جذبات انسانی زندگی کی پائداری کیلئے ضروری ہیں۔ مسیحی لوگ کہتے ہیں۔ کہ یہ جذبات گناہ ہیں اور اگر یہ انسان میں موجود نہ ہوں تو سب لوگ نہایت خوشی و آرام سے بسر کرینگے۔ نہ لڑائیاں ہونگی۔ نہ قتل و خونریزی ہوگی اُن کا یہ قول تو صحیح ہے۔ مگر یہ بات ٹھیک ایسی ہے۔ جیسے کوئی کہے کہ اگر آدمی خوراک کا حاجتمند نہ ہوتا۔ تو سب لوگ بڑی خوشی و امن سے زندگی بسر کرتے۔ کیونکہ اس صورت میں نہ صرف ہوا ہوگی۔ نہ بھوک۔ نہ افلاس نہ وہ تمام باتیں جو ان سے پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن اگرچہ یہ بات صحیح بھی ہو۔ تو بھی اس سے فطرت انسانی میں کسی قسم کا تغیر پیدا نہیں ہوتا۔ اگر چند آدمی یہ یقین کر کے کہ ایسا ہونا ممکن ہے کھانا پینا چھوڑ دیں اور مارے بھوک کے مر جائیں۔ تو اُن کی شہادت سے فطرت انسانی میں کسی طرح کا تغیر و تبدل واقع نہیں ہو جاتا۔ دُوسرے انسانی جذبات مثل نفرت غضب کینہ۔ عیش و عشرت اور عورتوں کی الفت۔ ہوس۔ حکومت کی خواہش وغیرہ کا بھی یہی حال ہے۔ یہ حسات خود دیوتاؤں میں بھی پائے جاتے ہیں۔ اور فطرت انسانی کے ابدی و لاتبدیل خاصہ ہیں۔ اگر تم انسان کو خوراک نہ دو تو وہ مر جائیگا۔ اگر تم اُسی کے جذبات کو زائل کر دو تو بھی انسان کا جینا محال ہے۔

شخصی ملکیت جسے مسیحی تسلیم نہیں کرتے اس کا بھی یہی حال ہے۔ اپنی چاروں طرف نظر دوڑاؤ۔ یہ انگورستان۔ اور مکانات اور باغ اور مویشی جو تم دیکھتے ہو سب شخصی ملکیت کے اصول کو مد نظر رکھنے سے پیدا ہوئے ہیں۔ شخصی ملکیت کے اصول کو ترک کر دو تو پھر کون انگورستان کی رکھوالی کریگا۔ کون مویشی کی خبرداری کریگا۔ اور انہیں کھانا پانی دیگا۔ مسیحی کہتے ہیں۔ اُن کی کوئی ملکیت نہیں۔ اور ان کی سب چیزیں مشترک ہیں۔ مگر وہ اپنے کو دھوکا دیتے ہیں۔ کیونکہ اُن کی مشترک جائداد اُن کو اُنہیں لوگوں سے ملی ہے جن کے پاس پہلے اپنی جائداد تھی۔ اس طور سے وہ اَوروں کو دھوکا دیتے ہیں۔

مسیحی برادران کو ایک دفعہ پھر یہ بات جتا دینا چاہتے ہیں کہ سارے ہندوستان میں صرف
مسیحی ہی ایک ایسا پرچہ ہے۔ جس کا کسی مشن یا کسی خاص کلیسیا سے تعلق نہیں صرف
یہی ایک رسالہ ہے جس کو دیسی کلیسیا اپنا رسالہ کہہ سکتی ہے۔ ہاں یہی ایک اخبار ہے
جو کلیسیا کا وکیل ہو کر راستی اور آزادی کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے۔ کیا اس
پرچہ کا جاری رکھنا۔ اس کو اور بھی کارآمد اور پسند عام بنانا اور اس کی اشاعت کو ترقی
دینا آپ کا فرض نہیں ہے فی الحال آپ اپنی دلچسپی اس طرح ظاہر کر سکتے ہیں۔ کہ اپنا
حساب بیباق کر دیں۔ مضامین وغیرہ بنام ایڈیٹر مسیحی امرتسر۔ زر چندہ و دیگر خط و کتابت
بنام مسٹر۔ ایم۔ ایل رلیارام بی۔ اے۔ ایل۔ ایل بی وکیل امرتسر ہونی چاہیئے۔

گیارہ غریب لڑکے جو امریکہ کے پریزیڈنٹ ہوگئے (۱) جان آڈمس دوسرا پریزیڈنٹ ایک دوکاندار کا
بیٹا تھا۔ (۲) انڈریو جیکسن ایک جنگل میں پیدا ہوا اور وہیں پرورش پائی (۳) جیمس پولک پہلے
کھیتی باڑی کرتا تھا۔ بعد میں گودام کا محرر ہوا (۴) ملرڈ فلمور کسان کا بیٹا اور پیشہ سے خیام تھا
(۵) جیمس بکانن نے خود لکڑیاں کاٹ کاٹ کر اپنا مکان بنایا (۶) ابراہیم لنکن
ایک غریب کسان کا بیٹا تھا۔ (۷) انڈریو جانسن کی بیوہ ماں نے اس کو دس برس کی عمر میں
[illegible] کی دوکان پر بٹھایا اس نے باقاعدہ تعلیم کبھی نہیں پائی۔ جو کچھ سیکھا خود اپنی
کوشش سے سیکھا۔ (۸) گرانٹ صاحب سترہ برس کی عمر تک دیہات میں رہا (۹) جیمس گارفیلڈ
پہلے کھیتی باڑی کا کام کرتا تھا۔ پھر بڑھئی کا کام سیکھا پھر محکمہ اشاعت میں ملازم ہوا (۱۰)
گروور کلیولینڈ ایک پریسبٹیرین خادم الدین کا بیٹا تھا جن کا خاندان بڑا پر تنخواہ کم تھی مگر
بھائی نہایت نیک تھے۔ (۱۱) ولیم میکنیلی اوسط درجے کا تھا +

THE MASÎHI,
AMRITSAR.

Vol. VI. December 1901. No. 12

CONTENTS.

Literary Communications *alone* should be addressed to th[e] Editor, *Masihi, Amritsar.* Remittances and business letters t[o] Mr. M. L. Rallia Ram, B.A., LL.B., Amritsar.

Annual Subscription *strictly in advance*—

India and Ceylon, Re. 1 8-0. } Post free.
England and America, 2s. }